23۔ بجار کلی

*   *   *

...قدیم طلسمی آئینہ جو پردادی نے کسی جپسی عورت سے خریدا تھا

ٹے سینڈ سے باہر بوڑھے کپتان کے مکان کے ایٹک (attic) روم میں بلڈے مور کننگ کی آنکھ کھلی۔ اس نے کلاک پر پھسلتی نظر ڈالی۔ ابھی صرف ۶ بجے تھے لیکن روشنی قبل ازیں ہی نمودار ہو چکی تھی۔ صبح کے سورج کی درخشاں کرنیں کمرے کو منور کر رہی تھیں۔

وہ پلنگ سے اتری اور کھڑکی کی جانب چل دی۔ بیچ میں وہ ڈیسک کے قریب رک گئی اور اس نے اپنے کیلنڈر کا ورق پھاڑ ڈالا۔ اس پر جمعرات، 14 جون 1990ء درج تھا۔ اس نے ورق توڑ مروڑ دیا اور ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا۔

اب اس کی آنکھوں کے سامنے کیلنڈر کے اگلے صفحے پر جمعہ 15 جون 1990 کے الفاظ جگمگا رہے تھے۔ کہیں بہت دن پہلے اس نے جنوری میں اس کے نیچے "پندرھویں سال گرہ" تحریر کیا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ پندرہ تاریخ کو پندرہ کا ہو جانا بالکل ہی خاص بات ہے۔ یہ واقعہ دوبارہ کبھی رونما نہیں ہو گا۔

پندرہ! کیا یہ اس کی بلوغت کی زندگی کا پہلا دن نہیں؟ دوبارہ بستر پر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مزید براں گرمیوں کی چھٹیوں سے پہلے یہ سکول میں پڑھائی کا آخری دن تھا۔ طلبا اور طالبات کو سکول میں حاضر تو ہونا تھا لیکن انہیں کوئی کام نہیں کرنا تھا، صرف ایک بجے دوپہر کمرے میں اکٹھے ہونا تھا۔ اور اس سے بھی بڑی بات یہ تھی کہ

ایک ہفتے میں پاپا لبنان سے گھر آجائیں گے ۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ وسط سرما سے ایک روز پہلے واپس گھر پہنچ جائیں گے ۔

ہلڈے کھڑکی کے قریب جا کھڑی ہوئی اور سرخ رنگ کے بھوئے سے کشتی گھر کے عقب میں نیچے گھاٹ کی جانب باغ میں جھانکنے لگی ۔ دخانی انجن سے چلنے والی کشتی ابھی تک گرمیوں میں سیر و تفریح کے لیے باہر نہیں نکالی گئی تھی ' لیکن چپوؤں والی پرانی کشتی گھاٹ پر بندھی ہوئی تھی ۔ اسے یاد رکھنا ہوگا کہ گزشتہ رات کی طوفانی بارش سے اس میں پانی بھر گیا ہوگا اور اب اسے وہ نکالنا ہوگا ۔

جب وہ چھوٹی کھاڑی پر نظریں جمائے کھڑی تھی ' اسے وہ وقت یاد آیا جب وہ ابھی محض چھ برس کی ننھی منی لڑکی تھی ۔ ایک روز وہ تن تنہا چپوؤں والی کشتی میں سوار ہوگئی تھی اور اکیلی ہی کھاڑی میں اسے کھیتی رہی تھی ۔ پھر وہ نیچے پانی میں گر پڑی تھی اور ہاتھ پاؤں مارتے بڑی مشکلوں سے ساحل پر واپس پہنچی تھی ۔ وہ سر تاپا شرابور ہوچکی تھی اور گھنی باڑ میں سے گزرنے کے لیے اسے خاصی جھکم دھکا کرنا پڑی تھی ۔ جب وہ باغیچے میں کھڑی مکان کی جانب دیکھ رہی تھی ' اس کی امی دوڑتی اس کی طرف آئی تھی ۔ کشتی اور دونوں چپوؤں کو پانی میں تیرتے چھوڑ دیا گیا تھا ۔ اسے اب بھی کبھی کبھار خوابوں میں یہ ناؤ اپنے آپ موجوں کے رحم و کرم پر تیرتی ڈولتی اور ہچکولے کھاتی دکھائی دے جاتی تھی ۔ یہ ایسا تجربہ تھا کہ اس کی محض یاد ہی اسے کھسیانا کر دیتی تھی ۔

باغ میں نہ تو ہرے بھرے درختوں ' پودوں اور گھاس کی کوئی خاص بہتات تھی اور نہ اس کی کوئی خصوصی نگہداشت کی جاتی تھی ۔ لیکن یہ تھا خاصا لمبا چوڑا اور یہ تھا بھی ہلڈے کا ۔ ایک سرد و گرم چشیدہ سیب کا درخت اور چند عملاً بانجھ پھل دار جھاڑیاں شدید سرمائی طوفانوں کے تھپیڑوں سے بچ نکلی تھیں ۔ پرانے وقتوں کا گلائیڈر پتھریلی چٹانوں اور چند جھاڑیوں کے جھنڈ کے قریب ایستادہ تھا ۔ صبح کی تیز روشنی میں یہ بالکل تنہا اور بے یار و مددگار نظر آرہا تھا ۔ اس کی بے کسی میں شاید اس لیے اضافہ ہوگیا تھا کیونکہ اس کے گدے اور گاؤ تکیے نکال لیے گئے تھے ۔ کل رات جو بارش ہوئی تھی ' وہ اس میں لازماً بھیگ جاتے ' غالباً انہیں امی اٹھا لائی ہوں گی ۔

وسیع و عریض باغ کے چاروں طرف bjorketree ــــــ برچ کے درخت تھے ۔ وہ بدترین برفانی جھکڑوں سے اسے کم از کم جزوی پناہ ضرور مہیا کر دیتے

تھے۔ ان درختوں ہی کی رعایت سے اس تقریباً سو سالہ مکان کا نام تبدیل کر دیا گیا تھا اور اسے دوبارہ بجاد کی (B)erkeley کہا جانے لگا تھا۔

بڑے کے پردادا نے بیسویں صدی کے اختتام سے چند سال قبل یہ مکان تعمیر کیا تھا۔ وہ آخری اونچے بادبانوں والے جہازوں میں سے کسی کا کپتان تھا۔ سیانے لوگ اب بھی اسے کپتان کا مکان کہتے تھے۔

گزشتہ شام ذرا دیر گئے جو اچانک تیز بارش شروع ہوئی تھی، اس کی اب تک باغ میں اس کی نشانیاں موجود تھیں۔ رعد کی کڑک بار بار بڑے کو جگاتی رہی تھی۔ لیکن آج آسمان پر بادل کا ایک بھی ٹکڑا نظر نہیں آرہا تھا۔

اس قسم کے گرجتے طوفان کے بعد ہر چیز کتنی تروتازہ تھی۔ گزشتہ کئی ہفتوں سے موسم خشک اور گرم تھا اور برچ کے درختوں کے پتوں کے کناروں پر زردی کمنڈنے لگی تھی۔ لیکن اب یوں نظر آرہا تھا جیسے کل عالم کو نیا غسل دے دیا گیا ہو۔ اس کی کیفیت کچھ اس قسم کی تھی جیسے طوفان اس کا بچپن بھی بہا لے گیا ہو۔

"واقعی جب بہار کے شگوفے پھوٹتے ہیں، ٹیس تو ہوتی ہی ہے... کس طرح کی بات کسی سوئیڈن کے شاعر نے نہیں کہی تھی؟ یا اس کا تعلق فن لینڈ سے تھا؟"

بڑے وینل کے بھاری آئینے کے سامنے کھڑی تھی جو اس کی دادی کی سنگھار میز کے اوپر دیوار پر لٹک رہا تھا۔

وہ خوبصورت ہے؟ بہرحال وہ بدصورت نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ ان دونوں کے بیچوں بیچ کوئی چیز ہو...

اس کے بال لمبے تھے اور ان کی رنگت قدرے ہلکی تھی۔ بڑے کی ہمیشہ خواہش رہی تھی کہ کاش اس کے اپنے بال ذرا مزید گہرے یا ذرا مزید ہلکے رنگ کے ہوتے۔ برچ کا رنگ کتنا خوش وضع ہے! مثبت پہلو نرم و ملائم گھونگھر تھے۔ اس کی متعدد سہیلیاں اپنے بال اس کے بالوں کی طرح ذرا گھونگھریالے بنوانے کی کوشش کرتی رہی تھیں لیکن بڑے کے بال ہمیشہ سے قدرتی طور پر گھونگھریالے تھے۔ اس کے خیال میں اس کی ذات کا ایک اور مثبت پہلو اس کی گہری سبز آنکھیں تھیں۔ "کیا یہ واقعی ہری ہیں؟" اس کے چچا، ماموں، پھوپھیاں، خالائیں، چچیاں اور ممانیاں جب اسے دیکھتے ہوئے جھگڑتیں، تو کہا کرتی تھیں۔

بڑے سوچ رہی تھی کہ وہ آئینے میں جس شکل کا بغور جائزہ لے رہی ہے؟"

کسی لڑکی یا نوجوان عورت کی ہے ؟ وہ اس فیصلے پر پہنچی کہ وہ ان دونوں میں ایک بھی نہیں ۔ اس کا جسم کسی عورت کا ہوسکتا ہے لیکن چہرہ اسے کسی ناپختہ سیب کی یاد دلا رہا تھا۔

اس قدیم آئینے میں کوئی ایسی بات تھی جو ہلڈے کو ہمیشہ اپنے باپ کے متعلق سوچنے پر مجبور کردیتی تھی ۔ یہ کسی زمانے میں "سٹوڈیو" میں معلق تھا ۔ یہ سٹوڈیو کشتی گھر کے اوپر تھا اور اس کے باپ کے لیے بیک وقت کتب خانے ، تصنیف گاہ اور گوشہ تنہائی کا کام دیتا تھا ۔ البرٹ ، جیسا کہ ہلڈے اسے پکارتی تھی ، جب بھی گھر پر موجود ہوتا ، ہمیشہ کوئی کھڑاکے دار چیز لکھنے کی خواہش کرتا رہتا تھا ۔ ایک مرتبہ اس نے ناول پر بھی ہاتھ ڈالا تھا لیکن ادھورا ہی چھوڑ دیا ۔ گاہے گاہے اس کی چند شعری کاوشیں اور مجمع الجزائر کے سکیچ کسی قومی جریدے میں شائع ہوجاتے تھے ۔ ہلڈے کو جب بھی اس کا نام ـــــ ALBERT KNAG (البرٹ کنیگ) ـــــ چھپا ہوا نظر آتا ، فخر سے اس کی گردن تن جاتی ۔ بہرحال لے سینڈ میں یہ بات کچھ معنی رکھتی تھی ۔ ہلڈے کے پردادے کا نام بھی البرٹ تھا۔

آئینہ ۔ بہت سال گزرے ایک مرتبہ اس کے پاپا نے مذاق مذاق میں کہا تھا : "کوئی بھی آدمی بیک وقت اپنے عکس پر اپنی دونوں آنکھیں نہیں مار سکتا لیکن وہ اس آئینے میں مار سکتا ہے ۔ " یہ آئینہ ایک استثنا تھا کیونکہ یہ بہت پرانا طلسمی آئینہ تھا ۔ اسے ہلڈے کی دادی نے اپنی شادی کے بعد کسی خانہ بدوش عورت سے خریدا تھا۔

ہلڈے مدتیں کوشش کرتی رہی تھی لیکن بیک وقت اپنے آپ کو دونوں آنکھیں مارنا اتنا ہی دشوار تھا جتنا اپنے سائے سے بھاگنا ۔ انجام کار یہ بیش بہا خاندانی یادگار اس کی تحویل میں دے دی گئی تاکہ وہ اسے سنبھال کر رکھ سکے ۔ ان برسوں کے دوران میں وہ گاہے بگاہے اس ناممکن الحصول فن پر عبور حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی لیکن اسے کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

چنانچہ اگر آج وہ پریشان کن سوچوں میں مستغرق تھی تو اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں تھی ۔ اور یہ بات بھی انوکھی نہیں تھی کہ وہ اپنے ہی بارے میں سوچ رہی تھی ۔ پندرہ کا سن . . .

اتفاق سے اس کی نظر اپنے پلنگ کے قریب رکھی میز پر پڑگئی ۔ وہاں خاصا بڑا پارسل پڑا تھا ۔ یہ پارسل خوبصورت نیلے کاغذ میں لپٹا ہوا تھا اور اس کے اردگرد سرخ

ریشمی ربن بندھا ہوا تھا۔ یہ لازماً سال گرہ کا تحفہ ہوگا!

کیا یہ واقعی تحفہ ہے؟ پاپا کا عظیم اور ضخیم تحفہ جس کے بارے میں وہ اتنی رازداری برتتے رہے تھے؟ لبنان سے وہ جو پوسٹ کارڈ ارسال کرتے رہتے تھے انہوں نے ان میں اس کے متعلق کتنے ہی ڈھکے چھپے اشارے کئے تھے لیکن انہوں نے "اپنے اوپر سخت سنسرشپ نافذ" کر رکھی تھی۔

"یہ تحفہ ایک ایسی چیز ہے جو حجم میں روز بروز بڑھتی ہی جا رہی ہے۔" انہوں نے کہا تھا۔ پھر انہوں نے کسی لڑکی کے متعلق کچھ لکھا تھا جس سے اس (ہلڈے) کی عنقریب ملاقات ہونا ہے ــــــ اور یہ کہ وہ اپنے تمام پوسٹ کارڈوں کی نقول اس لڑکی کو بھیجتے رہے ہیں۔ ہلڈے نے اپنی امی سے کچھ سراغ اگلوانے کی کوشش کی لیکن اس معاملے میں وہ بھی اتنی ہی بے خبر تھیں جتنی کہ وہ خود تھی۔

عجیب ترین شارہ یہ تھا کہ تحفے میں غالباً "دوسرے لوگوں کو بھی شریک کیا جاسکتا ہے"۔ وہ یونہی اقوام متحدہ کے لیے کام تو نہیں کر رہے تھے۔ اگر اس کے پاپا کے سر میں کوئی سودا سمایا ہے ــــــ ویسے یہ سودے بہت تھے ــــــ تو وہ یہ ہوگا کہ اقوام متحدہ کو ایک قسم کی عالمی حکومت بن جانا چاہیے۔ "ہوسکتا ہے اقوام متحدہ کسی روز واقعی تمام انسانوں کو متحد کرنے میں کامیاب ہو جائے۔" انہوں نے اپنے ایک کارڈ پر لکھا تھا۔

کیا اسے اپنی امی کے ناروی جھنڈے اور پیسٹریوں سے لدے پھندے اور "سال گرہ" گنگناتے آنے سے پہلے پارسل کھولنے کی اجازت ہے؟ یقیناً ہوگی۔ یہ اسی لیے تو یہاں رکھا گیا ہوگا؟

وہ دبے پاؤں میز کی طرف بڑھی اور اس نے پارسل اٹھا لیا۔ یہ (واقعی) بڑا وزنی تھا! اسے چٹ مل گئی۔ اس پر لکھا تھا: "پاپا کی طرف سے ہلڈے کے لیے اس کی پندرھویں سال گرہ پر۔"

وہ بستر پر بیٹھ گئی اور اس نے بہت احتیاط سے سرخ ریشمی ربن کھولا۔ پھر اس نے نیلا کاغذ اتار دیا۔

یہ بھاری بھرکم باکس فائل (۱) تھی۔

کیا یہی اس کا تحفہ ہے؟ کیا یہی وہ پندرھویں سال گرہ کا تحفہ ہے جس کا اتنا غلغلہ تھا؟ تحفہ جو روز بروز حجم میں بڑھتا جا رہا تھا اور جس میں دوسرے لوگوں کو شریک

کیا جاسکتا تھا!

عاجلانہ نگاہ ڈالنے سے ہی معلوم ہو گیا کہ باکس فائل میں ٹائپ شدہ کاغذات کا انبار لگا ہوا تھا۔ ہلڈے پہچان گئی کہ ان کاغذات کو اس کے پاپا کے ٹائپ رائٹر پر ٹائپ کیا گیا ہے جسے وہ اپنے ساتھ لبنان لے گئے تھے۔

"کیا انہوں نے میرے لیے پوری کتاب لکھ ماری ہے؟"

پہلے صفحے پر ہاتھ سے جلی حروف میں تحریر تھا:

سوفی کی دنیا

صفحے کے کہیں نیچے دو منظوم سطریں تھیں:

انسان کے لیے سچے ضمیر
کی وہی اہمیت ہے جو (قابل کاشت) زمین کے لیے دھوپ کی
این۔ ایف۔ ایس گرون ٹوگ (2)

ہلڈے نے اگلا ورق الٹایا جہاں سے پہلے باب کا آغاز ہوتا تھا۔ اس کا عنوان تھا: "باغ عدن"۔ وہ پلنگ پر چڑھ گئی اور آرام سے بیٹھ گئی۔ اس نے باکس فائل اپنے گھٹنوں پر رکھی اور پڑھنے لگی۔

سوفی امنڈسین سکول سے گھر آ رہی تھی۔ اس نے اپنی مسافت کا پہلا حصہ جوآنا کی معیت میں طے کیا تھا۔ وہ مشینی آدمیوں (robots) کے متعلق بحث کرتی آ رہی تھیں۔ جوآنا کا خیال تھا کہ انسانی دماغ کسی ترقی یافتہ کمپیوٹر کی مانند ہے۔ سوفی کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتی تھی کہ اسے اس بات سے اتفاق ہے۔ انسانی دماغ لاریب کسی فولادی اوزار سے بڑھ کر چیز ہوگا؟

ہلڈے پڑھتی رہی۔ وہ سب کچھ بھول بھال گئی۔ اسے یہ تک یاد نہ رہا کہ آج

اس کی سال گرہ کا دن ہے۔ پڑھنے کے دوران میں ایک خیال وقتاً فوقتاً کوندے کی طرح لپکتا: کیا پاپا نے کوئی کتاب لکھی ہے؟ کیا انہوں نے آخر کار واقعی اپنا کھڑاکے دار ناول لکھ لیا اور لبنان میں بیٹھ کر مکمل کر لیا ہے؟ وہ اکثر شکایت کرتے رہتے تھے کہ دنیا کے اس حصے میں یوں معلوم ہوتا ہے جیسے وقت بالکل تھم گیا ہو اور آدمی کے کرنے کو کوئی کام نہ ہو۔

سوفی کا باپ بھی گھر سے کہیں دور تھا۔ غالباً یہ وہی لڑکی ہے جس سے ہلڈے کا تعارف ہونا ہے۔۔۔

صرف پوری شدت سے یہ محسوس کرنے کے بعد کہ اسے ایک روز مرجانا ہے، وہ اس حقیقت کی ستائش کر سکے گی کہ زندگی کتنی بڑی نعمت ہے۔۔۔ دنیا کہاں سے آئی ہے؟۔۔۔ کسی نہ کسی مقام پر کوئی نہ کوئی چیز عدم سے وجود میں آئی ہوگی۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے؟ کیا یہ بات اتنی ہی ناممکن نہیں جتنا کہ یہ تصور کہ دنیا ہمیشہ سے موجود چلی آرہی ہے؟

ہلڈے پڑھتی رہی، پڑھتی رہی۔ اسے سوفی امنڈسین کے متعلق یہ پڑھ کر بہت حیرت ہوئی کہ اسے لبنان سے پوسٹ کارڈ موصول ہوا ہے: "ہلڈے مولرکنیگ بتوسط سوفی امنڈسین، نمبر 3 کلوور کلوز۔۔۔"

"ڈیر ہلڈے، پندرھویں سال گرہ مبارک۔ چونکہ مجھے یقین ہے کہ تم میری بات سمجھ جاؤ گی، میں تمہیں ایک ایسا تحفہ دینا چاہتا ہوں جو ذہنی بالیدگی میں تمہاری مدد کرے گا۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ میں یہ کارڈ سوفی کی معرفت بھیج رہا ہوں۔ آسان ترین طریقہ یہی تھی۔ بابا کی طرف سے پیار۔

مسخرہ کہیں کا! ہلڈے جانتی تھی کہ اس کے پاپا ہمیشہ چکری رہے ہیں، لیکن تھی کرتے، انہوں نے اسے واقعی حیران کر دیا تھا! بجائے اس کے کہ وہ کارڈ تحفے کے ساتھ ۔۔۔ انہوں نے اسے کتاب میں لکھ مارا ہے!

بے چاری سوفی اوہ تو بالکل ژولیدہ فکری کا شکار ہو گئی ہو گی!

کوئی باپ سالگرہ کا کارڈ سوفی کے پتے پر کیوں بھیجے گا جب کہ صاف ظاہر ہے کہ اسے بھیجا کہیں اور جانا مقصود تھا؟ وہ کس قسم کا باپ ہوگا جو جان بوجھ کر سال گرہ کا کارڈ غلط پتے پر بھیج کر اپنی بیٹی کو اس سے محروم کر دے؟ یہ آسان ترین طریقہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کے متعلق یہ کیسے فرض کرلیا گیا ہے کہ وہ اس ہلڈے نام کی لڑکی کا کھوج لگالے گی؟

نہیں، وہ کیسے لگا سکتی ہے؟ (ہلڈے نے سوچا۔)
ہلڈے نے دو مزید صفحات الٹائے اور دوسرا باب "ٹاپ ہیٹ" پڑھنے لگی۔ وہ بہت جلد اس طویل خط تک پہنچ گئی جو کسی پراسرار شخص نے سوفی کو لکھا تھا۔

"ہم یہاں کیوں ہیں؟" اس سوال میں دلچسپی ٹکٹیں جمع کرنے کی دلچسپی کی طرح کی چیز نہیں کہ فرصت ملی یا جی چاہا، ٹکٹیں جمع کرنے لگے اور پھر سب کچھ بھول بھال اپنے کام کاج میں مصروف ہوگئے۔ جو لوگ اس قسم کے سوال پوچھتے ہیں وہ ایک ایسی بحث میں شریک ہوتے ہیں جو تب سے جاری ہے جب انسان نے اس سیارے پر رہنا شروع کیا تھا۔

"سوفی بالکل تھک گئی تھی۔" یہی حال ہلڈے کا ہوا۔ پاپا نے اس کی پندرھویں سال گرہ کے لیے صرف کوئی کتاب نہیں لکھی، بلکہ عجیب و غریب اور شاندار کتاب لکھی ہے۔

"مختصر خلاصہ یہ ہے: ٹاپ ہیٹ یا ٹوپی سے سفید خرگوش برآمد کیا جاتا ہے لیکن یہ خرگوش بے حد جسیم ہے اور یوں اس کرتب کے منظر عام پر نمودار ہونے میں اربوں سال کا عرصہ لگتا

ہے ۔ تمام فانی انسان خرگوش کے باریک بالوں کے بالکل اگری
سروں پر پیدا ہوتے ہیں جہاں وہ اس مقام پر ہوتے ہیں کہ
کرتب کی ناممکنیت پر حیرت کا اظہار کرسکیں ۔ لیکن جوں جوں ان
کی عمر بڑھنے لگتی ہے ، وہ پوستین کے اندر ، مزید اندر ، گھسنے کا
سامان پیدا کر لیتے ہیں اور وہیں پڑے رہتے ہیں ۔۔۔

سوفی واحد لڑکی نہیں تھی جسے یہ محسوس ہوا تھا کہ اسے خرگوش کی پوستین میں دور کہیں گہرائی میں آرام دہ جگہ ملا ہی چاہتی ہے ۔ آج ہلڈے کی پندرھویں سال گرہ تھی اور اسے یہ احساس ستا رہا تھا کہ اب وقت آگیا ہے اور اسے فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ کدھر رینگنا چاہے گی ۔

اس نے یونان کے فطری فلسفیوں کے متعلق پڑھا ۔ ہلڈے کو معلوم تھا کہ اس کے پاپا کو فلسفے میں دلچسپی ہے ۔ انہوں نے اخبار میں مضمون لکھا تھا جس میں انہوں نے تجویز پیش کی تھی کہ فلسفے کو سکول کے نصاب میں شامل کیا جانا چاہیے ۔ اس کا عنوان تھا : " فلسفہ سکول کے نصاب کا جزو کیوں ہونا چاہیے ؟ " انہوں نے ہلڈے کی کلاس میں اساتذہ اور والدین کی انجمن کے اجلاس میں بھی یہ مسئلہ اٹھایا تھا ۔ ہلڈے اس پر بےحد کھسیانی ہوئی تھی ۔

اس نے کلاک پر نظر ڈالی ۔ساڑھے سات بج چکے تھے ۔ خدا کا شکر ہے کہ ابھی امی کے ناشتے کی ٹرے کے ساتھ آنے میں آدھ گھنٹہ باقی ہے کیونکہ وہ فی الحال سوفی اور ان ڈھیر سارے فلسفیانہ سوالوں میں مستغرق ہے ۔ اب اس نے وہ باب پڑھا جس کا عنوان " ڈیموکری توس " تھا ۔سب سے پہلے سوفی کو سوچنے کے لیے سوال ملا تھا : لیگو (lego) دنیا کا پر جودت ترین کھلونا کیوں ہے ۔پھر اسے ڈاک ڈبے میں بڑا خاکی لفافہ ملا تھا :

ڈیموی کری توس اس معاملے میں اپنے پیش روؤں سے
متفق تھا کہ فطرت میں جو تغیرات رونما ہوتے ہیں ، ان کا اس بات
سے کوئی تعلق نہیں ہوتا کہ واقعی کوئی چیز " تبدیل " ہوجاتی
ہے ۔ چنانچہ اس نے مفروضہ بنایا کہ ہر چیز بےانتہا باریک
" گونوں " سے ، جو دیکھی نہیں جاسکتیں لیکن جو تمام کی تمام لافانی
اور غیر تغیر پذیر ہیں ، بنی ہے ۔ ڈیموی کری توس ان خورد ترین

اکائیوں کو "ایٹم" کہتا تھا۔

ہلڈے کو یہ جان کر بڑا طیش آیا کہ سوفی کو سرخ ریشمی سکارف اپنے پلنگ کے نیچے ملا تھا۔ تو یہ "وہاں" تھا! لیکن سکارف محض کسی کہانی میں کیسے غائب ہوسکتا ہے! اسے لازماً کسی جگہ "ہونا" چاہیے۔۔۔

سقراط کے متعلق باب کا آغاز یہاں سے ہوتا تھا کہ سوفی اخبار میں "لبنان میں ناروے کی یو این بٹالین کے بارے میں" کچھ پڑھ رہی ہے۔ خاص پاپا کا انداز! انہیں (پاپا کو) اس بات پر بڑی تشویش رہتی ہے کہ ناروے کے باشندے اقوام متحدہ کی ان افواج میں کسی خاص دلچسپی کا اظہار نہیں کرتے جو متحارب ملکوں یا قوموں میں امن بحال کرنے کے مشن پر مامور ہوتی ہیں۔ اگر کوئی اور شخص اس پر آمادہ نہیں ہوتا تو وہ اس ذمے داری کا بار سوفی کے کندھوں پر ڈال سکتے ہیں۔ اس طریقے سے وہ اس معاملے کو اپنی کتاب میں گھسیٹ سکیں گے اور یوں ذرائع ابلاغ کی کچھ نہ کچھ توجہ حاصل کر سکیں گے۔

جب اس نے سوفی کے فلسفے کے استاد کا "پس پس نوشت" (P.P.S.) پڑھا، اس کے چہرے پر خواہ مخواہ تبسم پھیل گیا:

> اگر تمہیں کہیں کوئی سرخ ریشمی سکارف ملے، اسے سنبھال کر رکھنا، نوازش ہوگی۔ بعض اوقات ذاتی اشیا دوسروں کی اشیا میں خلط ملط ہوجاتی ہیں۔ خاص طور پر سکول جیسے مقامات پر یہ اکثر ہوتا رہتا ہے، اور یہ تو فلسفے کا سکول ہے۔

ہلڈے کو زینے پر اپنی امی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اس کے دروازے پر دستک دینے سے پہلے ہلڈے نے وہ حصہ پڑھنا شروع کر دیا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ سوفی نے اپنے مخفیہ ٹھکانے میں ایتھنز کے متعلق وڈیو کیسٹ کیسے دریافت کیا تھا۔

"ننھی برتھ ڈے۔۔۔" اس کی امی زینے کے درمیان میں ہی تان اٹھانے لگی تھی۔

”تماشائی.....“ ہلڈے نے اس عبارت کو پڑھتے پڑھتے کہا جس میں لکھے،

ایسا، لگ رہا تھا ویڈیو سے براہ راست سوفی سے مخاطب تھا۔ وہ ”شخص“ سیاہ، اچھی طرح تراشیدہ داڑھی اور نیلی اوٹی ٹوپی کے ساتھ تقریباً ہلڈے کے پاپا سے مشابہ نظر آرہا تھا۔

”ہلڈے، ہیپی برتھ ڈے!“

”کونسی!“

”ہلڈے!“

”بس وہاں رکھ دیں۔“

”تم جانتی نہیں.....“

”آپ دیکھ رہی ہیں کہ میں پڑھ رہی ہوں۔“

”ذرا سوچو، تم پندرہ سال کی ہو گئی ہو!“

”امی، آپ کبھی ایتھنز گئی ہیں؟“

”نہیں تو۔ تم کیوں پوچھ رہی ہو؟“

”کتنے اچنبھے کی بات ہے کہ وہ قدیم معبد ابھی تک کھڑے ہیں۔ درحقیقت وہ اڑھائی ہزار سال پرانے ہیں۔ چلتے چلتے عرض کروں کہ ان میں جو سب سے وسیع و عریض ہے اسے ”کنواری کا مستقر“ کہا جاتا ہے۔“

”تم نے پاپا کا تحفہ کھول لیا ہے؟“

”کیسا تحفہ؟“

”ہلڈے، ذرا نگاہیں اوپر اٹھاؤ۔ تم بالکل پراگندہ ذہن ہو رہی ہو۔“

ہلڈے نے ضخیم باکس فائل اپنی گود کی طرف کھسک جانے دی۔

اس کی امی ٹرے پکڑے پلنگ کے اوپر جھکی کھڑی رہی۔ ٹرے پر روشن موم بتیاں، مکھن لگے رول (roll)، شرمپ (shrimp) سلاد اور سوڈے کی بوتل پڑی تھی۔ ایک چھوٹا سا پارسل بھی تھا۔ اس کی امی بغل میں ناروے کا جھنڈا اٹکائے اور دونوں ہاتھوں سے ٹرے تھامے بے ڈھب انداز سے کھڑی تھی۔

”اُف، امی! بہت بہت شکریہ۔ آپ واقعی بہت پیاری امی ہیں لیکن میں واقعی بہت مصروف ہوں۔“

”تمہیں آج ایک بجے سے پہلے تو سکول جانا نہیں، پھر یہ مصروفیت کیسی؟“

ہلڈے کو صرف اب احساس ہوا کہ وہ کہاں ہے اور اس کی امی نے ٹرے

پلنگ کے قریب میز پر رکھ دی۔

"امی، میں بہت شرمندہ ہوں۔ دراصل میں اس میں پوری طرح غرق ہوگئی تھی۔"

"ہلڈے، آخر انہوں نے لکھا کیا ہے؟ تمہاری طرح خود میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔ گزشتہ کئی مہینوں سے ان سے ڈھنگ کی ایک بات بھی کہلوانا ناممکن ہو رہا ہے۔"

پتا نہیں کیا بات تھی لیکن ہلڈے کھسیانی ہوگئی۔ "اف، یہ محض کہانی ہے۔"

"کہانی؟"

"جی ہاں، کہانی۔ اور فلسفے کی تاریخ۔ یا اس سے ملتی جلتی کوئی چیز۔"

"تم میرا پیکٹ نہیں کھولو گی؟"

ہلڈے کسی ناانصافی کی مرتکب نہیں ہونا چاہتی تھی۔ اس نے جھٹ پٹ اپنی امی کا تحفہ کھول لیا۔ یہ طلائی کنگن تھا۔

"واہ، امی! کتنا خوبصورت ہے! بہت بہت شکریہ!"

ہلڈے پلنگ سے نیچے اتری اور اپنی امی سے بغل گیر ہوگئی۔

وہ کچھ دیر بیٹھے آپس میں باتیں کرتی رہیں۔

پھر ہلڈے نے کہا: "امی، مجھے کتاب پڑھنا ہے۔ وہ عین اس وقت ایکروپولس کے اوپر کھڑا ہے۔"

"وہ کون؟"

"مجھے کچھ معلوم نہیں۔ سوفی بھی لاعلم ہے۔ یہی اصل نکتہ ہے۔"

"خیر، مجھے کام نپٹانا ہے۔ کچھ کھانا مت بھولنا۔ تمہارا ڈریس نیچے ہینگر پر لٹک رہا ہے۔"

آخر اس کی امی زینے پر غائب ہوگئی۔ یہی حال سوفی کے فلسفے کے استاد کا ہوا۔ وہ ایکروپولس سے نیچے اترا اور ایتھنز کے قدیم چوک میں نظر آنے سے پہلے کچھ دیر کے لیے اریو پگس چٹان پر کھڑا ہو چکا تھا۔

جب اچانک کھنڈرات میں قدیم عمارتیں ابھریں، ہلڈے پر کپکپی طاری ہوگئی۔ اس کے پاپا کی ایک من بھاتی تجویز یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے رکن ممالک کو ایتھنز کے چوک کی ہوبہو نقل تیار کرنے میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیے۔ یہ

فلسفیانہ مباحث اور نیز تخفیف اسلحہ کے مذاکرات کے لیے موزوں مقام بن سکتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس قسم کا عظیم منصوبہ عالمی اتحاد کی راہ ہموار کرسکتا ہے۔ "اگر ہم تیل اور گیس کے کنوئیں کھودنے کی مشینیں اور چاند پر بھیجے جانے والے راکٹ تیار کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے ہیں۔"

پھر اس نے افلاطون کے متعلق پڑھا: "روح محبت کے پروں پر اڑ کر اپنے گھر دنیائے امثال میں واپس جانے کے لیے تڑپنے لگتی ہے۔ یہ جسم کی زنجیروں سے آزاد ہونے کی آرزو کرنے لگتی ہے۔۔۔"

سوفی باڑ میں سے رینگ کر باہر نکل چکی اور کتے کا تعاقب کرنے لگی تھی، لیکن کتا اسے دغا دے گیا تھا۔ افلاطون کے متعلق پڑھنے کے بعد وہ جنگل میں مزید آگے چلی گئی تھی اور اتفاق سے ننھی جھیل کے کنارے سرخ کٹیا میں پہنچ گئی تھی۔ کٹیا کے اندر بجارکلی کی پینٹنگ لٹک رہی تھی۔ جس طرح اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے' اس سے مراد ہلڈے کا بجارکلی ہے۔ لیکن وہاں بارکلی نام کے شخص کی تصویر بھی تو لٹک رہی تھی۔ "کتنی عجیب بات ہے!"

ہلڈے نے ضخیم باکس فائل بستر پر ایک طرف رکھ دی اور اپنے بک شیلف کی طرف چل پڑی۔ وہاں تین جلدوں پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا رکھا ہوا تھا جو اسے چودھویں سالگرہ پر ملا تھا۔ وہ اس میں بارکلی تلاش کرنے لگی۔ یہ رہا!

> بارکلی' جارج' 1685 تا 1753۔ انگریز فلسفی۔ آئرلینڈ کی کاؤنٹی کورک (Cork) کے قصبے کلاؤنے (Cloyne) کا (کلیسائے انگلستان کا) بشپ۔ انسانی ذہن سے ماورا مادی دنیا کا منکر۔ کہتا تھا ہمارے حسی ادراک کا ماخذ خدا ہے۔ اس کی مشہور ترین کتاب کا نام "A Treatise Concerning the Principles of Human Knowledge" ہے۔ یہ 1710 میں شائع ہوئی تھی۔

ہاں' یہ صریحاً عجیب بات ہے۔ اپنے بستر پر بیٹھنے اور باکس فائل اٹھانے سے پیشتر ہلڈے چند سیکنڈ وہیں کھڑی سوچتی رہی۔

ایک لحاظ سے یہ اس کے پاپا تھے جنہوں نے یہ دونوں تصویریں وہاں دیوار پر

آویزاں کی ہوں گی ۔ کیا ناموں کی مشابہت کے علاوہ کوئی اور بھی تعلق ہو سکتا ہے؟

بار کلی فلسفی تھا ۔ وہ انسانی ذہن سے ماورا مادی دنیا کا منکر تھا ۔ ماننا پڑے گا یہ واقعی انوکھی بات ہے ۔ لیکن اس قسم کے دعووں کو جھٹلانا بھی تو کوئی آسان کام نہیں ۔ جہاں تک سوفی کا تعلق ہے اس پر یہ بات پوری طرح منطبق ہوتی ہے ۔ بہرحال یہ اس کے اپنے پاپا ہی تو ہیں جو اس کے 'حسی ادراکات' کے ذمے دار ہیں ۔

بہرحال اگر اس نے مطالعہ جاری رکھا وہ مزید بہت کچھ جان جائے گی ۔ جب ہلڈے اس مقام پر پہنچی جہاں سوفی اس لڑکی کا عکس دریافت کرتی ہے جو اپنی دونوں آنکھیں مارتی ہے ' اس نے باکس فائل سے نگاہیں اوپر اٹھالیں اور مسکرانے لگی۔ "دوسری لڑکی نے سوفی کو کچھ اس انداز سے آنکھ ماری گویا وہ اسے جتانا چاہتی ہو : ' سوفی میں تمہیں دیکھ سکتی ہوں ۔ میں یہاں ہوں ' اس طرف ۔ "

سوفی کو کٹیا میں سبز بٹوا بھی مل جاتا ہے ـــــ اس میں رقم اور ہر چیز موجود ہے ! یہ وہاں کیسے پہنچ گیا؟

واہیات ! ایک دو سیکنڈ کے لیے ہلڈے کو واقعی یقین آ گیا کہ سوفی کو بٹوا واقعی مل گیا ہو گا ۔ پھر اس نے یہ تصور کرنے کی کوشش کی کہ یہ سوفی کو کیسا لگا ہو گا؟ اسے یہ سب معاملہ بالکل ہی مافوق الفطرت ' پراسرار اور ناقابل فہم معلوم ہوا ہو گا ۔

پہلی مرتبہ ہلڈے کے دل میں سوفی سے بالمشافہ ملاقات کرنے کی شدید خواہش پیدا ہوئی ۔ اسے محسوس ہونے لگا کہ اس کا جی چاہنے لگا ہے کہ وہ اس سارے معاملے کی حقیقت سے اسے آگاہ کر دے ۔

لیکن اب سوفی کو رنگے ہاتھوں پکڑے جانے سے پہلے کٹیا سے نکلنا ہے ۔ ادھر کشتی البتہ جھیل کی سطح پر ڈگمگا رہی ہے ۔ (اس کے پاپا بھی خوب ہیں ! وہ اسے بھولا بسرا واقعہ یاد دلانے کی خواہش پر قابو پا ہی نہیں سکتے ۔ ہونہہ !)

ہلڈے نے " ذرا ذرا سی جزئیات کا خیال رکھنے والے "ارسطو کے متعلق ، جس نے افلاطون کے نظریات کو تنقید کا نشانہ بنایا تھا ' خط پڑھتے پڑھتے دانتوں سے رول کا لقمہ کاٹا اور اپنے حلق میں سوڈے کی اتنی بڑی مقدار انڈیل لی کہ اس کا پورا منہ بھر گیا ۔

ارسطو کہتا تھا کہ جس چیز کا تجربہ پہلے حواس کو نہیں
ہوتا وہ شعور میں موجود نہیں ہو سکتی ۔ اس کے برعکس افلاطون

دعویٰ کرتا تھا کہ دنیائے فطرت میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہوسکتی جو پہلے دنیائے امثال میں موجود نہ ہو۔ ارسطو کا خیال تھا کہ اس طرح افلاطون "اشیا کی تعداد دگنی کردیا" ہے۔

ہلڈے کو معلوم نہیں تھا کہ "جماد (mineral)، نبات (vegetable) اور حیوان (animal)" کا کھیل ارسطو نے ایجاد کیا تھا۔

ارسطو فطرت کے "کمرے" کی سلیقے اور مہارت سے مکمل صفائی کرنا چاہتا تھا۔ اس نے دکھانے کی کوشش کی تھی کہ فطرت کی ہر چیز کا تعلق مختلف زمروں اور ضمنی زمروں سے ہے۔

جب اس نے عورتوں کے متعلق ارسطو کے خیالات پڑھے، اسے طیش بھی آیا اور مایوسی بھی ہوئی۔ ذرا تصور کریں اتنا روشن دماغ اور طباع فلسفی اور اتنا بے حس احمق!

ارسطو نے سوفی کو اپنے کمرے کی جھاڑ پونچھ کرنے اور اپنی چیزیں سلیقے سے ترتیب دینے کی تحریک دی تھی اور اسے وہاں دوسرے کاٹھ کباڑ کے ساتھ وہ سفید لمبی جراب بھی مل گئی جو ہلڈے کی الماری سے ایک ماہ قبل غائب ہوگئی تھی! سوفی کو البرٹو سے جتنے اوراق موصول ہوئے تھے، اس نے ان سب کو باکس فائل میں پرو دیا تھا۔ "مل ملا کر پچاس صفحات بنتے تھے۔" جہاں تک ہلڈے کا اپنا تعلق تھا، وہ صفحہ نمبر 124 تک پہنچ چکی تھی لیکن یہ بھی تو تھا کہ سوفی کو البرٹو کے جتنے خطوط ملے تھے، اس کی اپنی کہانی ان سب کے اوپر رکھی ہوئی تھی۔

اگلے باب کا عنوان "یونانیت" تھا۔ سب سے پہلے سوفی کو ایک پوسٹ کارڈ ملتا ہے جس پر اقوام متحدہ کی کسی جیپ کی تصویر تھی۔ اس پر یو این بٹالین جون پندرہ کی مہر ثبت تھی۔ ہلڈے کا باپ اس کے نام جو "کارڈ" بھیجتا یا لکھتا رہتا تھا، یہ انہی میں سے ایک اور تھا اور اسے اب اس نے اس کہانی میں رکھ دیا تھا۔

ڈیر ہلڈے۔ میرا خیال ہے کہ تم اپنی سالگرہ پندرہ جون ہی کو منانے کی تیاریاں کررہی ہوگی۔ یا اگلے روز تک

ملاقی کرنے کا ارادہ تو نہیں؟ بہرحال اس سے تمہارے تحفے
میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ایک لحاظ سے یہ زندگی بھر تمہارا
ساتھ دے گا۔ لیکن میں ایک بار پھر تمہیں تمہاری سالگرہ پہ
مبارک دینا چاہوں گا۔ شاید اب تم سمجھ گئی ہوگی کہ میں
کارڈ سوفی کے پتے پر کیوں بھیجتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ
وہ انہیں تم تک پہنچا دے گی۔

پس تحریر:

تمہاری امی نے بتایا ہے کہ تمہارا بٹوا کہیں کھو
گیا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں بطور تلافی ڈیڑھ سو
کراؤن بھجوا دوں گا۔ رہا سکول کا شناختی کارڈ، تمہیں غالباً
گرمیوں کی چھٹیوں سے پہلے نیا مل جائے گا۔ پاپا کی طرف
سے پیار۔

سودا برا نہیں! اس سے اس کی امارت میں ڈیڑھ سو کراؤن کا اضافہ ہو جائے گا۔
انہوں نے غالباً سوچا ہو گا کہ صرف خانہ ساز تحفہ کافی نہیں ہو گا۔

چنانچہ معاملہ کچھ یوں نظر آتا ہے کہ پندرہ جون سوفی کی بھی سال گرہ کا دن
ہے۔ لیکن سوفی کا کیلنڈر ابھی صرف وسط مئی تک پہنچا ہے۔ یہ لازماً اس وقت کی بات
ہوگی جب اس کے پاپا نے یہ باب لکھا ہو گا' اور اس نے ہلڈے کے "سال گرہ کے
پوسٹ کارڈ" پر تاریخ مابعد ڈال دی ہوگی۔ مگر بے چاری سوفی کو جوانا کا ساتھ حاصل
کرنے کے لیے سپر مارکیٹ تک دوڑ لگانا پڑی۔

یہ ہلڈے کون ہے؟ اس کے باپ نے یہ کیسے فرض کر لیا
کہ سوفی اسے تلاش کر لے گی؟ بہرحال اس کے باپ نے اپنی
بیٹی کو براہ راست کارڈ بھیجنے کی بجائے انہیں سوفی کے پتے پر
ارسال کر کے کوئی عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔

جب ہلڈے نے افلاطونیوں کے متعلق پڑھا' اس نے بھی سوفی کی طرح اپنے آپ کو

ساتویں آسمان پر پایا۔

میرا عقیدہ ہے کہ ہر وہ چیز جو موجود ہے، اس میں کچھ نہ کچھ الوہی بھید ہے۔ ہم اسے سورج مکھی یا گل لالہ میں متوجن ہوتے دیکھ سکتے ہیں۔ ہمیں اس اتھاہ راز کا اس سے زیادہ احساس اس مکھی کو دیکھ کر ہوتا ہے جو کسی شاخ پر اپنے پر پھڑپھڑا رہی ہے ــــ یا اس سنہری مچھلی کا مشاہدہ کرکے ہوتا ہے جو اپنے برتن میں تیرتی پھر رہی ہے۔ لیکن ہم خدا کے قریب ترین اپنی روح میں ہوتے ہیں۔ صرف وہیں ہم زندگی کے عظیم راز کے ساتھ یکجا ہوتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ صرف انتہائی خال خال مواقع پر ہمیں یہ تجربہ ہوسکتا ہے کہ ہم خود یہ الوہی راز ہیں۔

ہلڈے نے اب تک جو کچھ پڑھا تھا، اس میں یہ سب سے زیادہ ولولہ انگیز لیکن سر چکرا دینے والی عبارت تھی۔ تاہم یہ آسان ترین بھی تھی۔ ہر چیز واحد ہے اور یہ "واحد" کوئی الوہی راز ہے جس میں ہر کوئی ساجھی ہے۔

درحقیقت یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس پر آپ کو ایمان لانے کی ضرورت ہو۔ یہ ہے ہی اس طرح، ہلڈے نے سوچا۔ چنانچہ ہر شخص لفظ "الوہی" سے جو مطلب چاہے، اخذ کرسکتا ہے۔

اس نے عجلت سے اگلے باب کا مطالعہ شروع کردیا۔ سترہ مئی کی قومی تعطیل سے ایک روز قبل سوفی اور جوآنا خیمے میں رات گزارنے جنگل میں چلی جاتی ہیں۔ وہاں سے وہ میجر کی کٹیا کا رخ کرتی ہیں...

ہلڈے نے کوئی زیادہ صفحات نہیں پڑھے تھے کہ اس پر غصہ سوار ہوگیا۔ اس نے بستر کی چادریں، کمبل وغیرہ ایک طرف پھینکے، پلنگ سے نیچے اتری اور بائنڈر کو مضبوطی سے ہاتھوں میں پکڑے کمرے میں چکر کاٹنے لگی۔

اس کے باپ نے ان لڑکیوں کو جنگل کی چھوٹی سی کٹیا میں ان تمام کارڈوں کی نقول پر، جو اس (پاپا) نے مئی کے پہلے دو ہفتوں کے دوران میں ہلڈے کو ارسال کئے تھے، جس طرح ہاتھ ڈالنے کا موقع فراہم کیا تھا، وہ اس پر تلملا اٹھی تھی۔ اس کے خیال میں اس کے باپ کی یہ شعبدہ بازی انتہائی گستاخانہ تھی! اور نقول ہو بہو اصل کی

بالکل جس طرح ہلڈے نے وہی الفاظ بار بار پڑھے۔ اور اس نے ایک ایک لفظ چھان لیا۔

> ڈیئر ہلڈے، تمہاری سالگرہ سے متعلق ان تمام رازوں سے میرا جی اتنا لبریز ہو چکا ہے کہ اب مزید گنجائش نہیں رہی۔ دن میں میرا کئی بار گھر ٹیلی فون کرنے اور سارا راز افشا کرنے کو جی چاہنے لگا ہے لیکن میں اپنے آپ کو بڑی مشکل سے روک پایا ہوں۔ یہ کچھ ایسی چیز ہے کہ اس کے حجم میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اور جیسا کہ تم جانتی ہو کہ جو چیز حجم کے اعتبار سے بڑھتی جائے، اسے اپنے آپ تک محدود کرنا مشکل سے مشکل تر ہوتا جاتا ہے۔۔۔

سوفی کو البرٹو سے نیا سبق موصول ہوتا ہے۔ یہ یہودیوں، یونانیوں اور دو عظیم ثقافتوں کے بارے میں ہے۔ ہلڈے کو تاریخ کا یہ طائرانہ لیکن جامع جائزہ پسند آیا۔ اس نے سکول میں کبھی اس قسم کی چیز نہیں پڑھی تھی۔ وہاں وہ آپ کو محض تفصیلات اور مزید تفصیلات فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اب اس نے یہودیت اور عیسائیت کو بالکل نئی روشنی میں دیکھا۔

اسے گوئٹے کا اقتباس پسند آیا: "جو شخص تین ہزار سال سے استفادہ نہیں کر سکتا وہ اپنا گزارہ بمشکل کر سکتا ہے۔"

اگلے باب کا آغاز ایک کارڈ سے ہوا جو سوفی کو اپنے باورچی خانے کی کھڑکی پہ چسپاں نظر آیا تھا۔ پھر وہی بات، یہ ہلڈے کے لیے سالگرہ کا نیا کارڈ تھا۔

> ڈیئر ہلڈے، مجھے معلوم نہیں کہ جب تم یہ کارڈ پڑھ رہی ہو گی تمہاری سالگرہ کا دن چل رہا ہو گا یا نہیں۔ ایک لحاظ سے تو مجھے یہی امید ہے کہ یہ چل رہا ہو گا یا اسے بیتے کوئی زیادہ دن نہیں گزرے ہوں گے۔ ایک دو ہفتے ہمیں بیتے طویل معلوم ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ سوفی کو بھی یہی محسوس ہوتا ہو۔ میں وسط گرما سے ایک روز پہلے گھر پہنچ جاؤں گا تاکہ، ہلڈے، ہم اکٹھے گلائیڈر میں بیٹھ کر سمندر کا نظارہ کر سکیں۔ ہمیں کتنی ہی باتیں کرنا

ہیں...

پھر البرٹو سوفی کو ٹیلی فون کرتا ہے اور وہ پہلی بار اس کی آواز سنتی ہے۔

"آپ کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی جنگ ہو رہی ہو۔"

"میں اسے ارادوں کی جنگ کہوں گا۔ ہمیں ہلڈے کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا ہوگی اور اس کے باپ کے لے سینڈ گھر پہنچنے سے پہلے اسے اپنے ساتھ ملانا ہوگا۔"

اور پھر سوفی کی البرٹو کنوکس سے، جس نے قرون وسطیٰ کے راہب کا بھیس بدل رکھا ہے، بارھویں صدی کے سنگی گرجے میں ملاقات ہوتی ہے۔

اف، ارے نہیں، گرجا! ہلڈے نے وقت دیکھا۔ سوا بج چکا تھا... وہ اس کے متعلق سب کچھ بھول چکی تھی۔

اگر وہ اپنی سالگرہ کے روز سکول نہ جائے، شاید کوئی خاص فرق نہ پڑے۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی ہم جماعت طالبات کو اسے سالگرہ کی مبارک باد پیش کرنے کا موقع نہیں مل سکے گا۔ خیر، کوئی بات نہیں، اسے بہی خواہوں کی کمی کا کبھی سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔

بہت جلد اسے احساس ہوا جیسے اس کے سامنے طویل وعظ کیا جا رہا ہو۔ البرٹو کو قرون وسطیٰ کے راہب کا کردار ادا کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آ رہی تھی۔

جب اس نے یہ پڑھا کہ ہلڈے گارڈ کو سوفیا کس طرح رویا میں نظر آتی رہی تھی، اس نے ایک بار پھر انسائیکلوپیڈیا کی طرف رجوع کیا۔ لیکن اس بار اسے ان دونوں کے متعلق ایک لفظ بھی پڑھنے کو نہ ملا۔ کیا یہ اسی مخصوص طرز فکر و عمل کی مثال نہیں کہ جب بھی خواتین کا یا ان کے کسی مسئلہ کا ذکر آتا ہے، انسائیکلوپیڈیا اسی طرح چپ سادھ لیتا ہے جس طرح چاند کا کوئی گڑھا؟ کیا اس ساری کتاب کو "انجمن تحفظ مرداں" نے سنسر کیا تھا؟

بنگن (Bingen) کی ہلڈے گارڈ واعظ، مصنف، طبیب، ماہر نباتیات اور ماہر حیاتیات تھی۔ وہ "غالباً" اس حقیقت کی مثال تھی کہ قرون وسطیٰ کے دوران میں عورتیں

کا انداز فکر اور رویہ زیادہ گی بلکہ زیادہ سائنسی بھی ہوتا تھا۔"

لیکن انسائیکلوپیڈیا میں اس کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں ۔ کتنی شرم ناک بات ہے!

ہلڈے نے کبھی نہیں سنا تھا کہ خدا کا "نسوانی پہلو" یا "مادرانہ فطرت" بھی ہے۔ اس مفہوم میں اسے (خدا کو) بظاہر "سوفیا" کہا جاتا ہے۔ لیکن صاف ظاہر ہے کہ اس مفہوم کو اس قابل نہیں سمجھا گیا کہ اس پر مطبع کی سیاہی ضائع کی جاتی۔

انسائیکلوپیڈیا میں اسے اس کے قریب ترین جو اندراج مل سکا وہ قسطنطنیہ (اب استنبول) کا سانتا سوفیا چرچ تھا (3)۔ اسے ہیگیا (Hagia) سوفیا (بمعنی مقدس دانش) کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کی نسوانیت کا ذکر مفقود تھا۔ یہ سنسرشپ نہیں تو اور کیا ہے؟

بصورت دیگر یہ بات بالکل درست ہے کہ سوفی نے اپنے آپ کو ہلڈے پر منکشف کر دیا تھا۔ وہ شروع سے اپنے ذہن میں کسی ایسی لڑکی کی تصویر بنائے ہوئے تھی جس کے بال سیدھے اور غیر گھونگریالے تھے . . .

جب سوفی صبح کا بیشتر وقت سینٹ میری چرچ میں گزارنے کے بعد گھر پہنچتی ہے، وہ پیتل کے آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوتی ہے جو وہ جنگل کی کٹیا سے اٹھا لائی تھی۔

وہ اپنے پژمردہ چہرے کے تیکھے نقوش کا بغور جائزہ لینے لگی جن کے اردگرد اس کے کسی طرح بھی قابو میں نہ آنے والے بالوں نے حلقہ بنا رکھا تھا۔ لاکھ کوشش کے باوجود وہ ان کا کوئی نیا سٹائل بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی، وہ بالکل ویسے کے ویسے ہی رہے جیسا کہ انہیں فطرت نے بنایا تھا۔ لیکن اس کے اپنے چہرے کے ورے کسی دوسری لڑکی کا بھوت منڈلا رہا تھا۔

اچانک اس دوسری لڑکی نے جنونی انداز میں یک وقت اپنی دونوں آنکھیں مارنا شروع کر دیں جیسے وہ اشاروں اشاروں میں اسے جتانا چاہتی ہو کہ وہ واقعی وہاں دوسری طرف موجود ہے۔ بھوت صرف چند سیکنڈ نظر آتا رہا۔ پھر وہ آناً فاناً غائب ہو گیا۔

کتنی ہی مرتبہ ہلڈے اسی طرح آئینے کے سامنے کھڑی ہوتی رہی تھی جیسے "
شیشے کے پیچھے کسی کو تلاش کر رہی ہو؟ لیکن اس کے باپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا؟ کیا
یہ بھی کوئی سیاہ بالوں والی عورت نہیں تھی جس کی اسے جستجو تھی؟ پردادی اماں نے
اسے کسی جپسی عورت سے خریدا تھا، نہیں؟ ہلڈے کو محسوس ہوا کہ اس کے ہاتھ، جن
میں وہ کتاب تھامے ہوئے تھی، کانپ رہے ہیں۔ اسے احساس ہونے لگا کہ سوفی واقعی
"دوسری طرف" کہیں موجود ہے۔

اب سوفی ہلڈے اور بجارکلی کے متعلق خواب دیکھ رہی ہے۔ ہلڈے اسے دیکھ
سکتی ہے نہ سن سکتی ہے، لیکن پھر ——— سوفی کو ہلڈے کی طلائی صلیب، جس پر
یسوع کی تصویر ہے، گھاٹ پر مل جاتی ہے۔ اور صلیب ——— جس پر ہلڈے کے نام
کے تینوں حصوں کے ابتدائی حروف اور دوسری نشانیاں نقش ہیں ——— سوفی کو،
جب وہ خواب سے بیدار ہوتی ہے، اپنے بستر پر نظر آتی ہے!

ہلڈے نے زبردستی اپنے آپ کو بڑے انہماک اور توجہ سے سوچنے پر لگا دیا۔
یقیناً یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ اس کی صلیب بھی کھو گئی ہو؟ وہ اپنی سنگھار میز کی طرف
بڑھی اور اس نے زیورات کا ڈبا نکالا۔ جس صلیب پر یسوع کی تصویر کندہ تھی اور جو اسے
اس روز اپنی دادی سے بطور تحفہ ملی تھی، جب اس کا نصرانی نام رکھا گیا تھا، وہاں نہیں
تھی!

تو وہ واقعی اسے گنوا چکی ہے۔ بہت اچھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب خود اسے
اس کی گم شدگی کا علم نہیں تھا، اس کے پاپا کو کیسے معلوم ہو گیا؟

ایک اور بات: سوفی نے بظاہر خواب دیکھا تھا کہ ہلڈے کا باپ گھر آ گیا ہے۔
لیکن اس وقوعے کے پیش آنے میں ابھی ایک ہفتہ باقی ہے۔ کیا اس کا خواب پیشگوئی
ہے؟ کیا اس کے پاپا کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ خود گھر پہنچے گا، سوفی کسی نہ کسی طرح
یہاں موجود ہو گی؟ انہوں نے لکھا تھا کہ اس کا نئی سہیلی سے تعارف ہو گا...

یک بیک ہلڈے پر ہر چیز روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ سوفی محض کاغذ اور
سیاہی میں بند نہیں۔ وہ حقیقتاً موجود ہے۔

24۔ روشن خیالی

* * *

... سوئیاں بنانے سے توپیں ڈھالنے تک کے طریقے ...

ہلڈے نے نشاۃ ثانیہ کے متعلق باب شروع کیا ہی تھا کہ اسے باہر کے دروازے پر اپنی امی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے کلاک پر نظر ڈالی۔سہ پہر کے چار بج چکے تھے۔

اس کی امی سیڑھیاں پھلانگتی اوپر آئی اور اس نے ہلڈے کے کمرے کا دروازہ کھولا۔

"تم گرجے نہیں گئیں؟"

"ہاں، گئی تھی۔"

"لیکن... لیکن تم نے پہنا کیا تھا؟"

"وہی، جو اب پہنے ہوئے ہوں۔"

"اپنا نائٹ گاؤن؟"

"یہ قرون وسطیٰ کا کوئی قدیم سنگی گرجا ہے۔"

"ہلڈے!"

ہلڈے نے بائنڈر اپنی گود میں گرا دی اور اپنی امی کی جانب دیکھنے لگی۔

"امی، مجھے وقت کا احساس ہی نہ رہا۔میں بہت شرمندہ ہوں اور معذرت چاہتی ہوں۔لیکن دراصل بات یہ ہے کہ میں ایک ایسی تحریر پڑھ رہی ہوں جو بے حد ولولہ انگیز

ہے۔"

اس کی امی مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔

"یہ طلسماتی کتاب ہے۔" ہلڈے نے مزید کہا۔

"بہت اچھا۔خیر 'ہلڈے 'ایک بار پھر سالگرہ مبارک!"

"جی! پتا نہیں مجھے یہ جملہ مزید سننا پسند بھی ہے یا نہیں!"

"لیکن میں نے تو . . . خیر 'چھوڑو۔میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتی ہوں۔پھر میں زبردست ڈنر کا اہتمام کروں گی۔میں چند سٹرابیریاں (straw berries) ڈھونڈ لائی ہوں۔"

"بہت خوب۔لیکن میں فی الحال اپنا وقت پڑھنے میں ہی صرف کروں گی۔"

اس کی ماں چلی گئی اور ہلڈے پڑھتی رہی۔

سوفی شہر میں ہرمیز کے پیچھے پیچھے جا رہی ہے۔البرٹو کے پیش دالان میں اسے لبنان سے آمدہ ایک اور کارڈ مل جاتا ہے۔اس پر بھی پندرہ جون کی مہر ثبت ہے۔

تاریخوں کا کیا سسٹم تھا 'یہ ابھی ابھی ہلڈے کی سمجھ میں آنے لگا تھا۔جن کارڈوں پر پندرہ جون سے پہلے کی تاریخ کی مہر ثبت تھی 'وہ ان کارڈوں کی نقول تھے جو ہلڈے کو پہلے ہی اپنے پاپا سے موصول ہو چکے تھے۔لیکن وہ جن پر آج کی مہر لگی ہوئی تھی 'وہ اسے پہلی بار بائنڈر فائل کے ذریعے مل رہے تھے۔

•

ڈیر ہلڈے 'اب سوفی فلسفی کے گھر آ رہی ہے۔چند دنوں میں وہ پندرہ سال کی ہو جائے گی لیکن تم کل پندرہ سال کی ہو گئی تھیں۔یا ہلڈے 'کہیں مجھے غلطی تو نہیں لگی 'تم پندرہ کی آج تو نہیں ہوئیں؟ اگر تم آج پندرہ کی ہوئی ہو 'پھر کچھ تاخیر ہو گئی ہو گی۔لیکن ہماری گھڑیاں ہمیشہ یکساں وقت نہیں بتاتیں . . .

ہلڈے پڑھ چکی تھی کہ البرٹو نے کس طرح سوفی کو نشاۃ ثانیہ 'نئی سائنس' سترھویں صدی کے حقیقت پسندوں اور برطانوی تجربیت پسندوں کے متعلق بتایا تھا۔

وہ ہر نئے کارڈ اور سالگرہ کی مبارک باد پر 'جو اس کے پاپا نے کہانی میں جگہ

بڑے چوہوں کردی نہیں، اچھل پڑتی۔ کیا کایاں شخص ہے! کچھ ایسا اہتمام کرتا ہے کہ ایک بڑا کایاں ہے ایکا اور پھر گر پڑتا ہے، دوسرے کا اہتمام کیلے کے چھلکے کے اندر سے برآمد ہوتا ہے اور تیسرا کمپیوٹر پروگرام میں جا چھپا ہے۔ اسے کوئی کوشش بھی نہیں کرنا پڑتی لیکن وہ البرٹو کی زبان کو حرکت دلوا اور اس کے منہ سے سوفی کو ہلڈے کہلوا سکتا ہے اور ان سب پر طرہ یہ کہ وہ کتے کے منہ میں بھی زبان دے دیتا ہے اور ہرمیز سے "ہلڈے سالگرہ مبارک!" اگلوا دیتا ہے۔

ہلڈے کو البرٹو سے اتفاق تھا کہ اس کا پاپا کچھ زیادہ ہی آگے نکل گیا ہے کہ اپنا موازنہ خدا اور پروردگار سے کرنے لگا ہے۔ لیکن وہ صحیح معنوں میں فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ وہ متفق کس سے ہے، اپنے پاپا سے یا البرٹو سے؟ مگر مسئلہ یہ تھا کہ یہ ماضی ___ یا خود ملامتی ___ الفاظ البرٹو کے منہ میں کس نے ڈالے تھے، اس کے پاپا نے نہیں تو اور کس نے؟ چنانچہ وہ اس نتیجے پر پہنچی کہ خدا کے ساتھ موازنہ اتنی بھی بلاوجہ حرکت نہیں تھی۔ سوفی کی دنیا میں اس (ہلڈے) کے پاپا کی حیثیت بالکل کسی ہمہ مقتدر خدا کی ہے۔

جب البرٹو بارکلی تک پہنچا، ہلڈے کم از کم اتنا ہی مسحور ہو چکی تھی جتنا کہ سوفی تھی۔ اب کیا ہوگا؟ (وہ سوچ رہی تھی)۔ بار بار اس قسم کے اشارے کنایے دئے جا چکے تھے کہ جب وہ اس فلسفی کا ___ جو انسانی شعور کے باہر کسی مادی دنیا کے وجود سے انکار کرتا تھا ___ ذکر کریں گے کوئی خاص واقعہ لازماً ظہور پذیر ہوگا۔

باب کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ البرٹو اور سوفی کھڑکی کے قریب کھڑے ہیں اور اک ننھے منے طیارے کو دیکھ رہے ہیں جو اپنے عقب میں "سالگرہ مبارک" کا پھریرا لہرا رہا ہے۔ عین اسی وقت شہر پر بادل امنڈنے لگتے ہیں۔

> "چنانچہ "ہونا یا نہ ہونا" ('to be or not to be') مکمل سوال نہیں ہے۔ سوال یہ بھی ہے کہ ہم کون ہیں۔ کیا ہم واقعی گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان ہیں؟ کیا ہماری دنیا حقیقی اشیاء پر مشتمل ہے؟ ___ یا ہمیں دماغ نے محصور کر رکھا ہے؟"

چنانچہ اگر سوفی اپنے ناخن چبانے لگی ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات

نہیں۔ ناخن چبانا کبھی بھی ہلڈے کی بری عادتوں میں شامل نہیں رہا تھا لیکن اس وقت وہ اپنے آپ سے کوئی خاص خوش نظر نہیں آرہی تھی۔ لیکن بالآخر سب کچھ منکشف ازبام ہوگیا:

"ہمارے لیے ـــــ میرے لیے اور تمہارے لیے ـــــ یہ 'منشا' یا 'روح' (سپرٹ) جو 'ہر چیز میں ہر چیز کی علت ہے' ہلڈے کا باپ ہوسکتا ہے۔"

"گویا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ ہمارے لیے ایک قسم کا خدا ہے؟"

"اگر میں پوری ایمانداری سے کام لوں تو مجھے ہاں ہی میں جواب دینا ہوگا۔ اسے اپنے آپ پر شرم آنا چاہیے!"

"خود ہلڈے کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"سوفی، وہ تو فرشتہ ہے، فرشتہ۔"

"فرشتہ؟"

"ہلڈے ہی تو ایک ہستی ہے جس کی طرف یہ روح (سپرٹ) رجوع کرتی رہتی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی سوفی البرٹو سے دامن چھڑاتی ہے اور باہر طوفان میں بھاگ جاتی ہے۔ یہ وہی طوفان تو نہیں جو سوفی کے شہر میں بھاگنے کے چند گھنٹے بعد یہاں کل رات بجار لی پر گرجتا برستا رہا تھا؟

دوڑنے کے دوران میں اس کے ذہن میں ایک ہی خیال بار بار گردش کر رہا تھا: "کل میری سالگرہ ہے! پندرھویں سالگرہ سے ایک روز پہلے یہ احساس کرنے سے کہ زندگی محض خواب ہے، ذہن میں مزید تلخی نہیں بھرتی؟ یہ تو بالکل وہی بات ہوئی کہ آپ نے خواب میں دس لاکھ کا انعام جیتا مگر جب رقم وصول کرنے چلے، آپ کی آنکھ کھل گئی۔"

اس کے جوتوں میں پانی بھر گیا تھا اور ان سے ہچر ہچر کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ اس نے اسی حالت میں کھیل کا میدان عبور کیا۔ چند منٹ بعد اس نے دیکھا کہ کوئی عورت اس کی جانب

بھاگی آرہی ہے ۔ یہ اس کی امی تھی ۔ غضب ناک بجلی بار بار چمکتی تھی اور آسمان میں دراڑیں پڑجاتی تھیں ۔ جب وہ ایک دوسرے کے قریب پہنچیں ، سونی کی امی نے اسے اپنے آغوش میں بھینچ لیا۔

"ننھی ، یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

"پتا نہیں ۔" سونی کی سسکیاں نکل رہی تھیں ۔ "معلوم ہوتا ہے کوئی بھیانک خواب ہے۔"

ہلڈے کو یوں لگا جیسے اس کے آنسو نکلا چاہتے ہوں ۔ "ہونا یا نہ ہونا ـــــ یہی تو مسئلہ ہے ۔" اس نے باکس فائل پلنگ کی پائینتی کی طرف پٹک دی اور اٹھ کھڑی ہوئی ۔ وہ فرش کے آر پار چکر کاٹنے لگی ۔ آخر وہ پیتل کے آئینے کے سامنے کھڑی ہوگئی ۔ وہ ابھی وہیں کھڑی تھی کہ اس کی امی اسے بتانے چلی آئی کہ ڈنر تیار ہوگیا ہے ۔جب ہلڈے نے اس کی دروازے پر دستک سنی ، اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کب سے وہاں کھڑی ہے ۔

لیکن اسے یقین تھا ، کامل یقین تھا کہ اس نے اپنے عکس کو دونوں آنکھیں مارتے دیکھا ہے ۔

ڈنر کے سارے عرصے کے دوران میں وہ بظاہر یہ تاثر دینے کی بھرپور کوشش کرتی رہی کہ سال گرہ کے موقع پر اس کی جو خاطر مدارات ہو رہی ہے ، وہ اس کے لیے بے حد ممنون ہے ۔ لیکن جہاں تک اس کے خیالات کا تعلق ہے ، وہ اس دوران میں سوفی اور البرٹو پر ہی مرکوز رہے ۔

اب جب کہ وہ جان چکے ھیں کہ ہر چیز کا فیصلہ ہلڈے کا باپ کرتا ہے ، انہیں کس قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑے گا؟ تاہم یہ کہنا کہ وہ "جان چکے ہیں" ، شاید مبالغہ آرائی ہے ۔ یہ سوچنا ہی فضول ہے کہ وہ کچھ جانتے ہیں ۔ اگر وہ کچھ جانتے بھی ہیں تو کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ انہیں اس کی اجازت اس کا پاپا دیتا ہے؟

تاہم آدمی جس انداز سے بھی چاہے ، اس کا جائزہ لے سکتا ہے لیکن مسئلہ پھر بھی وہی کا وہی رہتا ہے ۔جونہی البرٹو اور سوفی "جان گئے" کہ حالات کی نہج کیا ہے ، پھر کچھ کر ایک لحاظ سے ان کا راستہ مسدود ہو گیا ہے ۔

جب اسے اچانک احساس ہوا کہ امکانی طور پر اس کی اپنی دنیا پر بھی اسی مثلے کا اطلاق ہوتا ہے تو نوالہ، جس سے اس کا منہ بھرا ہوا تھا، تقریباً اس کے گلے میں پھنس گیا۔ لوگوں نے قوانین فطرت کی تفہیم میں جو بتدریج پیش رفت کی تھی، وہ ثابت قدمی اور باقاعدگی کے ساتھ محنت کرکے کی تھی۔ جب سائنس اور فلسفے کے جگ ساپزل (jigsaw puzzle) کی آخری گوٹ اپنے صحیح مقام پر جاگزیں ہوجائے گی، کیا تاریخ ابد تک اپنا سفر جاری رکھ سکے گی؟ ایک طرف تو خیالات اور سائنس ترقی کی منازل طے کرتے جارہے ہیں اور دوسری طرف جنگلات کا صفایا ہو رہا ہے اور گرین ہاؤس ایفکٹ (greenhouse effect) (1) اپنا رنگ دکھا رہا ہے۔ کیا ان دونوں باتوں میں کوئی تعلق نہیں؟ انسان پر علم حاصل کرنے کا جو بھوت سوار ہوگیا ہے، اسے اس کے (خدا کے) فضل سے محرومی کا باعث قرار دینا شاید اتنی بھی پاگلانہ بات نہیں؟

سوال اتنا بڑا اور ہیبت ناک تھا کہ ہلڈے اسے دوبارہ بھلانے کی کوشش کرنے لگی۔ جب وہ اپنے پاپا کی سالگرہ کی کتاب مزید پڑھے گی تو وہ شاید زیادہ اچھی طرح سمجھ جائے گی۔

جب وہ آئس کریم اور اطالوی سٹرابیریاں ختم کرچکیں اس کی امی ایک بار پھر "سال گرہ مبارک . . ." گانے لگی۔ "اب جو تم چاہو گی ہم وہی کریں گی۔" اس نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ آپ شاید یہی سمجھیں کہ میرا دماغ چل گیا ہے لیکن مجھے پاپا سے جو کتاب بطور تحفہ ملی ہے، میں صرف اس کا مطالعہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"خیر، اس وقت تک پڑھتی رہو جب تک وہ تمہیں بالکل ہی ہذیانی کیفیت میں مبتلا نہیں کردیتے۔"

"اس کا کوئی امکان نہیں۔"

"آج ٹی وی پر جاسوسی ڈرامہ دکھایا جائے گا۔ ہم وہ بھی دیکھیں گے اور مل کر پیزا (pizza) بھی کھائیں گے۔ کیا خیال ہے؟"

"جی، جیسے آپ کی مرضی۔"

ہلڈے کو اچانک سوفی کا اپنی امی کے ساتھ گفتگو کرنے کا انداز یاد آگیا۔ ہلڈے کو ذرا تشویش ہونے لگی کہ کہیں اس کے پاپا نے اس (ہلڈے) کی امی کو دوسری ماں کے کردار میں تو نہیں ڈھال دیا؟ اسے امید تو یہی تھی کہ ایسا نہیں ہوا ہوگا۔ تاہم

اس بات کو یقینی بنانے کے لیے اس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ خرگوش کے ٹاپ ہیٹ سے برآمد کئے جانے کا ذکر اپنی امی سے نہیں کرے گی۔ کم از کم آج تو بالکل نہیں۔

"یونہی مجھے خیال آگیا" اس نے میز سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"مجھے اپنی یسوع کی تصویر والی طلائی صلیب کہیں نہیں مل رہی۔"

اس کی امی نے اسے کچھ اس انداز سے دیکھا کہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کیا کہے گی۔

"کئی ہفتے ہوئے مجھے یہ گھاٹ کے قریب ملی تھی۔ تم نے ضرور اسے وہیں کہیں گرا دیا ہو گا، شریر گندی لڑکی!"

"آپ نے پاپا سے اس کا ذکر کیا تھا؟"

"مجھے سوچنے دو... ہاں، میرا خیال ہے کہ میں نے شاید کیا ہو۔"

"پھر یہ کہاں ہے؟"

اس کی امی اٹھی اور اپنا زیورات کا ڈبا لانے چلی گئی۔ بلڈے کو بیڈ روم سے حیرت کی ہلکی سی چیخ سنائی دی۔ وہ جھٹ پٹ واپس نشست گاہ میں آگئی۔

"فی الحال تو یہ مجھے کہیں نہیں مل رہی۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔"

اس نے اپنی امی سے معانقہ کیا اور اوپر کی منزل پر اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔ آخر کار ـــــ اب وہ سوفی اور البرٹو کے متعلق بلا مداخلت پڑھ سکتی تھی۔ وہ بستر پر بیٹھ گئی، اس نے پہلے کی طرح باکس فائل اپنے گھٹنوں پر رکھی اور اگلا باب پڑھنے لگی:

اگلی صبح سوفی کی آنکھ تب کھلی جب اس کی امی سالگرہ کے ڈھیروں تحفے ٹرے پر سجائے اس کے کمرے میں آچکی تھی۔ اس نے جھنڈا سوڈے کی خالی بوتل میں اٹکا دیا تھا۔

"سوفی، سال گرہ مبارک!"

سوفی نیند کو بھگانے کے لیے اپنی آنکھیں ملنے لگی۔ اس نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ گزشتہ رات کیا ہوا تھا، لیکن یہ

سب کچھ ایسے تھا جیسے جگ ساپزل کی تمام گوٹیں آپس میں غلط ملط ہوگئی ہوں ۔ ایک گوٹ البرٹو تھا اور دوسری ہلڈے اور پھر تھے ۔ تیسری بارکلی اور چوتھی بجارکلی تھا ۔ لیکن ان سب میں سیاہ ترین ترین گوٹ طوفان تھا ۔ عملاً وہ صدمے کی حالت میں تھی ۔ اس کی امی نے تولیے سے رگڑ رگڑ کر اس کا جسم سکھا دیا تھا اور گرم دودھ اور شہد کا پیالہ پلا کر اسے لشتم پشتم بستر پر لٹا دیا تھا ۔ وہ فوراً ہی سوگئی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ میں ابھی تک زندہ ہوں ۔ " اس نے نحیف آواز سے کہا۔

"زندہ ؟ ہاں ، تم بالکل زندہ ہو ! اور آج تم پندرہ سال کی ہوگئی ہو۔"

"آپ کو پکا یقین ہے؟"

"پکا یقین ۔ بھلا ماں کو اتنا بھی معلوم نہیں ہوگا کہ اس کی اکلوتی بیٹی کب پیدا ہوئی تھی ؟ 15 ۔ جون ، 1975 ... بوقت ڈیڑھ بجے ،سوفی۔ یہ میری زندگی کا مسرور ترین لمحہ تھا۔"

"آپ کو پکا یقین ہے کہ یہ سب کچھ محض خواب نہیں؟"

"تمہارا خواب اچھا ہی ہوگا کہ جب تم جاگیں ، تمہارے سامنے رول (roll) اور سوڈا اور سال گرہ کے تحائف پڑے تھے۔"

اس نے تحائف کی ٹرے کرسی پر رکھ دی اور ایک سیکنڈ کے لیے کمرے سے باہر نکل گئی ۔ جب وہ واپس آئی ، اس کے ہاتھ میں ایک اور ٹرے تھی۔ اس پر سوڈا اور رول رکھے ہوئے تھے۔

یہ اس امر کا اشارہ تھا کہ سالگرہ کی صبح کی روایتی رسم شروع ہوگئی ہے ۔ اب تحائف کھلیں گے اور اس کی امی اپنے تخیل کو بے لگام چھوڑ دے گی اور جذباتی انداز سے زہ کے ان ابتدائی دردوں کا ذکر کرے گی جو پندرہ سال قبل اسے ہوئے تھے ۔ اس کی امی کا تحفہ ٹینس ریکٹ تھا ۔ سوفی نے ٹینس کبھی نہیں کھیلی تھی لیکن کلوور کلوز سے چند منٹ کے فاصلے پر بغیر چھت کے چند ٹینس کورٹ تھے ۔ اس کے باپ نے اسے منی ٹی وی (Mini-T V) اور ایف ایم ریڈیو بھیجا تھا ۔ ٹی وی کی سکرین

عام فونو سے زیادہ بڑی نہیں تھی ۔ بوڑھی پھوپھیوں ، خالاؤں اور خاندان کے ملنے ملانے والوں نے بھی تحائف بھیجے تھے۔

کچھ دیر بعد اس کی امی نے کہا ، " میں آج کام پر نہیں جاتی ۔ کیا خیال ہے؟"

"نہیں۔ آپ کیوں نہ جائیں؟"

کل تم بے حد اکھڑی اکھڑی تھیں ۔ اگر یہ کیفیت برقرار رہی ، میرا خیال ہے ہمیں نفسیاتی معالج سے ملاقات کا وقت لینا ہو گا۔"

"اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"اس میں طوفان کا ہاتھ ہے ـــــ یا البرٹو کا؟"

"اپنے بارے میں کیا خیال ہے ؟ آپ نے کہا تھا : تھی ، یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

"میں تو صرف تمہارے بارے میں سوچ رہی تھی جو کسی پراسرار شخص سے ملنے بھاگ کر شہر چلی گئی تھی ... شاید یہ میرا ہی قصور ہو۔"

"اگر میں اپنے فرصت کے اوقات میں فلسفے کا نصاب پڑھنے چلی جاتی ہوں ، تو اس میں ، قصور ، کسی کا بھی نہیں ۔ آپ بس کام پر چلی جائیں ۔ سکول دس بجے سے پہلے شروع نہیں ہو گا ۔ آج ہمیں کام وام بھی کوئی خاص نہیں ۔ بس نتیجہ سنایا جائے گا اور ہمیں وہاں محض بیٹھنا ہو گا۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ تمہیں کون سا گریڈ ملے گا؟"

اور کچھ نہیں تو گزشتہ سمسٹر (semester) سے بہرحال بہتر ہو گا۔"

اس کی امی کو گئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

"سوفی امنڈسین۔"

"میں البرٹو ہوں۔"

"اخاہ!"

"میجر نے رات کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

"سوفی، طوفان۔"

"مجھے معلوم نہیں کیا سمجھوں۔"

"یہ تو سچے فلسفی کی بہترین خوبی ہے۔ سوفی، مجھے فخر ہے کہ تم نے اتنی مختصر مدت میں اتنا کچھ سیکھ لیا۔"

"میں اس خوف میں مبتلا ہوں کہ کچھ بھی حقیقی نہیں۔"

"اسے وجودی ہول (2) (existential angst) یا دہشت (dread) کہا جاتا ہے اور اصولاً یہ نئی آگہی تک پہنچنے کے لیے راستے کی ایک منزل یا مرحلہ ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ مجھے نصاب کے مطالعے سے کچھ دن چھٹی کرلینا چاہیے۔"

"کیا اس وقت باغ میں اتنے زیادہ مینڈک اکٹھے ہوگئے ہیں؟"

سوفی کی ہنسی چھوٹ گئی۔ البرٹو بولتا رہا۔ "میرا خیال ہے ثابت قدمی سے ڈٹے رہنا ہی بہتر ہو گا۔"

"سرراہے، سال گرہ مبارک۔ ہمیں وسط گرما سے ایک روز پہلے تک نصاب ختم کرنا ہو گا۔ یہ ہمارا آخری موقع ہے۔"

"ہمارا کس بات کا آخری موقع؟"

"آرام سے تو بیٹھی ہو۔ ہمارا اس بات پر کچھ وقت صرف ہو گا۔ سمجھیں؟"

"بیٹھی ہوں۔"

"دیکارت یاد ہے؟"

"میں سوچتا ہوں، چنانچہ میں موجود ہوں؟"

"جہاں تک ہماری اپنی باضابطہ تشکیک کا تعلق ہے، ہم فی الفور نقطہ صفر سے آغاز کر رہے ہیں۔ ہمیں تو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہم سوچتے ہیں۔ ہوسکتا ہے انجام کار ثابت یہی ہو کہ سوچی ہوئی باتیں (thoughts) ہم ہیں اور یہ سوچنے سے بالکل مختلف چیز ہے۔ ہمارے پاس یہ یقین کرنے کی معقول وجہ ہے کہ ہمیں ہلدے کے باپ نے اپنی بیٹی کے، جو لے سینڈ میں رہتی ہے، یوم سالگرہ پر اسے تفریح بہم پہنچانے کے لیے گھڑ لیا ہو۔

سمجھیں؟"

"جی۔۔۔"

"لیکن اس کے اندر خود اس کا اپنا تضاد بھی موجود ہے۔ اگر ہم فرضی (fictive) ہیں، پھر ہمیں کسی چیز پر، یقین، کرنے کا قطعاً کوئی حق حاصل نہیں۔ اس صورت میں ٹیلی فون پر یہ ساری گفتگو محض تخیل کی پیداوار (imaginary) ہوسکتی ہے۔"

"اور ہم میں آزاد منشا کی رمق بھی موجود نہیں کیونکہ ہر بات جو ہم کرتے یا کہتے ہیں، اس کی منصوبہ بندی تو میجر کرتا ہے۔ چنانچہ اگر ہم ٹیلی فون بند کردیں تو بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"نہیں۔ تم معاملہ اتنا سہل اور زودفہم بنا رہی ہو کہ اصل بات غتربود ہوگئی ہے۔"

"پھر وضاحت کریں۔"

"کیا تم یہ دعویٰ کرسکتی ہو کہ لوگ ہر اس چیز کی، جس کا وہ خواب دیکھتے ہیں، منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بڑے کے باپ کو ہر اس بات کا علم ہو جو ہم کرتے ہیں۔ جس طرح تم اپنے سائے سے نہیں بھاگ سکتیں، اسی طرح عین ممکن ہے کہ ہم اس کے علم کلی (Omniscience) کی زد سے نہ بچ سکیں۔ تاہم ـــــ اور یہی وہ مقام ہے جہاں میں نے اپنا منصوبہ بنانا شروع کردیا ہے ـــــ یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ آئندہ جو کچھ ہونے والا ہے، میجر اس کے متعلق پہلے ہی فیصلہ کرچکا ہے۔ عین ممکن ہے کہ وہ آخری منٹ سے پہلے ـــــ یعنی جب تک اس پر تخلیق کا عالم طاری نہیں ہوتا ـــــ کوئی فیصلہ نہ کرے۔ عین عین یہی وہ لمحات ہیں جب ہم امکانی طور پر اپنی ابت کاری (initiative) کو بروئے کار لاسکیں گے جو ہمیں صحیح راستے پر ڈالے گی کہ ہمیں کیا کہنا اور کرنا ہے۔ میجر کے بھاری توپ خانے کے مقابلے میں اس قسم کی ابت کاری فطری طور پر انتہائی کمزور انگیختوں (impulses) کے مساوی ہوگی۔ چنانچہ احتمال یہی ہے کہ ہم انسانوں کی طرح باتیں کرنے والے کتوں، کیلوں کے چھلکوں کے اندر بیٹھاموں اور ماہرانہ انتظام شدہ طوفانی

بارشوں جیسی دخل درمعقولات دینے والی (intrusive) خارجی قوتوں کے مقابلے میں اپنے آپ کو بےبس اور بے یار و مددگار پائیں ۔ لیکن ہم اپنے تمرد (stubbornnes) کو ، خواہ یہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو ، خارج از امکان قرار نہیں دے سکتے ۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"قدرتی طور پر میجر ہماری چھوٹی سی دنیا کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے ، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہمہ مقتدر ہے ۔ بہرحال ہمیں اس طور زندگی گزارنے کی کوشش کرنا چاہیے جیسے میجر کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔"

"آپ اس معاملے میں کیا کرنا چاہتے ہیں ، میرا خیال ہے کہ میں سمجھ گئی ہوں۔"

"ترکیب یہ ہوگی کہ ہم اپنی مرضی سے کچھ کرنے کا اہتمام کریں ـــــ لیکن جو کچھ بھی کریں میجر خواہ کتنے ہی ہاتھ پاؤں مارے ، اسے اس کی بھنک تک نہ مل سکے ۔"

"اگر ہمارا کوئی وجود ہی نہیں ہے ، پھر ہم یہ کام کیسے کرسکیں گے؟"

"کون کہتا ہے کہ ہمارا کوئی وجود نہیں ؛ مسئلہ یہ نہیں آیا ہم موجود ہیں یا نہیں ، بلکہ یہ ہے کہ ہم کیا ہیں اور ہم کون ہیں ۔ اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ ہم میجر کی دوہری شخصیت کی محض انگیختیں ہیں ، اس سے لازماً یہ مطلب نہیں نکلتا کہ ہمیں تھوڑی بہت جو زندگی ملی ہے ، وہ بھی ہم سے چھین لی جائے ۔"

"یا ہمارا آزاد منشا؟"

"میں ان خطوط پر کام کر رہا ہوں ، سوفی ۔"

"لیکن ہلڈے کے باپ کو لازماً معلوم ہوگا کہ آپ ان خطوط پر کام کر رہے ہیں ۔"

"یقیناً ۔ لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ اصل منصوبہ کیا ہے ۔ میں ارشمیدشی نقطے کی تلاش میں ہوں ۔"

"ارشمیدشی نقطہ؟"

"ارشمیدش یونانی سائنس دان تھا ۔ اس نے کہا تھا : 'مجھے کوئی مستحکم نقطہ (point) دے دو جس پر میں کھڑا ہوسکوں اور میں

ساری دنیا گھما دوں گا ۔ ' اسی قسم کا نظاہمیں تلاش کرنا ہوگا تاکہ ہم اپنے آپ کو میجر کی داخلی کائنات سے باہر نکال سکیں ۔"

"یہ تو بڑا زبردست کارنامہ ہوگا ۔"

"لیکن جب تک ہم فلسفے کا نصاب ختم نہ کریں ، ہم کھسکنے کا اہتمام نہیں کریں گے ۔ جب تک یہ جاری ہے ، میجر کی ہم پر کچھ زیادہ ہی مضبوط گرفت رہے گی ۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس نے فیصلہ کرلیا ہے کہ میں صدیوں میں تمہاری رہنمائی کرتا تمہیں عین اپنے زمانے تک پہنچا دوں ۔ مگر اس کے مشرق وسطیٰ کے کسی مقام سے ہوائی جہاز میں سوار ہونے سے پہلے ہمارے پاس صرف چند دن باقی رہ گئے ہیں ۔ اگر ہم اس کے بجار کلی پہنچنے سے پہلے اپنے آپ کو اس کے سریش کی طرح چمٹنے والے تخیل سے آزاد نہ کراسکے ، پھر سمجھو کہ ہمارا بیڑا غرق ہوگیا ۔"

"آپ مجھے ڈرا رہے ہیں!"

"سب سے پہلے میں تمہیں فرانسیسی روشن خیالی (Enlightenment) کے متعلق اہم ترین حقائق بتاؤں گا ۔ اس کے بعد ہم کانٹ کے فلسفے کے بڑے بڑے نکات کا ذکر کریں گے تاکہ ہم رومانیت (کی تحریک) تک پہنچ سکیں ۔ ہیگل بھی ہمارے لیے اس منظر کا اہم جزو ہوگا ۔ جب ہم اس کا ذکر کریں گے تو ہمیں لامحالہ ہیگلی فلسفے کے ساتھ کیرکیگارڈ کے پرطیش تصادم کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا ۔ ہم کچھ گفتگو ، اگرچہ مختصر ہی سہی ، مارکس ، ڈارون اور فرائیڈ کے متعلق بھی کریں گے ۔ اور اگر ہوسکا تو ہم عین آخری لمحات میں سارتر اور وجودیت کو بھی زیر بحث لے آئیں گے ۔ پھر ہم اپنے منصوبے پر عمل کرسکیں گے ۔"

"ایک ہفتے میں اتنا کچھ ۔ میرے تو سن کر ہی ہاتھ پاؤں پھولنے لگے ہیں ۔"

"یہی وجہ ہے کہ ہمیں فوراً شروع ہوجانا چاہیے ۔ کیا تم ابھی اور اسی وقت آسکتی ہو؟"

"مجھے سکول جانا ہے ۔ آج ہماری کلاس کی پارٹی ہے اور

پھر بڑا تیجر بھی سنایا جاتا ہے۔"

"بھوڑو اسے ۔ اگر ہم محض فرضی ہیں، پھر یہ کھانا کر بلکوں اور سوڈے کا کوئی ذائقہ ہوتا ہے، محض تخیلی بات ہوگی۔"

"لیکن میرے گریڈ..."

"سوفی، یا تو تم اربوں کہکشاؤں میں سے کسی ایک کہکشاں کے کسی ننھے منے سیارے پر حیرت انگیز کائنات میں رہ رہی ہو —— اور یا پھر تم میجر کے دماغ کی چند برقی مقناطیسی (electromagnetic) تحریکوں کا نتیجہ ہو۔ اس پر بھی تم گریڈوں کی بات کر رہی ہو۔ تمہیں اپنے آپ پر شرم آنا چاہیے!"

"میں شرمندہ ہوں۔"

"لیکن بہتر یہی ہے کہ ہماری ملاقات ہونے سے پہلے تم سکول چلی جاؤ۔ اگر تم اپنی پڑھائی کے آخری دن سکول سے غیر حاضر رہیں، تو اس کا ہلڈے پر برا اثر پڑے گا۔ وہ غالباً اپنی سالگرہ کے روز بھی سکول جاتی ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ وہ تو فرشتہ ہے۔"

"تو پھر میں سکول سے سیدھی آپ کی طرف چلی آؤں؟"

"نہیں، ہماری میجر کی کٹیا میں ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"میجر کی کٹیا؟"

... ٹک!

ہلڈے نے باکس فائل اپنی گود میں پھسلنے دی۔ اس کے باپ نے اس کے
رکو کچوکا لگایا اور یوں اس کا مضحکہ اڑایا تھا —— وہ واقعی پڑھائی کے آخری دن
ل نہیں گئی تھی۔ بڑے گھنے ہیں، چھپ چھپ کر کنسوئیاں لیتے رہتے ہیں!
وہ کچھ دیر بیٹھی سوچتی رہی کہ البرٹو کس قسم کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ کیا اسے
ی صفحے پر دزدیدہ نگاہ ڈال لینا چاہیے؟ نہیں، یہ دھوکے بازی ہوگی۔ بہتر یہی ہے کہ
جلدی جلدی اختتام تک سب کچھ پڑھ ڈالے۔
وہ قائل ہو چکی تھی کہ البرٹو ایک اہم نکتے میں صحیح تھا۔ ایک بات تو یہ ہے کہ
اور سوفی پر کیا بیتنے والا ہے، اس کے باپ کو اس کے حدوحال کا اچھا خاصا اندازہ

ہے۔ لیکن جب وہ لکھ رہے تھے، انہیں غالباً ہر اس چیز کا علم نہیں تھا جو وقوع پذیر ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے کوئی چیز عجلت میں گھسیٹ دی ہو، کوئی ایسی چیز جس کا اندازہ انہیں اس وقت تک نہیں ہوسکے گا جب تک اسے قلم بند کئے کافی مدت نہ گزر جائے۔ اس قسم کی صورت حال میں سوفی اور البرٹو کو کسی حد تک خیال و عمل کی آزادی دستیاب ہوسکتی ہے۔

ہلڈے کو ایک بار پھر تقریباً اس قسم کا یقین ہونے لگا جو کسی چیز کو اس حد تک منقلب کردیتا ہے کہ وہ اصل سے بڑھ کر حسین و پرشکوہ نظر آنے لگتی ہے، اور اس کا یقین یہ تھا کہ البرٹو اور سوفی فرضی مخلوق نہیں بلکہ حقیقتاً موجود ہیں۔ "جو سمندر بظاہر بڑے پرسکون نظر آتے ہیں، بباطن ان میں بڑے طوفان پوشیدہ ہوتے ہیں"، اس نے سوچا۔

اس کے ذہن میں یہ خیال کیوں آیا؟

یقیناً یہ کوئی ایسا خیال نہیں تھا جو سطح آب پر ہلکا سا تموج بھی برپا کرسکا ہو۔

سکول میں سوفی کو بے پناہ توجہ ملی کیونکہ یہ اس کا یوم ولادت تھا۔ پڑھائی کے آخری روز اس کے ہم جماعت پہلے ہی گرمیوں کی چھٹیوں، امتحانی نتائج میں حاصل ہونے والے گریڈوں اور سوڈے کی بوتلوں کے تصور سے باؤلے ہوئے جارہے تھے۔

جونہی استاد نے اپنی ان نیک تمناؤں کے ساتھ کہ ان کی چھٹیاں پرلطف گزریں، کلاس کو چھٹی دی، سوفی بگٹٹ گھر کی طرف بھاگ پڑی۔ جوآننا نے اسے اپنی رفتار دھیمی کرنے کے لیے کہا بھی لیکن سوفی نے اس کی سنی ان سنی کردی اور اپنے کندھے کے اوپر سے اپنی عقبی جانب دیکھتے ہوئے صرف اتنا کہا:

"مجھے بے حد ضروری کام ہے۔"

جب وہ گھر پہنچی، اسے ڈاک ڈبے میں لبنان سے آمدہ دو کارڈ ملے۔ دونوں ہی سالگرہ کے کارڈ تھے اور ان پر تحریر تھا: سال گرہ مبارک ـــــ پندرہ سال۔ ان میں سے ایک کارڈ ہلڈے مولر کنیگ کے نام تھا اور اس پہ پتا "بتوسط سوفی امنڈسین ..

"تھا۔ لیکن دوسرا کارڈ خود سوفی کے لیے تھا۔ دونوں کارڈوں پر مہر ثبت تھی: "یو این بٹالین ــــــ 15 جون۔"

سوفی نے پہلے اپنا کارڈ پڑھا:

ڈیر سوفی امنڈسین ، آج تمہیں بھی کارڈ مل رہا ہے۔ سوفی ، سالگرہ مبارک۔ اور ہاں ، تم نے ہلڈے کے لیے جو کچھ کیا ہے ، اس کا بہت بہت شکریہ۔ نیک تمناؤں کے ساتھ۔ میجر البرٹ کنیگ۔

اب جب کہ ہلڈے کے باپ نے آخر کار سوفی کو بھی کارڈ بھیج دیا تھا ، اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا ردعمل ظاہر کرے۔

ہلڈے کے کارڈ کی عبارت یہ تھی:

ڈیر ہلڈے ، مجھے کچھ اندازہ نہیں کہ اس وقت للےسینڈ میں کون سے تاریخ یا کیا وقت ہے۔ لیکن جیسا کہ میں کہ چکا ہوں ، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر میں تمہیں اچھی طرح سمجھتا ہوں تو میرا خیال ہے کہ میں تمہیں جو آخری یا آخری سے پہلی مبارک باد بھیج رہا ہوں ، وہ بے شک تاخیر سے ملے ، تم اس کا برا نہیں مناؤ گی۔ مگر تمہیں انتظار میں بہت دیر تک جاگنے کی ضرورت نہیں ! البرٹو تمہیں بہت جلد فرانسیسی روشن خیالی کے متعلق بتائے گا۔ وہ سات نکات پر اپنی توجہ مرکوز رکھے گا۔ وہ نکات مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ ہیئت اقتدار کی مخالفت۔
2۔ عقلیت پسندی۔
3۔ روشن خیالی کی تحریک۔
4۔ ثقافتی رجائیت۔
5۔ فطرت کی طرف دوبارہ رجوع۔
6۔ فطری مذہب۔

7۔ انسانی حقوق۔

بظاہر میجر ابھی تک ان کی سخت نگرانی کر رہا تھا۔

سوفی نے دروازہ کھولا ، اندر داخل ہوئی اور اس نے اپنا رزلٹ کارڈ ، جس پر سب مضامین میں A درج تھا ، باورچی خانے کی میز پر رکھ دیا ۔ پھر وہ باہر نکلی ، اس نے ریلنگ کر باڑ پار کی اور جنگل میں بھاگنے لگی۔

وہ ایک بار پھر ننھی جھیل پر کشتی کھے رہی تھی۔

جب وہ کٹیا کے قریب پہنچی ، البرٹو چوکھٹ پر بیٹھا تھا۔ اس نے اسے بھی اپنے قریب بیٹھنے کی دعوت دی ۔ اگرچہ جھیل سے مرطوب اور ناخوشگوار طور پر سرد ہوا کے دوش پر ہلکی ہلکی دھند آ رہی تھی ، موسم خاصا سہانا تھا ۔ کچھ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ابھی تک گزشتہ شام کے طوفان کے اثرات سے پوری طرح سنبھل نہیں سکا۔

"ہمیں فوراً ہی شروع ہو جانا چاہیے۔" البرٹو نے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"ہیوم کے بعد اگلا عظیم فلسفی جرمن عمانویل کانٹ تھا ۔ لیکن اٹھارویں صدی کے دوران میں فرانس میں بھی چند عظیم مفکر پیدا ہوئے ۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یورپ میں اٹھارویں صدی کے پہلے نصف میں انگلستان ، وسط میں فرانس اور اواخر میں جرمنی فلسفیانہ مرکز تھے جن کی طرف لوگ دیوانہ وار کھنچے جاتے تھے۔"

"دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ فلسفے کا مرکز مغرب سے مشرق کی طرف منتقل ہو رہا تھا۔"

"بالکل صحیح ۔ فرانس کے متعدد روشن خیال فلسفیوں کے جو خیالات مشترک تھے ، میں ان کے چیدہ چیدہ نکات پیش کرتا ہوں ۔ ان میں سے اہم ترین نام والتیر ، روسو اور مونتیس کیو (Montesquieu) کے تھے ۔ لیکن ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ تھے ۔ میں اپنی توجہ سات نکات پر مرکوز رکھوں گا۔"

"مجھے کہتے دکھ تو ہو رہا ہے لیکن میں ان سے آگاہ ہوں۔"

سوفی نے اسے بڈھے کے باپ کا کارڈ تھما دیا۔ البرٹو کی آہ نکل گئی۔ "وہ یہ تکلیف نہ ہی اٹھاتا تو ... خیر، اولین کلیدی الفاظ 'ہیئت اقتدار کی مخالفت' ہیں۔ فرانس کے متعدد روشن خیال فلسفی انگلستان آتے جاتے رہتے تھے جو کئی لحاظ سے ان کے اپنے وطن سے کہیں زیادہ لبرل (حریت پسند اور وسیع القلب) تھا۔ یہ فرانسیسی انگلستان کے طبعی علوم، بالخصوص نیوٹن اور اس کی آفاقی فزکس، میں بڑی دلچسپی اور تجسس کا اظہار کرتے تھے۔ لیکن وہ اپنے آپ کو طبی علوم تک ہی محدود نہیں رکھتے تھے، وہ برطانوی فلسفے، بالخصوص لوک اور اس کے سیاسی فلسفے سے بھی فیضان حاصل کرتے تھے۔ جب وہ واپس فرانس جاتے، وہ پرانی ہیئت اقتدار کی اور بھی شدومد سے مخالفت کرنے لگتے۔ وہ سمجھتے تھے کہ متقدمین جن چیزوں کو صداقتیں تصور کرتے تھے اور جو اٹھارویں صدی کے لوگوں کو ورثے میں منتقل ہوئی تھیں، ان کے متعلق تشکیک پسند رویہ اختیار کرنا ہی بہتر ہے۔ مقصد فرد کو باور کرانا تھا کہ وہ ہر سوال کا جواب خود تلاش کرے۔ اس ضمن میں دیکارت کی روایت بڑی فیضان بخش تھی۔"

"کیونکہ یہ وہ شخص تھا جس نے ہر چیز کی تعمیر بنیاد سے کی تھی۔"

"بالکل ٹھیک۔ جس ہیئت اقتدار کی مخالفت کی جا رہی تھی، اس میں کلیسا، بادشاہ اور امرا بھی شامل تھے۔ اٹھارویں صدی میں انگلستان کے مقابلے میں فرانس کے ان اداروں کے پاس کہیں زیادہ اختیارات تھے۔"

"پھر فرانس میں انقلاب برپا ہو گیا۔"

"ہاں۔ 1789 میں۔ لیکن انقلابی خیالات کا غلغلہ بہت پہلے ہونے لگا تھا۔ اگلا کلیدی لفظ 'عقلیت پسندی' ہے۔"

"میرا خیال تھا کہ عقلیت پسندی ہیوم کے ساتھ دم توڑ گئی تھی۔"

"ہیوم کا اپنا انتقال 1776 سے پہلے نہیں ہوا۔ اور یہ واقعہ مونتیس کیو کے انتقال کے تقریباً بیس سال اور والتیر اور روسو

کے انتقال سے ، جو دونوں 1778 میں فوت ہوئے ، دو سال پہلے پیش آیا ۔ لیکن یہ تینوں فلسفی انگلستان جا چکے تھے اور لوک کے فلسفے سے آگاہ تھے ۔ تمہیں شاید یاد آجائے کہ لوک اپنی تجربیت پر پوری استقامت سے قائم نہیں رہتا تھا۔ مثلاً اس کا عقیدہ تھا کہ خدا اور بعض اخلاقی اقدار پر اعتقاد انسانی عقل میں پیدائشی طور پر موجود ہوتا ہے ۔ یہ تصور فرانسیسی روشن خیالی کا بھی مرکزی نکتہ ہے۔"

"آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ فرانسیسی اہل برطانیہ کی نسبت ہمیشہ عقلیت کے زیادہ دلدادہ رہے ہیں۔"

"ہاں ۔ اور یہ فرق عین قرون وسطیٰ تک واپس پہنچتا ہے ۔ جب برطانوی عقل سلیم (کامن سنس) کی بات کرتے ہیں ، تو فرانسیسی عموماً اسے 'evident' کہتے ہیں ۔ انگریزی ترکیب کا مطلب ہے : ' جو ہر شخص جانتا ہے ۔ ' اس کے برعکس فرانسیسی لفظ کے معنی ' عیاں ' ہیں ـــــ یعنی آدمی کی عقل پر عیاں ہے۔"

"سمجھی۔"

"سقراط اور رواقیوں جیسے عہدعتیق کے انسان دوستوں کی مانند روشن خیالی کے دور کے بیشتر فلسفیوں کو انسانی عقل پر غیر متزلزل اعتقاد تھا ۔ یہ اتنی نمایاں خوبی تھی کہ فرانسیسی روشن خیالی کو اکثر ' عہدعقل ' (Age of Reason) کہا جاتا ہے ۔ نئے طبعی علوم نے انکشاف کیا تھا کہ فطرت عقل کے تابع ہے ۔ اب روشن خیال فلسفیوں نے اپنا یہ فرض گردانا کہ وہ اخلاقی اصولوں (morals) ، مذہب اور اخلاقیات (ethics) کی نئی بنیادیں استوار کریں جو تغیرناشناسا عقل کے مطابق ہوں ۔ اس سے ' روشن خیالی کی تحریک ' کا آغاز ہوا۔"

"تیسرا نکتہ۔"

"اب وقت آگیا تھا کہ (بذریعہ تعلیم) لوگوں کے ذہنوں کو بھی روشن (enlighten) کیا جائے ۔ اس سوچ نے بہتر معاشرے کی اساس بننا تھا ۔ لوگوں کا خیال تھا کہ غربت اور جبرو استبداد کا سبب جہالت اور توہم پرستی ہے ۔ چنانچہ بچوں اور بالغوں

کی تعلیم پر بڑی توجہ دی گئی ۔ یہ محض اتفاق نہیں کہ تدریسیات یا فن تدریس (pedagogy) کی بنیاد روشن خیالی کے دور میں رکھی گئی۔"

"چنانچہ سکولوں کا آغاز قرون وسطیٰ اور تدریسیات کا روشن خیالی کے دور سے ہوا۔"

"ہاں ، تم یہ کہہ سکتی ہو ۔ روشن خیالی کی تحریک کی عظیم ترین یادگار اس تحریک کے وصف کے عین مطابق ایک ضخیم انسائیکلوپیڈیا (3) تھا ۔ میرا اشارہ اس انسائیکلوپیڈیا کی طرف ہے جو 1751 اور 1772 کے مابین شائع ہوا ۔ اس زمانے کے تمام عظیم اور ممتاز فلسفیوں اور عالموں نے اس کی ترتیب وتدوین میں حصہ لیا تھا۔ اس کے متعلق بڑے فخر سے دعویٰ کیا جاتا تھا کہ ' سوئیاں بنانے سے لے کر توپیں ڈھالنے تک تمام معلومات اس میں مل جائیں گی۔'"

"اکانکۃ 'ثقافتی رجائیت' ہے۔" سوفی نے کہا۔

"کیا تم اتنی مہربانی کروگی کہ میری گفتگو کے دوران میں اس کارڈ کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دو؟"

"معافی چاہتی ہوں۔"

"روشن خیال فلسفیوں کا خیال تھا کہ ایک مرتبہ عقل اور علم عام ہوگئے ، انسانیت عظیم ترقی کی راہ پر گام زن ہوجائے گی ۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اس میں کتنا وقت صرف ہوگا لیکن خیال یہی تھی کہ جلد یا بدیر غیرعقلی رویے اور جہالت 'روشن خیال' انسانیت کے سامنے سینہ سپر ہوجائیں گے ۔ (موجودہ صدی کی) صرف دو دہائیاں قبل تک مغربی یورپ میں اسی تصور کو غلبہ حاصل رہا لیکن آج ہم کچھ وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ تمام 'ترقیاں' (developmemts) بھلائی کی حامل ہوتی ہیں۔

"لیکن فرانس کے روشن خیالی کے دور کے فلسفیوں نے پہلے ہی 'تہذیب' پر اس قسم کی تنقید شروع کردی تھی۔"

"شاید ہمیں ان کی بات پر دھیان دینا چاہیے تھا۔"

"بعض لوگوں کا نیا نعرہ 'واپس فطرت کی طرف' تھا ۔ لیکن روشن خیال فلسفیوں کے نزدیک 'فطرت' اور 'عقل' تقریباً

ہم معنی الفاظ تے کیونکہ وہ سمجھتے تے کہ عقل مذہب یا ' تہذیب ' کا نہیں ' بلکہ فطرت کا عطیہ ہے ۔ کہا یہ جانے لگا کہ نام نہاد غیرمتمدن اقوام یورپیوں کے مقابلے میں اکثروبیشتر کہیں زیادہ صحت مند اور مسرورومطمئن زندگی بسر کرتی ہیں اور دعوے کے مطابق اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں ابھی تک ' مہذب ' نہیں بنایا جاسکا تھا ۔ یہ روسو تھا جس نے نعرہ تجویز کیا تھا کہ ' ہمیں فطرت کی طرف لوٹ جانا چاہیے ' کیونکہ فطرت اچھی ہے اور انسان ' فطرت کے اعتبار سے ' اچھا ہے ؛ اسے تباہی کے غار میں صرف تہذیب دھکیلتی ہے ۔ روسو کا یہ اعتقاد بھی تھا کہ جتنی دیر ممکن ہو بچے کو اس کی ' فطری ' حالت میں رہنے دینا چاہیے ۔ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ بچپن کے فی نفسہ قابل قدر ہونے کے تصور کا آغاز روشن خیالی کے دور سے ہوتا ہے ۔ اس سے پہلے بچپن کو محض بالغ زندگی کے لیے تیاری قرار دیا جاتا تھا ۔ لیکن ہم سب انسان ہیں ـــــ اور اس وقت بھی جب ہم ابھی بچپن کی منازل طے کر رہے ہوتے ہیں ' اسی دھرتی پر اپنی زندگی گزارتے ہیں ۔"

"میرا بھی کچھ اسی قسم کا خیال ہے !"

"ان کا خیال تھا کہ مذہب کو فطری بنانا پڑے گا ۔"

"اس سے ان کا صحیح صحیح مطلب کیا تھا؟"

"ان کا مطلب یہ تھا کہ مذہب کو بھی ' فطری ' عقل کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے ۔ اس زمانے میں ایسے لوگ بھی کافی تعداد میں موجود تے جو اس چیز کے لیے جسے ' فطری مذہب ' کہا جاسکتا ہے ' سخت جدوجہد کر رہے تے ' اور یہ (تمہاری) فہرست پر چھٹا نکتہ ہے ۔ پھر وہ لوگ بھی تعداد میں کم نہیں تے جو مصدقہ یا پکے مادیت پسند تے ۔ ان کا کسی خدا پر ایمان نہیں تھا اور وہ دہریت کے دعویدار تے ۔ لیکن روشن خیالی کے عہد کے بیشتر فلسفیوں کا خیال تھا کہ خدا کے بغیر کسی دنیا کا تصور غیرعقلی بات ہے ۔ دنیا میں عقل کی حکمرانی اتنی زیادہ ہے کہ اس قسم کے تصور کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی ۔ مثلاً نیوٹن کو لیں ۔ اس کا بھی یہی خیال تھا ۔ روح کی لافناپذیری میں ایمان رکھنا بھی مطابق عقل کہا جاتا تھا ۔ انسان کی روح غیرفانی ہے یا نہیں ' اس مسئلے میں

جیسا کہ دیکارت نے کہا تھا ، اب بھی اسے ایمان کی بجائے عقل کا مسئلہ زیادہ سمجھا جاتا تھا۔"

"مجھے یہ بات بہت عجیب معلوم ہوتی ہے ۔ آپ کیا جانتے ہیں ، اس کی نسبت آپ کس بات میں یقین رکھتے ہیں ، میرے نزدیک یہ اس کی مخصوص مثال ہے ۔"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ تم اٹھارویں صدی میں نہیں رہ رہیں ۔ روشن خیالی کے عہد کے فلسفیوں کا خیال تھا کہ مذہب کو جس چیز کی ضرورت ہے ، وہ یہ ہے کہ اس میں سے ان تمام غیرعقلی اساسی اصولوں اور عقیدوں کو خارج کردینا چاہیے جن کی کلیسا کے حاوی ہونے کے بعد یسوع کی سادہ تعلیمات میں آمیزش ہوگئی ہے۔"

"میں بھی ۔"

"چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کی خاصی بڑی تعداد اس چیز میں ، جسے عقلی خدا شناسی (۹) (یا خداشناسی بذریعہ عقل (deism) کہا جاسکتا ہے ، اعتقاد رکھنے لگے ۔"

"یہ کیا ہے؟"

"'Deism' سے ہماری مراد وہ عقیدہ ہے جس کی رو سے خدا نے مدتوں پہلے دنیا کی تخلیق تو کردی تھی لیکن تب سے اس نے خود اپنے آپ کو دنیا پر منکشف نہیں کیا ۔ چنانچہ خدا کا رتبہ و مقام گھٹا کر اسے محض ، جلیل ہستی ، ('Supreme Being') میں تبدیل کردیا گیا ہے جو اپنے آپ کو کبھی کسی ، مافوق الفطرت ، طریقے سے نہیں بلکہ صرف فطرت اور قوانین فطرت کے ذریعے انسان پر منکشف کرتا ہے ۔ ہمیں اس قسم کے ، فلسفیانہ خدا ، کا تصور ارسطو کی تحریروں میں بھی ملتا ہے ۔ اس کے نزدیک خدا 'بینیتی علت' یا 'اولین حرکت دہندہ' ہے ۔"

"چنانچہ اب صرف ایک نکتہ 'انسانی حقوق' رہ گیا ہے۔"

"تاہم یہ شاید اہم ترین ہے ۔ بحیثیت مجموعی تم کہہ سکتی ہو کہ برطانوی فلسفے کی نسبت فرانسیسی روشن خیالی زیادہ عمل پسند تھی۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ وہ اپنے فلسفے پر عمل کرتے تھے۔"

"ہاں - خاصی زیادہ حد تک - فرانسیسی روشن خیال فلسفی معاشرے میں انسان کے مقام پر اپنے نظری خیالات کے اظہار پر اکتفا نہیں کرتے تھے - وہ فعال طریقے سے اس چیز کے لیے جسے وہ شہری کے 'فطری حقوق' کہتے تھے 'پرزور جدوجہد کرتے تھے - اس جدوجہد نے شروع میں سنسر شپ کے خلاف ——— اخبارات کی آزادی کے حق میں ——— مہم کی صورت اختیار کی - لیکن بات محض اتنی نہیں تھی بلکہ مذہب' اخلاقیات اور سیاست کے امور میں بھی فرد کی فکرو اظہار کی آزادی بھی حاصل کی جانا تھی - انہوں نے غلامی کی تنسیخ اور مجرموں کے ساتھ بہتر انسانی سلوک کے حق میں بھی آواز اٹھائی اور عملی جدوجہد کی۔"

"میرا خیال ہے کہ میں ان میں سے بیشتر باتوں کے ساتھ متفق ہوں۔"

" ' حرمت فرد ' ('inviolability of the individual') کا اصول تب اپنے نقطہ عروج پر پہنچا جب 1789 میں فرانس کی قومی اسمبلی نے ' شہری اور انسانی حقوق کا اعلان نامہ ' منظور کیا - انسانی حقوق کا یہ اعلان نامہ ہمارے اپنے ناروے کے آئین 1814 کی اساس بنا۔"

"لیکن بے شمار لوگوں کو ابھی تک اپنے حقوق کی خاطر جدوجہد کرنا پڑ رہی ہے۔"

"ہاں ' بدقسمتی سے - لیکن روشن خیالی کے عہد کے فلسفی بعض ایسے حقوق متعین کردینا چاہتے تھے جن کا انسان محض اس لیے مستحق ٹھہرتا ہے کیونکہ وہ اس دنیا میں پیدا ہوا ہے - جب وہ فطری قوانین کا ذکر کرتے تھے' ان کا مقصد یہی ہوتا تھا۔

"ہم اب بھی کسی ایسے ' فطری حق ' کا ذکر کرتے رہتے ہیں جو ملکی قانون سے متصادم ہوتا ہے - اور ہمیں مسلسل ایسے افراد کی نہیں بلکہ ایسی پوری پوری اقوام سے بھی واسطہ پڑتا رہتا ہے جو جب نراجیت ' بیگار یا جوروا ستبداد کے خلاف جدوجہد کرتی ہیں تو اسی فطری حق ' کی دہائی دیتی ہیں۔"

"اور عورتوں کے حقوق؟"

"فرانسیسی انقلاب نے 1789 میں تمام ' شہریوں ' کے

چند حقوق متعین کردیے تھے ۔ لیکن ' شہری ' سے عام طور پر مراد مرد ہی ہوتا تھا ۔ تاہم یہ انقلاب فرانس ہی تھا جس نے ہمیں نسوانی حقوق کا کچھ عندیہ دیا۔"

"اب وقت آگیا تھا کہ اس سلسلے میں کچھ کیا جاتا!"

"حیرت کی بات یہ ہے کہ ہمارے اندازوں سے کہیں بہت پہلے 1787 میں روشن خیالی کے عہد کے فلسفی کونڈورچے (5) نے نسوانی حقوق کے متعلق کتابچہ چھپوایا تھا ۔ اس کی رائے تھی کہ عورتوں کو بھی وہی ' فطری حقوق ' حاصل ہیں جن کا دعوٰی مرد کرتے ہیں ۔ 1789 کے انقلاب کے دوران میں عورتوں نے بوسیدہ جاگیردارانہ نظام کے خلاف جدوجہد میں انتہائی فعال کردار ادا کیا تھا ۔ مثلاً یہ خواتین ہی تھیں جو ان احتجاجی مظاہروں میں پیش پیش تھیں جنھوں نے بادشاہ کو اپنے ورسائی کے محل سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیا تھا ۔ مردوں کے مساوی سیاسی حقوق کے حصول کے ساتھ ساتھ انہوں نے عائلی قوانین اور سماجی حالات میں تبدیلیاں کرنے کا بھی مطالبہ کیا تھا۔"

"انہیں مساوی حقوق مل گئے تھے؟"

"نہیں ۔ جیسا کہ بعدازاں متعدد مواقع پر ہوا جدوجہد کی گرماگرمی میں نسوانی حقوق کے مسئلے کو ناجائز انداز سے استعمال کیا گیا ۔ چنانچہ جونہی (انقلاب فرانس کے بعد) حالات نئی حکومت کے قابو میں آئے ، نسوانی حقوق کا مسئلہ پس پشت ڈال دیا گیا اور مردوں کا بالادست پرانا معاشرہ پھر بحال ہوگیا۔"

"مردوں کی مخصوص ذہنیت!"

"فرانسیسی انقلاب کے دوران میں جن لوگوں نے نسوانی حقوق کے لیے سرتوڑ جدوجہد کی ، ان میں ایک کا نام اولمپے دُژوژے (Olympe de Gouges) تھا ۔ انقلاب کے دو سال بعد 1791ء میں اس خاتون نے نسوانی حقوق کے متعلق ایک اعلان نامہ شائع کرایا ۔ شہری کے حقوق کے سلسلے میں فرانس کی قومی اسمبلی نے جو اعلان نامہ منظور کیا تھا ، اس میں خواتین کے حقوق کے متعلق کوئی شق شامل نہیں تھی ۔ اب اولمپے دژوژے نے عورتوں کے لیے بھی انہی حقوق کا مطالبہ کیا جو مردوں کو مل

چکے تھے۔"

"پھر کیا ہوا؟"

" 1793 میں اس کا سر قلم کر دیا گیا ۔ اور عورتوں کے لیے تمام سیاسی سرگرمیاں ممنوع قرار دے دی گئیں۔"

"کتنی شرم کی بات ہے!"

" فرانس میں ہی نہیں بلکہ باقی یورپ میں بھی حقوق نسواں کی تحریک صحیح معنوں میں انیسویں صدی تک شروع نہ ہوسکی ۔ تاہم آہستہ آہستہ یہ تحریک برگ وبار لانے لگی ۔ مثلاً ناروے میں عورتوں کو کہیں 1913 میں رائے دہی (ووٹ) کا حق مل سکا ۔ اور دنیا کے کئی خطوں میں انہیں ابھی تک اپنے حقوق کے حصول کے لیے سخت جدوجہد کرنا پڑ رہی ہے۔"

"وہ میری حمایت پر انحصار کر سکتی ہیں۔"

البرٹو چپ ہوگیا ۔ وہ اپنی نشست پر بیٹھا کھڑکی میں سے جھیل کی جانب دیکھنے لگا ۔ ایک دو منٹ یونہی گزر گئے ۔ اس کے بعد اس نے کہا:

" میں روشن خیالی کے عہد کے متعلق جو کچھ بتانا چاہتا تھا' وہ کم و بیش یہی ہے۔"

"کم و بیش سے آپ کا مطلب کیا ہے؟"

"مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اب مزید کہنے کو کچھ نہیں رہ گیا۔"

لیکن جونہی اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ، جھیل کے عین درمیان میں کچھ وقوع پذیر ہونے لگا ۔ گہرائی سے کسی چیز کے بلبلے اٹھنا شروع ہو گئے تھے ۔ کوئی عظیم الجثہ اور مہیب چیز سطح آب پر ابھری۔

"سمندری سانپ!" سوفی کی چیخ نکل گئی۔

سیاہ فام عفریت نے چند بار کنڈلی ماری اور دوبارہ سطح آب کے نیچے گم ہو گیا۔ اب پانی پہلے کی طرح ساکت تھا۔

البرٹو نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"اب ہم اندر چلتے ہیں۔" اس نے کہا۔

وہ پھوپی کنیا کے اندر چلے گئے۔

سوفی رک گئی اور بارکلی اور بجارکلی کی تصویریں دیکھنے لگی۔ پھر اس نے بجارکلی کی تصویر کی طرف اشارہ کیا اور کہا:

"میرا خیال ہے کہ ہلڈے اس تصویر کے اندر کہیں رہتی ہے۔"

اب دونوں تصویروں کے مابین پارچہ لٹک رہا تھا۔ اس پر کشیدہ کاری سے کچھ لکھا ہوا تھا۔ سوفی نے اسے پڑھا: حریت، مساوات اور اخوت۔

پھر وہ البرٹو کی طرف متوجہ ہوئی: "یہ آپ نے یہاں لٹکایا تھا؟"

البرٹو نے انکار میں محض سر ہلا دیا۔ اس کے چہرے پر بیچارگی جھلک رہی تھی۔

اتنے میں سوفی کی نظر ایک چھوٹے سے لفافے پر پڑی۔ یہ مینٹل پیس پر پڑا تھا۔ "ہلڈے اور سوفی کے لیے۔" اس پر تحریر تھا۔ سوفی فوراً سمجھ گئی کہ یہ کہاں سے آیا ہوگا، لیکن اب واقعات نے نیا موڑ یہ لیا تھا کہ وہ اس (سوفی) پر انحصار کرنے لگا تھا۔

سوفی نے خط کھولا اور باآواز بلند پڑھنے لگی:

دونوں پیاری بچیو، جن اصولوں اور آدرشوں کی خاطر اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی گئی تھی، ان میں فرانسیسی روشن خیالی کی جو اہمیت ہے، سوفی کے فلسفے کے استاد کو اسے اجاگر کرنا چاہیے تھا۔ دو سو سال قبل "حریت، مساوات اور اخوت" کے نعرے نے فرانسیسی قوم کو متحد کرنے میں مدد دی تھی۔ اب انہی الفاظ کو دنیا کو متحد کردینا چاہیے۔ انسانوں کو ایک خاندان میں پرونے کی جتنی آج ضرورت ہے، پہلے کبھی نہیں تھی۔ ہمارے اخلاف ہمارے اپنے بچے اور ہمارے بچوں کے بچے ہیں۔ انہیں ہم سے کس قسم کی دنیا ورثے میں ملے گی؟

ہلڈے کی امی نیچے سے آوازیں دے رہی تھی کہ جاسوسی ڈرامہ دس منٹ میں

شروع ہوا چاہتا ہے اور یہ کہ اس نے پیزا (pizza) آون (Oven) میں رکھ دیا ہے۔
بلڈے نے اب تک جتنا کچھ پڑھا تھا، اس نے اسے بالکل نڈھال کر دیا تھا۔ وہ صبح کے چھ بجے سے جاگ رہی تھی۔

اس نے اپنی سالگرہ کی بقیہ شام اپنی امی کے ساتھ منانے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن پہلے اسے انسائیکلوپیڈیا میں کچھ دیکھنا تھا۔

"ژوژے۔۔۔ نہیں ہے۔ دَژوژے؟ یہ بھی نہیں ہے۔ اولمپے دژوژے؟ جس عورت نے اپنے سیاسی پیمان کی خاطر اپنا سر کٹوا لیا تھا، انسائیکلوپیڈیا میں اس کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں۔ کتنی شرم کی بات ہے!

وہ یقیناً کوئی ایسی عورت نہیں ہوگی جسے اس کے پاپا کے ذہن رسا نے گھڑ لیا ہے؟

وہ سیڑھیاں پھلانگتی نیچے چلی گئی۔

"امی ایک منٹ۔ مجھے بس ایک چیز دیکھنا ہے۔" اس نے اپنی حیرت زدہ ماں سے کہا۔

اس نے بڑے انسائیکلوپیڈیا کی وہ جلد نکالی جس میں FORV سے GP تک حروف سے شروع ہونے والے عنوانات درج تھے اور دوبارہ اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔

ژوژے۔۔۔ وہ رہی!

ژوژے، ماری اولمپے (1748 تا 1793)، فرانسیسی مصنفہ۔ اس نے سماجی مسائل کے متعلق متعدد کتابچے اور ڈرامے تحریر کئے اور یوں فرانسیسی انقلاب کی راہ ہموار کرنے والوں میں شامل ہوئی۔ اس کا شمار ان معدودے چند اشخاص میں ہوتا ہے جنہوں نے انقلاب کے دوران میں خواتین پر انسانی حقوق کا اطلاق کرانے کی مہم چلائی۔ اس نے 1792 میں "نسوانی حقوق کا اعلان نامہ" چھپوایا۔ 1793 میں لوئی شانزدہم (6) کا دفاع کرنے کی جرات دکھانے اور غوبس پیئر (7) کی مخالفت کرنے کی پاداش میں اس کا سر قلم کر دیا گیا۔" ("Les Origines du feminisme contemporain,"1900.)

25 _ کانٹ

* * *

... میرے اوپر ستاروں بھرا آسمان اور میرے اندر اخلاقی قانون ...

تقریباً نصف شب کا عالم تھا کہ میجر البرٹ کنیگ نے ہلڈے کو سالگرہ کی مبارک باد دینے گھر ٹیلی فون کیا۔ ٹیلی فون کا چونگا ہلڈے کی امی نے اٹھایا۔

"ہلڈے، ٹیلی فون تمہارا ہے۔"

"ہیلو!"

"پاپا بول رہے ہیں۔"

"آپ ہوش میں تو ہیں؟ رات کے بارہ بجا چاہتے ہیں!"

"میں محض مبارک باد دینا چاہتا تھا..."

"یہ کام تو آپ سارا دن کرتے رہے ہیں۔"

"... لیکن میں دن ختم ہونے سے پہلے ٹیلی فون نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

"کیوں؟"

"میرا تحفہ نہیں ملا؟"

"جی، مل گیا تھا۔ بہت بہت شکریہ۔"

"میں تمہاری رائے سننا چاہتا ہوں، ابھی اور اسی وقت۔"

"بہت زبردست ہے۔ جو کچھ آپ نے لکھا ہے، اتنا ولولہ خیز ہے کہ مجھے سارا دن کچھ کھانے کا بھی کوئی خاص موقعہ نہیں ملا۔"

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم کہاں تک پہنچ گئی ہو۔"

"وہ ابھی ابھی میجر کی کٹیا میں گئے ہیں کیونکہ آپ نے انہیں سمندری سانپ دکھا کر ڈرا دیا ہے۔"

"روشن خیالی کا دور۔"

"اور اولمپے ڈ ژوژ ے۔"

"تو میں بالکل ہی غلطی پر نہیں تھا۔"

"غلطی، کیسی غلطی؟"

"میرا خیال ہے کہ ابھی تمہیں سالگرہ کی ایک اور مبارک باد موصول ہونا ہے۔ لیکن یہ گیت کی شکل میں ہو گی۔"

"میں سونے سے پہلے کچھ مزید پڑھنا چاہوں گی۔"

"تو تم ابھی تک جتی ہوئی ہو؟"

"میں نے ایک دن میں جتنا کچھ سیکھا ہے، اس سے پہلے اتنا کبھی نہیں سیکھا تھا۔ مجھے یقین ہی نہیں آتا کہ سوفی کے سکول سے گھر پہنچنے اور پہلا لفافہ وصول کرنے میں ابھی چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے۔"

"کتنی عجیب بات ہے کہ پڑھنے میں اتنا کم وقت صرف ہوتا ہے۔"

"میں اس پر ترس کھائے بنا نہیں رہ سکتی۔"

"امی پر۔"

"نہیں، سوفی پر۔"

"کیوں؟"

"بے چاری لڑکی بالکل پراگندہ ذہن ہو چکی ہے۔"

"لیکن وہ تو صرف۔۔۔"

"آپ کہنا چاہتے تھے کہ وہ محض تخیل کی پیداوار ہے۔"

"ہاں۔ کچھ اسی قسم کی بات۔"

"میرا اپنا خیال ہے کہ البرٹو اور سوفی واقعی موجود ہیں۔"

"جب ہم گھر پہنچیں گے، ہم اس بارے میں مزید گفتگو کریں گے۔"

"بہت اچھا۔"

"دن بخیر!"

"کیا؟"

"میرا مطلب ہے شب بخیر۔"

"شب بخیر۔"

جب آدھ گھنٹہ بعد ہلڈے بستر میں گھسی، ابھی اتنی کافی روشنی تھی کہ اسے باغ اور چھوٹی کھاڑی کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ سال کے اس حصے میں صحیح معنوں میں اندھیرا چھاتا ہی نہیں تھا۔

اس کے دل میں بار بار خیال آرہا تھا کہ وہ اس تصویر میں موجود ہے جو جنگل کی کٹیا کی دیوار پر لٹک رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کیا کوئی شخص اپنی تصویر میں سے اپنے گرد و پیش کے ماحول کا جائزہ لے سکتا ہے۔

سونے سے پہلے اس نے ضخیم باکس فائل کے چند مزید صفحات پڑھے۔

سوفی نے ہلڈے کے باپ کا خط واپس مینٹل پیس پر رکھ دیا۔

"وہ اقوام متحدہ کے بارے میں جو کچھ کہتا ہے، غیراہم نہیں۔" البرٹو نے کہا۔ "لیکن میں جس انداز میں اپنی باتیں پیش کر رہا ہوں، مجھے اس میں اس کی مداخلت پسند نہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کو اس بارے میں زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"تاہم میرا ارادہ ہے کہ میں آئندہ سمندری سانپوں اور اس قسم کے دوسرے مظاہر کو قطعاً نظرانداز کردوں گا۔ آؤ، ہم یہاں کھڑکی کے قریب بیٹھ جاتے ہیں، پھر میں تمہیں کانٹ کے متعلق بتاؤں گا۔"

سوفی کو دو کرسیوں کے بیچ چھوٹی میز پر عینک پڑی دکھائی دی۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے عدسے (lenses) سرخ رنگ کے ہیں۔

اس نے سوچا شاید یہ دھوپ کی عینک ہے۔

"تقریباً دو بج چکے ہیں۔" اس نے کہا۔ "مجھے پانچ سے پہلے پہلے گھر پہنچنا ہے۔ امی شاید میری سالگرہ منانے کا منصوبہ بنا چکی ہیں۔"

"تو یوں کہو کہ ابھی ہمارے پاس تین گھنٹے ہیں۔"

"پھر ہو جائیں شروع۔"

"عمانویل کانٹ 1724 میں مشرقی پرشیا (Prussia) کے قصبے کرنیگزبرگ (Konigsberg) (1) میں پیدا ہوا تھا ۔ وہ ایک ماہر زین ساز کا بیٹا تھا ۔ اس نے عملاً ساری زندگی وہیں گزاری جہاں تک کہ اسی سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوگیا ۔ اس کا خاندان بے حد مذہبی اور پارسا تھا اور اس کے اپنے مذہبی عقاید نے اس کے فلسفے کے لیے معنی خیز پس منظر فراہم کیا ۔ بارکلی کی طرح وہ بھی محسوس کرتا تھا کہ نصرانی عقیدے کی بنیادیں محفوظ رکھنا نہایت لازمی ہے۔"

"میں بارکلی کے متعلق کافی کچھ سن چکی ہوں۔ شکریہ۔"

"جن فلسفیوں کا ہم نے اب تک ذکر کیا ہے ، ان میں کانٹ پہلا شخص تھا جس نے یونیورسٹی میں فلسفہ پڑھایا ۔ وہ فلسفے کا پروفیسر تھا۔"

"پروفیسر؟"

"فلسفی دو قسم کے ہوتے ہیں ۔ ایک وہ جو فلسفیانہ سوالات کے اپنے جواب ڈھونڈتے ہیں لیکن دوسرے فلسفے کی تاریخ کے ماہر ہوتے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ وہ اپنا بھی فلسفہ تشکیل کریں۔"

"اور کانٹ کس قسم کا فلسفی تھا؟"

"وہ دونوں ہی تھا ۔ اگر وہ محض لائق فائق پروفیسر اور دوسرے فلسفیوں کے خیالات کا ماہر ہوتا ، وہ اپنے لیے فلسفے کی تاریخ میں کوئی اہم مقام حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوتا ۔ لیکن بہرحال یہ بات اپنی جگہ اہم ہے کہ کانٹ کو ماضی کی فلسفیانہ روایت کے بنیادی اصولوں میں درک حاصل تھا ۔ وہ دیکارت اور سپینوزا کی عقلیت پسندی اور لوک ، بارکلی اور ہیوم کی تجربیت پسندی دونوں سے بخوبی آگاہ تھا۔"

"میں نے عرض کیا تھا کہ میرے سامنے بارکلی کا دوبارہ نام نہ لیں۔"

"یاد رکھو کہ عقلیت پسندوں کا عقیدہ تھا کہ تمام علم کی

بنیاد دماغ میں ہوتی ہے ۔ اور یہ کہ تجربیت پسندوں کا عقیدہ تھا کہ دنیا کا تمام علم حواس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے ۔ مزید برآں ہیوم نے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ ہم اپنے حسی ادراکات سے جن نتائج تک پہنچ سکتے ہیں 'ان کی ایک واضح حد ہوتی ہے ۔"

"اور کانٹ کن کا ہم خیال تھا؟"

"اس کا خیال تھا کہ دونوں نظریات جزوی طور پر درست ہیں لیکن وہ سمجھتا تھا کہ دونوں جزوی طور پر غلط بھی ہیں ۔ جس سوال کی سب کو فکر تھی ' وہ یہ تھا کہ ہم دنیا کے متعلق کیا جان سکتے ہیں ۔ دیکارت اور اس کے بعد کے فلسفی اسی الجھن میں پھنسے رہے ۔

"ان کے سامنے دو بڑے امکانات تھے : یا تو یہ دنیا بالکل ویسی ہے جیسا ہم (حواس کے ذریعے) اس کا ادراک کرتے ہیں ' یا پھر یہ ویسی ہے جیسی یہ ہماری عقل کو نظر آتی ہے ۔"

"اور کانٹ کا کیا خیال تھا؟"

" کانٹ کا خیال تھا کہ ' حسی ادراک ' اور ' عقل ' دونوں ہی دنیا کے بارے میں ہمارے تصور کی تشکیل میں کردار ادا کرتے ہیں ۔ لیکن وہ سمجھتا تھا کہ عقلیت پسند اپنے اس دعوے میں کہ عقل کس حد تک مد ثابت ہوسکتی ہے ' بہت دور نکل گئے اور وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ تجربیت پسند حسی تجربے پر ضرورت سے زیادہ زور دیتے تھے ۔"

"اگر آپ نے مجھے جلد از جلد کوئی مثال نہ دی تو میں سمجھوں گی کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ محض الفاظ کا طومار ہے ۔"

"اپنے مقام آغاز پر کانٹ ہیوم اور تجربیت پسندوں سے اتفاق کرتا ہے کہ دنیا کے متعلق ہمارا تمام علم تحسسات (sensa-tions) کے ذریعے حاصل ہوتا ہے لیکن ـــــ یہاں کانٹ اپنا ہاتھ عقلیت پسندوں کی طرف بڑھا دیتا ہے ـــــ ہماری عقل میں بھی ایسے اہم اور فیصلہ کن عناصر ہوتے ہیں جو طے کرتے ہیں کہ ہم اپنے گردوپیش کی دنیا کا ادراک کس طرح کریں گے ۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانی دماغ میں بعض ایسی کیفیتیں ہوتی ہیں جو ہمارے دنیا کے بارے میں تصور میں

مددگار ثابت ہوتی ہیں۔"

"آپ اسے مثال کہتے ہیں؟"

"بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ۔ اس کی بجائے ہم ایک چھوٹا سا تجربہ کرتے ہیں ۔ ادھر میز پر جو عینک پڑی ہے ، وہ اٹھا لاؤ۔ شکریہ۔ اب اسے ذرا پہن لو۔"

سوفی نے آنکھوں پر عینک چڑھا لی ۔ اسے اپنے گردوپیش کی ہر چیز سرخ نظر آنے لگی ۔ پھیکے رنگ گلابی اور گہرے رنگ قرمزی ہو گئے۔

"تمہیں کیا نظر آ رہا ہے؟"

"مجھے ہر چیز بالکل پہلے کی مانند نظر آ رہی ہے ۔ فرق یہ پڑا ہے کہ سب کچھ سرخ ہو گیا ہے۔"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طریقے سے تم حقیقت کا ادراک کرتی ہو ، عینک نے اسے محدود کر دیا ہے ۔ ہر چیز جو تم دیکھ رہی ہو تمہارے اردگرد کی دنیا کا جزو ہے ، لیکن اسے تم جس انداز سے دیکھ رہی ہو ، اس کا فیصلہ عینک کر رہی ہے جو تم پہنے ہوئے ہو ۔ چنانچہ تم یہ نہیں کہہ سکتیں کہ دنیا سرخ ہے حالانکہ تمہیں اس کا ادراک ایسا ہی ہو رہا ہے۔"

"نہیں۔ بالکل فطری بات ہے۔"

"اب اگر تم جنگل میں اپنے گھر کی طرف ، جو کپتان کے موڑ پر واقع ہے ، چلنا شروع کر دو ، تمہیں ہر چیز ویسی ہی نظر آئے گی جیسی کہ عام طور پر نظر آتی ہے ، لیکن جو کچھ تم دیکھو گی اس کا رنگ سرخ ہو گا۔"

"ہاں ، جب تک میں عینک اتار نہیں دیتی۔"

"تو سوفی ، کانٹ نے جب یہ کہا تھا کہ دماغی عمل بعض خاص کیفیات اور حالات کے تابع ہوتا ہے ، تو اس کا مطلب بعینہٖ یہی تھا۔"

"کس قسم کے حالات؟"

"جو کچھ ہم دیکھتے ہیں اس کا سب سے پہلے اور نہایت نمایاں انداز سے زمان ومکان کے مظاہر کے طور پر ادراک کیا جائے گا ۔ کانٹ 'زمان' (time) اور 'مکان' (space) کو ہمارے

' وجدان کی دو صورتیں ' (forms of intuition) قرار دیتا تھا ۔ اور
وہ زور دے کر کہتا تھا کہ ہمارے دماغ میں یہ دونوں ' صورتیں '
تجربے (experience) سے پہلے آتی ہیں ۔ دوسرے الفاظ میں
اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اشیا کا تجربہ ہونے سے پہلے ہمیں معلوم
ہوسکتا ہے کہ ہم ان کا زمان ومکان کے مظاہر کے طور پر ادراک
کریں گے ، کیونکہ ہم عقل کی عینک اتارنے میں کامیاب نہیں
ہوتے ۔"

"چنانچہ اس کا خیال تھا کہ زمان ومکان کے تناظر میں اشیا
کا ادراک کرنا فطری عمل ہے ؟"

"ہاں ۔ ایک اعتبار سے ۔ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں اس کا انحصار
اس بات پر ہوسکتا ہے کہ ہماری پرورش ہندوستان میں ہوئی تھی یا
گرین لینڈ میں ، لیکن ہم جہاں بھی ہوں ہمیں دنیا کا تجربہ
زمان ومکان کے اندر سلسلہ ہائے عمل (series of processes)
کے طور پر ہوتا ہے ۔ یہی وہ بات ہے جسے ہم پیشگی بھانپ سکتے
ہیں ۔"

"لیکن زمان ومکان وہ چیزیں نہیں جو ہم سے ماورا موجود
ہیں ؟"

"نہیں ۔ کانٹ کا خیال تھا کہ زمان ومکاں کا تعلق انسانی
حالت (یا مزاج) سے ہے ۔ زمان ومکاں طبعی دنیا کی صفات نہیں
بلکہ وہ ادراک کی اولین اور اہم ترین صورتیں ہیں ۔"

"یہ تو اشیا کو دیکھنے کا بالکل نیا انداز ہے ۔"

"کیونکہ انسانی دماغ محض ' انفعالی موم ' (passive wax)
نہیں جو صرف باہر سے تحسسات قبول کرتا ہے ۔ ہم جس انداز
سے دنیا کی تفہیم کرتے ہیں ، ذہن اس پر اپنی چھاپ لگا دیتا
ہے ۔ جب تم شیشے کی صراحی میں پانی ڈالتی ہو ، تب جو کچھ ہوتا
ہے تم اس کا موازنہ اس سے کرسکتی ہو ۔ پانی اپنے آپ کو صراحی
کی شکل میں ڈھال لیتا ہے ۔ اسی طریقے سے ہمارے ادراکات
ہمارے ' وجدان کی صورتوں ' کے مطابق ڈھل جاتے ہیں ۔"

"میرا خیال ہے کہ میں آپ کا مطلب سمجھ گئی ہوں ۔"

"کانٹ کا دعویٰ تھا کہ صرف دماغ ہی اشیا سے مطابقت

اختیار نہیں کرتا، بلکہ اشیا بھی دماغ سے مطابقت اختیار کرلیتی ہیں۔ کانٹ اسے انسانی علم کے مسئلے میں کوپرنکی (Coper-nican) انقلاب کہتا تھا۔ اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ بات نئی اور پرانی فکر سے انقلابی طور پر اتنی ہی مختلف ہے جتنا کوپرنیکس کا یہ دعویٰ تھا کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے نہ کہ سورج زمین کے گرد۔"

"اب میری سمجھ میں آرہا ہے کہ وہ عقلیت پسندوں اور تجربیت پسندوں دونوں کو کس طرح ایک خاص حد تک صحیح سمجھتا تھا۔ عقلیت پسند تجربے (experience) کی اہمیت بھول چکے تھے اور تجربیت پسندوں نے اس بارے میں اپنی آنکھیں بند کرلی تھیں کہ جس انداز سے ہم دنیا کا مشاہدہ کرتے ہیں اس پر ہمارا اپنا دماغ کس طرح اثرانداز ہوتا ہے۔"

"اور کانٹ کے مطابق علت ومعلول کے قانون کا بھی ـــــ جس کے متعلق ہیوم کا عقیدہ تھا کہ انسان کو اس کا تجربہ نہیں ہوسکتا ـــــ دماغ سے تعلق ہے۔"

"اس کی ذرا تشریح فرمائیں۔"

"تمہیں یاد ہوگا کہ ہیوم نے کس طرح دعویٰ کیا تھا کہ یہ محض ہماری عادت کا اعجاز ہے کہ ہمیں فطرت کی تمام عمل کاریوں (processes) کے پیچھے علت ومعلول کا تعلق نظر آنے لگتا ہے۔ ہیوم کہتا تھا کہ ہمیں یہ ادراک نہیں ہوسکتا کہ بلیئرڈ کے کھیل میں سفید بال کی حرکت کا سبب سیاہ بال ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم یہ ثابت نہیں کرسکتے کہ بلیئرڈ کا سیاہ بال سفید بال کو ہمیشہ متحرک کرتا رہے گا۔"

"جی ہاں، مجھے یاد ہے۔"

"لیکن اسی چیز کو، جس کے متعلق ہیوم کہتا تھا کہ ہم اسے ثابت نہیں کرسکتے، کانٹ انسانی عقل کے وصف میں تبدیل کردیتا ہے۔ علت و معلول کا قانون محض اس لیے ابدی اور مطلق ہے کیونکہ ہر وہ چیز جو ظہور پذیر ہوتی ہے، انسانی عقل اسے علت ومعلول کا معاملہ سمجھتی ہے۔"

"یہاں پھر میرے دل میں خیال آیا تھا کہ علت و معلول

کے قانون کا تعلق خود طبعی دنیا سے ہے ' ہمارے دماغ سے نہیں۔"

"کانٹ کا فلسفہ کہتا ہے کہ یہ ہم میں خلقی طور پر موجود ہوتا ہے ۔ وہ اس بات پر ہیوم سے متفق تھا کہ ہم وثوق سے نہیں جان سکتے کہ دنیا ' بذات خود ' کیسی ہے ۔ ہم صرف اتنا جان سکتے ہیں کہ دنیا ' میرے لیے ' ـــ یا ہر شخص کے لیے ـــ کیسی ہے ۔ کانٹ نے فلسفے کی سب سے بڑی خدمت یہ کی ہے کہ اس نے خود اشیا ـــ das Ding an sich ـــ اور اشیا جس طرح ہمیں نظر آتی ہیں ' کے مابین خط تقسیم کھینچ دیا ہے۔"

"میری جرمن اتنی اچھی نہیں۔"

"کانٹ نے ' بذات خود شے ' اور ' میرے لیے شے ' کے مابین اہم فرق بیان کیا تھا ۔ اشیا ' بذات خود ' کیا ہیں ' ہمیں اس کا کبھی یقینی علم نہیں ہوسکتا ۔ ہم صرف اتنا جان سکتے ہیں کہ اشیا ہمیں کیسی ' نظر ' آتی ہیں ۔ اس کے برعکس کسی خاص چیز کا تجربہ ہونے سے پہلے ہم کچھ نہ کچھ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ انسانی دماغ اس چیز کا ادراک کس طرح کرے گا۔"

"واقعی؟"

"صبح کو گھر سے باہر نکلنے سے پہلے تمہیں یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ دن کے دوران میں تم کیا دیکھو گی یا تمہیں کس چیز کا تجربہ ہوگا۔ لیکن تم اتنا جانتی ہو کہ جو کچھ تم دیکھوگی یا جس تجربے میں سے تم گزرو گی ' اس کے متعلق یہی تصور کیا جائے گا کہ جو کچھ ہو رہا ہے ' زمان ومکاں کی حدود میں وقوع پذیر ہو رہا ہے ۔ مزید برآں تمہیں یہ اعتماد بھی ہوگا کہ جو کچھ ہوگا اس پر علت و معلول کے قانون کا اطلاق ہوگا اور اس کی وجہ محض یہ ہے کہ تم اسے (علت ومعلول کے قانون کو) اپنے شعور کا حصہ بنا کر اٹھائے پھر رہی ہو۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ ہماری ساخت مختلف انداز سے ہوسکتی تھی؟"

"ہاں ۔ ہمیں مختلف حسی اعضا مل سکتے تھے اور زمان ومکاں کے بارے میں ہمارا تصور بھی مختلف ہوسکتا تھا ۔ ہمیں تخلیق بھی

کچھ اس انداز سے کیا جاسکتا تھا کہ جو کچھ ہمارے گردوپیش وقوع پذیر ہو رہا ہے ، ہمیں اس کا سبب جانے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔"

"آپ کا مطلب کیا ہے؟"

" فرض کرو کہ نشستی کمرے میں کوئی بلی لیٹی ہوئی ہے ۔ کمرے میں کوئی گیند لڑھکتی آتی ہے ۔ بلی کیا کرے گی؟"

" میں اس کا متعدد بار تجربہ کرچکی ہوں ۔ بلی گیند کے پیچھے بھاگے گی۔"

"بہت اچھا ۔ اب فرض کرو کہ تم بھی اسی کمرے میں بیٹھی ہو ۔ اگر تمہیں لڑھکتی گیند نظر آتی ہے ، کیا تم بھی اس کے پیچھے بھاگنے لگو گی؟"

"پہلے تو میں مڑ کر یہ دیکھوں گی کہ گیند آئی کہاں سے ہے۔"

"ہاں ، کیونکہ تم انسان ہو ۔ تم ناگزیر طور پر واقعے کا سبب تلاش کرو گی کیونکہ علت ومعلول کا قانون تمہاری (ذہنی) ساخت کا جزو ہے۔"

"یہ تو کانٹ کہتا ہے۔"

"ہیوم کا خیال تھا کہ ہم قوانین فطرت کا نہ ادراک کرسکتے ہیں اور نہ انہیں ثابت کرسکتے ہیں ۔ اس تصور نے کانٹ کے ذہن میں کھلبلی مچا دی ۔ لیکن اس کا ایقان تھا کہ وہ یہ دکھا کر کہ ہم یہاں دراصل انسانی وقوف (cognition) (اشیا کو جاننے ، معلوم کرنے اور سمجھنے کا ذہنی عمل) کے قوانین کی بات کر رہے ہیں ، وہ ثابت کرسکتا ہے کہ وہ (قوانین فطرت) مطلقاً صحیح ہیں۔"

" کیا بچہ بھی مڑ کر دیکھے گا کہ گیند کہاں سے آئی ہے؟"

" ممکن ہے کہ نہ دیکھے ۔ لیکن کانٹ نے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ بچے کی عقل اس وقت تک پوری طرح نشوونما نہیں پاتی جب تک اس کے پاس عہدہ برآ ہونے کے لیے حسی مواد نہ ہو۔ خالی دماغ کے متعلق گفتگو کرنا سراسر احمقانہ بات ہے۔"

"جی ہاں ، ایسا دماغ تو بہت عجیب قسم کا ہوگا۔"

"اب تک جو کچھ کہا گیا ہے اس کی تلخیص کچھ یوں بیان

کی جاسکتی ہے : کانٹ کے مطابق دنیا کا علم حاصل کرنے کے سلسلے میں دو عناصر انسان کی مدد کرتے ہیں ۔ ایک تو خارجی حالات ہوتے ہیں جن کے متعلق ہم تب تک کچھ نہیں جان سکتے جب تک ہم حواس کے ذریعے ان کا ادراک نہیں کرلیتے ۔ ہم اسے علم کا مواد (material) کہہ سکتے ہیں ۔ دوسرا عنصر خود انسان کے داخلی حالات ہوتے ہیں ـــــ مثلاً واقعات کا یہ ادراک کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ زمان ومکان (کی قیود) میں ہو رہا ہے اور یہ کہ اس کے ظہور پذیر ہونے کا عمل علت و معلول کے ناقابل شکست قانون کے عین مطابق ہوتا ہے ۔ ہم اسے علم کی ہیئت (form) کہہ سکتے ہیں ۔"

البرٹو اور سوفی کچھ دیر بیٹھے نگاہیں گاڑ کر کھڑکی میں سے باہر جھانکتے رہے ۔ اچانک سوفی کو جھیل کی دوسری سمت ایک ننھی منی لڑکی نظر آئی ۔

"دیکھیں!" سوفی نے کہا۔ "وہ کون ہے؟"

"میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ مجھے معلوم نہیں۔"

لڑکی صرف چند سیکنڈ نظر آتی رہی ۔ پھر وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی ۔ سوفی نے دیکھ لیا تھا کہ وہ کسی قسم کا سرخ ہیٹ پہنے ہوئے ہے ۔

" خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوجائے ، ہم اپنی توجہ بٹنے نہیں دیں گے ۔"

"پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھیں۔"

" کانٹ کا عقیدہ تھا کہ ہم صرف خاص حد تک جان سکتے ہیں ۔ تم شاید کہہ سکتی ہو کہ ان حدود کا تعین ذہن کی ' عینک ' کرتی ہے ۔"

" کس طرح؟"

" تمہیں یاد ہوگا کہ کانٹ کے پیش رو فلسفی حقیقتاً 'بڑے ' سوالات سے نبرد آزما ہوتے رہے تھے ـــــ مثلاً کیا انسان میں غیر فانی روح ہے ؟ کیا کوئی خدا ہے ؟ کیا فطرت انتہائی باریک ناقابل تقسیم ذرات (particles) پر مشتمل ہے ؟ اور کیا کائنات محدود (finite) یا غیر محدود ہے؟"

"جی ہاں۔"

"کانٹ کا عقیدہ تھا کہ ان سوالات کے متعلق کوئی یقینی اور حتمی جواب حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے نہیں کہ اس نے اس قسم کے استدلال کو مسترد کردیا تھا۔ بلکہ بات اس کے برعکس تھی۔ اگر وہ ان سوالات کو بیکارسمجھ کر اٹھا کر ایک طرف رکھ دیتا، اسے مشکل فلسفی کہا جاسکتا۔"

"اس نے کیا کیا؟"

"صبر کرو۔ اس قسم کے عظیم فلسفیانہ سوالات کے متعلق کانٹ کا خیال تھا کہ عقل ان حدود سے آگے کار فرما ہوتی ہے جن کی ہم انسان تفہیم کرسکتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری فطرت کچھ اس قسم کی ہے کہ ہم میں اس نوعیت کے سوال اٹھانے کی بنیادی خواہش موجود ہوتی ہے۔ تاہم جب ہم اس قسم کے سوال مثلاً کیا کائنات محدود ہے یا غیرمحدود؟ —— پوچھتے ہیں ہم ایک ایسی کلیت (totality) کے متعلق پوچھ رہے ہوتے ہیں جس کا ہم محض حقیر جزو ہیں۔ چنانچہ ہم اس کلیت کا مکمل علم کبھی حاصل نہیں کرسکتے۔"

"کیوں نہیں؟"

"جب تم نے سرخ عینک لگائی تھی، ہم نے ثابت کردیا تھا کہ کانٹ کے مطابق دنیا کا علم حاصل کرنے میں دو عناصر ہماری مدد کرتے ہیں۔"

"حسی ادراک (sensory perception) اور عقل (reason)۔"

"ہاں۔ ہم تک علم کا مواد حواس (خمسہ) کے ذریعے پہنچتا ہے لیکن اس مواد کی تطابقت عقل کی صفات کے ساتھ ہونا چاہیے۔ مثلاً عقل کی ایک صفت یہ ہے کہ یہ واقعے کی وجہ تلاش کرتی ہے۔"

"جیسے گیند فرش پر کیوں لڑھکی؟"

"تم چاہو تو یہ بھی کہہ سکتی ہو۔ لیکن جب ہم حیرانی سے سوچتے ہیں کہ دنیا کہاں سے آئی ہے —— اور پھر ممکنہ جوابات پر بحث شروع کردیتے ہیں —— ہم ایک لحاظ سے، وقتی طور پر

عقل کا استعمال ترک کردیتے ہیں ۔ ہم ایسا کیوں کرتے ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری عقل کے پاس چھان پھٹک کے لیے کوئی حسی مواد نہیں ہوتا ، کوئی ایسا تجربہ نہیں ہوتا جس میں سے ہم گزرے ہوں اور جسے وہ استعمال میں لاسکے کیونکہ ہمیں عظیم حقیقت کی کلیت کا ، جس کا ہم محض حقیر جزو ہیں ، کبھی کوئی تجربہ نہیں ہو پاتا۔"

"ہم ـــ ایک لحاظ سے ـــ اس گیند کے حقیر جزو ہیں جو کمرے میں لڑھکتی آتی ہے ۔ چنانچہ ہمیں معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ کہاں سے آئی ہے ۔"

"لیکن انسانی عقل کا یہ وصف ہمیشہ برقرار رہے گا کہ یہ ہر دم پوچھتی رہے گی کہ گیند کہاں سے آئی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ہمیشہ پوچھتے ہی رہتے ہیں ، ہم انتہائی عمیق اور ادق سوالوں کے جواب تلاش کرنے میں اپنی پوری قوت صرف کردیتے ہیں ۔ لیکن ہمیں کبھی کوئی ایسی ٹھوس چیز نہیں ملتی جس پر ہم منہ مار سکیں ، ہمیں کبھی کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملتا کیونکہ عقل سے یہ کام نہیں لیا جاسکتا۔"

"اس کا کیا مطلب ہے ، میں صحیح صحیح سمجھ گئی ہوں ۔ بہت بہت شکریہ ۔"

"حقیقت کی نوعیت جیسے وزنی سوالوں کے معاملے میں کانٹ نے یہ ثابت کردکھایا کہ ان کے متعلق ہمیشہ دو متضاد نقطہ ہائے نظر پیش کئے جاتے رہیں گے جو غالباً مساوی طور پر صحیح معلوم ہوں گے ، لیکن ہم کس نقطہ نظر کو تسلیم کرتے ہیں اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ ہماری اپنی عقل کیا کہتی ہے ۔"

"براہ مہربانی کوئی مثال دیں ۔"

"یہ کہنا کہ دنیا کا کہیں نہ کہیں سے آغاز ہوا ہوگا اتنا ہی بامعنی یا بےمعنی ہوگا جتنا کہ یہ کہنا کہ اس قسم کا کبھی کوئی آغاز نہیں ہوا ۔ عقل ان دونوں (باتوں) کے مابین کوئی فیصلہ نہیں کرسکتی ۔ ہم زبانی کلامی دعویٰ کرسکتے ہیں کہ دنیا ہمیشہ سے موجود رہی ہے ، لیکن کیا کوئی چیز ہمیشہ سے موجود ہوسکتی ہے جس کا کبھی کوئی آغاز نہ ہوا ہو ؟ چنانچہ اب ہم متضاد نقطہ نظر اپنانے پر

مجبور ہو جاتے ہیں۔

"ہم کہتے ہیں کہ دنیا کی کسی نہ کسی وقت ابتدا ہوئی ہوگی ـــ اور جب تک ہم یہ نہ کہیں کہ یہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی کا نام ہے ، ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ یہ لازماً عدم (nothing) سے وجود میں آئی ہوگی ۔ لیکن سوئی ، کیا کوئی چیز عدم سے وجود میں آسکتی ہے؟"

"نہیں ۔ دونوں ہی امکانات مساوی طور پر لاینحل ہیں ۔ پھر بھی نظر تو یہی آتا ہے کہ ان میں سے ایک لازماً صحیح اور دوسرا غلط ہوگا۔"

"تمہیں غالباً یاد ہوگا کہ دیموکری توس اور مادیت پرست کہا کرتے تھے کہ فطرت لازماً خوردترین اجزا پر مشتمل ہونا چاہیے جن سے ہر چیز کی تشکیل عمل میں آتی ہے ۔ دیکارت جیسے دوسرے فلسفیوں کا خیال تھا کہ توسیعی حقیقت (extended reality) کو ہمیشہ خورد سے خوردترین عناصر میں تقسیم کرنا لازماً ممکن ہونا چاہیے۔ ان میں صحیح کون تھا؟"

"دونوں۔ یا پھر کوئی بھی نہیں۔"

"مزید ، بہت سے فلسفی آزادی (فکروعمل) کو انسان کی اہم ترین قدروں میں شمار کرتے تھے ۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا واسطہ ایسے فلسفیوں ، مثلاً رواقی اور سپینوزا ، سے بھی پڑا ہے جو کہتے تھے کہ جو کچھ وقوع پذیر ہوتا ہے اس میں قانون فطرت کے جبر کو دخل ہوتا ہے ۔ جن معاملات کا انسانی عقل صحیح فیصلہ نہیں کرسکتی، کانٹ کے مطابق یہ اس کی ایک اور مثال ہے۔"

"دونوں نقطہ نظر مساوی طور پر معقول یا غیر معقول ہیں۔"

"اور آخری بات یہ ہے کہ اگر ہم عقل کی مدد سے خدا کے وجود کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے ، تو ہمیں اس میں لازماً ناکامی ہوگی ۔ یہاں دیکارت جیسے عقلیت پسندوں نے ثابت کرنے کی سعی کی تھی کہ کوئی نہ کوئی خدا لازماً اس لیے موجود ہوگا کیونکہ ہمارے ذہنوں میں ' برتر ہستی ' کا تصور ہے ۔ ارسطو اور ٹامس ایکوائی نس (Aquinas) جیسے فلسفیوں نے فیصلہ سنا دیا تھا کہ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی خدا لازماً موجود ہونا چاہیے کیونکہ ناگزیر

طور پر ہر چیز کی اولین علت ہونا چاہیے۔"

"کانٹ کا کیا خیال تھا؟"

"اس نے خدا کے وجود کے یہ دونوں ثبوت مسترد کر دئے۔ اگر تم یہ دعویٰ کرنا چاہو کہ خدا موجود ہے، پھر نہ عقل اور نہ تجربہ اس دعویٰ کی یقینی بنیاد بن سکے گا۔ جہاں تک عقل کا تعلق ہے، اس کے نزدیک یہ بات احتمالی بھی ہے اور غیر احتمالی بھی کہ خدا موجود ہے۔"

"لیکن آپ نے اپنی گفتگو کا آغاز تو اس بات سے کیا تھا کہ کانٹ عیسائی عقیدے کی بنیاد محفوظ کرنا چاہتا تھا۔"

"ہاں۔ اس نے ایک مذہبی جہت کا در کھول دیا تھا۔ جہاں عقل اور تجربہ دونوں ناکام ہو جائیں، وہاں خلا پیدا ہو جاتا ہے اور اس خلا کو ایمان پورا کرتا ہے۔"

"تو اس نے اس طرح عیسائیت کو بچا لیا؟"

"ہاں، اگر تم یوں کہنا چاہو۔ مگر قابل توجہ بات یہ ہے کہ کانٹ پروٹسٹنٹ تھا۔ تحریک اصلاح مذہب کے زمانے سے پروٹسٹنٹ مسلک کی ایک خصوصیت یہ چلی آ رہی ہے کہ اس میں ایمان پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس رومن کیتھولک مسلک میں ابتدائی قرون وسطیٰ کے ایام سے ہی عقل کو زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے، اسے ایمان کا مضبوط ستون تصور کیا جاتا ہے۔

"لیکن کانٹ نے پرزور دلائل سے ان وزنی مسائل کے متعلق محض یہی ثابت نہیں کیا کہ انہیں فرد کے ایمان پر چھوڑ دینا چاہیے، وہ اس سے بھی آگے نکل گیا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ تقویٰ کے لیے یہ مفروضہ باندھنا ضروری ہو جاتا ہے کہ انسان میں غیر فانی روح ہوتی ہے، خدا موجود ھے اور یہ کہ انسان کو اپنی مرضی کرنے کا اختیار حاصل ھے۔"

"چنانچہ اس کی سوچ بھی وہی ہے جو دیکارت کی تھی۔ پہلے وہ ہر اس بات کی دھجیاں اڑاتا ہے جو ہم سمجھ سکتے ہیں اور پھر عقبی دروازے سے خدا کو اندر سمگل (smuggle) کر لیتا ہے۔"

"لیکن دیکارت کے برعکس وہ اس بات پر خاص طور پر زور دیتا ہے کہ وہ اس مقام تک عقل کے نہیں بلکہ ایمان کے ذریعے

پہنچا ہے ۔ وہ غیر فانی روح ، خدا کی موجودگی اور انسان کے اختیار کو عملی مفروضے (practical postulates) قرار دیتا تھا۔"

"اس کا مطلب؟"

"'مفروضہ باندھنا' (to postulate) کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز فرض کر لی جائے جسے ثابت نہیں کیا جاسکتا ۔ عملی مفروضے سے کانٹ کی مراد کوئی ایسی چیز تھی جسے 'praxis' یا عمل (practice) یعنی انسان کی اخلاقیات کی خاطر فرض کرنا پڑتا ہے ۔ وہ کہتا تھا : 'یہ فرض کرنا کہ خدا موجود ہے' اخلاقی ضرورت ہے۔"

اچانک دروازے پر دستک ہوئی ۔ سوفی اٹھ کر کھڑی ہوگئی لیکن چونکہ البرٹو نے کوئی ایسی علامت ظاہر نہیں کی تھی کہ وہ بھی اٹھنا چاہتا ہے ، وہ پوچھنے لگی : "کیا ہمیں دیکھنا نہیں چاہیے کہ یہ کون ہے؟"

البرٹو نے کندھے اچکا دئے اور بادل ناخواستہ اٹھ کھڑا ہوا ۔ انہوں نے دروازہ کھول دیا ۔ وہاں گرمیوں کا لباس پہنے اور کپڑے کا پھندنے دار سرخ ہیٹ سر پر رکھے ایک ننھی منی لڑکی کھڑی تھی ۔ یہ وہی لڑکی تھی جسے انہوں نے جھیل کی دوسری جانب کھڑے دیکھا تھا۔ اس نے ایک بازو پر کھانے کی ٹوکری لٹکائی ہوئی تھی۔

"Hi۔" سوفی نے کہا، "کون ہو تم؟"

"دیکھ نہیں رہیں میں لٹل ریڈ رائیڈنگ ہڈ (2) (Little Red Ridinghood) ہوں ؟" سوفی نے البرٹو کی طرف دیکھا اور البرٹو نے سر ہلا دیا۔

"آپ نے سنا کہ یہ کیا کہہ رہی ہے؟"

"میں اپنی نانی اماں کا مکان تلاش کر رہی ہوں ۔" لڑکی نے کہا ۔ "وہ بوڑھی اور بیمار ہیں اور میں ان کے لیے کھانا لے جارہی ہوں۔"

"وہ مکان ادھر نہیں ۔" البرٹو نے کہا ۔ "چنانچہ تم جاؤ اور اپنا راستہ ماپو۔"

اور اس نے کچھ اس انداز سے اپنا بازو لہرایا کہ احساس ہوا جیسے وہ کوئی مکھی اڑا رہا ہو۔

"مگر مجھ سے توقع کی گئی ہے کہ میں آپ کو ایک خط پہنچا دوں گی ۔ "سرخ ہیٹ والی لڑکی نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

اس کے ساتھ ہی اس نے چھوٹا سا لفافہ نکالا اور سوفی کو تھمادیا۔ پھر وہ اچھلتی کودتی رخصت ہوگئی۔

"بھیڑیے سے بچ کر رہنا!"سوفی نے پیچھے سے کہا۔

البرٹو پہلے ہی نشستی کمرے کی طرف چل پڑا تھا۔

"ذرا سوچیں ! کہتی تھی ' میں لٹل ریڈرائیڈنگ ہڈ ہوں ۔' " سوفی نے کہا۔

"اسے خبردار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا ۔ وہ یا تو اپنی نانی کے گھر پہنچ جائے گی یا پھر اسے بھیڑیا کھا جائے گا ۔ وہ کبھی نہیں سیکھے گی۔ یہ قصہ بار بار ابد تک دہرایا جاتا رہے گا۔"

"میں نے تو کبھی نہیں سنا تھا کہ اس نے اپنی نانی کے گھر پہنچنے سے پہلے کسی دوسرے کے دروازے پر دستک دی ہو۔"

"یہ کوئی اتنی اہم بات نہیں۔"

اب سوفی نے اس لفافے پر نظر ڈالی جو لڑکی نے اسے دیا تھا ۔ اس پر "برائے ہلڈے" تحریر تھا ۔ سوفی نے لفافہ کھولا اور باآواز بلند پڑھنے لگی:

ڈیر ہلڈے ، اگر انسانی دماغ اتنا غیر پیچیدہ ہوتا کہ ہم باآسانی اسے سمجھ جاتے ، ہم پھر بھی اتنے احمق ہوتے کہ اسے سمجھ نہ پاتے۔ پیار۔ پاپا۔

البرٹو نے اتفاق میں سر ہلا دیا اور کہا : "بالکل صحیح ۔ کانٹ نے بھی کچھ اسی قسم کی بات کہی تھی ۔ ہم یہ توقع نہیں کرسکتے کہ ہم جو ہیں ، وہ سمجھ جائیں گے ۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ ہم کسی پھول یا حشرے کی تفہیم کرلیں لیکن اپنی ذات کو ہم کبھی نہیں سمجھ سکتے ۔ رہی کائنات ، تو اس کے سمجھنے کی تو ہم اور بھی کم توقع کرسکتے ہیں۔"

سوئی کو بلڈے کے نام رقعے کے مخفی مفہوم کا کامل جملہ بار بار پڑھنا پڑا تب کہیں البرٹو اپنی گفتگو جاری رکھ سکا ۔ ہم سمندری سانپوں یا اس قسم کی چیزوں کو اپنے معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں دیں گے ۔ آج کی گفتگو ختم کرنے سے پہلے میں تمہیں کانٹ کی اخلاقیات کے متعلق بتانا چاہتا ہوں۔"

"ذرا جلدی کریں ، نوازش ہوگی ۔ مجھے عنقریب گھر پہنچنا ہے۔"

"عقل اور حواس ہمیں جو کچھ بتا سکتے ہیں ، اس کے متعلق ہیوم نے جس تشکیک کا اظہار کیا تھا ، اس نے کانٹ کو زندگی کے اہم مسائل کے بارے میں دوبارہ سوچنے پر مجبور کردیا ۔ اس میں اخلاقیات کا دائرہ بھی شامل تھا۔"

"کیا ہیوم نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم کبھی ثابت نہیں کرسکتے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے ؛ ہم اس قسم کے جملوں سے جو 'ہے' یا 'چاہیے' پر ختم ہوتے ہیں ، نتائج اخذ نہیں کرسکتے۔"

"صحیح اور غلط کے مابین جو چیز فرق کرتی ہے ، ہیوم کے نزدیک وہ نہ ہماری عقل ہے اور نہ ہمارا تجربہ ۔ اس کا فیصلہ صرف ہمارے جذبات کرتے ہیں ۔ کانٹ کے نزدیک یہ بڑی کمزور بنیاد ہے۔"

"میں تصور کرسکتی ہوں۔"

"کانٹ کو ہمیشہ محسوس ہوا تھا کہ صحیح اور غلط کے مابین تمیز عقل کا معاملہ ہے ، جذبات (دل) کا نہیں ۔ اس معاملے میں وہ عقلیت پسندوں سے متفق تھا جو کہتے تھے کہ صحیح اور غلط کے مابین امتیاز کرنے کی صلاحیت انسان میں خلقی طور پر موجود ہے ۔ ہر شخص کو معلوم ہوتا ہے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ، اس لیے نہیں کیونکہ ہم نے اس کے متعلق (کچھ) سیکھا ہوتا ہے بلکہ اس لیے کیونکہ یہ ہمارے اپنے دماغ کی پیداوار ہوتا ہے ۔ کانٹ کے مطابق ہم میں سے ہر شخص 'عملی عقل' کا مالک ہوتا ہے یعنی ہم میں وہ ذہانت ہوتی ہے جو ہمیں ہر معاملے میں اس بات کا اندازہ

لگانے میں مدد دیتی ہے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا۔"

"اور یہ خلقی ہوتی ہے؟"

"صحیح اور غلط کے مابین تمیز کرنے کی صلاحیت اتنی ہی خلقی ہوتی ہے جتنی کہ عقل کی دوسری صفات ۔ جس طرح کہ ہم سب ذہین انسان ہیں (مثلاً ہم سب ہر چیز کا یوں ادراک کر لیتے ہیں کہ اس میں علت ومعلول کا کوئی رشتہ ہے) ، اسی طرح ہم سب کو یکساں آفاقی قانون اخلاق تک رسائی حاصل ہے۔

"یہ اخلاقی قانون اتنا ہی صحیح ہے جتنے کہ طبعی قوانین ۔ یہ ہماری اخلاقیات (morality) کے لیے اتنا ہی بنیادی ہے جتنے کہ یہ بیانات کہ ہر چیز کی کوئی علت ہوتی ہے یا یہ کہ سات جمع پانچ بارہ ہوتے ہیں، ہماری ذہانت کے لیے اساسی ہوتے ہیں۔"

"اور یہ اخلاقی قانون کیا کہتا ہے؟"

"چونکہ یہ ہر تجربے سے پہلے سامنے آتا ہے ، یہ 'ہیئتی' (formal) ہے ۔ یعنی یہ اخلاقی انتخاب (moral choice) کی کسی خاص صورت حال سے منسلک نہیں ہوتا کیونکہ اس کا اطلاق تمام زمانوں کے تمام معاشروں کے تمام لوگوں پر ہوتا ہے ۔ چنانچہ یہ یہ نہیں کہتا کہ اگر تم اپنے آپ کو اس یا اس صورت حال میں پاؤ تو تم یہ کرو گے یا وہ کرو گے ۔ یہ کہتا ہے کہ تمام صورت ہائے حالات میں تمہیں کیا کرنا ہے۔"

"لیکن اگر کوئی اخلاقی قانون ہمیں یہ نہیں بتاتا کہ ہم نے کسی خاص صورت حال میں کیا کرنا ہے ، پھر اسے اپنے دل پر نقش کرنے کا فائدہ؟"

" کانٹ اخلاقی قانون کو بطور حکم مطلق یا حکم بےشرط (categorical imperative) منضبط کرتا ہے ۔ اس سے اس کا مطلب یہ ہے کہ اخلاقی قانون 'categorical' (قطعی یا غیرمشروط) ہے یا یہ کہ اس کا اطلاق تمام صورت ہائے حالات پر ہوتا ہے ۔ مزید برآں یہ 'imperative' (حکم یا فرمان) ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ واجب الاذعان اور یوں مستند ہے۔"

"میں سمجھی۔"

" کانٹ اس ' حکم مطلق ' کو مختلف طریقوں سے منضبط

کرتا ہے۔ پہلی بات وہ یہ کہتا ہے: صرف اس کلیے (maxim) کے مطابق عمل کرو جس کے ذریعے تم بیک وقت یہ خواہش کرسکو یہ عالم گیر قانون کا درجہ اختیار کر جائے۔"

"چنانچہ جب میں کوئی کام کرتی ہوں مجھے یہ اس طریقے سے کرنا چاہیے کہ اگر دوسروں کو یہی صورت حال درپیش ہو تو وہ بھی یہی کچھ کریں گے۔"

"بالکل صحیح۔ صرف تبھی تم اپنے اندر کے اخلاقی اصول کے مطابق عمل کرسکوگی۔ کانٹ اس 'حکم مطلق' کو اس طرح بھی منضبط کرتا ہے: ہمیشہ اس انداز سے عمل کرو کہ تم بنی نوع انسان کو، خواہ یہ تمہاری اپنی ذات ہو یا کسی اور کی، کبھی محض ذریعہ (means) نہیں بناؤگی بلکہ اس کے ساتھ ہمیشہ اسے غایت ـــــ (end) ـــــ بھی سمجھو گی۔"

"چنانچہ ہمیں اپنے فائدے کے لیے دوسرے کا استحصال نہیں کرنا چاہیے۔"

"نہیں، کیونکہ ہر شخص اپنی ذات میں غایت ہے۔ لیکن اس کا اطلاق صرف دوسروں پر نہیں بلکہ خود تم پر بھی ہوتا ہے۔ تمہیں اپنا استحصال بھی کچھ حاصل کرنے کے ذریعے کے طور پر نہیں کرنا چاہیے۔"

"اس سے مجھے وہ سنہری اصول یاد آگیا ہے: دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرو..."

"ہاں۔ یہ بھی طرزعمل کا 'ہیئتی' اصول ہے جس میں بنیادی طور پر تمام اخلاقی انتخاب آجاتے ہیں۔ تم کہہ سکتی ہو کہ سنہری اصول وہی بات کہتا ہے جو کانٹ کا اخلاقیات کا آفاقی قانون کہتا ہے۔"

"لیکن یقیناً یہ محض دعویٰ ہی تو ہے۔ ہیوم جب کہتا تھا کہ ہم عقل کے ذریعے یہ ثابت نہیں کرسکتے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا، تو وہ غالباً ٹھیک ہی کہتا تھا۔"

"کانٹ کے مطابق اخلاقیات کا قانون اتنا ہی مطلق

(absolute) اور آفاقی ہے جتنا کہ علت اورمعلول کا قانون ۔ علت اورمعلول کے قانون کو بھی عقل کے ذریعے ثابت نہیں کیا جاسکتا تاہم یہ ہے مطلق اور ناقابل تبدیل ۔ کوئی بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔"

"مجھے احساس ہو رہا ہے کہ ہم دراصل ضمیر کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں۔ کیونکہ ہر شخص کا ضمیر ہوتا ہے ،نہیں؟"

"ہاں ۔ جب کانٹ اخلاقیات کے قانون کا ذکر کرتا ہے ، وہ انسان کے ضمیر کی بات کر رہا ہوتا ہے ۔ جو کچھ ہمارا ضمیر ہمیں بتاتا ہے ہم اسے ثابت نہیں کرسکتے ، تاہم ہم اس سے آگاہ ضرور ہوتے ہیں۔"

"بعض اوقات میں دوسروں کے ساتھ محض اس لیے شفقت سے پیش آتی ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مجھے فائدہ حاصل ہوگا۔ یہ مقبول ہونے کا اچھا طریقہ ہے۔"

"لیکن اگر تم دوسروں کے دکھ درد میں محض اس لیے شریک ہوتی ہو کہ تم مقبول ہو سکو ، پھر تمہارا عمل اخلاقی قانون کے احترام میں نہیں ہوتا ۔ ہوسکتا ہے کہ تم اخلاقی قانون کے مطابق کام کر رہی ہو ــــ اور تمہارا یہ فعل کافی حد تک جائز قرار پاسکتا ہے ــــ لیکن اگر تمہارے فعل نے اخلاقی فعل کی شکل اختیار کرنا ہے ، پھر تمہیں لازماً اپنی ذات کو مسخر کرنا ہوگا ۔ تمہارا کوئی فعل صرف تبھی اخلاقی فعل کہلا سکتا ہے جب تم کوئی کام خالصتاً فرض سمجھ کر کروگی ۔ چنانچہ کانٹ کی اخلاقیات کو بعض اوقات فرض کی اخلاقیات (duty ethics) کہا جاتا ہے۔"

"میں بعض اوقات ریڈکراس یا چرچ بازار کے لیے روپیہ اکٹھا کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔"

"اور اہم بات یہ ہے کہ تم یہ کام اس لیے کرتی ہو کیونکہ تم جانتی ہو کہ یہ صحیح کام ہے ۔ جو روپیہ تم اکٹھا کرتی ہو وہ کسی گلی کوچے میں کھو بھی جائے یا ان تمام بھوکے لوگوں کے پیٹ بھرنے کے لیے ناکافی ثابت ہو جن کے لیے یہ اکٹھا گیا ہے ، تم نے بہرحال اخلاقی قانون کی پابندی کی ہے ۔ تم یہ کام نیک نیتی

سے کرتی ہو اور کانٹ کے مطابق فعل کے نتائج نہیں بلکہ کرنے والے کی نیک نیتی یہ طے کرتی ہے کہ فعل اخلاقی اعتبار سے درست تھا یا نہیں ۔ چنانچہ کانٹ کی اخلاقیات کو نیک نیتی کی اخلاقیات بھی کہا جاتا ہے۔"

"اس کے لیے یہ صحیح صحیح جاننا اتنا اہم کیوں تھا کہ کب آدمی اخلاقی قانون کے احترام میں کوئی فعل سرانجام دیتا ہے ؟ یقیناً اہم ترین بات یہ ہے کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں کیا اس سے واقعی دوسروں کا کوئی بھلا ہوتا ہے یا نہیں؟"

"واقعی اصل بات یہی ہے اور کانٹ اس سے یقیناً اختلاف نہیں کرے گا لیکن ہم اپنی مرضی سے کام صرف اسی وقت کر رہے ہوتے ہیں جب ہم اپنے باطن میں جانتے ہوں کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اخلاقی قانون کے احترام میں کر رہے ہیں۔"

" کیا ہم صرف اسی وقت اپنی مرضی سے کام کر رہے ہوتے ہیں جب ہم کسی قانون کی پابندی کرتے ہیں ؟ کیا یہ بات کچھ عجیب نہیں؟"

" کانٹ کے مطابق نہیں ۔ تمہیں شاید یاد ہو کہ اسے ' فرض کرنا ' یا ' مفروضہ باندھنا ' پڑا تھا کہ انسان کے پاس اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کا اختیار ہوتا ہے ۔ یہ اہم نکتہ ہے کیونکہ کانٹ نے یہ بھی کہا تھا کہ ہر چیز علت و معلول کے قانون کی پابندی کرتی ہے ۔ پھر ہمارے پاس اپنی مرضی سے کام کرنے کا اختیار کہاں رہا؟"

"میں کیا جانوں!"

"جہاں تک اس نکتے کا تعلق ہے کانٹ انسان کو اسی طرح دو حصوں میں تقسیم کردیتا ہے جس طرح دیکارت نے کیا تھا جس کا دعویٰ تھا کہ انسان ' ثنوی ' (dual) مخلوق ہے کہ اس کے پاس جسم اور دماغ دونوں موجود ہیں ۔ کانٹ کہتا ہے کہ مادی مخلوق کی حیثیت سے ہم کاملاً اور سراسر علت و معلول کے ناقابل شکست قانون کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں ۔ ہم جو کچھ ادراک کرتے ہیں ، اس کا فیصلہ ہم نہیں کرتے ـــــ ہمارے ادراک میں جبر کارفرما ہوتا ہے اور ہم پسند کریں یا نہ کریں ، یہ ہم پر

اثرانداز ہوتا ہے ۔ لیکن ہم صرف مادی مخلوق ہی نہیں ـــــ ہم عقلی مخلوق بھی ہیں۔

"مادی مخلوق کی حیثیت سے ہمارا تعلق سراسر دنیائے فطرت سے ہے ۔ چنانچہ ہم علت ومعلول کے قانون کے تابع ہیں ۔ اس لحاظ سے ہمارے پاس اپنی مرضی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا ۔ لیکن عقلی مخلوق کی حیثیت سے ہم اس چیز کے جزو ہیں جسے کانٹ das Ding an sich کہتا ہے ـــــ یعنی اس دنیا کے جزو جو ہمارے حسی تاثرات سے آزاد اپنے طور پر موجود ہے ۔ صرف تب جب ہم اپنی ' عملی عقل ' کی ـــــ جو ہمیں اخلاقی انتخاب کرنے کے قابل بناتی ہے ـــــ پیروی کرتے ہیں ، ہم اپنی مرضی کرنے کا اختیار استعمال کرتے ہیں کیونکہ جب ہم اخلاقی قانون کی متابعت کرتے ہیں ، تو اس قانون کے بنانے والے ہم خود ہی ہوتے ہیں جس کی ہم متابعت کر رہے ہوتے ہیں۔"

"ہاں - یہ ایک لحاظ سے صحیح ہے - یہ خود میں ہوں یا میرے اندر کوئی چیز ہے جو مجھے بتاتی ہے کہ میں دوسروں کے ساتھ کمینگی نہ کروں ۔"

"چنانچہ جب تم یہاں اخلاقی انتخاب کرلیتی ہو کہ تم کمینگی کا مظاہرہ نہیں کروگی ـــــ خواہ یہ تمہارے اپنے مفاد کے خلاف ہی کیوں نہ ہو ـــــ پھر تم اپنی مرضی کے مطابق کام کررہی ہوتی ہو ۔"

"بہرحال اگر آدمی محض وہی کچھ کرے جو وہ چاہتا ہے ، پھر وہ خاص طور پر آزاد یا خود مختار تو نہ ہوا؟"

"ہم ہر قسم کی چیزوں کے غلام بن سکتے ہیں ۔ آدمی تو اپنی انا کا بھی غلام بن سکتا ہے ۔ اسے اپنی خواہشات اور برائیوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے صحیح معنوں میں جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ آزادی اور خود مختاری ہیں۔"

"جانوروں کے متعلق کیا خیال ہے ؟ میرا خیال ہے کہ وہ محض اپنے رجحانات اور ضروریات کی پیروی کرتے ہوں گے - انہیں اخلاقی قانون کی اطاعت کرنے کی کوئی آزادی حاصل نہیں

ہو گی یا ہے؟"

"نہیں۔ جانوروں اور انسانوں کے مابین یہی فرق ہے۔"

"اب میں سمجھ گئی۔"

"اور آخر میں ہم شاید یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلسفہ حقیت پسندی اور تجربیت پسندی کے مابین کشمکش کے دوران میں جس اندھی گلی میں پھنس گیا تھا، کانٹ اسے وہاں سے باہر نکلنے کا راستہ دکھانے میں کامیاب رہا۔ چنانچہ کانٹ کے ساتھ فلسفے کی تاریخ کا ایک دور ختم ہوگیا۔ اس کا 1804ء میں انتقال ہوا جب اس ثقافتی تحریک کو جسے ہم رومانیت کہتے ہیں، عروج حاصل ہو رہا تھا۔ اس کے جن مقولوں کا اکثر حوالہ دیا جاتا ہے، ان میں سے ایک کرنیگزبرگ میں اس کی قبر کے کتبے پر کندہ ہے: 'میں دو چیزوں پر جتنی کثرت اور شدت سے غور و فکر کرتا ہوں، میرے دماغ میں اتنی ہی حیرت اور ہیبت بھرتی جاتی ہے اور وہ چیزیں ہیں: میرے اوپر ستاروں بھرا آسمان اور میرے اندر اخلاقی قانون۔'"

البرٹو نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی۔ "ختم شد۔" اس نے کہا۔ "کانٹ کے فلسفے کی جو اہم ترین باتیں ہیں وہ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔"

"ویسے بھی سوا چار بج چکے ہیں۔"

"ہاں۔ صرف ایک بات رہ گئی ہے۔ مجھے بس ایک منٹ اور درکار ہے۔"

"جب تک ٹیچر کی بات ختم نہ ہو جائے، میں کبھی کلاس روم چھوڑ کر نہیں جاتی۔"

"کیا میں نے کہا تھا کہ اگر ہم محض حواس کے بندے بن کر رہیں، ہمیں کوئی آزادی عمل حاصل نہیں ہو گی؟"

"جی ہاں، آپ نے اس قسم کی کوئی بات کہی تھی۔"

"لیکن اگر ہم آفاقی عقل کی متابعت کریں، ہم آزاد اور خود مختار ہوں گے۔ کیا میں نے یہ بھی کہا تھا؟"

"جی ہاں۔ لیکن آپ اس کا اعادہ کیوں کر رہے ہیں؟"

البرٹو سوفی کی جانب جھکا، اس نے اس کی آنکھوں میں غور سے جھانک کر دیکھا اور زیرلب بولا: "سوفی، ہر اس چیز پر، جو

تم دیکھتی ہو' ایمان نہ لے آیا کرو۔"

"اس سے آپ کا مطلب کیا ہے؟"

"تصویر کا ذرا دوسرا رخ بھی دیکھ لیا کرو۔"

"اب تو میں بالکل ہی سمجھ نہیں پا رہی کہ آپ کا مطلب کیا ہے۔"

"عام طور پر لوگ کہتے ہیں۔ 'میں یہ تب مانوں گا جب میں اسے (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لوں گا۔' لیکن تم جو کچھ دیکھتی ہو' اس کا بھی اعتبار نہ کیا کرو۔"

"آپ نے پہلے بھی اس قسم کی بات کہی تھی۔"

"ہاں۔ پارے نی دیس کے سلسلے میں۔"

"لیکن مجھے اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کا مطلب کیا ہے۔"

"خیر' جب ہم وہاں باہر چوکھٹ پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ یہ نام نہاد سمندری سانپ نکلا اور پانی میں پھڑپھڑانے لگا۔"

"یہ عجیب بات نہیں تھی!"

"بالکل نہیں۔ پھر لٹل ریڈ رائیڈنگ ہڈ نے دروازے پر دستک دی۔ 'میں اپنی نانی اماں کا مکان تلاش کر رہی ہوں۔' کیا احمقانہ حرکت تھی! یہ محض میجر کے داؤپیچ ہیں۔ بالکل اس کیلئے کے پیغام اور اس واہیات طوفان کی مانند۔"

"آپ کے خیال میں..."

"لیکن میں نے کہا تھا کہ میرے پاس ایک منصوبہ ہے۔ جب تک ہم اپنی عقل سے کام لیتے رہیں گے' ہم اس کے فریب میں نہیں آئیں گے۔ کیونکہ ایک لحاظ سے ہم آزاد ہیں۔ وہ ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دے گا کہ ہم ہر قسم کی باتوں کا' ادراک' کرلیں۔ مجھے اس کے کسی بھی فعل پر حیرت نہیں ہوگی۔ بے شک وہ آسمان کو گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چھپا دے یا ہاتھیوں کو پرواز پر لگا دے' میں محض مسکرا دوں گا۔ یہ حقیقت ہے کہ پانچ جمع سات ہمیشہ بارہ ہوتے ہیں۔ مزاحیہ کارٹونوں کی شکل میں سلسلے وار کہانیوں کی مانند وہ جس قسم کی اوٹ پٹانگ حرکات کرنا

چاہے، کرتا رہے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، پانچ جمع سات ہمیشہ بارہ ہی رہیں گے۔ فلسفہ جنوں بھوتوں اور پریوں کی کہانیوں کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔"

سوفی تصویر حیرت بنی کچھ دیر اسے ٹک ٹک دیکھتی رہی۔

"اب تم جاسکتی ہو۔" البرٹو نے آخرکار کہا۔ "میں تمہیں پھر بلاؤں گا اور ہم رومانیت کے متعلق باتیں کریں گے۔" تمہیں ہیگل اور کیرکیگارڈ کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ جاننے کی ضرورت ہے۔ لیکن میجر کے کجےوک (K|evik) ایرپورٹ پر پہنچنے میں صرف ایک ہفتہ باقی رہ گیا ہے لیکن ہمیں اس سے پہلے پہلے اس کے سریش کی طرح چمٹنے والے فنتازیوں (fantasies) سے اپنے آپ کو چھڑانا ہوگا۔ سوفی، اب میں مزید کچھ نہیں کہوں گا۔ بس اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ میں اپنے دونوں کے لیے زبردست منصوبے پر کام کر رہا ہوں۔"

"پھر میں چلتی ہوں۔"

"ٹھہرو ـــــ ہم شاید اہم ترین بات تو بھول ہی گئے ہیں۔"

"وہ کیا ہے؟"

"سوفی، سالگرہ کا گیت۔ ہلڈے آج پندرہ سال کی ہوگئی ہے۔"

"اور میں بھی۔"

"ہاں، تم بھی۔ پھر آؤ، ہم مل کر گاتے ہیں۔"

وہ دونوں کھڑے ہوگئے اور مل کر گانے لگے:

"Happy Birthday to You"

ساڑھے چار بج چکے تھے۔ سوفی جھیل کے کنارے کی طرف بھاگی اور چپوؤں والی ناؤ میں دوسری جانب پہنچ گئی۔ اس نے کشتی پانی سے باہر کھینچی، اسے نرسل کے پودوں میں دھکیلا اور تیز قدموں جنگل میں چلنے لگی۔

جب وہ پگڈنڈی پر پہنچی، اسے اچانک درختوں میں کوئی

چیز حرکت کرتی نظر آئی ۔ وہ سوچنے لگی : " یہ لٹل ریڈرائیڈنگ ہڈ تو نہیں جو جنگل میں اپنی نانی اماں کے مکان کی تلاش میں بھٹک رہی ہے ۔ لیکن درختوں کے بیچ اسے جو شکل دکھائی دی وہ لٹل ریڈ رائڈنگ ہڈ سے کہیں چھوٹی تھی۔

وہ آگے اس کے قریب چلی گئی ۔ شکل عام گڑیا سے کوئی خاص بڑی نہیں تھی ۔ اس کا رنگ بھورا تھا اور وہ سرخ سویٹر میں ملبوس تھی۔

جب سوفی کو اندازہ ہوا کہ یہ تو ٹیڈی بیئر (3)(teddyy-bear) ہے، وہ جہاں تھی وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

یہ بات بذات خود حیران کن تھی کہ کوئی شخص سیر کے دوران میں جنگل میں اپنا ٹیڈی بیئر بھول گیا تھا ۔ لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ یہ ٹیڈی بیئر بے جان نہیں بلکہ جاندار مخلوق تھا اور کچھ یوں نظر آرہا تھا جیسے وہ کسی گہرے سوچ بچار میں مستغرق ہو۔

"Hi" ۔سوفی نے کہا۔

"میرا نام ونی دی پوہ (Winnie-the-pooh) (4) ہے ۔" ٹیڈی بیئر نے کہا ۔ " حالانکہ آج موسم بہت خوشگوار ہے ، اس کا فائدہ ؛ میں جنگل میں اپنا راستہ بھول گیا ہوں ۔ میں نے یقیناً تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"شاید میں وہ لڑکی ہوں جو یہاں پہلے کبھی نہیں آئی ۔" سوفی نے کہا ۔ " لیکن جہاں تک تمہارا تعلق ہے ، تم اب بھی شاید سوا ایکڑ کے جنگل میں اپنے ہی گھر میں ہو۔"

"نہیں ، (ریاضی کا) یہ سوال بہت مشکل ہے ۔ اور یہ مت بھولو کہ میں محض چھوٹا سا ریچھ (بیئر) ہوں اور میں کوئی خاص چالاک بھی نہیں۔"

"میں تمہارے متعلق سن چکی ہوں۔"

"اور میرا خیال ہے کہ تم ایلس (5) (Alice) ہو ۔ کرسٹوفر روبن (6) نے ایک روز ہمیں تمہارے متعلق بتایا تھا ۔ میرا خیال ہے کہ ہماری کچھ اسی طرح ملاقات ہوئی تھی ۔ تم ایک بوتل سے اتنا پی گئیں کہ تم چھوٹی ، مزید چھوٹی (7) اور مزید چھوٹی ہوتی

چلی گئیں ۔ لیکن پھر تم ایک اور بوتل سے پینے لگیں اور دوبارہ بڑی ہونے لگیں ۔ تم اپنے منہ میں کیا ڈالتی ہو ' اس بارے میں تمہیں محتاط رہنا چاہیے ۔ میں ایک مرتبہ اتنا کھا گیا ' اتنا کھا گیا کہ خرگوش کے بل میں پھنس گیا۔"

"میں ایلس نہیں ہوں ۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم کون ہیں ۔ اہم چیز یہ ہے کہ ہم (موجود) ہیں ۔ یہ بات الو (8) کہتا ہے اور وہ بہت عقل مند ہے ۔ اس نے ایک مرتبہ بالکل ایک عام سے دن ' جب دھوپ چمک رہی تھی ' کہا تھا کہ سات جمع چار بارہ ہوتے ہیں ۔ میں اور آئی یور (Eeyore) دونوں اپنے آپ کو بہت احمق محسوس کر رہے تھے ' کیونکہ حساب کے سوال حل کرنا بہت مشکل کام ہے ۔ اس کے مقابلے میں موسم کا اندازہ لگانا کہیں آسان ہے ۔"

"میرا نام سوفی ہے ۔"

"سوفی ' تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی ۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا میرا خیال ہے کہ تم لازماً ادھر نئی نئی آئی ہو گی ۔ لیکن اب اس ننھے ریچھ کو جانا ہے کیونکہ مجھے پگلیٹ (9) (Piglet = سور کا بچہ) کو تلاش کرنا ہے ۔ خرگوش (Rabbit) اور اس کے دوستوں کے اعزاز میں بہت عظیم الشان گارڈن پارٹی منعقد ہو رہی ہے اور ہم وہاں جا رہے ہیں ۔"

اس نے اپنا ایک پنجہ لہرایا ۔ اب سوفی نے دیکھا کہ وہ اپنے دوسرے پنجے میں کاغذ کا چھوٹا سا تہہ شدہ پرزہ پکڑے ہوئے ہے ۔

"یہ تم نے کیا پکڑ رکھا ہے؟" اس نے پوچھا۔

ونی دی پوہ نے کاغذ نکالا اور کہا : "اسی نے تو مجھ سے رستہ بھلوایا ہے ۔"

"لیکن یہ تو صرف کاغذ کا پرزہ ہے ۔"

"نہیں ۔ یہ صرف کاغذ کا پرزہ نہیں ۔ یہ دیکھنے والے آئینے کے ذریعے (Through-the Looking-Glass) (10) ہلڈے کے نام خط ہے ۔"

"اوہ ـــــ میں یہ لے سکتی ہوں؟"

"کیا آئینے (looking - glass) کی لڑکی تم ہی ہو؟"

"نہیں ـــــ لیکن۔۔۔"

"خط ہمیشہ ذاتی طور پر پہنچایا جانا چاہیے - یہ بات کل ہی کرسٹوفر روبن نے مجھے سکھائی تھی۔"

"لیکن میں ہلڈے کو جانتی ہوں۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ اگر تم کسی شخص کو اچھی طرح جانتی ہو ' پھر بھی تمہیں اس کے خطوط کبھی نہیں پڑھنا چاہئیں۔"

"میرا مطلب ہے کہ میں اسے ہلڈے تک پہنچا دوں گی۔"

"خیر ' یہ بالکل مختلف بات ہے ۔ اچھا تو یہ رہا ' سوفی ۔ اگر میں اس خط سے چھٹکارا پاسکوں شاید مجھے پکیٹ بھی مل جائے ۔ ہلڈے کو دیکھنے والے آئینے کے ذریعے تلاش کرنے کے لیے تمہیں پہلے بڑا سا آئینہ ڈھونڈنا ہوگا ۔ لیکن یہاں یہ معاملہ اتنا آسان نہیں۔"

اس کے ساتھ ہی ننھے ریچھ نے تہہ شدہ کاغذ سوفی کے حوالے کردیا اور اپنے ننھے ننھے پاؤوں پر جنگل میں چلنے لگا ۔جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا ' سوفی نے کاغذ کی تہیں کھولیں اور پڑھنے لگی:

ڈیر ہلڈے ' کتنی بری بات ہے کہ البرٹو نے سوفی کو یہ نہیں بتایا کہ کانٹ ایک قسم کی " لیگ آف نیشنز (league of nations = جمیعت اقوام) کی حمایت کرتا تھا ۔ اس نے اپنے مقالے " دائمی امن " میں لکھا تھا کہ تمام ممالک کو کسی قسم کی جمیعت اقوام کی شکل میں متحد ہوجانا چاہیے جو مختلف اقوام کے مابین پرامن بقائے باہمی کی ضامن ہوگی ۔ اس کا یہ مقالہ 1795 میں طبع ہوا تھا اور اس کی اشاعت کے 125 سال بعد جنگ عظیم اول کے اختتام پر جمیعت اقوام کی بنیاد رکھی گئی ۔ جنگ عظیم دوم کے خاتمے کے بعد اس کی جگہ اقوام متحدہ (United Nations) نے لے لی ۔ تم کہہ سکتی ہو کہ اقوام متحدہ کا تصور کانٹ کے ذہن رسا کی پیداوار تھا ۔ کانٹ کا نکتہ یہ تھا کہ انسان کی " عملی عقل "

اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اقوام اپنی فطرت کی جنگی حالت سے باہر نکلیں جو جنگوں کا باعث بنتی ہے اور آپس میں امن قائم کرنے کا معاہدہ کریں ۔ اگرچہ جمیعت اقوام کے قیام کی طرف جوجو راستہ جاتا ہے ، وہ دشوارگزار اور پرٹھکن ہے ، پھر بھی ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم "عالم گیر اور دیرپا امن" کے لیے کام کریں ۔ اس قسم کی جمیعت (لیگ) کا قیام کانٹ کے نزدیک بعید منزل مقصود تھا ۔ تم تقریباً کہہ سکتی ہو کہ یہ فلسفے کی آخری منزل ہے ۔فی الحال میں لبنان میں ہوں ۔ پاپا کی طرف سے پیار ۔

سوفی نے رقعہ جیب میں ڈال لیا اور گھر کی طرف سفر جاری رکھا ۔ جنگل میں یہ اسی قسم کی ملاقات تھی جس کے بارے میں البرٹو نے اسے انتباہ کیا تھا ۔ لیکن وہ یہ بھی تو نہیں کرسکتی تھی کہ وہ ننھے منے ہیڈی ہیئر کو دیکھنے والے آئینے کے ذریعے ہلڈے کی کبھی ختم نہ ہونے والی تلاش میں یوں جنگل میں ادھرادھر بھٹکنے دیتی ۔ یا وہ اسے بھٹکنے دے سکتی تھی؟

26 ۔ رومانیت

*　*　*

... بھید کا راستہ اندر کی طرف لے جاتا ھے ...

ہلڈے نے ضخیم فائل اپنی گود کی طرف لڑھک جانے دی ۔ پھر اس نے اسے مزید آگے فرش کی طرف لڑھک جانے دیا۔

کمرے میں اس وقت کی نسبت جب وہ بستر میں گھسی تھی ' کہیں زیادہ روشنی تھی ۔ اس نے کلاک پر نظر ڈالی ۔ (صبح کے) تقریباً تین بج چکے تھے ۔ وہ چادروں اور کمبلوں کے نیچے دبک گئی اور اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں ۔جب وہ نیند کی آغوش میں جارہی تھی وہ سوچ رہی تھی کہ اس کے پاپا نے لٹل ریڈ رائیڈنگ ہڈ اور ونی دی پوہ کا ذکر کیوں شروع کردیا تھا ...

وہ اگلے دن کے گیارہ بجے تک سوئی رہی ۔ اسے اپنے جسم میں تناؤ محسوس ہو رہا تھا ' اس سے اسے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ اس نے ساری رات شدید خواب کی کیفیت میں گزاری ہے ، لیکن اس نے خواب میں کیا دیکھا تھا ' یہ اسے کچھ یاد نہیں آرہا تھا ۔ محسوس کچھ یوں ہو رہا تھا جیسے وہ کسی بالکل ہی مختلف حقیقت سے دوچار رہی ہو ۔

وہ نیچے چلی گئی اور اپنا ناشتہ بنانے لگی ۔ اس کی امی نیلا جمپ سوٹ (1) پہن چکی تھی اور وہ بوٹ ہاؤس جانے اور موٹر بوٹ کی صفائی کرنے کے لیے تیار بیٹھی تھی ۔ اگرچہ اسے فی الحال پانی میں ڈالنا مقصود نہیں تھا لیکن پاپا کے لبنان سے واپس آنے سے پہلے اس کا ٹھیک ٹھاک ہونا بہرحال ضروری تھا ۔

"میرے ساتھ چلو گی اور ہاتھ بٹاؤ گی؟"

"مجھے پہلے کچھ پڑھنا ہے ۔ یوں نہ کریں کہ میں آپ کے لیے صبح نصف کی چائے بنا لاؤں اور چند بسکٹ وغیرہ بھی لے آؤں؟"

"کیسی صبح نصف (mid-morning)؟"

جب ہلڈے کھا پی کر فارغ ہوئی ' وہ اپنے کمرے میں واپس چلی گئی ۔ اس نے بستر ٹھیک کیا ' آرام سے بیٹھ گئی اور باکس فائل گھٹنوں پر رکھ لی ۔

سوفی باڑ میں سے رینگ کر باہر نکلی اور اپنے لمبے چوڑے باغ میں کھڑی ہوگئی جس کے متعلق ایک مرتبہ اس کے دل میں خیال آیا تھا کہ یہ اس کا اپنا باغ عدن ہے . . .

گزشتہ رات کے طوفان کے بعد ہر طرف شاخیں اور پتے بکھرے پڑے تھے ۔ اسے یوں لگا جیسے طوفان بادوباراں اور شکستہ و افتادہ شاخوں اور اس کی لٹل ریڈ رائیڈنگ ہڈ اور ونی دی پوہ کے ساتھ ملاقات کے مابین کوئی تعلق ہو ۔

وہ اندر چلی گئی ۔ اس کی امی ابھی ابھی پہنچی تھی اور ریفریجریٹر میں چند سوڈے کی بوتلیں رکھ رہی تھی ۔ میز پر چاکلیٹ کیک پڑا تھا جو دیکھنے میں بہت مزے دار معلوم ہو رہا تھا ۔

" کوئی مہمان آرہے ہیں ؟ " سوفی نے پوچھا ۔ وہ تقریباً بھول چکی تھی کہ یہ اس کا یوم سالگرہ ہے ۔

" ہم اصل دعوت تو اگلے سنیچر ہی کریں گی لیکن میں نے سوچا کہ آج بھی چھوٹی موٹی تقریب کرلیں ۔"

" کیسے؟"

"میں نے جو آنا اور اس کے والدین کو بلایا ہے ۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ۔"

مہمان ساڑھے سات سے ذرا قبل پہنچ گئے ۔ ماحول قدرے رسمی تھا ــــ سوفی کی امی کی جو آنا کے والدین کے ساتھ سماجی ملاقاتیں شاذ و نادر ہی ہوتی تھیں ۔

کچھ ہی دیر بعد سوفی اور جو آنا گارڈن پارٹی کے دعوتی خطوط لکھنے اوپر سوفی کے کمرے میں چلی گئیں ۔ چونکہ البرٹو

کنوکس کو بھی بلایا جانا تھا ۔ سوفی کو خیال آیا کہ کیوں نہ احباب کو " فلسفیانہ پارٹی " کی دعوت دی جائے ۔ جوآننا نے کوئی اعتراض نہ کیا ۔ یہ بہرحال سوفی کی پارٹی تھی اور ویسے بھی ان دنوں تھیم (theme) پارٹیوں کا "رواج "چل نکلا تھا۔

بالآخر وہ دعوت نامہ مرتب کرنے میں کامیاب ہوگئیں ۔ اس کام میں انہیں دو گھنٹے صرف کرنا پڑے اور ان کی ہنسی تھی کہ رکتی ہی نہیں تھی۔

ڈیر . . .

ہم آپ کو یہاں نمبر 3 کلوورکلوز میں مورخہ تیئس جون بروز ہفتہ (وسط گرما سے ایک روز پہلے) بوقت سات بجے شام بمسرت گارڈن پارٹی پر تشریف لانے کی دعوت دے رہی ہیں ۔ ہمیں امید ہے کہ ہم اس شام زندگی کا بھید سمجھنے میں کامیاب ہوجائیں گے ۔ براہ مہربانی اپنے اونی سویٹروں اور پرجودت خیالات سےلیس ہوکر آئیں جو فلسفے کے معموں کے حل میں موزوں ثابت ہوں ۔ چونکہ جنگل میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے ' اس لیے ہم بڑے الاؤ کا اہتمام نہیں کرسکتیں ' تاہم شرکا کو اپنے تخیلات کے شعلوں کو بلاروک ٹوک ہوا دینے کی اجازت ہوگی ۔ مدعوئین میں کم ازکم ایک سچا فلسفی ضرور شامل ہوگا ۔ یہی وجہ ہے کہ یہ پارٹی خالصتاً نجی معاملہ ہوگی ۔ اخباری نمائندوں کا داخلہ ممنوع ہوگا ۔ والسلام۔

جوآننا انگےبرٹسین (مجلس منتظمہ)

اور سوفی امنڈسین (میزبان)

دونوں لڑکیاں نیچے اپنے والدین کے پاس چلی گئیں جو اب قدرے زیادہ بے تکلفی سے آپس میں باتیں کر رہے تھے ۔ سوفی نے دعوت نامے کا مسودہ ' جو خوش نویس کے قلم سے لکھا گیا تھا' اپنی امی کو تھمادیا۔

" آپ اس کی اٹھارہ نقول بنوا دیں ۔ مہربانی ہوگی ۔ " یہ پہلا

موقع نہیں تھا کہ اس نے اپنی امی سے اپنے دفتر میں فوٹو سٹیٹ کاپیاں بنوانے کے لیے کہا ہو۔

اس کی امی نے دعوت نامے کا مضمون پڑھا اور پھر اسے جو آننا کے باپ کو پکڑا دیا۔

"آپ سمجھ گئے نا کہ میں کیا کہہ رہی تھی ؛ اس لڑکی کا دماغ کچھ کچھ پٹڑی سے اترتا جارہا ہے۔"

"لیکن یہ تو واقعی بہت زور دار معلوم ہوتا ہے۔" جو آننا کے باپ نے کاغذ اپنی بیوی کو تھماتے ہوئے کہا۔ "مجھے خود اس پارٹی میں شریک ہونے میں قطعاً کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہو گی!"

اس کی اہلیہ باربی نے دعوت نامہ پڑھا اور پھر کہا: "میں کہوں گی بہت اچھا ہے سوفی، ہم بھی آسکتے ہیں؟"

"پھر بیس نقول بنوانا ہوں گی۔" سوفی نے ان کے استفسار کو لفظی معنی پہناتے ہوئے کہا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا؟" جو آننا نے کہا۔

اس رات بستر پر دراز ہونے سے پہلے سوفی خاصی دیر کھڑکی کے پاس کھڑی باہر جھانکتی رہی۔ اسے یاد آیا کہ اس نے کس طرح اندھیرے میں البرٹو کا ہیولیٰ دیکھا تھا۔ اس واقعے کو پیش آئے ایک مہینے سے اوپر گزر چکا تھا۔ اب ایک بار پھر رات خاصی بیت چکی تھی، لیکن یہ گرمیوں کی سپید رات تھی۔

سوفی کو منگل وار کی صبح تک البرٹو کا کوئی پیغام نہ ملا۔ اس روز جب اس کی امی کام پر جا چکی ' اس کے ذرا ہی بعد اس کا ٹیلی فون آگیا۔

"سوفی امنڈسین۔"

"اور البرٹو کنوکس۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں اس سے پہلے ٹیلی فون نہ کرسکا ' لیکن میں اپنے منصوبے پر بڑی محنت کر رہا ہوں۔ مجھے صرف تبھی تنہائی میسر آسکتی ہے اور اپنا کام بغیر کسی مداخلت کے کرسکتا ہوں جب میجر کی توجہ سراسر اور مکمل طور پر تم پر مرکوز ہوتی

ہے۔"

"یہ تو کچھ مافوق الفطری بات معلوم ہوتی ہے!"

"تم سمجھ گئی ہوگی کہ میں اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھاتا ہوں اور اپنے آپ کو چھپا لیتا ہوں۔ اگر نگرانی کا کام فرد واحد کی تحویل میں ہو، دنیا کا بہترین سے بہترین نظام بھی ناکام ہو جاتا ہے... مجھے تمہارا کارڈ مل گیا تھا۔"

"آپ کا اشارہ دعوت نامے کی طرف ہے؟"

"تم میں خطرہ مول لینے کا حوصلہ ہے؟"

"کیوں نہیں؟"

"اس قسم کی پارٹی میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

"آپ تشریف لا رہے ہیں؟"

"میں ضرور حاضر ہوں گا۔ لیکن ایک بات اور بھی ہے۔ تمہیں یاد ہے کہ یہ وہی تاریخ ہے جس روز ہلڈے کا باپ لبنان سے واپس آئے گا؟"

"نہیں۔ مجھے واقعی یاد نہیں رہا۔"

"اسے محض اتفاق تو قرار نہیں دیا جاسکتا کہ جس روز اس نے بجارکلی گھر پہنچنا ہے، اسی روز وہ تمہیں فلسفیانہ گارڈن پارٹی کا اہتمام کرنے کی اجازت دے دیتا ہے۔"

"جیسا کہ میں عرض کر چکی ہوں میں نے اس بارے میں سوچا ہی نہیں تھا۔"

"مجھے یقین ہے کہ اس نے ضرور سوچا ہوگا۔ خیر، چھوڑو، ہم اس معاملے کے متعلق بعد میں بات کریں گے۔ آج صبح تم میجر کی کٹیا میں آسکتی ہو؟"

"مجھ سے توقع کی جارہی ہے کہ میں آج پھولوں کی کیاریوں سے گھاس پھوس اکھاڑوں گی۔"

"پھر دو بجے سہی۔ آسکتی ہو؟"

"جی، میں حاضر ہو جاؤں گی۔"

جب سوفی پہنچی، البرٹو کنوکس چوکھٹ پر بیٹھا تھا۔

"بیٹھو۔" اس نے کہا اور پھر جھٹ پٹ گفتگو شروع

کردی۔

"اس سے پہلے ہم ' نشاۃ ثانیہ ' ' بیروق ' اور ' روشن خیالی ' کے ادوار کے متعلق گفتگو کر چکے ہیں ۔ آج ہماری باتوں کا موضوع ' رومانیت ' (Romanticism) ہوگی ۔ اسے یورپ کا آخری عظیم ثقافتی دور قرار دیا جاسکتا ہے ۔ بیٹی ' اب ہم طویل داستان کے اختتام پر پہنچ رہے ہیں۔"

"کیا رومانیت کا عہد اتنا عرصہ جاری رہا؟"

"رومانیت کی ابتدا اٹھارویں صدی کے اواخر میں ہوئی اور اس کا چرچا انیسویں صدی کے وسط تک ہوتا رہا ۔ لیکن 1850 کے بعد آدمی ایسے پورے ادوار کا ذکر نہیں کرسکتا جن میں شاعری ' فلسفہ ' آرٹ ' سائنس اور موسیقی سب کچھ شامل ہوتا ہے۔"

" کیا رومانیت اسی قسم کا عہد تھا جس میں یہ سب کچھ شامل ہوتا تھا؟"

" کہا جاتا ہے کہ رومانیت زندگی کے متعلق فکرو اظہار کا آخری مشترکہ انداز تھا ۔ اس تحریک کا آغاز جرمنی سے ہوا ۔ روشن خیالی کے دور میں عقل پر جس بے لاگ اور غیر مبہم انداز سے زور دیا جاتا تھا ' یہ اس کے خلاف ردعمل کے طور پر ابھری تھی ۔ کچھ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب کانٹ کا انتقال ہوا اور اس کے ساتھ ہی اس کی سرد مہر تعقل پسندی کا بھی خاتمہ ہوگیا ' تو جرمنی کے نوجوانوں نے اطمینان کی سانس لی ہو گی۔"

"وہ اس کی جگہ کیا لائے؟"

"اس زمانے میں جو الفاظ اور نعرے زبان زد خاص وعام تھے ' وہ ' احساس ' (feeling) ' ' تخیل ' (imagination) ' ' تجربہ ' (experience) اور ' آرزو ' (yearning) تھے ۔ روشن خیالی کے عہد کے دوران میں بعض مفکرین نے ـــــ جن میں روسو کسی سے پیچھے نہیں تھا ـــــ احساس کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی تھی لیکن اس زمانے میں اسے عقل کے خلاف تعصب کی نکتہ چینی قرار دیا گیا ۔ جو چیز پہلے سطح آب کے نیچے تھی ' اب وہ سطح آب کے اوپر آ گئی اور جرمن ثقافت کا بڑا دھارا بن گئی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ کانٹ کی مقبولیت زیادہ عرصہ

برقرار نہ رہی؟"

"خیر، رہی بھی اور نہیں بھی ۔ متعدد رومان پسند اپنے آپ کو کانٹ کے جانشین سمجھتے تھے کیونکہ کانٹ نے ثابت کردکھایا تھا کہ ہم صرف ایک خاص حد تک 'فی نفسہ دنیا' (das Ding an sich) کی تفہیم کرسکتے ہیں، اس سے آگے نہیں جاسکتے ۔ دوسری طرف اس نے علم یا وقوف میں انا (ایغو) کی اعانت کی اہمیت پر زور دیا تھا ۔ یوں فرد کو اپنے انداز سے دنیا کی تشریح وتعبیر کی آزادی مل گئی ۔ رومان پسندوں نے اسے تقریباً بے قید 'انا پرستی' (ego - worship) کے طور پر خوب خوب استعمال کیا، بلکہ اس کا استحصال کیا اور اس کا نتیجہ فن کار عبقری کو آسمان پر چڑھانے کی صورت میں برآمد ہوا۔"

"کیا اس قسم کے عبقری تعداد میں بے شمار تھے؟"

"ہاں ۔ ان میں ایک بیتھووون (2) تھا ۔ اس کی موسیقی اس کے اپنے جذبات واحساسات اور آرزوؤں کا اظہار کرتی ہے ۔ ایک لحاظ سے بیتھووون 'آزاد' فن کار تھا —— جو آزادی اسے حاصل تھی وہ بیروق عہد کے باخ (3) اور ہینڈل (4) جیسے فنکاروں کو میسر نہیں تھی جو اپنے عہد کے موسیقی کے اصولوں کی سختی سے پابندی کرتے تھے اور اپنی تخلیقات میں زیادہ تر خدا اور یسوع کی حمد بیان کرتے تھے۔"

"مجھے صرف مون لائٹ سوناٹا اور ہفتہ سمفنی کا علم ہے۔"

"لیکن تمہیں یہ تو معلوم ہے کہ مون لائٹ سوناٹا میں کتنی رومانیت پائی جاتی ہے اور جب تم اس کی ہفتہ سمفنی سنتی ہو تو تمہیں احساس ہونے لگتا ہے کہ بیتھووون کتنے ڈرامائی انداز سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر رہا ہے۔"

"آپ نے کہا تھا کہ نشاۃ ثانیہ کے دور کے انسان دوست بھی انفرادیت پسند تھے۔"

"ہاں ۔ نشاۃ ثانیہ اور رومانیت کے مابین متعدد مشابہتیں ہیں ۔ ایک مخصوص مشابہت یہ تھی کہ دونوں کے نزدیک انسانی وقوف کے لیے آرٹ کی بڑی اہمیت ہے ۔ کانٹ نے اس ضمن

میں بھی قابل قدر کام کیا تھا ۔ اپنی جمالیات میں اس نے تحقیق کی تھی کہ ہم جب حسن سے ـــ مثلاً کسی فن پارے کے حسن سے ـــ مغلوب ہوتے ہیں ، تو کیا ہوتا ہے ۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ جب ہم کسی اور ارادے سے نہیں ، بلکہ صرف خود جمالیاتی تجربے کی خاطر اپنے آپ کو کسی فن پارے کے سامنے سینہ سپر کردیتے ہیں ، ہم ' دنیا فی نفسہ ' (das Ding an sich) کے تجربے کے بہت قریب پہنچ جاتے ہیں۔"

"چنانچہ فن کار کوئی ایسی چیز فراہم کردیتا ہے جس کا اظہار فلسفیوں کے بس میں نہیں ہوتا۔"

"یہ رومان پسندوں کا نقطہ نظر تھا ۔ کانٹ کے مطابق فن کار اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے اپنی قوت وقوف (facullty of cognition) کا بلاروک ٹوک استعمال کرتا ہے ۔ جرمن شاعر شلر (5)نے کانٹ کی فکر کو آگے بڑھایا ۔ اس نے لکھا کہ فن کار کی فعالیت کھیل کھیلنے کے مانند ہے ، اور انسان صرف اسی وقت آزاد ہوتا ہے جب وہ اپنا کوئی کھیل کھیلتا ہے کیونکہ تب وہ اپنے قواعد خود بناتا ہے ۔ رومان پسندوں کا عقیدہ تھا کہ صرف آرٹ ہمیں ' ناقابل اظہار ' کے قریب لاسکتا ہے ۔بعض تو اس حد تک آگے چلے گئے کہ وہ فن کار کا موازنہ خدا سے کرنے لگے۔"

" کیونکہ فن کار اسی طریقے سے اپنی حقیقت تخلیق کرتا ہے جس طرح خدا نے دنیا تخلیق کی تھی۔"

" کہا یہ جاتا تھا کہ فن کار کے پاس ' کائنات تخلیق کرنے کا تخیل ' ہوتا ہے ۔جب اس پر فن کارانہ وجد کی کیفیت طاری ہوتی ہے ، اسے ادراک ہونے لگتا ہے کہ حقیقت اور خواب کے مابین حدبندی معدوم ہو رہی ہے۔

"ان نوجوان نابغوں میں ایک نووالس (6) تھا ۔ اس نے کہا تھا : ' دنیا خواب بن جاتی ہے اور خواب حقیقت کا روپ دھار لیتا ہے ۔ ' اس نے 'Heinrich von Obterdingen' کے عنوان سے ایک ناول تحریر کیا تھا ۔ اس میں قرون وسطیٰ کا ماحول دکھایا گیا تھا ۔ یہ ابھی نامکمل تھا کہ 1801 میں اس کا انتقال ہوگیا ، اس کے باوجود یہ ناول بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔ اس ناول کا نوجوان ہیرو

بائین رخ ' نیلے پھول ' کی تلاش میں سرگرداں پھرتا ہے جو اس نے کبھی خواب میں دیکھا تھا اور تب سے اس کی آرزوؤں کا مرکز بن گیا ہے ۔ انگلستان کے رومانی شاعر کولرج نے بھی اسی قسم کے تصور کا نقشہ پیش کیا ہے ۔ اس نے اپنا مدعا کچھ اس طرح بیان کیا ہے :

" ' اگر تم سو گئے ، پھر کیا ؟ اگر تم نے اپنی نیند میں خواب دیکھا ، پھر کیا ؟ اور اگر تم اپنے خواب میں فردوس بریں پہنچ گئے اور تم نے وہاں کوئی انوکھا اور خوبصورت پھول توڑ لیا ، پھر کیا ؟ اور جب تمہاری آنکھ کھلی اور پھول تمہارے ہاتھ میں تھا ، پھر کیا؟ آہ ، پھر کیا؟ ' "

"واہ ، کتنا خوبصورت ہے !"

"کسی بعید اور ناقابل حصول چیز کی یہ آرزو رومان پسندوں کا خاصہ تھی ۔ وہ قرون وسطیٰ جیسے سابقہ زمانوں کی خواہش میں گھلتے رہتے تھے ۔ روشن خیالی کے دور میں ان زمانوں کا منفی انداز سے جائزہ لیا جاتا رہا تھا لیکن رومان پسند انہیں بالکل مختلف نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کے بارے میں بڑے جوش وخروش کا اظہار کرتے اور ان میں بہت دلچسپی لیتے تھے ۔ اور وہ مشرق کی بعید ثقافتوں کی ان کی سرّیت سمیت خواہش بھی اپنے قلوب میں سمائے رکھتے تھے ۔ یا پھر وہ رات ، شفق ، قدیم کھنڈرات اور مافوق الفطرت میں کشش محسوس کرنے لگتے تھے ۔ وہ ان اشیا میں مستغرق رہتے تھے جنہیں ہم زندگی کے تاریک ، دھندلے ، افسردہ ، پراسرار اور سرّی پہلوؤں کا نام دے سکتے ہیں ۔"

"مجھے تو یہ بڑا ہیجان پرور دور معلوم ہوتا ہے ۔ یہ رومان پسند کون تھے ؟"

"رومانیت زیادہ تر شہری مظہرہ (urban phenomenon) تھا ۔ درحقیقت گزشتہ صدی کے نصف اول کے دوران میں یورپ کے کئی خطوں میں بڑے شہروں کی ، جنہیں صنعتی ، تجارتی اور ثقافتی مراکز کہا جاسکتا ہے ، ثقافت کو خوب فروغ حاصل ہو رہا تھا اور اس معاملے میں جرمنی دوسروں سے پیچھے نہیں تھا ۔ جن لوگوں میں رومانیت کے مخصوص اوصاف پائے جاتے تھے ، وہ نوجوان تھے

اور ان میں سے بیشتر مختلف یونیورسٹیوں کے طالب علم تھے حالانکہ وہ اپنی پڑھائی میں ہمیشہ ہی سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے ۔ ان کا زندگی کو جانچنے ، پرکھنے اور سمجھنے کا انداز قطعی طور پر متوسط طبقے کے انداز کے برعکس تھا ۔ مثلاً وہ پولیس یا اپنی رہائش گاہوں کی مالک خواتین کو فلستی (7) (آرٹ دشمن) یا محض دشمن قرار دیتے رہتے تھے ۔"

" میں کسی بھی رومان پسند کو اپنے مکان کا کوئی کمرا کرائے پر دینے کا حوصلہ نہ کرپاتی ۔"

"رومان پسندوں کی پہلی نسل 1800 ء کے آس پاس نوجوان تھی اور ہم فی الواقع رومانیت کی تحریک کو یورپی طالب علموں کی اولین بغاوت قرار دے سکتے ہیں ۔ رومان پسند ڈیڑھ سو سال بعد کے ہپیوں (hippies) سے کوئی خاص مختلف نہیں تھے ۔"

" آپ کا مطلب قوت گل (8) ، لمبے بالوں ، گٹار بجانے والوں اور جہاں جگہ ملے ، وہیں سو جانے والوں سے ہے ؟"

"ہاں ۔ کبھی یہ کہا جاتا تھا کہ ' عبقری کا آدرش ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا ہے اور رومان پسند کا طرہ امتیاز کاہلی ہے ۔ ' رومان پسند اپنا یہ فرض سمجھتے تھے کہ وہ زندگی کا تجربہ کریں ـــــ یا خواب دیکھنا شروع کردیں کہ ان کا اس (زندگی) سے کوئی تعلق نہیں ۔ جہاں تک زندگی کے روزمرہ کے امور کا تعلق ہے ' یہ فلستیوں کی دردسری ہے "(رومان پسندوں کا ان سے کیا واسطہ ؟)۔"

"بائرن بھی تو رومانی شاعر تھا ؟"

"ہاں ۔ بائرن اور شیلی دونوں نام نہاد شیطانی (Satanic) مدرسہ فکر کے شاعر تھے ۔ مزید برآں بائرن نے حقیقی دنیا اور آرٹ دونوں کو رومانی دور کا صنم (idol) ـــــ بائرنی ہیرو (Byronic hero) ـــــ مہیا کردیا ۔ بائرنی ہیرو کی صفات یہ ہیں کہ یہ اپنے ہی ماحول میں اجنبی ہوتا ہے ، اس کی ذہنی کیفیت ہر آن تبدیل ہوتی رہتی ہے اور اس کی روح ہمیشہ بغاوت پر آمادہ رہتی ہے ۔ جہاں تک بائرن کا اپنا تعلق ہے ، وہ ایک طرف ضدی ، ہٹیلا اور متمرد تھا اور دوسری طرف دل پھینک اور پرجوش عاشق ۔ چونکہ وہ

حسن مردانہ کا اعلیٰ نمونہ بھی تھا ' وہ ہمہ وقت فیشن ایبل عورتوں کے نرغے میں رہتا تھا ۔ اس نے اپنی شاعری میں جن رومانی مہموں اور داستانوں کے نقشے کھینچے ہیں ' عام گپ شپ کے دوران میں لوگ انہیں خود اس کی اپنی زندگی سے منسوب کردیتے تھے ۔ اگرچہ اس کے عشقیہ تعلقات بے شمار عورتوں کے ساتھ رہے لیکن نووالس کے پھول کی طرح بھی محبت اس کے لیے ہمیشہ سراب اور ناقابل حصول رہی ۔ نووالس کی سگائی چودہ سالہ دوشیزہ کے ساتھ ہوئی تھی ۔ وہ اپنی پندرھویں سالگرہ کے چار روز بعد انتقال کرگئی لیکن نووالس اسے کبھی بھول نہ پایا اور اس نے اپنی مختصر زندگی کے بقایا ایام اس کی یاد میں گزار دئے ۔ یوں وہ مرتے دم تک اس کا وفا کیش رہا۔"

"کیا کہا آپ نے ؟ وہ اپنی پندرھویں سالگرہ کے چار روز بعد انتقال کرگئی تھی؟"

"ہاں . . ."

"میں آج پندرہ سال اور چار یوم کی ہوگئی ہوں ۔"

"یہ تو ٹھیک ہے ۔"

"اس کا نام کیا تھا؟"

"اس کا نام سوفی تھا ۔"

"کیا؟"

"ہاں' اس کا نام . . ."

"آپ مجھے ڈرا رہے ہیں ۔ کیا یہ محض اتفاق ہے؟"

"سوفی ' میں کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ لیکن اس کا نام سوفی ہی ...۔"

"خیر ' اپنی گفتگو جاری رکھیں ۔"

"جب نووالس کا اپنا انتقال ہوا ' اس کی عمر صرف انتیس ... تھی ۔ اس کا شمار ' جوانا مرگوں ' میں ہوتا ہے ۔ متعدد رومان پسند ... شباب میں فوت ہوئے ۔ عام طور پر اس کا سبب تپ دق ہوتی ...۔ بعضوں نے خودکشی کرلی . . ."

"ہائے!"

"جو لوگ ضعیفی کی عمر کو پہنچتے تھے ' جب وہ تقریباً

تیس برس کے ہوجاتے تھے ، عام طور پر رومانیت سے توبہ کر لیتے تھے۔ان میں بعض تو پکے مڈل کلاسیے اور قدامت پسند بن گئے۔"

"گویا وہ دشمن کے کیمپ میں چلے گئے۔"

"شاید۔ لیکن ہم رومانی محبت کا تذکرہ کر رہے تھے ۔ ناکام محبت کا موضوع بہت پہلے 1774 میں گوئٹے اپنے ناول ' نوجوان ورٹر کے آلام (9) ' میں پیش کرچکا تھا ۔ کتاب کے اختتام پر جب نوجوان ورٹر کو معلوم ہوتا ہے ، کہ جس عورت سے وہ محبت کرتا ہے ،وہ اسے نہیں مل سکتی ،وہ اپنے آپ کو گولی مار لیتا ہے۔۔۔"

"کیا معاملے کا اس حد تک لے جانا ضروری تھا؟"

"ناول کی اشاعت کے بعد خودکشی کے واقعات میں اضافہ ہوگیا اور کچھ عرصے تک ناروے اور ڈنمارک میں کتاب پر پابندی لگی رہی ۔ چنانچہ رومان پسند ہونا خطرے سے خالی نہیں تھا ۔ (اس میں) تند و تیز جذبات شامل ہوتے تھے۔"

"جب آپ لفظ ' رومان پسند ' استعمال کرتے ہیں مجھے وہ بڑے سائز کی تصاویر یاد آجاتی ہیں جن میں تیرہ و تار جنگلات اور شوریدہ سر ، اکھڑ اور تند فطرت کے ـــــ ترجیحاً منزلاتی ، بل کھاتی دھندمیں ـــــ مناظر پیش کئے جاتے تھے۔"

"ہاں ۔ رومانیت کا ایک وصف یہ تھا کہ اس میں فطرت اور فطرت کے اسرار کی یہ شدید تمنا پائی جاتی ہے ۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں یہ اس قسم کی آرزو نہیں تھی جو دیہاتی علاقوں میں پیدا ہوتی ہے ۔ تمہیں یاد ہوگا کہ ' واپس فطرت کی طرف ' کے نعرے کی ابتدا روسو نے کی تھی ۔ رومان پسندوں نے اس نعرے کو مقبول عام کردیا ۔ دراصل رومانیت روشن خیالی کے دور کی مشینی کائنات کے خلاف ردعمل تھا ۔ دعویٰ یہ کیا جاتا تھا کہ رومانیت کے بین السطور معانی 'قدیم کائناتی شعور ' کا احیا ہیں۔"

"اس کی ذرا وضاحت فرمائیں۔نوازش ہوگی۔"

"اس کا مطلب کائنات کو ایک کُل کی حیثیت سے دیکھنا ہے ۔ رومان پسند اپنی جڑیں نہ صرف سپنوزا تک بلکہ اس سے پرے پلوتی نوس اور نشاۃ ثانیہ کے جیکب بوہمے (10) اور گیوردانو برونو جیسے فلسفیوں تک بھی ڈھونڈ رہے تھے ۔ ان تمام مفکرین میں جو

بات مشترک تھی ، وہ یہ تھی کہ انہیں فطرت میں الوہی ' انا ' کا تجربہ ہوتا تھا۔"

"پھر وہ ہمہ اوست (Pantheism) کے قائل تھے..."

"دیکارت اور ہیوم دونوں نے انا اور ' توسیعی ' حقیقت کے مابین واضح حدبندی قائم کی تھی ۔ کانٹ نے بھی اپنے پیچھے وقوفی (cognitive) ' میں ' اور ' فی نفسہ ' فطرت کے مابین بین امتیاز چھوڑا تھا ۔ اب یہ کہا جانے لگا کہ فطرت سوائے ایک بڑی ' میں ' کے اور کچھ نہیں ۔ رومان پسند ' روح عالم ' ('world spirit') یا 'world soul') جیسی تراکیب بھی استعمال کرتے تھے۔"

"سمجھی۔"

"اس عہد کا سرکردہ فلسفی جرمنی کا فریڈرک شیلنگ تھا ۔ وہ 1775 سے 1854 تک بقید حیات رہا ۔ وہ ذہن اور مادے کو متحد کرنا چاہتا تھا ۔ اس کا عقیدہ تھا کہ ساری کی ساری فطرت ـــــ انسانی روح (soul) اور طبعی حقیقت دونوں ـــــ واحد ذات مطلق (one Absolute) یا روح عالم (ورلڈ سپرٹ) کا اظہار ہے۔"

"جی ہاں ، سپینوزا کی طرح۔"

"شیلنگ کہتا تھا کہ فطرت مرئی روح (spirit) ہے ، روح (spirit) غیرمرئی فطرت ہے کیونکہ آدمی کو فطرت میں ہر جگہ ' ساخت ساز روح ' '(structuring spirit)' کا ادراک ہوتا ہے ۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ مادہ (matter) خوابیدہ ذہانت ہے۔"

"آپ کو اپنی بات کی ذرا مزید وضاحت کرنا ہوگی۔"

"شیلنگ کو فطرت میں ' روح عالم ' (' ورلڈ سپرٹ ') نظر آتی تھی لیکن یہی ' روح عالم ' اسے انسانی دماغ میں بھی دکھائی دیتی تھی۔ دراصل فطری اور روحانی ایک ہی چیز کے اظہار ہیں۔"

"جی ہاں۔ کیوں نہیں !"

"یوں روح عالم فطرت میں بھی اور اپنے دماغ میں بھی یعنی دونوں میں تلاش کی جاسکتی ہے ۔ چنانچہ نووالس کو یہ کہنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی : ' بھید کا راستہ اندر کی طرف لے جاتا ہے ۔ ' وہ کہہ یہ رہا تھا کہ انسان ساری کائنات کو اپنے اندر اٹھائے

پھر رہا ہے اور وہ خود اپنے اندر داخل ہوکر رازِعالم کے قریب ترین پہنچ جاتا ہے۔"

"یہ تو بڑا خوبصورت خیال ہے۔"

"بہت سے رومان پسندوں کے نزدیک فلسفہ، مطالعہ فطرت اور شاعری مل کر تالیف (synthesis) بن جاتے تھے۔ آپ اپنے اینک (attic) میں بیٹھ کر وجدانی شعر کہہ رہے ہوں، یا پودوں کی زندگی یا چٹان کے اجزائے ترکیبی کا مطالعہ کر رہے ہوں، دونوں ایک ہی سکے کے دو رخ متصور ہوتے تھے کیونکہ، فطرت، کوئی بے جان میکانیہ (mechanism) نہیں، بلکہ ایک جیتی جاگتی روح عالم سمجھی جاتی تھی۔

" ماہرموجودات (naturalist) ہنرک سٹیفنز (Steffens) پیدا تو ناروے میں ہوا تھا لیکن وہ آباد جرمنی میں ہوگیا تھا۔ اسی لیے شاعر ورگے لینڈ (11) نے اس کے متعلق کہا تھا کہ وہ ' ناروے کا تارک الوطن لارل (laurel) کا پتا ہے '۔ خیر، سٹیفنز 1801 میں جرمن رومانیت کے متعلق لیکچر دینے کوپن ہیگن گیا۔ اس نے رومانیت کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے کہا: ' خام مواد میں سے اپنا راستہ تلاش کرنے کی ابدی جدوجہد سے تنگ آ کر ہم نے دوسرا راستہ اپنا لیا اور غیر محدود (infinite) سے ہم آغوش ہونے کی خواہش کرنے لگے۔ ہم خود اپنے اندر چلے گئے اور ہم نے ایک نئی دنیا تخلیق کردی'..."

"آپ اتنا کچھ زبانی کیسے یاد کرلیتے ہیں۔"

"معمولی بات ہے، بیٹی۔"

"پھر ٹھیک ہے، اپنی بات جاری رکھیں۔"

"شیلنگ کو زمین اور چٹان سے لے کر انسانی دماغ تک سلسلےوار تبدیلیوں کے ذریعے بتدریج نمو بھی نظر آئی۔ چنانچہ فطرت کی بےجان اشیا سے پیچیدہ نامیاتی اشیا تک جو انتہائی آہستہ رو مگر بتدریج تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں، اس نے ان کی طرف توجہ دلائی۔ عام طور پر رومانی نقطہ نظر کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ فطرت کو نامیہ (Organism) یا جان دار چیز تصور کیا جاتا تھا۔ یہ دوسرے الفاظ میں رومان پسندوں کے نزدیک فطرت ایک ایسی

وحدت (unity) تھی جو اپنے خلقی امکانات کی مسلسل نمو کرتی رہتی ہے ۔ یوں سمجھو کہ فطرت کسی پھول کی مانند ہے جو اپنے پتوں اور پنکھڑیوں کو وا کر رہا ہو یا پھر وہ کوئی شاعر ہے جو اپنے اشعار کو منظر عام پر لا رہا ہو ۔"

"اس سے آپ کو ارسطو یاد نہیں آتا؟"

"واقعی آتا ہے ۔ رومانی فطری فلسفے میں ڈھکے چھپے انداز سے ارسطوی اور نواافلاطونی دونوں اجزا شامل ہیں ۔ میکانکی مادیت پسند قدرتی عمل کاریوں (processes) کو مشینی افعال تصور کرتے رہے ۔ اس کے برعکس ارسطو انہیں جاندار (organic) چیز کے افعال سمجھتا تھا. . ."

"جی ہاں ' میرا بھی یہی خیال تھا. . ."

"تاریخ کے شعبے میں بھی ہمیں انہی سے مشابہ خیالات کارفرما نظر آتے ہیں ۔ ایک شخص جو رومان پسندوں کے لیے بڑی اہمیت اختیار کر گیا تھا ' وہ جرمنی فلسفی ' نقاد اور شاعر جوہان گوٹ فرائٹ وان ہرڈر (Johann Gothfried won Herder) تھا ۔ وہ 1744 سے 1803 تک بقید حیات رہا ۔ ہرڈر کا ایقان تھا کہ تاریخ کی امتیازی خصوصیات تسلسل (Continuity) ' ارتقا (evolution) اور ڈیزائن (انتشار و بےنظمی یا chaos کے برعکس مربوط اور بامقصد پیٹرن جیسے خدا کا ڈیزائن فطرت میں نظر آتا ہے) ہیں ۔ ہم کہتے ہیں کہ اس کا تاریخ کے متعلق نقطہ نظر ' حرکی ' (dyna-mic) تھا کیونکہ وہ اسے عمل کاری (process) کے طور پر دیکھتا تھا ۔ روشن خیالی کے عہد کے فلسفی تاریخ کے متعلق اکثر ' سکونی ' یا ' غیرحرکی ' (static) نقطہ نظر اختیار کر لیتے ہیں ۔ ان کے نزدیک عقل کل یا آفاقی عقل (Universal reason) صرف ایک ہے جو کم وبیش تمام زمانوں میں موجود رہی ہے ۔ ہرڈر نے ثابت کر دکھایا کہ ہر تاریخی عہد کی اپنی ذاتی قدر (intrinsic value) اور ہر قوم کا اپنا امتیازی وصف (character) یا ('soul') ہوتی ہے ۔ سوال یہ ہے: کیا ہم دوسری ثقافتوں میں مماثلت تلاش کر سکتے ہیں؟"

"کسی شخص کو جو صورت حال درپیش ہے ' اس میں وہ کیا محسوس کرتا ہے ' یہ ہم تبھی جان سکتے ہیں جب ہم اپنے آپ کو

اس کی صورت حال میں رکھ کر دیکھیں ۔ اگر ہم دوسری اقوام کی ثقافتوں کو سمجھنا چاہتے ہیں ، تب بھی ہمیں یہ رویہ اختیار کرنا پڑے گا۔"

"جو کچھ تم کہہ رہی ہو ، آج کل تقریباً ہر شخص اسے بلاچون و چرا صحیح تسلیم کرتا ہے ۔ لیکن رومانیت کے عہد میں یہ بالکل نیا تصور تھا ۔ رومانیت قومی شناخت کے جذبے کو مضبوط بنانے میں مددگار ثابت ہوئی ۔ چنانچہ اس خاص زمانے ـــــ 1814 ـــــ میں قومی آزادی حاصل کرنے کے لیے ناروے (12) میں جو تحریک چلی ، وہ محض کوئی اتفاقیہ امر نہیں تھا۔"

"میں سمجھی۔"

"چونکہ رومانیت نے اتنے زیادہ شعبوں میں نئی جہت بندیوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا ، رومانیت کی دو صورتوں (forms) کے مابین امتیاز کرنا معمول بن گیا ہے ۔ ایک طرف تو وہ رومانیت ہے جسے ہم ' آفاقی رومانیت ' کہتے ہیں ۔ اس سے مراد وہ رومان پسند ہیں جن کا اوڑھنا بچھونا فطرت ، روح عالم (ورلڈ سپرٹ) اور فنکارانہ عبقریت تھا ۔ رومانیت کی یہ شکل سب سے پہلے 1800 کے لگ بھگ خاص طور پر جرمنی کے شہر جینا (Jena) میں پھلی پھولی۔"

"اور دوسری؟"

"دوسری نام نہاد ' قومی رومانیت ' ہے ۔ یہ کچھ عرصہ بعد مقبول ہوئی ۔ جرمنی کا شہر ہائیڈل برگ خاص طور پر اس کا مرکز تھا۔ قومی رومان پسندوں کو عمومی اعتبار سے زیادہ تر دلچسپی ' عوام ' ('people') کی تاریخ ، ' عوام ' کی زبان اور ' عوام ' کی ثقافت میں تھی ۔ اور ' عوام ' کو ایک نامیہ (organism) سمجھا جارہا تھا جو ـــــ عین مین فطرت اور تاریخ کی مانند ـــــ اپنے فطری لیکن مخفی امکانات کو بروئے کار لارہا تھا۔"

"مجھے صرف اتنا بتا دیں کہ آپ کہاں رہتے ہیں اور میں آپ کو بتادوں گی کہ آپ کون ہیں۔"

"جس چیز نے رومانیت کے ان دونوں پہلوؤں کو متحد کیا ، وہ بنیادی طور پر کلیدی لفظ ' نامیہ ' تھا ۔ رومان پسند نبات

(plant) اور قوم (nation) دونوں کو جاندار نامیہ تصور کرتے تھے۔ (ان کے نزدیک) شعری تخلیق بھی جاندار نامیہ تھی ۔ زبان نامیہ تھی ۔ بلکہ کل طبعی دنیا بھی ایک (one) ہی نامیہ تھی ۔ چنانچہ قومی رومانیت اور آفاقی رومانیت کے مابین کوئی واضح حدبندی موجود نہیں ۔ انہیں روح عالم (ورلڈ سپرٹ) جتنی عوام اور عوامی ثقافت میں دکھائی دیتی تھی اتنی ہی وہ آرٹ اور فطرت میں نظر آتی تھی۔"

"میں سمجھ گئی۔"

"ہرڈر پیش رو تھا۔ اس نے ' عوام کی آوازیں' ('Voices of the People') کے بلیغ اور کھنکتے عنوان سے متعدد علاقوں کے لوک گیت اکٹھے کئے تھے ۔ وہ لوک کہانیوں کو بھی ' عوام کی مادری زبان ' کہتا تھا ۔ اس کے بعد جرمنی ہی کے گرم بھائیوں (Brothers Grimm) اور بعض دوسرے لوگوں نے ہائیڈل برگ میں لوک گیتوں اور ' پریوں ' کی کہانیوں (fairy tales) کو جمع کرنے کا کام شروع کردیا ۔ تم 'Grimm's Fairy Tales' سے تو واقف ہی ہو گی۔"

"بالکل ۔ کیا کیا کہانیاں ہیں ـــــ ' سنو وائٹ اور سات بونے ' ' خوابیدہ شہزادی ' ' مینڈک شہزادہ ' ('Frog Prince') ' بونا ' ' رمپل سٹلٹ سکن ' ('Rumplestiltskimn') ' ' ہینسل اور گریٹل' ('Hansel and Gretel') ..."

"ہاں ۔ اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی ۔ ہمارے ہاں ناروے میں ایسب جورن سین (13) اور موئے (13) تھے ۔ انہوں نے ملک کا چپا چپا چھان مارا اور یوں ' عام لوگوں کی اپنی کہانیاں ('folks own tales') اکٹھا کرنے کا فریضہ سرانجام دیا ۔ جو کچھ ہو رہا تھا یہ بالکل ایسے ہی تھا کہ تمہیں اچانک معلوم ہوتا ہے کہ فلاں درخت کا رسیلا پھل لذیذ بھی ہے اور صحت بخش بھی ' اور تم فوراً ہی اسے توڑنا شروع کردیتی ہو ' کیونکہ پھل پہلے ہی درخت سے گرنا شروع ہوچکا ہے اور اگر تم نے عجلت نہ کی ' تو اس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے ۔ یوں لوک کہانیاں اور لوک گیت اکٹھا کئے گئے اور ناروی زبان کا سائنسی مطالعہ شروع ہوگیا ۔

اصنام پرستی کے قدیم دور کی دیومالائی کہانیاں (نظم اور نثر دونوں میں) دوبارہ دریافت کی گئیں اور یورپ کے تمام خطوں کے موسیقار لوک موسیقی اور فنی موسیقی (آرٹ میوزک) کے مابین خلیج پاٹنے کی کوشش میں اپنی تخلیقات میں لوک نغموں کی دھنیں سمونے لگے۔"

"یہ فنی موسیقی کیا ہوتی ہے؟"

"فنی موسیقی وہ موسیقی ہوتی ہے جسے کوئی خاص شخص، مثلاً بیتھوون، ترتیب دیتا ہے۔ لوک موسیقی کسی خاص شخص کی تخلیق نہیں ہوتی، یہ عوام سے آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں صحیح صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ مختلف لوک دھنیں کب وجود میں آئی تھیں۔ بعینہٖ ہم لوک کہانیوں اور فنی کہانیوں کے مابین امتیاز کرتے ہیں۔"

"چنانچہ فنی کہانیاں..."

"یہ کہانیاں کسی مصنف، مثلاً ہانس کرسچین اینڈرسن، کی تحریر کی ہوتی ہیں۔ پریوں کی کہانیوں کی صنف کو رومان پسندوں نے بڑے جوش و خروش سے پروان چڑھایا۔ اس صنف کا ایک جرمن استاد ای۔ ٹی۔ ڈبلیو ہوفمین (14) تھا۔"

"میں 'ہوف مین کی کہانیاں' کے متعلق سن چکی ہوں۔"

"جس طرح بیروق عہد کے لوگوں کے لیے مطلق فن کی شکل تھیٹر تھا، اسی طرح رومان پسندوں کے نزدیک مطلق ادبی آئیڈیل پریوں کی کہانیاں تھیں۔ اس سے شاعر کو اپنے تخلیقی جوہر کو دریافت کرنے کا پورا موقع مل جاتا تھا۔"

"یوں وہ خیالی کائنات میں خدا کا کردار ادا کرسکتا تھا۔"

"بالکل ٹھیک۔ اور جو کچھ میں کہہ چکا ہوں، اس کی تلخیص بیان کرنے کا یہ اچھا موقع ہے۔"

"پھر شروع ہوجائیں۔"

"رومانیت کے دور کے فلسفی 'روحِ عالم' (ورلڈ سپرٹ) کو ایک طرح کی 'انا' تصور کرتے تھے جس نے کم و بیش خواب جیسی کیفیت میں دنیا کی ہر چیز تخلیق کی تھی۔ فلسفی فختے (15) نے کہا تھا کہ فطرت کی ابتدا کسی بلندتر، غیرشعوری تخیل سے

ہوتی ہے۔ شیلنگ نے واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ دنیا ' خدا میں ' ('in God') میں ہے۔ اس کا عقیدہ تھا کہ خدا کو اس میں سے کچھ کی تو آگہی ہے لیکن فطرت کے بعض پہلو ایسے بھی ہیں جو خدا کے اندر نامعلوم (un Known) کی نمائندگی کرتے ہیں ' کیونکہ خدا کا ایک پہلو ظلمت میں ہے۔

" یہ تصور دل فریب بھی ہے اور ہیبت ناک بھی۔ اس سے مجھے بارکلی یاد آگیا ہے۔"

" فن کار اور اس کے تخلیقی فن پارے کے مابین تعلق کو بھی بالکل اسی انداز سے دیکھا جاتا تھا۔ پری کہانی نے مصنف کو بے مہار بنا دیا تھا تاکہ وہ اپنے ' کائنات تخلیق کرنے والے تخیل ' کو پوری طرح بروئے کار لاسکے۔ اور جہاں تک تخلیقی عمل کا تعلق ہے ' اسے بھی ہمیشہ پوری طرح شعوری کوشش قرار نہیں دیا جاتا تھا۔ مصنف کو کچھ اس قسم کا تجربہ ہوتا تھا کہ کہانی وہ نہیں لکھ رہا بلکہ کوئی خلقی یا داخلی قوت اس سے یہ کام کرا رہی ہے۔ جب وہ لکھنے بیٹھتا تھا ' اس پر کچھ اس قسم کی بےخودی طاری ہوسکتی تھی جیسے اس پر کسی نے عمل تنویم کردیا ہو۔"

"واقعی؟"

"ہاں۔ لیکن پھر وہ اچانک اس التباس (illusion) کو ملیامیٹ کردیتا۔ وہ کہانی میں مداخلت کرنے لگتا اور طنزیہ جملوں سے براہ راست قاری سے مخاطب ہوجاتا تاکہ قاری کو ' وقتی طور پر ہی سہی ' یاد دلایا جاسکے کہ وہ جو کچھ پڑھ رہا ہے ' محض کہانی ہے۔"

"میں سمجھی۔"

"اس کے ساتھ ہی مصنف قاری کو یہ بھی یاد دلا دیتا تھا کہ افسانوی کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے ' اس کے تار وہ ہلا رہا ہے۔ ازالہ التباس (disillusion) کی یہ ہیئت ' رومانی خطنز romantic)' (irony کہلاتی ہے۔ مثلاً ہنرک ابسن اپنے ڈرامے 'Peer Gynt' کے ایک کردار سے یہ کہلواتا ہے : ' آدمی پانچویں ایکٹ کے درمیان میں تو نہیں مرسکتا۔'"

"واقعی بڑا مضحکہ خیز جملہ ہے۔ وہ دراصل جو کچھ کہہ رہا ہے ' یہ ہے کہ وہ محض افسانوی کردار ہے۔"

"اس بیان میں اتنا زیادہ تناقض (paradox) پایا جاتا ہے کہ اس کی مزید وضاحت کرنے کے لیے ایک اور ایکٹ شامل کیا جاسکتا ہے۔"

"اس سے آپ کا مطلب کیا تھا؟"

"اوہ، کچھ نہیں، سوفی۔ لیکن ہم نے یہ ضرور کہا تھا کہ نووالس کی منگیتر کا نام بالکل تمہاری طرح سوفی تھا اور یہ کہ جب اس کی عمر پندرہ سال چار دن ہوئی، وہ انتقال کر گئی تھی۔ . ."

"آپ کو معلوم نہیں کہ آپ مجھے ڈرا رہے ہیں؟"

البرٹو پتھر کا بت بنا خلا میں گھورتا رہا۔ وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہلا۔ پھر اس نے کہا: "لیکن تمہیں بالکل پریشان نہیں ہونا چاہیے کہ تمہارا حشر بھی نووالس کی منگیتر جیسا ہو گا۔"

"کیوں نہیں؟"

"کیونکہ ابھی مزید کئی ابواب باقی ہیں۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میں کہہ رہا ہوں کہ جو شخص بھی البرٹو اور سوفی کی کہانی پڑھے گا، اسے وجدانی طور پر معلوم ہوجائے گا کہ ابھی کہانی کے کئی صفحات باقی ہیں۔ہم ابھی صرف رومانیت تک پہنچے ہیں۔"

"آپ کی باتیں سن کر میرا تو سر چکرانے لگا ہے۔"

"میں دراصل میجر بلڈے کا سر چکرانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ وہ کوئی ابھی حرکت نہیں کر رہا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ ڈرامے کا نیا ایکٹ!"

البرٹو نے بمشکل اپنا جملہ ختم کیا تھا کہ جنگل سے ایک لڑکا بھاگتا آیا۔ اس کے سر پر پگڑی تھی اور اس کے ہاتھ میں تیل کا چراغ تھا۔

سوفی نے مضبوطی سے البرٹو کا بازو تھام لیا۔

"یہ کون ہے؟" اس نے پوچھا۔

لڑکے نے خود ہی جواب دیا ۔ "میرا نام اللہ دین ہے اور میں اتنی دور لبنان سے آیا ہوں ۔"

البرنو نے اس پر خشونت کی نگاہیں ڈالیں:

"تمہارے چراغ میں کیا ہے؟"

لڑکے نے اپنا چراغ رگڑا اور اس میں سے دھوئیں کا دبیز بادل اٹھنے لگا جس نے ایک آدمی کی شکل دھار لی ۔ البرنو کی طرح اس کی سیاہ داڑھی تھی اور اس کے سر پر اونی ٹوپی تھی ۔ چراغ کے اوپر پیرتے ہوئے اس نے کہا : "بلڈے ، تمہیں میری آواز سنائی دے رہی ہے ؟ میرا خیال ہے کہ سالگرہ کے مزید تہنیتی کارڈ بھیجنے کا وقت گزر چکا ہے ۔ میں صرف اتنا بتانا چاہتا تھا کہ مجھے یہاں لبنان میں بجارکی اور وطن عزیز کا جنوبی خطہ پریوں کے دیس کی مانند معلوم ہونے لگا ہے ۔ میری چند دنوں میں تم سے ملاقات ہوگی ۔"

یہ کہتے ہی وہ شخص پھر بادل کے دھوئیں میں تحلیل ہوگیا اور چراغ نے اسے اپنے اندر کھینچ لیا ۔ پگڑی والے لڑکے نے چراغ بغل میں دبایا اور جنگل کی طرف بھاگنے لگا ۔ وہ پلک جھپکنے میں نگاہوں سے اوجھل ہوچکا تھا ۔

"جو کچھ ہوا ہے ، مجھے اس کا یقین نہیں آرہا ۔"

"مائی ڈیر ، معمولی بات ہے ۔"

"چراغ کی روح بالکل بلڈے کے باپ کی طرح بول رہی تھی ۔"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تھا ہی بلڈے کا باپ —— جسمانی طرح پر نہیں ، روحانی طور پر ۔"

"لیکن . . ."

"ہم دونوں یعنی میں اور تم اور ہمارے گردوپیش کی ہر چیز میجر کے دماغ میں دور کہیں گہرائیوں میں رہ رہی ہے ۔ اپریل سنیچر کی رات خاصی گزر چکی ہے اور اقوام متحدہ کے تمام فوجی جوان میجر کے اردگرد محوخواب ہیں اور اگرچہ وہ خود ابھی تک

28

جاگ رہا ہے ، نیند اس پر غلبہ پایا ہی چاہتی ہے ۔ لیکن اس نے جو کتاب ہلڈے کو اس کی پندرھویں سالگرہ پر بطور تحفہ دینا ہے ، ہمیں وہ لازماً اختتام تک پہنچانا ہوگی ۔ یہی وجہ ہے کہ اسے کام کرنا پڑ رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بے چارے کو آرام کے لیے بھی کوئی خاص وقت نہیں ملتا۔"

"میں ہاری۔"

"ڈرامے کا نیا ایکٹ!"

سوفی اور البرٹو بیٹھے تھے جھیل کے پار دیکھ رہے تھے ۔ معلوم ہوتا تھا کہ البرٹو پر کسی قسم کی بےخودی کی کیفیت طاری ہے ۔ کچھ دیر بعد سوفی نے اتنا حوصلہ کیا کہ اس کا کندھا ذرا سا جھنجھوڑ دیا۔

"آپ خواب دیکھ رہے تھے؟"

"ہاں ۔ اس نے براہ راست یہاں دخل درمعقولات کا سلسلہ شروع کردیا ہے ۔ چند سابقہ عبارتیں تو اس نے لفظ بہ لفظ کہلوائی ہیں ۔ اسے اپنے رویے پر شرم آنا چاہیے ۔ لیکن اب اس نے خود ہی اپنا بھانڈا پھوڑ دیا ہے اور کھلے عام باہر آگیا ہے ۔ اب ہمیں معلوم ہوگیا ہے کہ ہم اپنی زندگی ایک کتاب میں گزار رہے ہیں جو ہلڈے کا باپ ہلڈے کو سالگرہ کے تحفے کے طور پر گھر بھیج دے گا۔ تم نے سنا کہ میں نے کیا کہا ہے؟ خیر 'یہ' میں' نہیں 'جو یہ سب کچھ کہہ رہا تھا۔"

"جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اگر یہ سب سچ ہے ، پھر میں کتاب سے نکل بھاگوں گی اور جو جی میں آیا کروں گی۔"

"میں بالکل یہی منصوبہ بنا رہا ہوں ۔ لیکن اس وقوعے کے پیش آنے سے پہلے ہمیں کسی طرح ہلڈے کے ساتھ بات کرنے کی کوشش کرنا ہوگی ۔ ایک مرتبہ ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوگئے ، اس (ہلڈے) کے ساتھ رابطہ قائم کرنا زیادہ دشوار ہوجائے گا ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ابھی موقعے سے فائدہ اٹھانا

ہو گا۔"

"ہم کیا کریں گے؟"

"اگرچہ میجر کی انگلیاں پوری رفتار سے ٹائپ رائٹر کی کنجیوں (Keys) پر چل رہی ہیں، میرا خیال ہے کہ وہ اتنا تھک چکا ہے کہ کوئی دم میں اسے نیند آجائے گی۔۔۔"

"میرے تو یہ سن کر ہی رونگٹے کھڑے ہونا گئے ہیں۔"

"یہی وہ لمحہ ہے جب وہ شاید کوئی ایسی بات لکھ دے جس پر بعد میں اسے پچھتانا پڑے۔ اس کے پاس کوئی ترمیمی سیال یا سفیدہ (correction fluid) بھی تو نہیں جس سے وہ اپنا لکھا ہوا مٹا سکے اور اس کی جگہ دوبارہ صحیح بات لکھ سکے۔ یہ میرے منصوبے کا نہایت ہی اہم جزو ہے۔ خدا کرے کہ کوئی شخص میجر کو سفیدے (correction fluid) کی بوتل نہ دے دے!"

"آپ سفیدے کی بات کر رہے ہیں، میرے بس میں ہو تو میں اسے (پلاسٹک کی) غلافی دھجی (cover-up strip) تک نہ دوں!"

"میں ابھی اور اسی وقت اس بے چاری لڑکی سے درخواست کر رہا ہوں کہ وہ اپنے ہی باپ کے خلاف بغاوت کر دے۔ وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر جس طرح پرچھائیوں سے کھیل رہا ہے، یہ لڑکی اس سے حظ اٹھا رہی ہے، اس پر اسے شرم آنا چاہیے۔ کاش وہ یہاں ہمارے پاس ہوتا، پھر ہم اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے اور اپنے ساتھ اس کی ناانصافیوں کا اسے مزا چکھا دیتے!"

"لیکن وہ یہاں تو نہیں۔"

"اگرچہ (جسمانی طور پر) وہ بڑے مزے سے لبنان میں چھپا بیٹھا ہے اور جانتا ہے کہ کوئی اس کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا، لیکن روحانی طور پر وہ یہیں موجود ہے۔ ہمارے گردوپیش جو کچھ بھی ہے وہ میجر کی انا ہے۔"

"لیکن جو کچھ ہم یہاں دیکھ سکتے ہیں، میجر اس سے کہیں

زیادہ کچھ ہے۔"

"ہم میجر کی روح (soul) میں محض پرچھائیاں (shad-ows) ہیں ۔ اور سوئی ' پرچھائیوں کے لیے اپنے ہی آقا پر حملہ آور ہونا کوئی آسان کام نہیں ۔ اس کے لیے عیاری اور طویل المیعاد منصوبہ بندی دونوں کی ضرورت ہے ۔ لیکن ہمارے پاس بلڈے پر اثرانداز ہونے کا موقع ہے ۔ صرف فرشتہ خدا کے خلاف بغاوت کرسکتا ہے۔"

"ہم بلڈے سے درخواست کرسکتے ہیں کہ جونہی اس کا پاپا گھر پہنچے ' وہ اسے خوب کھری کھری سنائے ۔ وہ اسے کہہ سکتی ہے کہ ' آپ بڑے داداگیر ہیں ۔ ' وہ اس کی کشتی برباد کرسکتی ہے ـــــ یا کم ازکم لالٹین توڑ پھوڑ سکتی ہے۔"

البرٹو نے اتفاق میں سر ہلا دیا ۔ پھر اس نے کہا : "وہ اس سے بھاگ بھی سکتی ہے ۔ ہماری نسبت اس کے لیے یہ کام کہیں زیادہ آسان ہے ۔ وہ میجر کے گھر سے فرار ہوسکتی ہے اور کبھی واپس نہ آنے کا تہیہ کرسکتی ہے ۔ کیا یہ میجر کے لیے ' جو ہماری قیمت پر اپنے ' کائنات تخلیق کرنے والے تخیل ' کو استعمال کر رہا ہے 'مناسب سبق نہیں ہو گا؟"

"اس کے بعد کیا ہوگا ' میں تخیل کی آنکھ سے دیکھ سکتی ہوں ۔ وہ بلڈے کی تلاش میں ساری دنیا میں مارا مارا پھرے گا ۔ لیکن بلڈے یوں غائب ہوجائے گی جیسے اس کا کوئی وجود ہی نہیں تھا ۔ وہ غائب اس لیے ہوگی کیونکہ اسے ایک ایسے باپ کے ساتھ رہنا منظور نہیں جو البرٹو اور سوفی کی قیمت پر احمقانہ حرکتیں کرتا پھر رہا ہے۔"

"ہاں ۔ اصل بات یہی ہے ! وہ احمقانہ حرکتیں کرتا پھر رہا ہے ! جب میں نے کہا تھا کہ وہ ہمیں سالگرہ کا تفریحی کھلونا بنانا چاہتا ہے تو میرا مطلب بالکل یہی تھا ۔ لیکن سوفی ' اس کے حق میں یہی بہتر ہے کہ وہ چوکس رہے ۔ اور بلڈے کے لیے بھی یہی مناسب ہے کہ اپنے طور وہ بھی چوکس رہے !"

"آپ کا مطلب کیا ہے؟"

"تم اپنی رائے پر سختی سے قائم ہو۔"

"جب تک بوتل سے کوئی مزید جن نہیں نکلتا، میں قائم ہوں۔"

"ذرا تصور کرنے کی کوشش کرو کہ جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے، اس کا منصوبہ کسی اور کے دماغ میں پک رہا ہے۔ وہ دماغ ہم ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہماری کوئی روح (soul) نہیں، ہم کسی اور کی روح ہیں۔ اب تک تو ہم جانی پہچانی فلسفیانہ دنیا میں ہیں۔ بارکلی اور شیلنگ دونوں کے کان کھڑے ہو جائیں گے۔"

"اور؟"

"اب یہ ممکن ہے کہ یہ روح ہلڈے مولر کنیگ کے باپ کی ہو۔ وہ ادھر لبنان میں اپنی بیٹی کی پندرھویں سالگرہ کے لیے فلسفے پر کتاب لکھ رہا ہے۔ جب وہ 15 جون کو جاگے گی، کتاب اس کے پلنگ کے قریب میز پر رکھی ہوگی۔ اب وہ ——— اور کوئی بھی دوسرا شخص ——— ہمارے متعلق پڑھ سکے گی۔ کافی دنوں سے بجھایا جارہا ہے کہ اس 'تحفے' میں دوسروں کو شریک کیا جاسکتا ہے۔"

"جی ہاں۔ مجھے یاد ہے۔"

"اگر ہلڈے کے باپ نے لبنان میں ایک مرتبہ بھی تصور کرلیا کہ میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ وہ لبنان میں ہے، پھر جو کچھ میں تمہیں بتا رہا ہوں وہ ہلڈے پڑھ لے گی ... وہ تصور کرنے لگے گی کہ میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ وہ (ہلڈے کا باپ) لبنان میں ہے۔"

سوفی کا سر گھومنے لگا تھا۔ اس نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ اس نے بارکلی اور رومان پسندوں کے متعلق کیا سنا تھا۔ البرٹو کنوکس کی گفتگو جاری تھی: "لیکن اس وجہ سے انہیں اتنے بھی خود اعتماد نہیں ہوجانا چاہیے۔ باقی دنیا بے شک قہقہے لگاتی پھرے لیکن انہیں تو بالکل قہقہہ نہیں لگانا چاہیے کیونکہ یہ نہایت آسانی

سے ان کے گلے میں پھنس سکتا ہے۔"

"آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟"

"بلڈے اور اس کے باپ کی ۔ کیا ہم ان کے متعلق گفتگو نہیں کر رہے تھے؟"

"لیکن انہیں اتنے خود اعتماد کیوں نہیں ہونا چاہیے؟"

"کیونکہ عین ممکن ہے کہ وہ بھی محض دماغ ہوں ، اس کے ماسوا اور کچھ نہ ہوں۔"

"وہ کیسے ہو سکتے ہیں؟"

"اگر بارکلی اور رومان پسندوں کے لیے ایسا ہونا ممکن تھا ، پھر ان کے لیے لازماً ممکن ہوگا ۔ ہو سکتا ہے کہ میجر بھی کسی کتاب میں ، جو اس کے اور بلڈے کے متعلق ہو ، محض پرچھائیاں ہو اور یہ کتاب ہمارے متعلق بھی ہوگی کیونکہ ہم ان کی زندگیوں کا جزو ہیں۔"

یہ تو اور بھی بدتر بات ہوگی ۔ اس سے تو ہم محض پرچھائیوں کی پرچھائیاں بن جائیں گے۔"

"لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ کہیں کوئی بالکل ہی مختلف مصنف اقوام متحدہ کے کسی میجر البرٹ کنیگ کے متعلق کتاب لکھ رہا ہو جو اپنی بیٹی بلڈے کے لیے ہمارے متعلق کتاب لکھ رہا ہے - یہ کسی خاص البرٹو کنوکس کے متعلق ہے جو اچانک سوفی امنڈسین نمبر 3 کلورو کلوز کے پتے پر معمولی نوعیت کے فلسفیانہ لیکچر بھیجنا شروع کر دیتا ہے۔"

"جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں آپ کو اس پر یقین ہے؟"

"میں تو محض یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ ممکن ہے ۔ ہمارے لیے وہ مصنف کوئی ' پوشیدہ خدا ' ہوگا ۔ اگرچہ جو کچھ ہم ہیں اور جو کچھ ہم کہتے اور کرتے ہیں ، وہ اسی کا دیا ہوا ہے ، چونکہ ہم وہ (him) ہیں ، ہم کبھی اس کے متعلق کچھ نہیں جان سکیں گے ۔ ہم اندرون ترین ڈبے میں ہیں۔"

اب البرٹو اور سوفی ایک دوسرے سے کچھ کہے بغیر کافی

دیر تک بیٹھے رہے ۔ آخرکار سوفی نے مہرِسکوت توڑی اور اس نے کہا : " اگر واقعی ایسا کوئی مصنف ہے جو ہلڈے کے باپ کے متعلق ، جو لبنان میں مقیم ہے ، بالکل اسی طرح کوئی کہانی لکھ رہا ہے جس طرح وہ (ہلڈے کا باپ) ہمارے متعلق کوئی کہانی لکھ رہا ہے . . . "

"ہاں ہاں ، بولو ۔"

" . . . پھر یہ ممکن ہے کہ وہ مصنف بھی اتنا پر اعتماد نہ ہو ۔"

"کہنا کیا چاہتی ہو ؟"

"وہ مجھے اور ہلڈے کو اپنے دماغ کی گہرائیوں میں چھپانے کہیں بیٹھا ہے ۔ کیا یہ عین ممکن نہیں کہ وہ بھی کسی بلند تر دماغ کا جزو ہو ؟"

البرٹو نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"ہاں ، سوفی ، تمہاری بات درست ہے ۔ ایسا ہو سکتا ہے ۔ اگر معاملے کی نوعیت یہی ہے ، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس امکان کو پیش کرنے کے لیے ہمیں اس فلسفیانہ گفتگو کی اجازت دے دی ہے ۔ وہ اس بات پر زور دینا چاہتا ہے کہ وہ بھی لاچار اور بےبس پرچھائیں ہے اور یہ کہ یہ کتاب جس میں سوفی اور ہلڈے کا ذکر ہے ، درحقیقت فلسفے کی نصابی کتاب ہے ۔"

"نصابی کتاب ؟"

"ہماری تمام گفتگوئیں ، ہمارے تمام مکالمے . . ."

"جی ؟"

" . . . درحقیقت طویل یک کلامیہ (monologue) ہے ۔"

"مجھے کچھ اس قسم کا احساس ہو رہا ہے جیسے ہر چیز تحلیل ہوکر دماغ اور روح (سپرٹ) میں تبدیل ہوتی جارہی ہو ۔ مجھے خوشی ہے کہ معدودے چند فلسفی ابھی باقی ہیں ۔ وہ فلسفہ ، جس نے اتنے فخر و ابتہاج کے ساتھ تھالیس ، ایمپےدوکلیس اور دیموکری توس سے اپنی ابتدا کی تھی ، اسے یہاں بےیار و مددگار نہیں چھوڑا

جاسکتا۔ آپ یقیناً مجھ سے اتفاق کریں گے؟"

"بالکل - اس کا یہ حال قطعاً نہیں ہونا چاہیے - ابھی مجھے تمہیں ہیگل کے متعلق بتانا ہے - جب رومان پسندوں نے ہر چیز تحلیل کر کے اسے روح مجرد (spirit) بنا دیا تھا ' وہ پہلا فلسفی تھا جس نے فلسفے کو دریابرد ہونے سے بچایا۔"

"میں شوق سے سننا چاہوں گی۔"

"چنانچہ ہم اندر چلے چلتے ہیں تاکہ روحیں یا پرچھائیاں ہمارے معاملے میں مزید مداخلت نہ کر سکیں۔"

"مجھے ویسے بھی یہاں سردی لگ رہی ہے۔"

"اکلاباب!"

27۔ہیگل

* * *

... معقول وہ ہے جو قابل عمل ہے ...

ہلڈے نے بھاری بھرکم باکس فائل کو دھڑام سے نیچے فرش پر گر جانے دیا۔ وہ اپنے بستر پر لیٹی گھور گھور کر چھت کی طرف دیکھتی رہی۔ اس کے خیالات میں تلاطم برپا تھا۔

اب کے اس کے پاپا نے واقعی اس کا سر چکرا دیا تھا۔ لفنگے کہیں کے! ان کی یہ ھمت؟

سوفی نے اس (ہلڈے) سے براہ راست مخاطب ہونے کی کوشش کی تھی۔اس نے اسے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کرنے کے لیے کہا تھا۔ اور وہ اس حد تک واقعی کامیاب رہی تھی کہ اس نے ہلڈے کے ذہن میں ایک خیال ڈال دیا ہے۔

ایک منصوبہ...

سوفی اور البرٹو تو ان کا (ہلڈے کے باپ کا) بال تک بیکا نہیں کرسکتے لیکن ہلڈے کرسکتی ہے۔ اور ہلڈے کے ذریعے سوفی اس کے باپ تک پہنچ سکتی ہے۔

وہ سوفی اور البرٹو کے ساتھ متفق تھی کہ وہ اپنے پرچھائیوں کے کھیل میں کچھ زیادہ ہی آگے نکل گئے ہیں۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ سوفی اور البرٹو ان کے اپنے تخیل کی پیداوار ہیں، پھر بھی انہیں اپنی قوت کے اظہار کے لیے حدود کے اندر رہنا چاہیے تھا۔

سونی اور البرٹو ، بیچارے ! میجر کے تخیل کے مقابلے میں وہ اسی طرح بے دفاع اور بے بس تھے جس طرح فلم پروجیکٹر (projector) کے مقابلے میں مووی سکرین ہوتی ہے۔

جب وہ گھر پہنچیں گے ، ہلڈے انہیں سبق سکھا دے گی ! اسے اپنے ذہن میں کسی زبردست منصوبے کا خاکہ پہلے ہی نظر آنے لگا تھا۔

وہ اپنے پلنگ سے اتری اور دریچے میں سے جھیل کا منظر دیکھنے چل پڑی۔ تقریباً دو بج چکے تھے۔ اس نے دریچے کا پٹ کھولا اور کشتی گھر کی طرف منہ کرکے پکارنے لگی:

"امی ! امی !"

اس کی امی باہر نکلی۔

"میں چند سینڈوچ لے کر ایک گھنٹے میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ ٹھیک ہے؟"

"بہت خوب !"

"مجھے بس ہیگل کے متعلق باب پڑھنا ہے۔"

البرٹو اور سونی کھڑکی کے قریب ، جس کا رخ جھیل کی طرف تھا ، دو کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"جارج ولہم فریڈرک ہیگل (George Wilhelm Fried-rich Hegel) رومانیت کی جائز اولاد تھا۔" البرٹو نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔ "ہم تقریباً یہ کہہ سکتے ہیں کہ جرمنی میں جو بتدریج جرمن مزاج اور جذبہ تشکیل پا رہا تھا ، ہیگل کی بھی اس کے ساتھ ساتھ ذہنی نمو ہوئی۔ وہ 1770ء میں دریائے نیکر (Neckar) کے کنارے پر واقع جرمنی کے شہر سٹوٹ گارٹ (Stuttgart) میں پیدا ہوا تھا اور اس نے اٹھارہ سال کی عمر میں سٹوٹ گارٹ کے قریب دریائے نیکر پر ہی واقع ایک اور شہر ٹوبنگن (Tubingen) میں الہیات (Theology) کا مطالعہ شروع کردیا تھا۔ جن دنوں رومانیت کی تحریک کو اپنی انتہائی دھماکہ خیز نمو کا تجربہ ہو رہا تھا ، انہی دنوں اس نے ینا میں شیلنگ کے ساتھ کام شروع کیا۔ اس رفاقت کا آغاز

1799 میں ہوا تھا ۔ وہ کچھ عرصہ جینا میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے کام کرتا رہا ۔ اس کے بعد وہ ہائیڈل برگ میں پروفیسر مقرر ہوگیا جو ان دنوں جرمنی کی قومی رومانیت کا مرکز تھا ۔ 1818ء میں وہ عین اس زمانے میں پروفیسر کے عہدے پر فائز ہوا جب یہ شہر یورپ کے روحانی مرکز کی حیثیت اختیار کرنے لگا تھا ۔ 1831ء میں اس کا ہیضے سے انتقال ہوگیا لیکن اس سانحے کے پیش آنے سے پیشتر ہی جرمنی کی تقریباً تمام یونیورسٹیوں میں 'ہیگلیت' کے لاتعداد معتقدین پیدا ہو چکے تھے ۔"

"چنانچہ وہ خاصا نام کما چکا تھا ۔"

ہاں ۔ یہی حال اس کے فلسفے کا بھی تھا کہ اس کا بہت چرچا ہونے لگا تھا ۔ رومانیت کے دور کے دوران میں جو خیالات منظر عام پر آئے تھے ، ہیگل نے تقریباً ان سب کو مربوط کیا اور انہیں مزید نکھارا ۔ تاہم وہ متعدد رومان پسندوں کا ، جن میں شیلنگ بھی شامل تھا ، سخت نقاد تھا ۔"

"اس کی تنقید کا موضوع کیا تھا؟"

"شیلنگ اور دوسرے رومان پسند بھی کہتے تھے کہ زندگی کے عمیق ترین معانی اس چیز میں مضمر ہیں جسے وہ 'روح عالم' (ورلڈ سپرٹ) کا نام دیتے تھے ۔ ہیگل بھی 'روح عالم' کی اصطلاح استعمال کرتا ہے لیکن وہ اسے نیا مفہوم پہنا دیتا ہے ۔ جب ہیگل 'روح عالم' یا 'عقل عالم' ('world reason') کا ذکر کرتا ہے ، اس کا مطلب انسانی ملفوظات (utterances) کا حاصل (sum) ہوتا ہے کیونکہ 'روح' (سپرٹ) صرف انسان میں ہوتی ہے ۔

"ان معنوں میں اسے پوری تاریخ میں روح عالم کے ارتقا (progress) کا ذکر کرنے کا موقع دستیاب ہوجاتا ہے ۔ تاہم ہمیں یہ امر قطعاً فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اس سے اس کا اشارہ حیات انسانی ، فکر انسانی اور ثقافت انسانی کی طرف ہے ۔"

"آپ نے جو وضاحت کی ہے اس سے یہ نسبتاً کہیں کم بھوت نما (spooky) معلوم ہونے لگی ہے ۔ یہ 'محو خواب ذہانت' کی مانند درختوں اور چٹانوں میں گھات لگا کر بیٹھی نظر نہیں آتی ۔"

"اب تمہیں یاد ہوگا کہ کانٹ ایک چیز کا ، جسے وہ 'das

'Ding an sich' کہتا تھا ، ذکر کرتا رہتا تھا ۔ اگرچہ وہ یہ ماننے سے انکار کرتا تھا کہ انسان کو فطرت کے اندرون ترین رازوں کا کوئی واضح وقوف (cognition) ہوسکتا ہے ، وہ اتنا ضرور تسلیم کرتا تھا کہ کہیں نہ کہیں ایک قسم کی کوئی ناقابل حصول ، صداقت ('truth') موجود ہے ۔ ہیگل کہتا تھا کہ صداقت موضوعی (subjective) ہوتی ہے ' ۔ یوں اس نے کسی ایسی ' صداقت ' کے وجود کو مسترد کردیا جو انسانی عقل کی دسترس سے دور یا ماورا ہو ۔ وہ کہتا تھا کہ تمام علم انسانی علم ہے ۔"

"چنانچہ اسے فلسفیوں کو مجرد خیالات کی دنیا سے نکال کر دوبارہ عملی خیالات کی دنیا میں لانا پڑا ۔ ٹھیک ؟"

"ہاں ، شاید تمہارا خیال درست ہے ۔ تاہم ہیگل کا فلسفہ اتنا ہمہ گیر (all-embracing) اور متنوع تھا کہ اپنے موجودہ مقاصد کے پیش نظر ہم اس کے محض چند چیدہ چیدہ نکات کو ہی زیر بحث لانے پر اکتفا کریں گے ۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ حتمی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہیگل کا اپنا کوئی فلسفہ تھا بھی ۔ جس چیز کو عام طور پر ہیگل کا فلسفہ کہا جاتا ہے وہ دراصل زیادہ تر تاریخ کے ارتقا (progress) کو سمجھنے کا طریق کار ہے ۔ زندگی کی داخلی نوعیت کے متعلق ہیگل کا فلسفہ ہمیں کچھ بتانے سے قاصر ہے لیکن وہ منفعت بخش انداز سے سوچنے میں مدد ضرور دے سکتا ہے ۔"

"یہ غیر اہم بات نہیں ہے ۔"

"ہیگل سے پہلے تمام فلسفیانہ نظریوں میں ایک چیز مشترک تھی یعنی انسان دنیا کے بارے میں جو کچھ جان سکتا ہے ، کوشش یہ کی جاتی تھی کہ اس کے متعلق ابدی معیار قائم کئے جائیں ۔ دیکارت ہو یا سپینوزا ، ہیوم ہو یا کانٹ ، سبھی پر یہ بات صادق آتی ہے ۔ ان میں سے ہر ایک نے انسانی وقوف کی اساس دریافت کرنے کی سعی کی تھی ۔ لیکن ان سب نے دنیا کے انسانی علم کے لازمان یا ابدی (timeless) عنصر کے متعلق فتوے (pronouncements) صادر کئے تھے ۔"

"کیا فلسفی کا یہی کام نہیں ؟"

"ہیگل سمجھتا تھا کہ یہ ممکن نہیں ۔ اس کا عقیدہ تھا کہ انسانی

وقوف کی اساس نسل بہ نسل تبدیل ہوتی رہتی ہے - چنانچہ نہ تو کوئی ' ابدی صداقتیں ' ہوسکتی ہیں اور نہ لازمان عقل - واحد ثابت نقطہ (fixed point) جسے فلسفہ برقرار رکھ سکتا ہے ' خود تاریخ ہے-"

"میرا خیال ہے کہ آپ کو اس کی ذرا تشریح کرنا ہوگا - تاریخ مستقلاً تبدیل ہوتی رہتی ہے ' پھر یہ ثابت نقطہ کیسے بن گئی؟"

"دریا بھی ہمیشہ تبدیلی کے عمل سے دوچار ہوتا رہتا ہے - اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اس کے متعلق گفتگو نہیں کرسکتیں - لیکن تم یہ نہیں کہہ سکتیں کہ وادی کے کس مقام پر دریا 'صحیح ترین 'دریا ہے-"

"نہیں - دریا خواہ کتنا ہی طویل ہو وہ ہر جگہ دریا ہی رہے گا-"

"چنانچہ ہیگل کے نزدیک تاریخ رواں دریا کی مانند ہے - کسی بھی معین مقام پر پانی کی چھوٹی سے چھوٹی حرکت کا تعین لہروں کے اس اتار چڑھاؤ سے ہوتا ہے جو دریا کے اس حصے میں برپا ہوتا رہتا ہے جو اس طرف ہوتا ہے جدھر سے دریا آرہا ہوتا ہے - لیکن پانی کی ان حرکتوں کا تعین ان چٹانوں اور دریا کے موڑوں سے بھی ہوتا ہے جو اس خاص مقام پر یا اس کے آس پاس واقع ہوتے ہیں جہاں سے تم دریا کا مشاہدہ کر رہی ہوتی ہو-"

"میرا خیال ہے... میں سمجھ گئی ہوں-"

"اور فکر ــــ یا عقل ــــ کی تاریخ اسی دریا کی مانند ہوتی ہے - سابقہ روایت کی موج کے ساتھ ساتھ جو خیالات بہتے بہاتے چلے آتے ہیں اور انکے دوش بدوش ' عہد میں جو مادی حالات موجود ہوتے ہیں ' دونوں مل کر یہ طے کرنے میں مدد دیتے ہیں کہ تمہاری سوچ کس قسم کی ہوگی - چنانچہ تم یہ کبھی دعویٰ نہیں کرسکتیں کہ کوئی خاص خیال ہمیشہ ہمیشہ کے لیے درست ہے - تاہم جس مقام پر تم کھڑی ہو ' وہاں سے یہ خیالات صحیح معلوم ہوسکتے ہیں-"

"ایک طرف ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر چیز مساوی طور پہ صحیح یا مساوی طور پہ غلط ہوسکتی ہے، لیکن اب آپ نے جو کچھ کہا ہے، وہ تو اس سے لگا نہیں کھاتا۔"

"بالکل نہیں ۔ لیکن بعض چیزیں کسی خاص تاریخی سیاق وسباق کے حوالے سے صحیح یا غلط ہوسکتی ہیں ۔ اگر تم آج کے زمانے میں غلامی کی حمایت پہ کربستہ ہوجاؤ، تمہیں زیادہ سے زیادہ یہ رعایت دی جاسکے گی کہ تم احمق ہو ۔ لیکن اگر آج سے اڑھائی ہزار سال قبل تم یہ موقف اختیار کرتیں تب کوئی شخص بھی تمہیں احمق قرار نہ دیتا حالانکہ اس زمانے میں بھی غلامی کی تنسیخ کے خلاف ترقی پسند آوازیں اٹھنا شروع ہوگئی تھیں ۔ لیکن ہم ایک مزید مقامی مثال لے سکتے ہیں ۔ اس بات کو سو سال سے زیادہ کا عرصہ نہیں گزرا جب جنگلات کے وسیع وعریض رقبوں کو نذرآتش کرنا غیرمعیوب اور غیرمعقول فعل تصور نہیں کیا جاتا تھا کیونکہ اس سے کاشتکاری کے لیے مزید زمین دستیاب ہوجاتی تھی۔ لیکن آج تقریباً ہر شخص اس حرکت کو نامعقول اور گردن زدنی قرار دے گا ۔ اب تمہارے پاس اس قسم کے محاکموں کے لیے بالکل مختلف ــــــ اور کہیں بہتر ــــــ وجوہ موجود ہیں۔"

"اب میں سمجھ گئی۔"

"ہیگل نے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ یہاں تک فلسفیانہ تفکر کا تعلق ہے، وہاں بھی عقل حرکی (dynamic) ہے ۔ بلکہ درحقیقت یہ عمل کاری (process) ہے ۔ اور 'صداقت' بالکل یہی عمل کاری ہے اور یہ متعین کرنے کے لیے کہ صحیح ترین یا معقول ترین چیز کیا ہے، خود تاریخی عمل کاری سے بڑھ کر کوئی اور معیار موجود نہیں۔"

"معاف کیجیے جناب"

تم یہ نہیں کرسکتیں کہ تم عہدعتیق، قرون وسطیٰ، نشاۃ ثانیہ یا روشن خیالی کے ادوار میں سے چند خیالات منتخب کرلو اور ڈھنڈورا پیٹنا شروع کردو کہ یہ صحیح ہیں یا یہ غلط ہیں ۔ اور اسی طرح تم یہ نہیں کہہ سکتیں کہ افلاطون غلط تھا اور ارسطو صحیح تھا ۔ اور تم یہ بھی نہیں کہہ سکتیں کہ ہیوم غلط تھا اور کانٹ اور شیلنگ صحیح

تھے۔ سوچنے کا یہ انداز خلاف تاریخ (anti historical) ہو گا۔"

"جی ہاں' یہ انداز درست معلوم نہیں ہوتا۔"

"درحقیقت تم کسی فلسفی یا فکر کو اس فلسفی یا فکر کے تاریخی سیاق و سباق سے قطعاً علیحدہ نہیں کر سکتیں لیکن ——— اور یہاں میں ایک اور نکتہ بیان کر رہا ہوں ——— چونکہ ہر آن کسی نہ کسی نئی چیز کا اضافہ ہوتا رہتا ہے' 'عقل' سدا رہتا آگے بڑھتی رہتی ہے۔' دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ علم مسلسل ترقی کرتا اور وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔"

"کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ کانٹ کا فلسفہ افلاطون کے فلسفے سے بہرحال صحیح تر ہے؟"

"ہاں۔ افلاطون سے لے کر کانٹ تک روح عالم آگے بڑھی ہے ——— اور اس نے ترقی کی ہے۔ اور یہ اچھی بات ہے! اگر ہم دریا کی مثال پر دوبارہ غور کریں تو ہم کہہ سکیں گے کہ اس میں مزید پانی آ گیا ہے۔ اسے بہتے ایک ہزار سال سے اوپر گزر چکا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ کانٹ کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جو 'صداقتیں' اس نے دریافت کی ہیں وہ غیر متحرک چٹانوں کی طرح دریا کے کناروں پر مضبوطی سے جمی رہیں گی۔ ہو سکتا ہے کہ اگلی نسل تک پہنچتے پہنچتے کانٹ کے خیالات کی بھی چھان پھٹک شروع ہو جائے اور اس کی 'عقل' اس کے جانشینوں کی تنقید کا نشانہ بننے لگے۔ اور ہوا بھی درحقیقت یہی۔"

"لیکن آپ جس دریا کا ذکر کر رہے تھے..."

"ہاں؟ کہو۔"

"یہ کہاں چلا جاتا ہے؟"

"ہیگل کا دعویٰ تھا کہ 'روح عالم' کی کچھ اس طور نمو ہو رہی ہے کہ اس کے اپنے متعلق علم میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ یہی بات دریاؤں پر منطبق ہوتی ہے ——— وہ جوں جوں سمندر کی طرف بڑھتے جاتے ہیں' ان کے پاٹ چوڑے اور مزید چوڑے ہوتے جاتے ہیں۔ ہیگل کے مطابق تاریخ روح عالم کی کہانی ہے جو بتدریج اپنی ذات کے شعور کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اگرچہ دنیا ہمیشہ موجود رہی ہے' انسانی کلچر اور انسانی شعور نے روح عالم کو

اپنی اصلی (intrinsic) قدروقیمت کا روزافزوں شعور دے دیا ہے۔"

"وہ یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتا تھا؟"

"اس کا دعویٰ تھا کہ یہ تاریخی حقیقت ہے۔ یہ کوئی پیشین گوئی نہیں تھی۔ ہر وہ شخص، جو تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے، دیکھ سکتا ہے کہ انسان نے 'خودآگہی' اور 'خودبالیدگی' کی طرف روزافزوں پیش رفت کی ہے۔ ہیگل کے مطابق تاریخ کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ انسان پہلے کی نسبت کہیں زیادہ عقلیت پسندی (rationality) اور آزادی کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔ اپنے تمام ترکھلنڈرے پن اور غیرسنجیدگی کے باوجود تاریخی نمو ترقی پذیر (progressive) ہے۔ہم کہتے ہیں کہ تاریخ بامقصد ہوتی ہے۔"

"چنانچہ یہ نمو پاتی رہتی ہے۔خیر 'اتنی بات تو واضح ہے۔"

"ہاں۔ تاریخ غوروفکر کی طویل زنجیر ہے۔ ہیگل نے بعض قواعد کی بھی نشان دہی کی تھی جن کا غوروفکر کی اس زنجیر پر اطلاق ہوتا ہے۔ جو شخص تاریخ کا بالاستیعاب مطالعہ کرتا ہے، اسے نظر آجائے گا کہ جو بھی (نئی) فکر پیش کی جاتی ہے، اس کی اساس عام طور پر کوئی دوسرے پہلے پیش کئے گئے افکار ہوتے ہیں۔ لیکن جونہی کوئی فکر منظرعام پر پیش کی جاتی ہے، اس کی تردید میں کوئی اور فکر آجاتی ہے۔ یوں فکر کے ان دو متضاد طریقوں کے مابین کشمکش پیدا ہوجاتی ہے۔ اس کشمکش کا حل یہ ڈھونڈا جاتا ہے کہ کوئی تیسری فکر پیش کر دی جاتی ہے جس میں پہلی دونوں فکروں کے بہترین نکتے شامل کرلیے جاتے ہیں۔ ہیگل اسے 'جدلیاتی عمل' (dialectic process) کہتا ہے۔"

"آپ کوئی مثال دے سکتے ہیں؟"

"تمہیں یاد ہے کہ قبل ازسقراط فلسفی ابتدائی (primeval) لاوے اور تبدیلی کی بات کرتے تھے؟"

"کم وبیش۔"

"پھر ایلائیوں (Eleatics) نے دعویٰ کیا کہ تبدیلی درحقیقت ناممکن ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے حواس کے ذریعے تبدیلیوں کا مشاہدہ کرنے کے باوجود وہ کسی بھی قسم کی تبدیلی

کا انکار کرنے پر مجبور ہوگئے ۔ ایلائیوں نے ایک چیز کا دعویٰ کیا تھا اور ہیگل اس قسم کے موقف کو 'قضیہ' (Thesis) کہتا تھا۔"

"جی؟"

"لیکن جب اس قسم کا انتہاپسندانہ دعویٰ پیش کیا جاتا ہے تو اس کی تردید میں نیا دعویٰ منظرعام پر آجاتا ہے ۔ ہیگل اس جوابی دعوے کو 'سلبی قضیہ' negation کہتا تھا ۔ ایلائیوں نے جو فلسفہ پیش کیا تھا ' اس کی نفی ہیراکلی توس نے کی تھی جس کا کہنا تھا کہ ہر چیز بہتی ہے ۔ اب ان دونوں بالکل ہی متضاد مدرسہ ہائے فکر کے مابین کشمکش پیدا ہوجاتی ہے ۔ تاہم یہ کشمکش تب رفع ہوجاتی ہے جب امپے دوکلیس بتاتا ہے کہ دونوں دعاوی جزواً صحیح اور جزواً غلط ہیں۔"

"جی ہاں' مجھے یہ سب کچھ اب یاد آگیا ہے۔ ۔ ۔"

"ایک لحاظ سے ایلائیوں کا دعویٰ درست تھا کیونکہ حقیقتاً کوئی چیز تبدیل نہیں ہوتی ' لیکن ان کی یہ بات غلط تھی کہ ہم اپنے حواس پر انحصار نہیں کرسکتے ۔ ہیراکلی توس اس اعتبار سے ٹھیک تھا کہ ہم اپنے حواس پر اعتبار کرسکتے ہیں لیکن جب وہ یہ کہتا تھا کہ ہر چیز بہتی ہے تو وہ صحیح نہیں تھا۔"

"کیونکہ مادے تعداد میں ایک سے زیادہ ہیں ۔ مادہ خود نہیں بہتا ' بلکہ بہتی وہ اشیا ہیں جو مختلف مادوں کے امتزاج سے وجود میں آتی ہیں۔"

"ٹھیک ! امپے دوکلیس کا جو موقف تھا ــــ جس نے دونوں مدرسہ ہائے فکر کے مابین مصالحتی کردار کیا تھا ــــ اسے ہیگل اپنی زبان میں 'سلبی قضیے کا سلبی قضیہ' negation of (negation)(یا ابطال کا ابطال) کہتا ہے۔"

"کیا خوفناک اصطلاح ہے!"

"وہ علم کے ان تینوں مراحل کو 'قضیہ' (thesis) 'ردقضیہ' (antithesis) اور 'تالیف' ('synthesis') کہتا تھا ۔ مثلاً تم کہہ سکتی ہو کہ دیکارت کی عقلیت پسندی 'قضیہ' تھی ــــ اس کی تردید ہیوم کے تجربی 'ردقضیہ' نے کی ۔ یوں فکر کے ان دونوں طریقوں کے مابین جو تضاد یا کشمکش پیدا ہوئی ' اسے کانٹ

کی 'تالیف' نے سلجھا دیا ۔ کانٹ بعض باتوں میں عقلیت پسندوں کا ہم نوا تھا اور بعض باتوں میں اسے تجربیت پسندوں سے اتفاق تھا ۔ لیکن کہانی کانٹ کے ساتھ ختم نہیں ہوتی ۔ کانٹ کی تالیف اب غوروفکر کی نئی زنجیر یا 'تکڑی' (triad) کا نقطہ آغاز بن جاتی ہے ۔ کیونکہ کسی نئے ردقضیہ سے تالیف کی بھی تردید ہوجائے گی۔"

"یہ سب نظری (theoretical) باتیں ہیں۔"

"ہاں ۔ یہ یقیناً نظری باتیں ہیں ۔ لیکن ہیگل اسے یوں نہیں دیکھتا تھا جیسے تاریخ کو زبردستی کسی قسم کے فریم ورک (framework) میں دھکیلا جارہا ہو ۔ اس کا ایقان تھا کہ تاریخ اپنے آپ کو اس جدلیاتی پیٹرن (pattern) میں منکشف کرتی ہے ۔ یوں اس نے دعوٰی کردیا کہ اس نے عقل کی نمو کے لیے ـــــ یا تاریخ کے ذریعے 'روح عالم' کی ترقی کے لیے ـــــ بعض قوانین سے پردہ اٹھا دیا ہے۔"

"پھر وہی نظری چکربازی!"

"لیکن ہیگل کی جدلیات کا اطلاق صرف تاریخ پر ہی نہیں ہوتا ، جب ہم کسی چیز پر بحث کرتے ہیں ، ہماری سوچ جدلیاتی انداز اختیار کرلیتی ہے ۔ ہم (مخالف فریق کے) دلائل میں خامیاں ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ ہیگل اسے 'منفی سوچ' کہتا تھا ۔ لیکن جب ہم دلائل میں نقائص تلاش کرتے ہیں ، ہم ان کے بہترین نکات محفوظ کردیتے ہیں۔"

"مجھے کوئی مثال دیں۔"

"جب کوئی سماجی مسئلہ سلجھانے کے لیے دو اشخاص ، جن میں ایک سوشلسٹ اور دوسرا قدامت پسند ہوتا ہے ، مل بیٹھتے ہیں ، ابھی بحث کا ٹھیک طرح آغاز بھی نہیں ہوتا کہ ان کے باہمی طور پر متضاد اندازہائے فکر کے مابین کشمکش منکشف ہونے لگتی ہے ۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ ان میں سے ایک مطلقاً صحیح ہے اور دوسرا مطلقاً غلط ہے ۔ عین ممکن ہے کہ دونوں ہی جزوی طور پر صحیح ہوں اور جزوی طور پر غلط ہوں ۔ اور جوں جوں بحث آگے بڑھتی ہے دونوں کے بہترین دلائل اکثر اوقات واضح

صورت میں سامنے آجاتے ہیں۔"

"مجھے بھی امید کرنا چاہیے۔"

"لیکن جب ہم اس قسم کی بحث میں بری طرح پھنس جاتے ہیں، پھر یہ فیصلہ کرنا آسان نہیں ہوتا کہ عقلی اعتبار سے کون سی پوزیشن زیادہ پسندیدہ ہے۔ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے، یہ فیصلہ کرنا ایک لحاظ سے تاریخ کا کام ہے۔ معقول صرف وہی ہے جسے عمل جامہ پہنایا جا سکے۔"

"جو بچ جاتا ہے وہ صحیح ہوتا ہے۔"

"یا اسے معکوس صورت میں بھی پیش کیا جاسکتا ہے: جو صحیح ہوتا ہے وہ بچ جاتا ہے۔"

"آپ مجھے کوئی چھوٹی موٹی مثال نہیں دیں گے؟"

"کوئی ڈیڑھ سو سال پہلے بے شمار لوگ نسوانی حقوق کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہے تھے۔ جو لوگ عورتوں کو مساوی حقوق دینے کے شدید مخالف تھے، ان کی تعداد بھی کوئی کم نہیں تھی۔ جب آج ہم ان دونوں فریقوں کے دلائل پڑھتے ہیں تو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی کہ کس فریق کی آرا زیادہ 'معقول' تھیں۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمیں پس اندیشی (hindsight) کا فائدہ حاصل ہے۔ (یعنی جو لوگ موقع پر موجود تھے ان کے لیے یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل تھا کہ ان کے موقف کے کیا نتائج برآمد ہوں گے، لیکن ہم جو واقعہ گزرنے کے بعد اس کا جائزہ لے رہے ہیں، آسانی سے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کون فریق سچا تھا۔) ہوا یہ کہ جو لوگ مساوات کے لیے جدوجہد کر رہے تھے، 'واقعات' نے انہیں صحیح ثابت کردیا۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ بے شمار لوگ، اگر وہ اپنے دادوں پردادوں کے خیالات تحریری شکل میں دیکھ لیں، شرم سے پانی پانی ہوجائیں گے۔"

"مجھے یقین ہے کہ وہ واقعی پانی پانی ہوجائیں گے۔ اور ہیگل کی رائے کیا تھی؟"

"مرد و زن کی مساوات کے بارے میں؟"

"کیا ہم اسی موضوع پر بات نہیں کر رہے؟"

"ایک اقتباس سننا چاہو گی؟"

"بالکل۔"

"اس نے کہا تھا : ' مرد اور عورت کے مابین وہی فرق ہوتا ہے جو حیوانات اور نباتات کے مابین ہوتا ہے ۔ مرد حیوانات کے اور عورتیں نباتات کے مماثل ہوتی ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی نمو نسبتاً دھیمے (placid) انداز سے ہوتی ہے اور جو اصول اس چیز کی اہمیت اجاگر کرتا ہے ' وہ جذبے کی قدرے مبہم یگانگت ہے ۔ جب حکومت کی باگ ڈور عورتوں کے ہاتھ میں آتی ہے ' مملکت آناً فاناً خطرے سے دوچار ہوجاتی ہے کیونکہ عورتیں اپنے افعال کو آفاقیت کے تقاضوں کے مطابق نہیں بلکہ اپنے من مانے اور تزاحمی (arbitrary) رجحانات اور آرلہ کے تابع رکھتی ہیں ۔ کچھ یوں نظر آتا ہے کہ عورتیں خیالات میں سانس لے کر ' علم حاصل کرکے نہیں بلکہ علم کو اوڑھنا بچھونا بنا کر تعلیم حاصل کرتی ہیں ـــــ کون جانے وہ یہ کام کیسے کرتی ہیں ؟ اس کے برعکس مردانگی کا مقام صرف فکر کے زور پر اور کافی زیادہ تیکنیکی مشقت اٹھا کر حاصل کیا جاتا ہے ۔' "

"شکریہ ۔ اتنا ہی کافی ہے ۔ میں اس قسم کے مزید بیانات سننا نہیں چاہتی۔"

"لیکن معقول یا مطابق عقل کیا ہے ' اس کے متعلق لوگوں کے خیالات جس طرح ہمہ وقت تبدیل ہوتے رہتے ہیں ' یہ اس کی قابل توجہ مثال ہے ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہیگل بھی اپنے ہی زمانے کا فرزند تھا ۔ اور یہی حال ہمارا ہے ۔ ہمارے وہ خیالات جو ہمیں بظاہر ' صحیح ' معلوم ہوتے ہیں ' وہ بھی زمانے کی کسوٹی پر پورے نہیں اتریں گے۔"

"مثلاً کس قسم کے خیالات؟"

"میرے پاس ایسی کوئی مثال نہیں۔"

"کوئی نہیں؟"

"کیونکہ میں ایسی چیزوں کی مثالیں دینے لگوں گا جو پہلے ہی تبدیل ہونا شروع ہوگئی ہیں ۔ مثلاً میں کہہ سکتا ہوں کہ کار چلانا احمقانہ حرکت ہے کیونکہ کاریں ماحول کو آلودہ کرتی ہیں ۔

بے شمار لوگ پہلے ہی ان خطوط پر سوچنے لگے ہیں ۔ لیکن تاریخ ثابت کردے گی کہ جن باتوں کو ہم بظاہر صحیح سمجھتے ہیں ، ان میں سے بیشتر تاریخ کی روشنی میں اتنی صحیح نظر نہیں آئیں گی ۔"

"میں بھی ۔"

"ہم ایک اور چیز کا بھی مشاہدہ کرسکتے ہیں ۔ ہیگل کے زمانے کے جو مرد عورتوں کی کمتری کے متعلق بلاجھجک اور بڑی روانی سے اس قسم کے گھٹیا ، بےہودہ اور مغلظ حملوں کا طومار باندھتے رہتے تھے ، انہی کی بدولت نسوانی حقوق کی تحریک کو آگے بڑھنے میں بڑی مدد ملی ۔"

"کیسے ؟"

"انہوں نے ایک قضیہ (thesis) پیش کیا ۔ کیوں ؟ اس لیے کہ عورتوں کی بغاوت پہلے ہی شروع ہوچکی تھی ۔ جس بات پر سب لوگ متفق ہوں ، اس کے متعلق کسی کی رائے لینے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ عورتوں کی کمتری کے بارے میں یہ لوگ جتنے زیادہ گھٹیا اور مکروہ انداز سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے ، سلبی قضیہ (negation) اتنا ہی زیادہ مضبوط ہوجاتا تھا ۔"

"جی ہاں ، یہ بات تو درست ہے ۔"

"تم کہہ سکتی ہو کہ تمہارے حق میں بہترین بات یہی ہوگی کہ تمہارے مخالفین جوشیلے اور اپنے عزم کے پکے ہوں ۔ وہ جتنی زیادہ انتہاپسندی کا مظاہرہ کریں گے ، انہیں اتنے ہی طاقت ور ردعمل کا سامنا کرنا پڑے گا ۔ ایک کہاوت بھی تو ہے : چکی والے کے پاس جتنا زیادہ اناج پسائی کے لیے آئے گا ، اس کا اتنا ہی زیادہ فائدہ ہوگا ۔"

"ایک منٹ پہلے میری چکی بڑے زور شور سے پیسنے لگی تھی !"

"خالص منطق یا فلسفے کے نقطہ نظر سے دو تصورات کے مابین اکثر جدلیاتی کشمکش پیدا ہوتی رہے گی ۔"

"مثلاً ؟"

"اگر میں ' وجود ' (being) کے تصور کے متعلق سوچنے لگتا ہوں ، لامحالہ مجھے اس میں اس کے متضاد تصور ' عدم 'nothing'

کو گھسیٹنا پڑے گا ۔ جب بھی تم اپنی زندگی کے بارے میں سوچو گی ، تمہیں فوراً احساس ہونے لگے گا کہ تم ہمیشہ زندہ نہیں رہو گی ۔ 'وجود' اور 'عدم' کے مابین جو کشمکش پائی جاتی ہے ، اس کا حل 'تکوین' (becoming) میں ڈھونڈا جاسکتا ہے کیونکہ جو چیز ابھی پیدائش (becoming) کے مرحلے میں سے گزر رہی ہوتی ہے 'وہ موجود بھی ہوتی ہے اور غیر موجود بھی ۔"

"میں سمجھ گئی ہوں ۔"

"چنانچہ ہیگل کی عقل (reason) 'حرکی منطق' (dyn-amic logic) ہے ۔ چونکہ حقیقت کے خصائص باہم دیگر متضاد ہوتے ہیں ' چنانچہ جب حقیقت الفاظ میں بیان کی جائے گی تو لامحالہ یہ بیان بھی تضادات سے بھرپور ہوگا ۔ میں تمہارے سامنے ایک اور مثال پیش کرتا ہوں : ڈنمارک کے ماہر تکنیکی فزکس نائیلس بور (1) کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک مرتبہ نیوٹن کے بارے میں حکایت سنائی تھی کہ اس نے اپنے گھر کے سامنے کے دروازے پر (گھوڑے کا) نعل لٹکا رکھا تھا ۔"

"گھوڑے کا نعل ؛ اسے تو خوش بختی کی علامت کے طور پر لٹکایا جاتا ہے ۔"

"ہاں ۔ لیکن یہ نری پری توہم پرستی ہے ۔ اور نیوٹن اور تو سب کچھ ہوسکتا تھا لیکن وہ توہم پرست بالکل نہیں تھا ۔ جب کسی نے اس سے سوال کیا : ' آپ واقعی اس قسم کی خرافات پر یقین رکھتے ہیں ؟ ' اس نے جواب دیا : ' نہیں ' بالکل نہیں ۔ لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ واقعی خوش بختی لاتا ہے ۔' "

"تعجب انگیز !"

"مگر اس کا جواب جدلیاتی ' تقریباً اپنی ضد آپ ' تھا ۔ نائیلس بور نے ' جو ہمارے اپنے ناروی شاعر اور انشائیہ نگار وائینے (Vinje) (1818 تا 1870) کی طرح دوجذبیت (2) (ambivale-nce) کے بے مشعور تھا ' ایک مرتبہ کہا تھا : ' صداقتیں دو قسم کی ہوتی ہیں ۔ ایک طرف تو سطحی صداقتیں ہوتی ہیں اور دوسری طرف وہ جو بظاہر غلط ہوتی ہیں ۔ لیکن عمیق صداقتیں بھی ہوتی ہیں اور ان کا جو متضاد ہوتا ہے وہ بھی مساوی طور پر صحیح ہوتا ہے ۔' "

"یہ کس قسم کی صداقتیں ہوتی ہیں؟"

"مثلاً اگر میں یہ کہوں کہ زندگی چند روزہ ہے۔۔۔"

"میں آپ کی بات سے متفق ہوں کہ زندگی واقعی چند روزہ ہے۔"

"لیکن بعض مواقع ایسے بھی آتے ہیں جب میں بازو اوپر اٹھاتا ہوں اور کہتا ہوں: یار' یہ زندگی بہت لمبی ہے۔"

"جی' بجا فرمایا۔ ایک لحاظ سے آپ کی یہ بات بھی درست ہے۔"

"اور اگر میں ایک ایسی مثال دوں گا جس سے معلوم ہو جائے گا کہ جدلیاتی کشمکش کا نتیجہ کسی ایسے بے ساختہ فعل (act) کی صورت میں رونما ہوسکتا ہے جو کسی اچانک تبدیلی کی جانب لے جاسکتا ہے۔"

"جی' ضرور دیں۔"

"کسی ایسی لڑکی کا تصور ذہن میں لاؤ جو ہر بات پر اپنی اماں کو جواب میں کہتی ہے: 'جی' بہت اچھا' امی۔۔۔ جیسا آپ فرمائیں' امی۔۔۔'جی' ابھی' امی۔'"

"آپ کی باتیں سن کر مجھ پر کپکپی طاری ہونے لگی ہے۔"

"اگر ایک روز اپنی بیٹی کی ضرورت سے زیادہ فرماں برداری پر ماں کا پارہ بالکل جواب دے جاتا ہے اور وہ چلا اٹھتی ہے اور کہتی ہے: 'یہ تم ہر وقت جی جی کی گردان کیوں کرتی رہتی ہو' چھوڑو اسے۔' اس پر لڑکی جواب دیتی ہے: 'جی' بہت اچھا' امی۔'"

"اگر میں ہوتی تو اس کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیتی۔"

"شاید۔ لیکن اگر لڑکی یہ کہتی: 'امی' میں تو آپ ہی کے حکم کی تعمیل کرتی ہوں۔' پھر تمہارا رویہ کیا ہوتا؟"

"یہ تو بڑا عجیب جواب ہوتا۔ میں شاید تب بھی ہاتھ اٹھانے سے گریز نہ کرتی۔"

"دوسرے الفاظ میں صورت حال میں تعطل پیدا ہوگیا تھا۔ جدلیاتی کشمکش ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی تھی جہاں کچھ نہ کچھ تو

ہونا ہی تھا۔"

"جیسے منہ پر تھپڑ؟"

"یہاں ہیگل کے فلسفے کے ایک آخری پہلو کے ذکر کی ضرورت ہے۔"

"فرمائیں، میں سراپا گوش ہوں۔"

"تمہیں یاد ہے کہ ہم نے یہ کیسے کہا تھا کہ رومان پسند انفرادیت پسند ہیں؟"

"بھید کا راستہ اندر کی طرف جاتا ہے۔۔۔"

"ہیگل کے فلسفے میں انفرادیت کو بھی اپنے سلبی قضیے (negation) یا تضاد سے واسطہ پڑا تھا۔ ہیگل ان چیزوں پر، جنہیں وہ 'معروضی' طاقتیں (objective powers) کہتا تھا، زور دیتا تھا۔ ان طاقتوں میں ہیگل خاندان، سول سوسائٹی (مدنی یا غیر فوجی معاشرہ) اور مملکت کی اہمیت پر زور دیتا تھا۔ تم کہہ سکتی ہو کہ ہیگل فرد کو قدرے تشکیک کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔ اس کا ایمان تھا کہ فرد معاشرے کا لانیفک (organic) جزو (3) ہے۔ لوگ جس طرح ایک دوسرے پر اثرانداز ہوتے یا ایک دوسرے کے خلاف یا حق میں ردعمل کا اظہار کرتے ہیں، اسی رویے سے عقل یا 'روح عالم' سب سے پہلے اور نہایت موثر انداز سے آشکار ہوئی۔"

"اس کی ذرا مزید صاف انداز سے وضاحت فرمائیں!"

"عقل اپنے آپ کو سب سے زیادہ زبان میں آشکار کرتی ہے۔ اور زبان ایک ایسی چیز ہے جس کے اندر ہم پیدا ہوتے ہیں۔ ناروی زبان مسٹر ہان سین کے بغیر اپنا کام بخوبی چلا لیتی ہے لیکن مسٹر ہان سین ناروی زبان کے بغیر بالکل ناکارہ ہوجاتا ہے۔ چنانچہ زبان کی تشکیل فرد نہیں کرتا بلکہ زبان فرد کی تشکیل کرتی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ صحیح فرماتے ہیں۔"

"چنانچہ بچہ جس طرح کسی زبان کے اندر پیدا ہوتا ہے اسی طرح وہ تاریخی پس منظر میں بھی جنم لیتا ہے۔ اور اس قسم کے پس منظر کے ساتھ کسی شخص کا بھی، 'خوداختیارکردہ'، تعلق نہیں ہوتا۔ چنانچہ جس شخص کو مملکت کے اندر اپنا مقام نہیں

ملتا وہ خلاف تاریخ (unhistorical) شخص ٹھہرتا ہے ۔ تمہیں شاید یاد ہو کہ ایتھنز کے عظیم فلسفیوں کے لیے بھی یہ خیال مرکزی حیثیت رکھتا تھا ۔ جس طرح شہریوں کے بغیر مملکت کا تصور ناممکن ہے ، اسی طرح مملکت کے بغیر شہریوں کا تصور بھی ناممکن چیز ہے ۔"

"صاف ظاہر ہے ۔"

"ہیگل کے نظریے کے مطابق مملکت انفرادی شہری سے 'زیادہ' ('more') ہوتی ہے ۔ مزید برآں یہ اپنے شہریوں کی کل تعداد (sum) سے زیادہ ہوتی ہے ۔ چنانچہ ہیگل کہتا ہے کہ آدمی 'معاشرے سے مستغنی' نہیں ہوسکتا ۔ چنانچہ اس شخص کا ، جو اس معاشرے کے جس میں وہ رہتا ہے ذکر پر محض اپنے کندھے اچکا دیتا ہے ، مذاق اڑایا جائے گا ۔"

"آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں ، پتا نہیں مجھے اس سے اتفاق ہے یا نہیں ، مگر بہر حال بات کچھ بنتی نظر آتی ہے ۔"

"ہیگل کے مطابق اپنے آپ کو دریافت کرنے والا فرد نہیں ، بلکہ روح عالم ہے ۔"

"روح عالم اپنے آپ کو دریافت کرتی ہے؟"

"ہیگل کہتا تھا کہ روح عالم تین مرحلوں میں اپنے آپ میں واپس آجاتی ہے ۔ اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے اپنا شعور تین مرحلوں میں ہوتا ہے ۔"

"اور یہ تین مرحلے؟"

"روح عالم کو سب سے پہلے اپنا شعور فرد کے اندر ہوتا ہے ۔ ہیگل اسے 'داخلی یا موضوعی روح' ('subjective spirit') کہتا ہے ۔ اسے اس سے بلندتر شعور خاندان ، مدنی معاشرے اور مملکت میں ملتا ہے ۔ ہیگل اسے 'خارجی یا معروضی روح' ('obj-ective spirit') کہتا ہے کیونکہ اسے اپنا وجود مختلف لوگوں کے باہمی فعل وعمل سے ملتا ہے ۔ لیکن ایک تیسرا مرحلہ بھی ہے ۔ . ."

"اور وہ کیا ہے . . .!"

"روح عالم خودشناسی یا تحصیل ذات (self-realization) کی بلندترین شکل تک تب پہنچتی ہے جب وہ 'روح مطلق'

بن جاتی ہے ('absolute spirit') ۔ اور یہ روح مطلق آرٹ ، مذہب اور فلسفہ ہوتی ہے ۔ اور ان میں فلسفہ علم کی بلندترین شکل ہے کیونکہ فلسفے میں روح عالم تاریخ پر خود اپنے اثرات پر غور و فکر کرتی ہے ۔ چنانچہ روح عالم کی سب سے پہلے اپنے آپ سے ملاقات فلسفے میں ہوتی ہے ۔ تم شاید یہ کہہ سکتی ہو کہ فلسفہ روح عالم کا آئینہ ہے ۔"

"یہ سب کچھ اتنا پراسرار ہے کہ مجھے اس پر سوچنے کے لیے وقت درکار ہے ۔ لیکن آپ نے آخر میں جو کچھ کہا ، وہ مجھے پسند آیا ہے ۔"

"کیا؟ یہی کہ فلسفہ روح عالم کا آئینہ ہے؟"

"ہاں ۔ یہ خوبصورت بات تھی ۔ آپ کے خیال میں اس کا پیتل کے آئینے سے کوئی تعلق بنتا ہے؟"

"چونکہ تم پوچھ رہی ہو ، میرا جواب ہے کہ ہاں ۔"

"کیا مطلب؟"

"میں فرض کر رہا ہوں کہ پیتل کے آئینے کی کوئی خاص معنویت ہے کیونکہ اس کا ذکر بار بار آرہا ہے ۔"

"آپ کو کچھ معلوم ہے کہ یہ معنویت کیا ہے؟"

"نہیں ۔ مجھے کچھ معلوم نہیں ۔ میں نے صرف یہ کہا تھا کہ اگر ہلڈے اور اس کے باپ کے لیے اس میں کوئی خاص معنویت نہ ہو ، اس کا باربار ذکر نہ آئے ۔ یہ معنویت کیا ہے ، اس کا علم صرف ہلڈے کو ہو سکتا ہے ۔"

"کیا یہ رومانی خططنز ہے؟"

"لاینحل سوال ، سوفی ۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ جو کچھ ہو رہا ہے ، وہ ہم نہیں کر رہے ۔ ہم اس خططنز کے بےبس زنجیر ہیں ۔ اگر کوئی شخص ، جس کی ذہنی نشوونما بچے سے زیادہ نہیں ہوتی ، کاغذ پر کوئی چیز بناتا ہے ، تو تم کاغذ سے نہیں پوچھ سکتیں کہ اس چیز میں کیا دکھایا گیا ہے ۔"

"آپ کی باتیں مجھ پر کپکپی طاری کر دیتی ہیں ۔"

28 ۔ کیر کیگارڈ

*　　*　　*

... یورپ دیوالیہ پن کی راہ پر گام زن ہے ...

ہلڈے نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی ۔ وقت پہلے ہی چار سے اوپر ہو چکا تھا ۔ اس نے باکس فائل اپنی ڈیسک پر رکھ دی اور سیڑھیاں پھلانگتی نیچے باورچی خانے میں چلی گئی ۔ پیشتر اس کے کہ اس کی امی اس کا انتظار کرتے کرتے تنگ آجائے ' اسے لازماً کشتی گھر پہنچ جانا چاہیے ۔ چلتے چلتے وہ آئینے پر بھی نظر ڈال گئی تھی ا

اس نے چائے بنانے کے لیے کیتلی آتش دان پر رکھ دی اور خود سینڈوچ تیار کرنے لگی ۔

وہ پہلے ہی دل میں ٹھان چکی تھی کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ چند شعبدہ بازیاں کر کے ہی دم لے گی ۔ اسے محسوس ہونے لگا کہ وہ سوفی اور البرٹو کی طرف دار بنتی جا رہی ہے اور اس کے اس احساس میں ہر آن اضافہ ہوتا جا رہا ہے ۔ اس نے سوچ لیا کہ جب اس کا باپ کوپن ہیگن پہنچے گا ' وہ اپنے منصوبے پر عمل شروع کر دے گی ۔

اس نے خاصی بڑی ٹرے اٹھائی اور کشتی گھر چلی گئی ۔

"یہ رہا ہمارا برنچ ۔" (بریک فاسٹ + لنچ) ۔ اس نے کہا ۔

اس کی اماں کے ہاتھ میں ریگ مال میں لپٹی اینٹ تھی اس نے اپنی پیشانی سے بالوں کی آوارہ لٹ ایک طرف ہٹا دی ۔ اس کے بالوں میں بھی ریت گھس گئی تھی ۔

"پھر ہمیں ڈنر کا ارادہ ترک کر دینا چاہیے۔"

وہ باہر گھاٹ پر بیٹھ گئیں اور کھانے میں مصروف ہو گئیں۔

"پاپا کب آرہے ہیں؟" ہلڈے نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"بروز ہفتہ۔ میرا خیال تھا تمہیں معلوم ہے۔"

"کتنے بجے؟ آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ کوپن ہیگن میں جہاز تبدیل کریں گے؟"

"ہاں، یہ درست ہے..."

اس کی اماں نے دانتوں سے سینڈوچ کا لقمہ کاٹا۔

"وہ تقریباً پانچ بجے کوپن ہیگن پہنچ جائیں گے۔ کرسچین سینڈ آنے والا جہاز پونے آٹھ بجے روانہ ہو گا۔ وہ غالباً ساڑھے نو بجے کجیوک ایرپورٹ پر اتریں گے۔"

"چنانچہ انہیں کوپن ہیگن کے کاسٹ روپ ایرپورٹ پر چند گھنٹے رکنا ہو گا..."

ہاں۔ تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"بس یونہی۔ میں نے سوچا پوچھنے میں کیا ہرج ہے۔"

جب ہلڈے کو اندازہ ہوا کہ مناسب وقفہ گزر چکا ہے، وہ کچھ اس انداز سے بولی جیسے اسے اس بات کا اتفاقاً خیال آ گیا ہو۔ "ان دنوں این (Anne) اور اولے (Ole) کے متعلق کوئی اطلاع ملی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"کبھی کبھی ان کا ٹیلی فون آجاتا ہے۔ وہ جولائی کی کسی تاریخ کو چھٹی منانے گھر آئیں گے۔"

"اس سے پہلے نہیں؟"

"نہیں۔ میرا خیال ہے کہ نہیں۔"

"چنانچہ اس ہفتے وہ کوپن ہیگن میں ہی ہوں گے۔"

"ہلڈے، تم یہ اتنے سارے سوال کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"کوئی خاص وجہ تو نہیں۔ بس جی چاہا کچھ گپ شپ ہی ہو جائے۔"

"تم نے دو مرتبہ کوپن ہیگن کا نام لیا ہے۔"

"واقعی؟"

"ہم نے کہا تھا کہ پاپا وہاں رکیں گے..."

"شاید یہی وجہ ہے کہ مجھے این اور اوے کا خیال آگیا۔"
جونہی ان کا کھانا ختم ہوا "ہلڈے نے مگ اور پلیٹیں ٹرے پر رکھ لیں۔
"امی، میں جا رہی ہوں۔ مجھے مزید پڑھنا ہے۔"
"ہاں۔میرا خیال ہے کہ تمہیں ضرور پڑھنا چاہیے۔"
کیا ان کے لہجے میں ملامت ہے؟ فیصلہ تو ہم نے یہی کیا تھا کہ پاپا کے گھر پہنچنے سے پہلے ہم مل کر کشتی ٹھیک کریں گے۔
"پاپا نے مجھ سے تقریباً وعدہ لے لیا تھا کہ میں ان کے گھر پہنچنے سے پہلے کتاب ختم کر لوں گی۔"
"تمہارے پاپا کچھ کچھ باؤلے ہو گئے ہیں۔جب وہ یہاں نہیں ہوتے انہیں ہم پر حکم چلانے کی ضرورت نہیں کہ ہم یہ کریں وہ کریں۔"
"کاش آپ کو معلوم ہوتا کہ وہ لوگوں پر کس طرح حکم چلاتے ہیں اور ان سے جو چاہیں کرا لیتے ہیں۔"ہلڈے نے قدرے پراسرار انداز سے کہا۔"اور آپ سوچ بھی نہیں سکتیں کہ انہیں اس میں کتنا لطف آتا ہے۔"
وہ اپنے کمرے میں واپس آ گئی اور پڑھنے بیٹھ گئی۔

اچانک سوفی کو دروازے پر دستک سنائی دی۔ البرٹو نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔
"ہم بالکل نہیں چاہتے کہ کوئی ہمارے پھٹے میں ٹانگ اڑائے۔"اس نے کہا۔
دستک کی آواز بلند تر ہو گئی۔
اب میں تمہیں ڈنمارک کے ایک فلسفی کے متعلق بتاؤں گا جسے ہیگل کے فلسفے پر بڑا طیش آیا تھا۔"البرٹو نے کہا۔
دستک اتنے زور سے ہونے لگی کہ سارا دروازہ لرزنے لگا۔
"یہ سب کچھ میجر کر رہا ہے۔ اس نے یہ دیکھنے کے لیے کہ ہم اس کے بہلاوے پھسلاوے میں آتے ہیں یا نہیں، کوئی بھوت ووت بھیج دیا ہے۔" البرٹو نے کہا۔ "اسے اس میں مطلق کوئی کوشش نہیں کرنا پڑتی۔"
"اگر ہم دروازہ نہیں کھولیں گے اور یہ نہیں دیکھیں گے

کہ اسے کون کھٹکھٹا رہا ہے ، میجر کو یہ سارا مکان گرانے میں کوئی زور نہیں لگانا پڑے گا۔"

" تمہاری بات میں وزن ہے - ہمارے لیے یہی بہتر ہے کہ ہم دروازہ کھول دیں۔"

وہ دونوں اٹھے اور دروازے کی طرف چل پڑے - چونکہ دستک اتنے زوروں سے ہو رہی تھی ، سوفی کا خیال تھا کہ دروازے کے سامنے کوئی لمبا تڑنگا اور بہت تگڑا شخص کھڑا ہوگا - لیکن چوکھٹ کے قریب ایک چھوٹی سی لڑکی کھڑی تھی جس کے ہلکے رنگ کے لمبے بال تھے اور جس نے نیلا لباس پہن رکھا تھا - اس کے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک بوتل تھی - ایک بوتل کی رنگت سرخ اور دوسری کی نیلی تھی۔

"!Hi"سوفی نے کہا۔" کون ہو تم؟"

"میرا نام ایلس (Alice) ہے - " لڑکی نے شرماتے لجاتے اور نسوانی انداز سے جھک کر آداب بجالاتے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال تھا - " البرٹو نے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا - " یہ ونڈرلینڈ والی ایلس (Alice in Wonderland) ہے۔"

"یہ ہمارے پاس کیسے پہنچ گئی؟"

ایلس نے وضاحت کی : " ونڈرلینڈ وہ ملک ہے جس کی قطعاً کوئی سرحد نہیں - اس کا یہ مطلب ہے کہ ونڈرلینڈ ہر جگہ موجود ہے ـــــ یوں کہنا چاہیے کہ اقوام متحدہ کی طرح - اسے (ونڈرلینڈ کو) اقوام متحدہ کا اعزازی رکن ہونا چاہیے - ہمیں اس کی تمام کمیٹیوں کی بھی رکنیت ملنا چاہیے کیونکہ اقوام متحدہ کا وجود بھی تو لوگوں کی حیرت (ونڈر) ہی کا مرہون منت ہے۔"

"اونہہ . . . یہ میجر !"البرٹو دانت کچکچاتے ہوئے بڑبڑایا۔

"اور تم یہاں کیوں آئی ہو؟"سوفی نے پوچھا۔

"مجھے سوفی تک فلسفے کی یہ ننھی منی بوتلیں پہنچانا ہیں۔"

اس نے بوتلیں سوفی کو تھما دیں - ایک میں سرخ اور دوسری میں نیلا سیال تھا - سرخ بوتل کے لیبل پر تحریر تھا - " مجھے پی جاؤ (DRINK ME) ، اور نیلی بوتل کے لیبل پر تحریر تھا " مجھے

بھی پی جاؤ "(DRINK ME TOO)"۔

اگلے سیکنڈ ایک سفید خرگوش لپک جھپک کنیا کے قریب سے گزرا ۔ وہ دو ٹانگوں پر چل رہا تھا اور واسکٹ اور کوٹ میں ملبوس تھا ۔ جب وہ کنیا کے عین سامنے پہنچا ' اس نے اپنی واسکٹ کی جیب سے گھڑی نکالی اور کہا:

"اف ڈیر 'اف ڈیر 'میں تو بہت لیٹ (late) ہو گیا ہوں!"

اس کے بعد وہ دوڑ پڑا ۔ ایلس اس کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگی ۔ لیکن جنگل میں دوڑنے سے پہلے اس نے نسوانی انداز سے جھک کر سلام کیا اور کہا: "اب پھر وہی کام شروع ہو گیا۔"

" ڈچس اور ملکہ کو میرا سلام عرض کرنا ۔ " سوفی نے پیچھے سے آواز دی۔

البرٹو اور سوفی باہر چوکھٹ کے قریب کھڑے بوتلوں کا بغور جائزہ لیتے رہے۔

'مجھے پی جاؤ اور مجھے بھی پی جاؤ۔'

"پتا نہیں مجھ میں ان کے پینے کا حوصلہ ہے بھی یا نہیں۔ہو سکتا ہے کہ یہ زہریلی ہوں۔"

البرٹو نے صرف کندھے اچکانے پر اکتفا کیا ۔ پھر اس نے کہا:

"یہ میجر سے آئی ہیں اور میجر سے جو چیز بھی آتی ہے ' وہ محض دماغ کی پیداوار ہوتی ہے ۔ چنانچہ یہ محض دکھاوے کا جوس (pretend-juice) ہے۔"

سوفی نے سرخ بوتل کا ڈھکن اتارا اور بڑے محتاط انداز سے بوتل اپنے ہونٹوں سے لگا لی ۔ جوس کا عجیب قسم کا شیریں ذائقہ تھا ۔ لیکن معاملہ یہیں ختم نہیں ہوا ۔ جب وہ پی چکی ' ماحول میں کچھ وقوع پذیر ہونے لگا۔

محسوس کچھ یوں ہو رہا تھا جیسے جھیل ' جنگل اور کنیا سب آپس میں مدغم ہو گئے ہوں اور واحد شے کی صورت اختیار کر گئے ہوں ۔ بہت جلد کچھ یوں نظر آنے لگا کہ وہ جس چیز کو بھی دیکھتی ہے وہ فردواحد معلوم ہونے لگتی ہے اور وہ فردواحد خود سوفی ہے ۔ اس نے نظریں اٹھا کر البرٹو کی طرف دیکھا لیکن وہ

بھی سوفی ہی کی روح (soul) کا جزو دکھائی دینے لگا تھا۔

"عجیب تر اور عجیب تر!" سوفی نے کہا۔ "ہر چیز پہلے ہی کی طرح نظر آرہی ہے لیکن اب سب کچھ مل کر واحد شے بن گیا ہے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ہر شے خیال واحد ہو۔"

البرٹو نے تائید میں سر ہلا دیا ـــــ لیکن سوفی کو یوں لگا جیسے وہ اپنے سامنے اپنا ہی سر ہلا رہی ہو۔

"یہ ہمہ اوست (Pantheism) ہے یا پھر عینیت (Idealism)۔" البرٹو نے کہا۔ "یہ رومان پسندوں کی روح عالم ہے۔ انہیں ہر چیز کا یوں تجربہ ہوتا تھا جیسے سب کچھ ایک عظیم 'انا' ہو۔ ہیگل کا بھی یہی حال تھا ـــــ جو فرد کو تو تنقید کا نشانہ بناتا تھا لیکن جسے ہر چیز ایک اور صرف ایک عقل عالم (World reason) کا اظہار دکھائی دیتی تھی۔"

"میں دوسری بوتل بھی پی لوں؟"

"لیبل پر تو یہی لکھا ہے۔"

سوفی نے نیلی بوتل کا ڈھکن اتارا اور خاصا بڑا گھونٹ حلق میں اتار لیا۔ اس جوس کا ذائقہ پہلے کی نسبت زیادہ تازہ اور زیادہ ترش تھا۔ ایک بار پھر اس کے ارد گرد ہر چیز تبدیل ہو گئی۔

پلک جھپکنے میں سرخ بوتل کے جوس کے اثرات پادرہوا ہو گئے اور ہر چیز نے کھسکتے کھسکاتے اپنی سابقہ حالت دوبارہ اختیار کر لی۔ اب البرٹو البرٹو تھا، جنگل میں درخت دوبارہ نظر آنے لگے تھے اور پانی ایک بار پھر جھیل کی شکل میں تبدیل ہو چکا تھا۔

لیکن یہ کیفیت صرف ایک سیکنڈ برقرار رہی کیونکہ تمام اشیا ایک دوسرے سے دور کھسکتی جا رہی تھیں۔ اب جنگل جنگل نہیں تھا بلکہ ہر چھوٹے سے چھوٹا درخت اپنی ذات میں دنیا نظر آرہا تھا۔ مہین ترین شاخ بھی پریوں کی کہانیوں کی دنیا معلوم ہو رہی تھی جس کے متعلق ایک ہزار ایک افسانے لکھے جا سکتے تھے۔

دیکھتے ہی دیکھتے ننھی جھیل بےکراں سمندر بن گئی ـــــ یہ بےکراں سمندر اپنی گہرائی یا چوڑائی میں تو نہیں تھی لیکن اس کی درخشاں جزئیات اور پیچیدہ پیٹرن (pattern) کچھ اسی قسم کا تاثر دے رہا تھا۔ سوفی کو محسوس ہونے لگا کہ وہ بےشک

اپنی ساری عمر اس جھیل کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے گزار دے لیکن وہ مرتے دم تک اس کے اتھاہ راز کا سراغ نہیں لگا سکے گی۔

اس کی نظر کسی درخت کی چوٹی پر پڑی۔ تین ننھی منی چڑیاں کسی عجیب وغریب کھیل میں منہمک تھیں۔ کیا یہ آنکھ مچولی ہے؟ سرخ بوتل کا مشروب پینے کے بعد بھی سوفی کو ایک لحاظ سے معلوم تھا کہ اس درخت پر پرندے ہیں لیکن اس وقت اس نے حقیقتاً مناسب انداز سے نہیں دیکھا تھا۔ سرخ جوس نے تمام تضادات (contrasts) اور انفرادی اختلافات محو کر دیے تھے۔

سوفی نے چوکھٹ سے، جہاں وہ کھڑے تھے، نیچے چھلانگ لگا دی اور گھاس کا جائزہ لینے نیچے جھک گئی۔ وہاں اسے —— بالکل اس غوطہ خور کی طرح جو پہلی مرتبہ عمیق سمندر کے پانی کے نیچے اپنی آنکھیں کھولتا ہے —— بالکل ایک نئی دنیا دریافت ہوئی۔ گھاس کی پتیوں اور ننھی منی شاخوں کے بیچوں بیچ کائی انتہائی باریک مخلوق سے ڈھکی نظر آئی۔ پرعزم اور پراعتماد انداز سے کائی پر پاؤں رکھتے ایک مکڑی کہیں آگے جا رہی تھی۔ ایک نباتی جوں گھاس کی پتی پر بھاگی پھر رہی تھی اور چونٹیوں کی پوری فوج پرے باندھے متحد ہوکر گھاس پر رینگ رہی تھی لیکن ہر چیونٹی اپنی ٹانگوں کو اپنے مخصوص انداز سے حرکت دے رہی تھی۔

لیکن اس کی آنکھوں نے عجیب ترین منظر تب دیکھا جب وہ اٹھ کر دوبارہ کھڑی ہوئی اور اس کی نگاہیں البرٹو پر پڑیں جو ابھی تک کٹیا کے سامنے چوکھٹ پر کھڑا تھا۔ اسے البرٹو کے روپ میں کوئی حیرت انگیز شخص دکھائی دیا —— معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہے یا کسی پری کہانی کا طلسمی کردار ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے اپنے متعلق بالکل نئی قسم کا تجربہ ہو رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کی بالکل کایاکلپ ہوگئی ہے اور وہ کوئی فقید المثال فرد بن گئی ہے۔ وہ کوئی محض انسان یا پندرہ سالہ دوشیزہ نہیں رہی بلکہ اس سے بڑھ کر کچھ ہوگئی ہے۔ وہ سوفی امنڈسین ہے اور صرف وہی سوفی امنڈسین ہے۔

"تمہیں کیا نظر آرہا ہے؟" البرٹو نے پوچھا۔

"مجھے آپ کوئی عجیب و غریب پرندے نظر آرہے ہیں۔"

"تمہارا واقعی یہی خیال ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ میں کبھی سمجھ نہیں پاؤں گی کہ کوئی دوسرا شخص بننا کیسا لگتا ہے۔ پوری دنیا میں کوئی بھی دو اشخاص ایک جیسے نہیں ہوتے۔"

"اور جنگل کے درخت۔"

"وہ اب پہلے جیسے نظر نہیں آتے۔ وہ حیرت انگیز کہانیوں کی پوری کائنات کی مانند ہیں۔"

"بالکل وہی ہوا جس کا مجھے شبہ تھا۔ نیلی بوتل انفرادیت ہے۔ یہ مثال کے طور پر سورین کیرکیگارڈ (Soren Kierkg-aard) کا رومان پسندوں کی عینیت (idealism) کے خلاف ردعمل ہے۔ لیکن اس میں ڈنمارک کا ایک اور باشندہ بھی شامل ہے اور یہ شخص کیرکیگارڈ کا معاصر تھا۔ اس کا نام ہانس کرسچین اینڈرسین (Andersen) تھا۔ ہاں، وہی اینڈرسین، پری کہانیوں کا مشہور عالم مصنف۔ اس کے پاس بھی فطرت کی چھوٹی سے چھوٹی جزئیات کی ناقابل یقین خوبصورتی اور فراوانی کو بھانپنے کی وہی تیز نگاہ تھی۔ وہ فلسفی جس نے سو سے بھی زیادہ سال پہلے یہی چیز دیکھی تھی، وہ جرمن لائب نٹس (Liebniz) تھا۔ اس نے بالکل اسی طرح سپنوزا کے عینیت پسند فلسفے کے خلاف اپنے ردعمل کا اظہار کیا تھا جس طرح کیرکیگارڈ نے ہیگل کے خلاف کیا۔"

"میں آپ کی باتیں سننا چاہتی ہوں لیکن آپ ایسے مضحکہ خیز انداز سے گفتگو کر رہے ہیں کہ میرا ہنسنے کو جی چاہتا ہے۔"

"تمہارا رویہ قابل فہم ہے۔ سرخ بوتل کے مشروب کی ایک اور چسکی لگا لو۔ آؤ، ہم یہاں چوکھٹ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ آج کا کام ختم کرنے سے پہلے میں کیرکیگارڈ کے بارے میں چند کلمات کہنا چاہتا ہوں۔"

سوفی البرٹو کے قریب چوکھٹ پر بیٹھ گئی۔ اس نے سرخ بوتل ہونٹوں سے لگائی اور ایک گھونٹ حلق میں انڈیل لیا۔

ایک بار پھر اشیا آپس میں مدغم ہونے لگیں ۔ وہ درحقیقت کچھ زیادہ ہی مدغم ہوگئیں : اسے ایک بار پھر احساس ہونے لگا کہ اختلافات (differences) کی کوئی اہمیت نہیں ۔ لیکن اس کے نیلی بوتل کو اپنے لبوں سے چھوانے کی دیر تھی کہ اسے اپنے گردوپیش کی دنیا ایک بار ویسی ہی نظر آنے لگی جیسی وہ ایلس کی دو بوتلوں کے ساتھ آمد سے پہلے تھی۔

"لیکن صحیح کون سی ہے ؟" سوفی نے اب پوچھا ۔ "صحیح تصویر سرخ بوتل پیش کرتی ہے یا نیلی بوتل؟"

"سوفی ، سرخ اور نیلی دونوں ہی صحیح ہیں ۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ رومان پسندوں کا یہ خیال غلط تھا کہ حقیقت صرف ایک ہوتی ہے ۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ ان کا نقطہ نظر قدرے محدود ہو ۔"

"اور نیلی بوتل کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ اگر یہ کیرکیگارڈ کے ہاتھ آجاتی وہ اس میں سے چند بڑے بڑے گھونٹ ضرور بھر لیتا ۔ فرد کی اہمیت کے بارے میں اس کی نگاہ خاصی تیز تھی ۔ ہم 'اپنے عہد کے بچے' ہی نہیں ، بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہیں ۔ (وہ کہتا تھا) ۔ 'مزید برآں ہم میں سے ہر شخص فقید المثال فرد ہے جسے صرف ایک زندگی ملتی ہے ۔'"

"اور ہیگل نے اس بات کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی تھی؟"

"نہیں ۔ اسے تاریخ کے وسیع میدان سے زیادہ دلچسپی تھی ۔ بالکل یہی وہ چیز تھی جس نے کیرکیگارڈ کو اتنا طیش دلایا ۔ وہ سمجھتا تھا کہ فرد پر اپنی زندگی کی جو ذمے داری عاید ہوتی ہے ، رومان پسندوں کی عینیت اور ہیگل کی 'تاریخیت' (1) (histo-ricism) دونوں نے اسے دھندلا دیا ہے ۔ چنانچہ کیرکیگارڈ کے نزدیک ہیگل اور رومان پسند دونوں ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے ۔"

"مجھے سمجھ میں آنے لگا ہے کہ آخر وہ غصے سے پاگل کیوں ہو رہا تھا ۔"

"سورین کیرکیگارڈ 1813 میں پیدا ہوا ۔ اس کی پرورش و

پرداخت اور تعلیم و تربیت اس کے انتہائی سخت گیر باپ نے کی تھی جو اس سے قطعاً کسی قسم کی نرمی یا رورعایت نہیں کرتا تھا ۔ چنانچہ اسے اپنا مذہبی مالیخولیا (religious melancholia) اپنے باپ سے ورثے میں ملا تھا ۔"

"آثار کچھ ڈراؤنے ہی معلوم ہوتے ہیں ۔"

"یہ مالیخولیا اسے کئی باتوں میں لے ڈوبا ۔ اسی کے باعث وہ اپنی سگائی توڑنے پر مجبور ہوا اور یہ ایک ایسی حرکت تھی جسے کوپن ہیگن کے بورژوا پسندیدگی کی نگاہوں سے نہیں دیکھ سکتے تھے ۔ چنانچہ اوائل عمری میں ہی اس کی حیثیت راندہ سماج شخص (outcast) کی ہوگئی اور وہ تضحیک کا نشانہ بن گیا ۔ تاہم بتدریج اس نے دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا سیکھ لیا جو خود اس کے ساتھ ہوتا تھا اور وہ وہ شخص بن گیا جسے بعدازاں ابسن نے ' عوام کا دشمن ' (2) کا نام دیا تھا ۔ اور اس کے اس عناد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا چلا گیا ۔"

"اور محض اس لیے کہ اس کی منگنی ٹوٹ گئی تھی؟"

"نہیں ۔ اس کے اس رویے کی یہ واحد وجہ نہیں تھی ۔ اپنی زندگی کے آخر میں وہ خاص طور پر معاشرے پر جارحانہ انداز سے تنقید کرنے لگا تھا ۔ ' یورپ دیوالیہ پن کی راہ پر گام زن ہوگیا ہے ۔ ' اس نے لکھا تھا ۔ اس کا ایمان تھا کہ وہ ایک ایسے دور میں رہ رہا ہے جو جنون (passion) اور تعہد (commitment) سے بالکل عاری ہوچکا ہے ۔ وہ خاص طور پر اس بات پر تلملاتا رہتا تھا کہ ڈنمارک کے قومی لوتھری کلیسا میں اتنی سکت نہیں رہی کہ وہ اپنی طرف سے کوئی نیا کام شروع کرسکے یا لوگوں کے قلوب میں نیا جوش و جذبہ ابھار سکے ۔ وہ بڑی بے رحمی سے اسے جسے تم ' اتواری عیسائیت ' کہہ سکتی ہو، تنقید کا نشانہ بناتا رہتا تھا ۔"

"آج کل ہم ' تصدیقی عیسائیت ' (3) کا ذکر کرتے رہتے ہیں ۔ اکثر بچے تصدیق کی تقریب میں اس لیے شریک ہوتے ہیں کیونکہ انہیں اس موقع پر تحائف ملتے ہیں ۔"

"ہاں ۔ تم نکتہ سمجھ گئی ہو ۔ کیرکیگارڈ سمجھتا تھا کہ عیسائیت ایک طرف تو اتنی تغلب شعار (overwhelming) ہے

کہ وہ آدمی کے خیالات ، جذبات ، حواس وغیرہ پر پوری طرح چھا جاتی ہے اور دوسری طرف وہ اتنی خلاف عقل یا غیرمنطقی (irrational) باتیں کہتی ہے کہ معاملہ چنیں کن یا چناں کن (either/or) تک پہنچ گیا ہے ۔ ' قدرے ' (rather) ' یا کسی حد تک ' (to some extent) مذہبی ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ۔ دونوں میں ایک ہی بات درست ہوسکتی ہے : یسوع ایسٹر کے روز یا تو اپنی قبر سے دوبارہ جی اٹھے تھے ـــــ اور یا پھر نہیں ۔ اگر وہ واقعی مردوں میں سے جی اٹھے تھے ، اگر انہوں نے واقعی ہماری خاطر موت قبول کی تھی ـــــ پھر یہ امر اتنا تغلب شعار ہے کہ اسے ہماری ساری زندگی میں سرایت کرجانا چاہیے ۔"

"جی ، میرا خیال ہے کہ میں سمجھ گئی ہوں ۔"

" لیکن کیرکیگارڈ کا اندازہ تھا کہ کلیسا اور عام لوگ دونوں ہی جب مذہبی سوالات سے نپٹتے ہیں تو ان کا رویہ کچھ اس قسم کا ہوتا ہے جیسے وہ کسی چیز کا عہد نہیں کرنا چاہتے ۔ کیرکیگارڈ کے نزدیک مذہب اور علم آگ اور پانی کی مانند ہیں ۔ وہ سمجھتا تھا کہ محض یہ عقیدہ باندھ لینا کہ عیسائیت ' سچی ' ہے ، کافی نہیں ۔ اگر کوئی شخص عیسائی عقیدے کو مانتا ہے ، پھر اسے عیسائی طرز حیات اختیار کرنا ہو گا ۔"

"ان باتوں کا ہیگل سے کیا تعلق ہے ؟"

" تم ٹھیک کہتی ہو ۔ ممکن ہے کہ ہماری گفتگو کا آغاز غلط سرے سے ہوا ہو ۔"

" پھر میں تجویز پیش کروں گی کہ آپ صحیح جانب چلے جائیں اور اپنی گفتگو کا آغاز نئے سرے سے کریں ۔"

" کیرکیگارڈ نے الہیات کا مطالعہ سترہ سال کی عمر میں شروع کیا لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا ، توں توں وہ فلسفیانہ مسائل میں زیادہ سے زیادہ منہمک ہونے لگا ۔ جب اس کی عمر ستائیس سال ہوئی ، اسے ایم اے کی ڈگری ملی ۔ اس کے مقالے کا عنوان تھا : " خطنز کے تصور کے بارے میں ۔ " (On the Concept of Irony) ۔ اپنے اس مقالے میں اس نے رومانی خطنز اور رومان پسندوں کے اس رویے کو کہ وہ اپنے آپ کو کسی چیز کا

پابند بنانے بغیر التباس سے چھیڑخانی کرتے رہتے تھے ، ازنگے پر چڑھایا تھا ۔ اس کے مقابلے میں اس نے ' سقراطی خطتز ' کو اپنے استدلال کی بنیاد بنایا ۔ اگرچہ سقراط نے خطتز کو بڑے موثر انداز سے استعمال کیا تھا ، اس کا مقصد (کسی کی ہنسی اڑانا یا دل شکنی کرنا نہیں تھا بلکہ صحیح سوالات کے ذریعے) زندگی کی بنیادی صداقتوں کو دریافت کرنا ہوتا تھا ۔ رومان پسندوں کے برعکس سقراط کیرکیگارڈ کے الفاظ میں ' وجودی ' مفکر تھا ۔ دوسرے الفاظ میں وہ ایک ایسا مفکر تھا جو اپنے پورے وجود (existence) کو اپنے فلسفیانہ تفکر میں شامل کرلیتا تھا ۔"

"پھر؟"

" 1841 میں اپنی منگنی توڑنے کے بعد کیرکیگارڈ برلن چلا گیا جہاں وہ شیلنگ کے لیکچر سنتا رہا ۔"

"اس کی ہیگل سے ملاقات ہوئی تھی؟"

"نہیں ۔ ہیگل کا دس سال قبل انتقال ہوچکا تھا ، لیکن برلن اور یورپ کے کئی دوسرے علاقوں میں اس کے خیالات کی دھوم بیٹھی ہوئی تھی ۔ اس کا ' سسٹم ' ہر قسم کے سوالوں کی ہمہ مقصد قسم کی وضاحت کے لیے استعمال ہو رہا تھا ۔ کیرکیگارڈ نے اس طرف اشارہ کیا کہ جس نوعیت کی ' معروضی صداقتوں ' سے ہیگلیت نپٹتی ہے ، وہ فرد کی ذاتی زندگی کے سلسلے میں قطعاً غیرمتعلق ہیں ۔"

"پھر متعلق صداقتیں کس قسم کی ہوتی ہیں؟"

" کیرکیگارڈ کے مطابق صداقت (Truth ، بڑے T کے ساتھ) تلاش کرنے کی نسبت زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس قسم کی صداقتیں دریافت کی جائیں جو فرد کی زندگی کے لیے بامعنی ہوں ۔ اہم بات ' میرے لیے صداقت ' دریافت کرنا ہے ۔ یوں وہ فرد یا ہر ایرے غیرے کو ' سسٹم ' کی مخالفت میں جھونک دیتا ہے ۔ کیرکیگارڈ سمجھتا تھا کہ ہیگل بھول گیا تھا کہ وہ انسان ہے ۔ اس نے ہیگلی پروفیسروں کے بارے میں لکھا تھا : ' بے کیف انداز سے ثقیل الفاظ واصطلاحات اور پیچ درپیچ جملے استعمال کرنے والے جناب پروفیسر صاحب زندگی کی ساری گتھیاں سلجھانے چلے ہیں

لیکن ان کے ذہنی انتشار کی کیفیت یہ ہے کہ حضرت اپنا نام بھی بھول چکے ہیں اور انہیں اتنا بھی یاد نہیں رہا کہ آپ کوئی غیرمعمولی عبارت آرائی سے پُر تین بٹا آٹھ پیراگراف نہیں بلکہ انسان ہیں' اس سے نہ کچھ کم ہیں اور نہ کچھ زیادہ۔

"کیرکیگارڈ کے مطابق انسان کیا ہے؟"

"عام اصطلاحات میں اس کا جواب دینا ممکن نہیں ۔ انسان کیا ہیں یا ان کی فطرت کیا ہے ' کیرکیگارڈ کو اس کی عمومی تصریح میں کوئی دلچسپی نہیں تھی ۔ اس کے نزدیک واحد اہم چیز انسان کا ' اپنا وجود ' ہے ۔ اور تمہیں اپنے وجود کا تجربہ کسی ڈیسک کے سامنے بیٹھ کر نہیں ہوسکتا ۔ صرف تبھی جب ہم سے کوئی فعل سرزد ہوتا ہے ـــــ اور خاص طور پر اس وقت جب ہم کوئی اہم انتخاب (choice) کرتے ہیں ـــــ ہمارا اپنے وجود کے ساتھ تعلق قائم ہوتا ہے ۔ بدھ کے متعلق ایک کہانی بیان کی جاتی ہے جس سے کیرکیگارڈ کی بات کی وضاحت ہوجاتی ہے ۔"

"بدھ کے متعلق؟"

"ہاں ' کیونکہ بدھ کے فلسفے نے بھی انسان کے وجود ہی کو اپنا نقطہ آغاز بنایا تھا ۔ ایک مرتبہ کسی بھکشو نے بدھ سے دریافت کیا تھا : ' دنیا کیا ہے ؟ انسان کیا ہے ؟ کیا آپ اس قسم کے بنیادی سوالوں کے واضح اور غیرمبہم جواب دے سکتے ہیں ۔ ' بدھ نے بھکشو کے سوال کا جواب بھکشو ہی کا موازنہ ایک ایسے شخص سے کرتے ہوئے دیا جس کا جسم مسموم تیروں نے چھلنی کردیا ہو ۔ انہوں نے کہا : ' زخمی آدمی کو اس قسم کی نظری باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہوسکتی کہ تیر کس چیز کا بنا تھا ' اسے کس قسم کے زہر میں بھگویا گیا تھا یا یہ کدھر سے آیا تھا ۔ ' "

"غالباً اس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوگی کہ کوئی شخص تیر اس کے جسم سے نکال دے اور اس کے زخم کا علاج کردے ۔"

"ہاں ۔ وہ یہی چاہے گا ۔ وجودی طور پر اس کے لیے یہی بات اہم ہوگی ۔ بدھ اور کیرکیگارڈ دونوں کو اس بات کا شدت سے ادراک تھا کہ ان کی زندگی محض چند روزہ ہے ۔ اور جیسا کہ میں

کہہ چکا ہوں ، اس صورت میں تم کسی ڈیسک کے سامنے بیٹھ کر روح عالم کے متعلق فلسفیانہ قیاس آرائیاں نہیں کرتیں۔"

"جی ہاں، بالکل نہیں۔"

"کیرکیگارڈ نے یہ بھی کہا تھا کہ صداقت 'موضوعی' ہوتی ہے۔ اس سے اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ جو کچھ ہم سوچتے یا مانتے ہیں، اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ صحیح معنوں میں اہم صداقتیں ذاتی (personal) ہوتی ہیں۔ صرف یہی صداقتیں 'میرے لیے سچی' ہیں۔"

"آپ موضوعی صداقت کی کوئی مثال دے سکتے ہیں؟"

"مثلاً ایک اہم سوال یہ ہے: کیا عیسائیت سچی ہے؟ یہ کوئی ایسا سوال نہیں جس کا نظری (Theoretically) یا مدرسانہ (academically) انداز سے جواب دیا جاسکے۔ اس شخص کے لیے جو 'زندگی میں اپنے آپ کو سمجھتا ہے'، یہ زندگی اور موت کا سوال بن جاتا ہے۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ تم آرام سے بیٹھ جاؤ اور اس پر بحث کی خاطر بحث شروع کردو۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا ذکر پورے جوش و خروش اور خلوص کے ساتھ کیا جائے گا۔"

"سمجھ میں آنے والی بات ہے۔"

"اگر تم پانی میں گر پڑو، تمہیں اس بات میں کوئی نظری دلچسپی نہیں ہوگی کہ تم ڈوبو گی یا نہیں۔ تمہیں اس امر میں بھی کوئی 'دلچسپی' یا 'عدم دلچسپی' نہیں ہوگی کہ پانی میں مگرمچھ موجود ہیں یا نہیں۔ تمہارے لیے تو یہ بس زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں سمجھ گئی ہوں۔"

"ایک طرف فلسفیانہ سوال ہے کہ خدا موجود ہے یا نہیں۔ دوسری طرف یہ سوال ہے کہ فرد کا پہلے سوال سے کیا تعلق ہے۔ دوسرے سوال میں جو صورت حال بیان کی گئی ہے، اس میں ہر شخص کاملاً تنہا ہے (یعنی اسے اس کا فیصلہ خود کرنا پڑتا ہے)۔ چنانچہ ہمیں ان دونوں سوالوں کے مابین لازماً امتیاز کرنا چاہیے۔ اس قسم کے بنیادی سوالوں سے عقیدے یا ایمان کے ذریعے عہدہ برآ ہوا جاسکتا ہے۔ کیرکیگارڈ کا کہنا ہے کہ (اس معاملے میں) جن چیزوں کو ہم عقل یا علم کے ذریعے جان سکتے ہیں، وہ سراسر

غیر اہم ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ ذرا وضاحت کردیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔"

"آٹھ جمع چار بارہ بنتے ہیں ۔ہم یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں ۔ یہ اس قسم کی 'استدلالی صداقت' کی مثال ہے جس کا ذکر دیکارت سے لے کر آج تک ہر فلسفی کرتا چلا آرہا ہے ۔ لیکن کیا ہم اسے اپنی روزانہ عبادت میں شامل کرتے ہیں ؟ جب ہم اپنے بسترمرگ پر دراز ہوں گے ، کیا ہم اس وقت اس پر پوری انہاک سے غور کریں گے ؟ بالکل نہیں ۔ اس قسم کی صداقتیں 'معروضی' اور 'عمومی' (general) دونوں طرح کی ہوسکتی ہیں تاہم ہر شخص کی زندگی کے لیے یہ سراسر غیر اہم ہوتی ہیں۔"

"اور ایمان کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"جب تم کسی شخص کے ساتھ زیادتی کا ارتکاب کرتی ہو ، تمہیں کبھی معلوم نہیں ہوسکتا کہ اس نے تمہیں معاف کردیا ہے یا نہیں ۔ چنانچہ وجودی طور پر تمہارے لیے یہ بات بہت اہم بن جاتی ہے ۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کی تمہیں شدت سے فکر ہے ۔ پھر تمہیں یہ بھی کبھی معلوم نہیں ہوسکتا کہ فلاں شخص تم سے محبت کرتا ہے یا نہیں ۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا یا تو تمہیں محض یقین کرنا پڑتا ہے یا پھر امید کرنا پڑتی ہے ۔ لیکن تمہارے لیے یہ باتیں اس حقیقت سے کہیں زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہیں کہ ہر تکون کے زاویوں کا مجموعہ ہمیشہ ایک سو اسی درجے ہوتا ہے ۔ جب مرد عورت پہلی مرتبہ کسی کا بوسہ لیتے یا کسی کو بوسہ دیتے ہیں تو اس بوسے کے دوران میں ان کا دھیان علت اور معلول کے قانون یا ادراک کے طریقوں پر نہیں ہوتا ، بلکہ وہ انہیں پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں دیتے۔"

"اگر آپ دیں گے تو آپ انوکھی قسم کے انسان ہوں گے۔"

"مذہبی مسائل میں ایمان اہم ترین عنصر ہوتا ہے ۔ کیرکیگارڈ نے تحریر کیا تھا : 'اگر مجھ میں خدا کو معروضی طور پر سمجھنے کی اہلیت آجائے ، میں اس پر ایمان نہیں لاؤں گا ، مگر چونکہ

صحیح بات یہ ہے کہ مجھ میں اس کی اہلیت ہے ہی نہیں ، میرے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ میں اس پر ایمان لے آؤں ۔ اگر میں اپنا ایمان محفوظ رکھنا چاہتا ہوں تو میری بھلائی اسی میں ہے کہ میں مسلسل یہ تہیہ کئے رہوں کہ میں معروضی غیریقینی سے ہمنا رہوں گا تاکہ اگر مجھے کسی ایسے بحرزخار کے بھی اوپر کھڑا ہونا پڑے جس کی گہرائی ستر ہزار فیدم ہے ، میرا ایک بال بھی تر نہ ہونے پائے ، میرا ایمان صحیح سلامت رہے ۔"

"بڑی ثقیل بات ہے ۔"

"اس سے پہلے بےشمار لوگ خدا کا وجود ثابت کرنے کی ـــــ یا کم از کم اسے عقلیت کی حدود میں لانے کی ـــــ کوشش کرتے رہے تھے ۔ لیکن اگر تم اس قسم کے ثبوت یا منطقی دلائل سے مطمئن ہوجاتی ہو ، تو تمہارا ایمان غارت ہوجائے گا اور اس کے ساتھ تمہارا مذہبی جنون (passion) غائب ہوجائے گا ۔ اہم بات یہ نہیں کہ عیسائیت سچی ہے یا نہیں ، بلکہ اہمیت اس بات کو حاصل ہے کہ یہ تمہارے لیے سچی ہے یا نہیں ۔ اسی خیال کو قرون وسطیٰ کے دوران میں اس مقولے کی شکل میں پیش کیا گیا تھا: credoquia absurdum ۔"

"پھر وہی لاطینی ۔"

"اس کا مطلب ہے : ' میں ایمان رکھتا ہوں کیونکہ یہ غیر عقلی ہے ۔ ' اگر عیسائیت ہماری ذات کے دوسرے پہلوؤں کو نہیں بلکہ عقل کو بھاتی ، تو یہ کبھی ایمان کا مسئلہ نہ بن پاتی ۔"

"جی ہاں ۔ اب میں بات سمجھ گئی ہوں ۔"

"چنانچہ اب ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ کیرکیگارڈ کا ' وجودی ' سے کیا مطلب تھا ، اس کا ' موضوعی صداقت ' سے کیا مطلب تھا اور اس کا ' ایمان ' کا تصور کیا تھا ۔ یہ تینوں تصورات فلسفے کی روایت پر عمومی اعتبار سے اور ہیگیت پر خصوصی طور پر تنقید کرنے کے لیے وضع کئے گئے تھے ۔ لیکن ان میں تندوتیز ' معاشرتی تنقید ' بھی شامل ہے ۔ کیرکیگارڈ کہتا تھا کہ جدید شہری معاشرے میں فرد ' پبلک ' (the public) بن گیا ہے ۔ اور ہجوم (crowd) یا عوام (masses) کا نمایاں وصف یہ ہوتا ہے کہ وہ جس انداز سے

، گفتگو ، کرتے ہیں اس سے ان کے تعہد یا عہد بندی (-commit
ment) کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا ۔ آج کل ہم شاید لفظ -'confor
mity' (' ہم رنگی ') استعمال کریں گے یعنی سب لوگ ایک جیسی باتیں 'سوچتے ' اور 'مانتے ' ہیں لیکن ان کی 'سوچ ' اور 'عقیدے ' میں گہرائی ہوتی ہے نہ گیرائی اور نہ ان کے ساتھ وہ کوئی جذباتی وابستگی محسوس کرتے ہیں۔"

" میں سوچتی ہوں کہ کیرکیگارڈ جوآننا کے والدین کے بارے میں کیا کہتا۔"

وہ اپنے محاکموں (judgements) میں ہمیشہ ہی رحم و شفقت کا مظاہرہ نہیں کرتا تھا ۔ اس کے قلم میں تلخی اور کاٹ تھی اور وہ جلی کٹی سنانے کا بڑا ماہر تھا ۔ مثلاً وہ اس قسم کی باتیں کہتا رہتا تھا : ' بھیڑ (crowd) ناراست ہوتی ہے ' یا ' صداقت صرف اقلیت کے پاس ہوتی ہے ۔ ' یا یہ کہ ' زندگی کے متعلق اکثر لوگوں کا انداز فکر سطحی 'ہوتا ہے۔"

"باربی گڑیاں (Barbie dolls) (4) جمع کرنا ایک بات ہے لیکن خود باربی گڑیا بن جانا اس سے بدتر ہے۔"

"یہاں سے ہم کیرکیگارڈ کے اس نظریے تک پہنچ جاتے ہیں جسے وہ طریق حیات کا سہ مراحل نظریہ کہتا تھا۔"

"معذرت چاہتی ہوں ' کیا کہا؟"

کیرکیگارڈ کا عقیدہ تھا کہ زندگی کی تین مختلف صورتیں ہیں ۔ خود اس نے اصطلاح ' مراحل ' استعمال کی تھی ۔ وہ انہیں جمالیاتی (aesthetic) مرحلہ ' اخلاقی (ethical) مرحلہ اور مذہبی مرحلہ کہتا ہے ۔ اس نے اپنی اصطلاح اس بات پر زور دینے کے لیے استعمال کی تھی کہ آدمی نچلے دو مرحلوں میں سے کسی ایک میں زندگی گزار سکتا ہے اور پھر جست لگا کر بلندتر مرحلے میں داخل ہوسکتا ہے ۔ بےشمار لوگ اپنی ساری زندگی ایک ہی مرحلے میں گزار دیتے ہیں۔"

" میں شرط لگانے کو تیار ہوں کہ آپ اس کی تشریح کرنا چاہتے ہیں ۔ میں جاننے کے لیے بےقرار ہوں کہ میں کس مرحلے میں ہوں۔"

"جو شخص جمالیاتی مرحلے میں زندگی گزار رہا ہوتا ہے، وہ صرف لمحے میں زندہ ہوتا ہے اور لطف وتفریح کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ اس کے نزدیک اچھا وہ ہے جو خوبصورت، تسلی بخش یا خوشگوار ہے۔ یہ شخص سراسر حواس کی دنیا میں رہتا ہے اور اپنی ہی خواہشات اور ذہنی کیفیات کا غلام ہوتا ہے۔ ہر وہ چیز جس سے اسے اکتاہٹ ہوتی ہے، اس کی نگاہوں میں بری ہے۔"

"جی، شکریہ۔ میرا خیال ہے کہ میں اس رویے سے آگاہ ہوں۔"

"چنانچہ وہ رومان پسند، جیسے دوسرے رومان پسندوں کا نمائندہ تصور کیا جاسکتا ہو کہ اس میں ان کی تمام خوبیاں اور خرابیاں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں، حسن شناسوں یا حسن پرستوں (5) (aesthetes) کا بھی نمائندہ ہوتا ہے کیونکہ یہاں معاملہ محض حسیاتی (sensory) لطف اندوزی کا نہیں، بلکہ اس سے زیادہ کا ہوتا ہے۔ وہ شخص جو حقیقت کا ادراک کرنے کے لیے غوروفکر کا عادی ہو —— اور یہی بات اس کے فن یا فلسفے کے بارے میں کہی جاسکتی ہے جس میں وہ مصروف ہوتا ہے —— وہ جمالیاتی مرحلے میں زندگی گزار رہا ہوتا ہے۔ غم واندوہ اور تکالیف کے متعلق بھی جمالیاتی یا، فکری (reflective) رویہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ جب یہ صورت پیش آتی ہے، خودنمائی / خودپسندی (vanity) میدان عمل میں آجاتی ہے۔ ابسن کا پیئر گنٹ (6) حسن پرستوں کا مثالی نمائندہ کہا جاسکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ میں آپ کا مطلب سمجھ گئی ہوں۔"

"تم اس قسم کے کسی شخص کو جانتی ہو؟"

"پوری طرح تو نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ میجر کچھ اسی قسم کا شخص ہوسکتا ہے۔"

"ممکن ہے، ممکن ہے، سوفی ... حالانکہ یہ قدرے اس کے مریضانہ خطنز کی ایک اور مثال ہے۔ تمہیں کُلی سے منہ صاف کرلینا چاہیے۔"

"کیا؟"

"کچھ نہیں۔ جانے دو۔ قصور تمہارا بھی نہیں تھا۔"

"پھر اپنی گفتگو جاری رکھیں۔"

"وہ شخص ' جو جمالیاتی مرحلے میں زندگی گزار رہا ہوتا ہے ' اسے نہایت آسانی سے angst (7) یا sense of dread (احساس دہشت) یا خالی پن کے جذبے (feeling of emptiness) کا تجربہ ہوسکتا ہے۔ اگر ایسی کیفیت پیدا ہوجائے ' پھر امید کی کرن بھی نمودار ہوسکتی ہے۔ کیرکیگارڈ کے مطابق angst یا احساس دہشت تقریباً مثبت چیز ہے۔ یہ اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ فرد ' وجودی گہرائی ' میں چھلانگ لگا دیتے ہیں۔ وہ جمالیاتی لذت اورعقل کی فرض کی طرف پکار پر ایمان کی ترجیح کا انتخاب کرلیتے ہیں۔ اور جیسا کہ کیرکیگارڈ نے کہا تھا: اگرچہ زندہ خدا کے کھلے بازوؤں کی طرف لپکنے کا نتیجہ بھیانک ثابت ہوسکتا ہے ' لیکن نجات کا یہی واحد راستہ ہے۔'"

"آپ کی مراد عیسائیت ہے۔"

"ہاں۔ کیونکہ کیرکیگارڈ کے نزدیک مذہبی مرحلہ عیسائیت تھی۔ لیکن یہ غیرعیسائی مفکرین کے لیے بھی اہمیت اختیار کرگیا ہے۔ ڈنمارک کے اس فلسفی نے جس وجودیت کا پرچار کیا تھا ' بیسویں صدی کے دوران میں اس کا چرچا دور و نزدیک ہوا۔"

سوفی نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔

"تقریباً سات بج چکے ہیں۔ مجھے دوڑ لگانا ہوگی۔ امی پاگل ہورہی ہوں گی۔"

اس نے فلسفی کی طرف ہاتھ لہرایا اور کشتی کی طرف بھاگنے لگی۔

تصحیح نامہ

صفحہ 544 پر چند عبارتیں کمپوز ہونے سے رہ گئی ہیں ۔ (مترجم اس سہو پر قارئین سے معذرت خواہ ہے ۔) اس سارے صفحے کو اس طرح پڑھا جائے :

"کچھ نہیں ۔ جانے دو ۔ قصور تمہارا بھی نہیں تھا ۔"
"پھر اپنی گفتگو جاری رکھیں ۔"
"وہ شخص جو جمالیاتی مرحلے میں زندگی گزار رہا ہوتا ہے ' اسے نہایت آسانی سے angst (7) یا sense of dread (احساس دہشت) یا خالی پن کے جذبے (feeling of emptiness) کا تجربہ ہوسکتا ہے ۔ اگر ایسی کیفیت پیدا ہوجائے ' پھر امید کی کرن بھی نمودار ہوسکتی ہے ۔ کیرکیگارڈ کے مطابق angst یا احساس دہشت تقریباً مثبت چیز ہے یہ اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ فرد ' وجودی صورت حال ' میں ہے اور چاہے تو اب بلند تر مرحلے کی طرف جست لگا سکتا ہے ۔ لیکن فرد یا تو اگلے مرحلے میں داخل ہوجاتا ہے یا پھر نہیں ہوتا ۔ اگر وہ اپنی جست مکمل نہیں کرپاتا بلکہ صرف کنارے تک پہنچ پاتا ہے ' پھر کچھ حاصل نہیں ہوتا ۔ یہ معاملہ ' یہ ' یا ' وہ ' (either / or) کا ہے ۔ اس کی خاطر کوئی بھی دوسرا شخص یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا ۔ یہ اس کے اپنے انتخاب کا مسئلہ ہے ۔"
"یہ معاملہ کچھ اس قسم کا فیصلہ کرنے کے مترادف ہے کہ آدمی شراب نوشی ترک کردے یا منشیات کا استعمال شروع کردے ۔"
"ہاں ' یہ کچھ اس قسم کا معاملہ ہوسکتا ہے ۔ کیرکیگارڈ نے اس ' قسم کے فیصلے ' کو جس طرح بیان کیا ہے ' اس سے قدرے سقراط کی یہ رائے تازہ ہوجاتی ہے کہ تمام سچی بصیرت اندر سے آتی ہے ۔ کوئی انسان جمالیاتی طرز فکر سے اخلاقی یا مذہبی طرز فکر کی طرف جست لگاتا ہے یا نہیں ' یہ اس کے اپنے انتخاب کا معاملہ ہے اور یہ

انتخاب لازماً باطن سے آنا چاہیے ۔ ابسن اس کا نقشہ " پیئر گنٹ " میں کھینچتا ہے ۔ وجودی انتخاب کس طرح داخلی ضرورت اور یاس (despair) سے پیدا ہوتا ہے ' اس کا ایک اور ماہرانہ بیان دوستووسکی کے عظیم ناول 'جرم و سزا' میں ملتا ہے ۔ "

" آدمی کے لیے بہترین طریق کار یہی ہوسکتا ہے کہ وہ مختلف قسم کی زندگی اختیار کرے ۔ "

"اور یوں شاید تم اخلاقی مرحلے میں زندگی گزارنا شروع کردو گی ۔ اس زندگی کی خصوصیات سنجیدگی اور اخلاقی انتخابات کی استقامت (consistency) ہیں ۔ یہ طرز فکر کانٹ کی فرض کی اخلاقیات سے غیر مشابہ نہیں ۔ تم اخلاق (morals) کے قانون کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتی ہو ۔ کانٹ کی طرح کیرکیگارڈ نے پر زور انداز سے اولین کام یہ کیا کہ اس نے انسانی سرشت کی طرف توجہ دلائی ۔ اہم بات یہ نہیں کہ تمہارے خیال میں صحیح معنوں میں درست یا غلط کیا ہوسکتا ہے ۔ اہم بات یہ ہے کہ تم یہ فیصلہ کرتی ہو : ' صحیح یا غلط کیا ہے ' میں اس کے بارے میں اپنی رائے قائم کروں گی ۔ ' (اس کے برعکس) حسن پرست کو صرف ایک ہی فکر ہوتی ہے کہ فلاں چیز پرلطف ہے یا اکتا دینے والی ۔ "

"جب آپ اس قسم کی زندگی بسر کرتے ہیں ' کیا اس میں یہ خطرہ لاحق نہیں ہوتا کہ آپ نے ضرورت سے زیادہ سنجیدہ طرز حیات منتخب کرلیا ہے ؟"

"یقیناً ۔ کیرکیگارڈ نے کبھی دعویٰ نہیں کیا تھا کہ اخلاقی مرحلہ اطمینان بخش ہے ۔ فرض شناس آدمی بھی آخر کار ہمہ وقت لگن کے ساتھ کام کرنے اور چھوٹی سے چھوٹی جزئیات کا خیال رکھنے سے تنگ آسکتا ہے ۔ بے شمار لوگوں کو اپنی آخر زندگی میں تھکاوٹ کے خلاف اس ردعمل کا تجربہ ہوتا ہے ۔ ان میں سے بعض اپنے جمالیاتی مرحلے کی پرفکر زندگی کی طرف واپس لوٹ جاتے ہیں ۔

" لیکن دوسرے مذہبی مرحلے کی طرف نئی جست لگا دیتے ہیں ۔ وہ ایمان کی 'ستر ہزار فیدم' کی ' اتھاہ گہرائی ' میں چھلانگ لگا دیتے ہیں ۔ وہ جمالیاتی لذت اور عقل کی فرض کی طرف پکار پر ایمان کی ترجیح کا انتخاب کرلیتے ہیں ۔ اور جیسا کہ کیرکیگارڈ نے کہا تھا : ' اگرچہ زندہ خدا کے کھلے بازوؤں کی طرف لپکنے کا نتیجہ بھیانک ' ثابت ہوسکتا ہے ' لیکن نجات کا یہی واحد راستہ ہے ۔ "

"آپ کی مراد عیسائیت ہے ۔

"ہاں ۔ کیونکہ کیرکیگارڈ کے نزدیک مذہبی مرحلہ عیسائیت تھی ۔ لیکن یہ غیر عیسائی مفکرین کے لیے بھی اہمیت اختیار کرگیا ہے ۔ ڈنمارک کے اس فلسفی نے جس وجودیت کا پرچار کیا تھا ، بیسویں صدی کے دوران میں اس کا چرچا دور و نزدیک ہوا ۔"

سوفی نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی ۔

"تقریباً سات بج چکے ہیں ۔ مجھے دوڑ لگانا ہو گی ۔ امی پاگل ہو رہی ہوں گی ۔" اس نے فلسفی کی طرف ہاتھ لہرایا اور کشتی کی جانب بھاگنے لگی ۔

O

29 ۔ مارکس

* * *

... یورپ پر آسیب منڈلا رہا ہے ...

ہلڈے اپنے پلنگ سے نیچے اتری اور اس کھڑکی کی طرف چل دی جو کھاڑی کی طرف کھلتی تھی ۔ اس نے جب بروز سنیچر یہ سب کچھ پڑھنا شروع کیا تھا ، سوفی کی پندرھویں سالگرہ کا دن ختم نہیں ہوا تھا ۔ اس سے ایک روز پہلے ہلڈے کا اپنا یوم ولادت تھا ۔

اگر اس کے پاپا نے یہ تصور کیا تھا کہ وہ کل محض سوفی کے یوم ولادت تک پہنچ پائے گی ، تو وہ یقیناً حقیقت پسندی سے کام نہیں لے رہے تھے ۔ اس نے پڑھنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کیا تھا ۔ تاہم ان کا یہ کہنا درست تھا کہ اب اسے سالگرہ کی صرف ایک اور مبارک باد ملے گی ۔ اور یہ مبارک باد اسے تب ملی تھی جب البرٹو اور سوفی نے اکٹھے 'ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ' کا نغمہ گایا تھا ۔ ہلڈے کو اس پر بڑی خفت کا احساس ہوا تھا ۔

اور اب سوفی نے عین اس روز فلسفیانہ گارڈن پارٹی پر لوگوں کو بلانے کا اہتمام کیا تھا جس روز اس کے پاپا نے لبنان سے واپس گھر پہنچنا تھا ۔ ہلڈے کو یقین ہو چکا تھا کہ اس روز ضرور کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا ۔ ہوگا کیا ، اس کے متعلق نہ وہ اور نہ اس کے پاپا اعتماد سے کچھ کہہ سکتے ہیں ۔

لیکن ایک بات پکی تھی ۔ اس کے پاپا کو گھر پہنچنے سے پہلے کسی نہ کسی ایسی

صورت حال سے واسطہ پڑے گا جس پر ان کے اوسان خطا ہو جائیں گے ۔ وہ سوفی اور البرٹو کے لیے کم از کم اتنا تو کر سکتی ہے ' اور یہ کام اس کے لیے اس لیے بھی خاص طور پر ضروری ہو گیا ہے کیونکہ وہ دونوں اس سے مدد کی اپیل کر چکے تھے . . .

اس کی امی ابھی تک نیچے کشتی گھر میں مصروف تھی ۔ وہ لپک جھپک سیڑھیاں اتری اور اس نے سیدھا ٹیلی فون کا رخ کیا ۔ اسے کوپن ہیگن کی ڈائرکٹری میں این اور اوے کا نمبر مل گیا اور اس نے ٹیلی فون گھما دیا ۔

"این کوامس ڈال (Anne Kvamsdal) ۔"

"Hi' میں ہلڈے ہوں ۔"

"ارے ' تم ؟ کیسی ہو ؟ للے سینڈ میں کیا حال چال ہیں ؟"

"بہت اچھے ۔ چھٹیاں ہو چکی ہیں ' مزے ہی مزے ہیں ! اور پاپا ایک ہفتے میں لبنان سے واپس آ رہے ہیں ۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہو گی ' ہلڈے !"

"میں اسی دن کا انتظار کر رہی ہوں ۔ اور درحقیقت میرے ٹیلی فون کرنے کی وجہ بھی یہی ہے . . ."

"واقعی ؟"

"میرا خیال ہے کہ ان کا جہاز تمھارے کاسٹرروپ ایرپورٹ پر 23 تاریخ کو بروز ہفتہ پانچ بجے شام کے لگ بھگ اترے گا ۔ تم تو اس روز کوپن ہیگن ہی ہو گی ؟"

"میرا خیال تو یہی ہے ۔"

"میں سوچ رہی تھی کہ تم میرا ایک کام کر دو گی ؟"

"بالکل ۔ کیا ؟"

"میں خاص قسم کی عنایت چاہتی ہوں ۔ میں کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ یہ ممکن ہے بھی یا نہیں ۔"

"میرا تجسس بڑھتا جا رہا ہے . . ."

ہلڈے اپنا منصوبہ بیان کرنے لگی ۔ اس نے این کو باکس فائل کے متعلق ' البرٹو اور سوفی کے متعلق اور باقی تمام بتا دیں ۔ کبھی ہلڈے کی اور کبھی این کی ہنسی اتنے زور سے پھوٹ جاتی کہ اسے اپنی باتیں بار بار دہرانا پڑتیں ۔ لیکن جب ہلڈے نے چونگا واپس اپنی جگہ پر رکھا ' اس کے منصوبے پر عمل شروع ہو چکا تھا ۔

اسے اب کچھ اپنی بھی تیاریاں شروع کرنا تھیں ۔ لیکن ان کے لیے ابھی کافی وقت تھا۔

اس نے بقیہ سہ پہر اور شام اپنی امی کے ساتھ گزاری ۔ انجام کار وہ کار میں کرسچین سینڈ فلم دیکھنے چلی گئیں ۔ انہیں محسوس ہو رہا تھا چونکہ سالگرہ کی تقریب کے سلسلے میں انہوں نے گزشتہ روز کوئی خاص پُرلطف کام نہیں کیا تھا ، انہیں آج کسر نکالنا ہوگی ۔ جب وہ موٹروے پر اس پل پر سے گزریں جہاں سے ایک سڑک کجیوک ایرپورٹ جاتی تھی ، اس جگ ساپزل کے ، جسے ہلڈے تعمیر کر رہی تھی ، چند مزید حصے اپنی اپنی جگہ منطبق ہو گئے۔

جب وہ اس شام اپنے بستر کی طرف بڑھی ، رات کافی گزر چکی تھی ۔ تاہم اس نے سونے کی بجائے باکس فائل اٹھالی اور پڑھنے لگی ۔

جب سوفی باڑ میں سے اپنے خفیہ ٹھکانے سے باہر نکلی ، تقریباً آٹھ بج چکے تھے ۔ جب وہ گھر پہنچی ، اس کی امی باہر کے دروازے کے قریب پھولوں کی کیاریوں سے جڑی بوٹیاں اور جھاڑ جھنکاڑ اکھاڑ رہی تھی ۔

"تم کہاں سے آنکلی ہو؟"

"باڑ میں سے گزر کر آئی ہوں ۔"

"باڑ میں سے؟"

" آپ کو معلوم نہیں کہ اس میں دوسری طرف جانے کا راستہ ہے؟"

"پر سوفی ، تم گئی کہاں تھیں ؟ یہ دوسری مرتبہ ہوا ہے کہ تم کوئی رقعہ چھوڑے بغیر غائب ہوئی ہو ۔"

"امی ، مجھے بہت افسوس ہے ۔ لیکن آج اتنی اچھی دھوپ نکلی ہوئی تھی اور موسم اتنا خوشگوار تھا کہ میں لمبی سیر کے لیے نکل گئی ۔"

اس کی امی جھاڑ جھنکاڑ کے ڈھیر سے باہر نکلی اور اسے درشت نگاہوں سے گھورنے لگی ۔

"تم پھر اس فلسفی کے پاس تو نہیں گئی تھیں؟"

"دراصل اسی کے پاس گئی تھی - میں نے آپ کو بتایا تھا کہ انہیں لمبی سیر پسند ہے۔"

"لیکن وہ گارڈن پارٹی میں تو آئے گا؟ یا نہیں؟"

"بالکل آئیں گے - وہ شدت سے اس کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"انتظار تو مجھے بھی ہے - میں ایک ایک دن گن رہی ہوں۔"

کیا ان کے لہجے میں کاٹ ہے ؟ اپنی جان چھڑانے کے لیے سوفی نے کہا:

"مجھے خوشی ہے کہ میں نے جوآننا کے امی اور پاپا کو بلا لیا۔ ورنہ شاید کچھ خفت اٹھانا پڑتی۔"

"پتا نہیں ... بہرحال خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوجائے ' میں اس البرٹو سے بات ضرور کروں گی جیسے ایک بالغ شخص دوسرے بالغ شخص سے کرتا ہے۔"

" آپ چاہیں تو عاریتاً میرا کمرا استعمال کرسکتی ہیں - مجھے یقین ہے کہ آپ انہیں پسند کریں گی۔"

"ایک اور بات - تمہارا خط آیا ہے۔"

"میرا خط؟"

"اس پر یو این بٹالین کی مہر ثبت ہے۔"

"یہ لازماً البرٹو کے بھائی کا ہو گا۔"

"سوفی 'یہ قصہ ختم کرنا ہو گا!"

سوفی کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا لیکن پلک جھپکنے میں اسے بظاہر قابل قبول جواب سوجھ گیا - کچھ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی رہبر روح سے وجدان حاصل کر رہی ہو۔

"میں نے البرٹو کو بتایا تھا کہ مجھے نایاب مہروں کے نشانات جمع کرنے کا شوق ہے - اور بھائی بھی کبھی کبھی کام آ ہی جاتے ہیں۔"

معلوم ہوتا تھا کہ اس کی امی مطمئن ہو گئی ہے۔

" ڈنر فرج میں پڑا ہے - " اس کی امی نے قدرے صلح جویانہ لہجے سے کہا۔

"خط کہاں ہے؟"

"فرج کے اوپر۔"

سوفی تیزی سے اندر بھاگ گئی۔ لفافے پر 15 جون 1990 کی مہر تھی۔ اس نے خط کھولا اور ایک چھوٹا سا رقعہ باہر نکالا:

ختم نہ ہونے والی تخلیقی مشقت کا کیا حاصل؟
جب "ایک ہی جھٹکے میں "نسیاں نے سارا جھنجھٹ ختم کر دیا۔

واقعی سوفی کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ کھانا کھانے سے پہلے اس نے رقعہ ان تمام اشیا کے قریب، جو اس نے گزشتہ چند ہفتوں کے دوران میں جمع کی تھیں، الماری میں رکھ دیا۔ (اس کا خیال تھا کہ) اسے بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ سوال کیوں پوچھا گیا ہے۔)

اگلی صبح جوآنا آگئی۔ وہ کچھ دیر بیڈمنٹن کھیلتی رہیں۔ اس کے بعد وہ فلسفیانہ گارڈن پارٹی کے منصوبے پر سر کھپانے بیٹھ گئیں۔ اگر کسی موقع پر خدشہ لاحق ہونے لگا کہ پارٹی ٹھاپ ہو رہی ہے، پھر انہیں ابھی بعض ایسی اشیا کا اہتمام کرنا ہوگا جنہیں وہ عین وقت پر دوسروں کو دکھا اور انہیں حیران کر سکیں۔

جب سوفی کی امی کام سے واپس گھر پہنچی، وہ ابھی تک پارٹی کے انتظامات کے متعلق بحث میں الجھی ہوئی تھیں۔ سوفی کی امی بھی ان کی گفتگو میں شامل ہوگئی۔ وہ بار بار اس بات کی تکرار کرتی رہی۔ "اخراجات کی بالکل فکر نہ کرو۔" اور اس کے لہجے میں قطعاً کوئی طنز نہیں تھی۔

شاید وہ سوچ رہی تھی کہ کئی ہفتوں کے عمیق فلسفیانہ مطالعے کے بعد "فلسفیانہ گارڈن پارٹی" ضروری ہے۔ شاید یہی نسخہ سوفی کو واپس عملی دنیا میں لانے کے لیے کارگر ثابت ہو۔

شام ہونے سے پہلے ہی وہ کاغذی شمعوں سے فلسفیانہ معمے تک، جس پر انعام دیا جانا تھا، تمام باتوں پر متفق ہو چکی

تھیں ۔ انعام ترجیحاً نوجوانوں کے لیے فلسفے کی کوئی کتاب ہونا تھی ۔ بشرطیکہ اس قسم کی کوئی چیز مل گئی ! سوفی کو اس بارے میں قطعاً یقین نہیں تھا۔

وسط گرما سے دو روز پہلے البرٹو نے سوفی کو دوبارہ ٹیلی فون کیا۔

"سوفی۔"

"البرٹو۔"

"اخ 'Hi' آپ کیسے ہیں؟"

"بالکل ٹھیک ٹھاک ، واقعی ۔ شکریہ ۔ میرا خیال ہے کہ میں نے بہت عمدہ طریقہ ڈھونڈ لیا ہے۔"

"طریقہ؟ کس چیز کا؟"

"تمہیں معلوم ہے کہ کس کا ۔ ہم اتنے طویل عرصے سے جس ذہنی اسیری کی حالت میں رہ رہے ہیں ، اس سے چھٹکارا پانے کا۔"

"اچھا ، وہ!"

"لیکن جب تک منصوبے پر عمل شروع نہیں ہوجاتا ، میں اس کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں بتا سکتا۔"

"تب تک بہت تاخیر نہیں ہوجائے گی ؟ مجھے جاننے کی ضرورت ہے کہ میں کس چیز میں شامل ہو رہی ہوں۔"

"اب تم بالکل نادانوں کی طرح گفتگو کر رہی ہو ۔ ہماری ساری باتیں چوری چھپے سنی جا رہی ہیں ۔ انتہائی سمجھ داری کی بات یہی ہے کہ اس سلسلے میں منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکالا جائے۔"

"تو معاملہ اتنا بگڑ گیا ہے ، ہونہہ؟"

"بالکل ٹھری بات ہے ، بیٹی ۔ اہم ترین باتیں تب پیش آنا چاہئیں جب ہم مصروف گفتگو نہ ہوں۔"

"اف!"

"ہم اپنی زندگی کسی طویل کہانی کے الفاظ کے پیچھے کسی داستانی حقیقت میں گزار رہے ہیں ۔ میجر اپنے بوسیدہ ٹائپ رائٹر پر ایک ایک لفظ لکھ رہا ہے ۔ چنانچہ ٹائپ رائٹر کے کاغذ پر جو کچھ بھی ٹائپ

ہو گا۔ اس کا ایک لفظ بھی اس کی نگاہوں سے بچ نہیں سکے گا۔"

"جی ہاں۔ مجھے اس کا اندازہ ہے۔ لیکن ہم اس کی نگاہوں سے کیسے بچیں گے؟"

"شش!"

"کیا؟"

"بین السطور بھی کچھ نہ کچھ ہو رہا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں میں ذرا عیاری سے کام لے رہا ہوں۔ میرے پاس جتنی بھی عیارانہ چالیں ہیں، میں سب چلوں گا۔"

"میں سمجھ گئی ہوں۔"

"لیکن ہمیں آج اور کل اپنے وقت کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیے۔ سنیچر کے روز غبارہ اوپر اٹھ جائے گا۔ تم ابھی آسکتی ہو؟"

"جی۔ میں ابھی حاضر ہوتی ہوں۔"

سوفی نے مچھلیوں اور پرندوں کو دانہ دنکا ڈالا۔ گوبند کے لیے اس نے کاہو کا خاصا بڑا پتا ڈھونڈ لیا، شیری کان کے لیے بلیوں کی غذا کا ڈبا کھولا اور جانے سے پہلے اسے سیڑھیوں پر برتن میں انڈیل دیا۔

پھر وہ رینگتی رینگتی باڑ میں سے نکلی اور دوسری طرف پگڈنڈی پر چلنے لگی۔ ابھی وہ کچھ ہی دور گئی ہو گی کہ اس کی نظر ایک لمبی چوڑی ڈیسک پر پڑی جو پست قامت جھاڑیوں کے عین درمیان میں پڑی تھی۔ اس پر کوئی بزرگ صورت شخص بیٹھا تھا اور بظاہر کچھ جمع تفریق کر رہا تھا۔ سوفی اس کے قریب پہنچی اور اس سے اس کا نام پوچھنے لگی۔

"ابے نے زر سکروج (1)۔" اس نے اپنے بہی کھاتوں کا بغور مطالعہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرا نام سوفی ہے۔ اگر میرا قیاس درست ہے تو آپ شاید تاجر ہیں؟"

اس نے ہاں میں سر کو جنبش دی اور کہا: "اور بے حد دولت مند۔ ایک دمڑی بھی ضائع نہیں ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے

کہ مجھے اپنے بھی کھاتوں پر مغز کھپانا پڑتا ہے۔"

"آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں۔"

سوفی نے اس کی طرف ہاتھ لہرایا اور آگے بڑھ گئی۔ ابھی وہ چند ہی گز دور گئی ہوگی کہ اسے ایک بلند وبالا درخت کے نیچے ایک چھوٹی سی لڑکی بیٹھی دکھائی دی۔ وہ بالکل تن تنہا تھی۔ اس کا چہرہ زرد تھا اور کچھ یوں نظر آرہا تھا جیسے وہ بیمار ہو۔ وہ چیتھڑوں میں ملبوس تھی۔ جب سوفی اس کے قریب آئی، اس نے ایک تھیلی میں ہاتھ ڈالا اور دیاسلائیوں کی ڈبیا باہر نکالی۔

"آپ ماچس خریدیں گی؟" اس نے ڈبیا سوفی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ سوفی اپنی جیبیں ٹٹولنے لگی کہ شاید ان میں کوئی چھوٹا موٹا سکہ ہو۔ بالکل تھا ــــــ اور وہ بھی ایک کراؤن!

"کتنے کی ہے؟"

"ایک کراؤن۔"

سوفی نے سکہ لڑکی کو تھما دیا اور ڈبیا پکڑے وہیں کھڑی رہی۔

"گزشتہ سو سال کے دوران میں تم پہلی شخص ہو جس نے مجھ سے کچھ خریدا ہے۔ بعض اوقات مجھے فاقہ کرنا پڑتا ہے اور بعض اوقات پالا میرا برا حال کر دیتا ہے۔"

سوفی نے سوچا کہ اگر یہاں جنگل میں دیاسلائیاں خاص طور پر دھڑادھڑ نہیں بکتیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ لیکن پھر اسے اس تاجر کا خیال آگیا جس کے پاس سے وہ ابھی ابھی گزر کر آئی تھی۔ اگر یہ شخص واقعی اتنا ہی دولت مند ہے، پھر اس دیاسلائیاں بیچنے والی لڑکی کو فاقے کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

"ادھر آؤ۔" سوفی نے کہا۔

اس نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ واپس دولت مند شخص کے پاس لے گئی۔

"آپ کو کچھ ایسا انتظام کرنا چاہیے کہ یہ لڑکی نسبتاً اچھی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائے۔"

اس شخص نے اپنی نگاہیں کھاتوں سے اوپر اٹھائیں اور

بولا: "اس قسم کے انتظامات میں روپیہ خرچ ہوتا ہے اور میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ایک دمڑی بھی ضائع نہیں ہونا چاہیے۔"

"مگر یہ بھی تو کوئی انصاف کی بات نہیں کہ آپ اتنے دولت مند ہیں اور یہ بچاری اتنی غریب۔" سولی نے زوردار لہجے سے کہا۔"یہ سراسر ناانصافی ہے!"

"ہونہہ! تم بالکل بے تکی باتیں کر رہی ہو۔ انصاف صرف برابر کے لوگوں کے مابین پایا جاتا ہے۔"

"اس سے آپ کا مطلب کیا ہے؟"

"مجھے آگے بڑھنے اور اوپر اٹھنے کے لیے جان توڑ محنت کرنا پڑی اور مجھے اس کا صلہ مل گیا۔ اسے لوگ ترقی کہتے ہیں۔"

"اگر آپ میری مدد نہیں کریں گے تو میں مر جاؤں گی۔" غریب لڑکی نے کہا۔

تاجر نے دوبارہ اپنی نگاہیں کھاتوں سے اوپر اٹھائیں۔ پھر اس نے اپنا ہنس کے پر کا قلم یوں ڈیسک پر پٹخ دیا جیسے وہ اس بک بک سے تنگ آ گیا ہو۔

"تمہارا نام میرے کھاتوں میں درج نہیں۔ چنانچہ — اب تم یہاں سے چلتی بنو — اور کسی محتاج خانے میں داخل ہو جاؤ!"

"اگر آپ نے میری مدد نہ کی، میں جنگل کو آگ (2) لگا دوں گی!" لڑکی بھی اپنی ہٹ کی پکی تھی۔

اس پر وہ شخص اچھل کر کھڑا ہو گیا لیکن لڑکی پہلے ہی تیلی جلا چکی تھی۔ اس نے یہ خشک گھاس کے گچھے کو دکھا دی جس نے جھٹ پٹ آگ پکڑ لی۔

اس شخص نے مایوسی کے عالم میں اپنے بازو اوپر اچھال دئے۔ "ہائے، میں مرا! خداوند میری مدد فرمائیں!" وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "سرخ مرغا بول پڑا ہے!"

لڑکی نے نٹ کھٹ انداز سے مسکراتے ہوئے کہا:
"تمہیں معلوم نہیں تھا کہ میں کمیونسٹ ہوں؟"

اگلے لمحے لڑکی، تاجر اور ڈیسک سب کچھ غائب ہو چکا تھا۔

جب شعلے خشک گھاس کو یوں نگل رہے تھے جیسے سدا کے بھوکے ہوں، سوفی ایک بار پھر تنہا رہ گئی۔ وہ گھاس کو پاؤں تلے کچلنے لگی لیکن اسے آگ بجھانے میں کچھ وقت صرف کرنا پڑا۔

"خداوند کا شکر ہے!" سوفی نے سوختہ گھاس پر، جس کا رنگ اب سیاہ ہوچکا تھا، سرسری نظر ڈالتے ہوئے دل میں کہا۔ اس کے ہاتھ میں دیاسلائیوں کی ڈبیا تھی۔

"یہ آگ میں نے ہی تو نہیں لگادی؟ کیا یہ ممکن ہے؟"

جب کُٹیا کے باہر اس کی ملاقات البرٹو سے ہوئی، اس نے اسے وہ سب کچھ بتا دیا جو اسے راستے میں پیش آیا تھا۔

"سکروج چارلس ڈکنز کی کہانی 'A Christmas Carol' کا بخیل سرمایہ دار تھا اور رہی وہ دیاسلائی والی ننھی لڑکی، (3) وہ شاید تمہیں ہانس کرسچین اینڈرسین کی کہانی سے یاد رہ گئی ہو۔"

"لیکن میں یہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری ان سے یہاں جنگل میں ملاقات ہوجائے گی۔"

"کیوں نہیں؟ یہ کوئی معمولی جنگل تو ہے نہیں۔ اور اب ہم کارل مارکس کے متعلق گفتگو کریں گے۔ یہ تو بڑا اچھا ہوا کہ انیسویں صدی کے وسط میں جو زبردست طبقاتی کشمکش برپا تھی، تم نے اس کی ایک جھلک اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ خیر، چھوڑو۔ اب ہم اندر چلتے ہیں۔ وہاں ہم میجر کی مداخلت سے قدرے محفوظ رہیں گے۔"

وہ ایک بار پھر چھوٹی میز کے سامنے بیٹھ گئے جو اس کھڑکی کے قریب پڑی تھی جو جھیل کے رخ کھلتی تھی۔ نیلی بوتل کا مشروب پینے کے بعد سوفی کو جھیل کا جس قسم کا تجربہ ہوا تھا، اس کی یاد اب بھی اسے اپنی رگ رگ میں دوڑتی محسوس ہو رہی تھی۔

آج دونوں بوتلیں مینٹل پیس پر پڑی تھیں۔ میز پر کسی یونانی معبد کا چھوٹا ماڈل رکھا ہوا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" سوفی نے پوچھا۔

"مائی ڈیر' وقت آنے پر سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

البرٹو گفتگو کرنے لگا : " جب کیرکیگارڈ 1841 میں برلن گیا تھا' عین ممکن ہے کہ شیلنگ کے لیکچروں کے دوران میں وہ اور کارل مارکس ایک ہی ڈیسک پر بیٹھتے رہے ہوں ۔ کیرکیگارڈ نے ایم اے کے امتحان کے سلسلے میں سقراط پر مقالہ (تھیسس) لکھا تھا ۔ اسی زمانے میں کارل مارکس نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے دیموکری توس اور اپی قورس پر ـــــ دوسرے الفاظ میں عہد عتیق کی مادیت پسندی کے بارے میں ـــــ مقالہ تحریر کیا تھا ۔ یوں ان دونوں نے اپنے اپنے فلسفوں کی حدود طے کر لی تھیں۔"

" یہ بات آپ اس لیے کہہ رہے ہیں کیونکہ کیرکیگارڈ وجودی اور کارل مارکس مادیت پسند بن گیا تھا؟"

"مارکس وہ جسے اب ' تاریخی مادیت پسند ' کہا جاتا ہے ' بن گیا تھا۔خیر 'اس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے ۔"

"اپنی گفتگو جاری رکھیں۔"

" کیرکیگارڈ اور مارکس دونوں نے ہیگل کے فلسفے کو اپنا اپنا نقطہ آغاز بنایا تھا ۔ دونوں ہیگل کے فکری انداز سے متاثر ہوئے تھے لیکن دونوں نے اس کی ' روح عالم ' یا عینیت کو مسترد کر دیا تھا۔"

"دونوں کے نزدیک یہ شاید کچھ زیادہ ہی لفاظی سے پر ہو گی۔"

"یقیناً ۔ عمومی اعتبار سے ہم اکثر یہ کہتے رہتے ہیں کہ عظیم فلسفیانہ سلسلوں کا عہد ہیگل کے ساتھ ختم ہو گیا تھا ۔ اس کے بعد فلسفہ نئی سمت میں چل پڑا ۔ پہلے لوگ فکری یا نظری باتوں پر زیادہ زور دیتے تھے ۔ اب ان کی جگہ وجودی فلسفے یا فلسفہ عمل (philosopy of action) نے لے لی ۔ جب مارکس نے یہ کہا تھا ' اب تک فلسفی مختلف طریقوں سے دنیا کی تشریح کرتے رہے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس انداز کو تبدیل کر دیا جائے ۔ ' تو اس کا مطلب یہی تھا ۔ مارکس کے یہ الفاظ فلسفے کی تاریخ میں معنی خیز موڑ کی نشان دہی کرتے ہیں۔"

"مارکس کا مطلب کیا تھا ' سکروج اور دیاسلائی والی لڑکی

سے ملنے کے بعد مجھے اس کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آرہی۔"

"مارکس کی سوچ میں عملی ـــــ یا سیاسی ـــــ مقصد کارفرما تھا۔ وہ صرف فلسفی ہی نہیں تھا، بلکہ مورخ، ماہرعمرانیات اور ماہر اقتصادیات بھی تھا۔"

"کیا وہ ان تمام شعبوں میں پیش رو تھا؟"

"یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ عملی سیاست میں مارکس کو جو مقام ملا، وہ کسی بھی دوسرے فلسفی کے حصے میں نہیں آیا۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ احتیاط بھی کرنا چاہیے کہ ہم ہر اس بات کو، جو اپنے آپ کو مارکسزم کہتی ہے، مارکس کی خود اپنی فکر کے ساتھ وابستہ نہ کریں۔ مارکس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ 1840 کی دہائی کے نصف میں مارکسی بنا تھا۔ تاہم اس کے بعد بھی ایسے اوقات آتے رہے ہیں جب وہ یہ اصرار کرنا ضروری سمجھتا تھا کہ وہ مارکسی نہیں ہے۔"

"کیا یسوع عیسائی تھے؟"

"ہاں، یہ مسئلہ بھی بحث طلب ہے۔"

"پھر اپنی بات جاری رکھیں۔"

"بالکل آغاز ہی سے اس چیز کی تشکیل میں، جو بعدازاں مارکسزم کے نام سے معروف ہوئی، اس کا دوست اور رفیق کار فریڈرک اینگلز بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا رہا تھا۔ ہماری اپنی صدی کے دوران میں لینن، سٹالن، ماؤزے تنگ اور متعدد دوسرے اشخاص نے بھی مارکسزم یا مارکسزم / لینن ازم میں اپنے اپنے اضافے کئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ہمیں اپنے آپ کو خود مارکس تک محدود رکھنا چاہیے۔ آپ نے کہا تھا کہ وہ تاریخی مادیت پسند تھا۔"

"وہ عہدعتیق کے ایٹم والوں (atomists) کی طرح فلسفی مادیت پسند نہیں تھا اور نہ وہ سترھویں اور اٹھارویں صدی کی میکانکی مادیت کی وکالت کرتا تھا۔ تاہم اس کا خیال تھا کہ جس انداز سے ہم سوچتے ہیں، اس کا تعین کرنے میں خاصی بڑی حد تک معاشرے کے مادی عناصر کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس نوعیت کے

مادی عناصر تاریخی نمو میں یقیناً فیصلہ کن ثابت ہوئے ہیں۔"

"یہ ہیگل کی روح عالم سے بالکل مختلف بات معلوم ہوتی ہے۔"

"ہیگل نے کہا تھا کہ تاریخی نمو کو آگے بڑھانے میں متضاد عناصر کے مابین کشمکش کا ہاتھ ہوتا ہے ــــ جب کشمکش برپا ہوتی ہے، اچانک تبدیلی آتی ہے اور یہ کشمکش حل ہوجاتی ہے۔ مارکس نے اسی خیال کو نکھارا اور اس میں اضافے کئے۔ لیکن مارکس کے مطابق ہیگل سیدھا نہیں بلکہ سر کے بل کھڑا تھا۔"

"مجھے امید ہے کہ وہ ہمیشہ سر کے بل نہیں کھڑا رہتا ہو گا۔"

"جو قوت تاریخ کو آگے دھکیلتی ہے، ہیگل اسے روح عالم یا عقل عالم کہتا تھا۔ مارکس کا دعویٰ تھا کہ اس سے سارا معاملہ الٹا ہوگیا ہے۔ وہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ تاریخ کو جو تبدیلیاں متاثر کرتی ہیں وہ مادی ہوتی ہیں۔ مادی تبدیلی کی تخلیق 'روحانی تعلقات' نہیں کرتے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ مارکس اس بات پر خاص طور پر زور دیتا تھا کہ معاشرے میں تبدیلی کی ذمے دار معاشی قوتیں ہوتی ہیں اور اسی تبدیلی کے ذریعے وہ تاریخ کو آگے بڑھاتی ہیں۔"

"آپ کوئی مثال دے سکتے ہیں؟"

"عہدِ عتیق کا فلسفہ اور سائنس مقصد کے اعتبار سے بالکل نظری (Theoretical) تھے۔ جو بھی نئی دریافتیں ہوتی تھیں، کسی کو بھی انہیں عملی مقاصد کے لیے استعمال کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔"

"واقعی؟"

"اس کا سبب وہ انداز تھا جس سے معاشرے کی معاشی زندگی کی تنظیم عمل میں آئی تھی۔ مختلف اشیا کے اگانے اور بنانے کی ذمے داری زیادہ تر غلاموں کے کندھوں پر ہوتی تھی۔ چنانچہ (آزاد) شہریوں کو عملی جدتوں کے ذریعے پیداوار بڑھانے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ معاشرے کی سوچ بچار پر مادی

تعلقات کس طرح اثرانداز ہوتے ہیں' یہ اس کی ایک مثال ہے۔"

"جی' میں سمجھ گئی۔"

" مارکس ان مادی ' معاشی اور معاشرتی تعلقات کو معاشرے کی اساس قرار دیتا تھا۔ معاشرہ کس انداز سے سوچتا ہے ' اس کے سیاسی ادارے کس قسم کے ہیں ' اس کے قوانین کیا ہیں ' مزید برآں اس کا مذہب ' اخلاقی قواعد ' آرٹ ' فلسفہ اور سائنس کیا ہیں ' مارکس ان سب کو معاشرے کی ' بالاتعمیر ' (superstructure) قرار دیتا تھا۔"

"بنیاد اور بالاتعمیر 'ٹھیک۔"

"اب ذرا اتنی مہربانی کرو کہ وہ یونانی معبد مجھے پکڑا دو۔"

سوفی نے اس کے حکم کی تعمیل کر دی۔

"یہ ایکروپولس پر واقع ایتھینا دیوی کا معبد پارتھی نان کا ماڈل ہے۔ تم اسے حقیقی زندگی میں بھی دیکھ چکی ہو۔"

"آپ کا مطلب ہے 'وڈیو پر؟"

" تم دیکھ سکتی ہو کہ اس عمارت کی چھت بے حد جاذب نظر ' خوش وضع اور پیچ درپیچ ہے۔ جہاں چھت کے دونوں ڈھلوانی پہلو آپس میں ملتے ہیں اور یوں وہاں سامنے جو تکون وجود میں آگئی ہے ' سب سے پہلے آدمی کی نظر اسی کی طرف مبذول ہوتی ہے۔ یہ ہے وہ چیز جسے ہم بالاتعمیر کہتے ہیں۔"

"لیکن چھت فضا میں تو نہیں تیر سکتی۔"

"اسے ستونوں (columns) نے سہارا دے رکھا ہے۔

" عمارت کی بنیادیں ـــــ اس کی اساسات ـــــ جنھوں نے ساری تعمیر کو سہارا دے رکھا ہے ' بے حد مضبوط ہیں ہیں۔ اسی طرح مارکس کو یقین تھا کہ جن چیزوں کو معاشرے کے خیالات وافکار کہا جاسکتا ہے ' انہیں مادی تعلقات سہارا فراہم کرتے ہیں۔ معاشرے کی بالاتعمیر (یا ڈھانچا) درحقیقت معاشرے کی بنیادوں کی عکاسی کرتا ہے۔"

" کیا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ افلاطون کا نظریہ امثال ظروف سازی یا انگور کے پیداواری عمل کی عکاسی کرتا ہے؟"

"جیسا کہ مارکس واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے ' معاملہ اتنا

آسان نہیں - یہ معاشرے کی بنیادوں کا اپنی بالاتعمیر کے ساتھ باہمی طور پر اثرانداز ہونے کا عمل ہے - اگر مارکس اس باہمی عمل اور اس کے اثرات کو نظرانداز کردیتا ' وہ میکانکی مادیت پسند بن جاتا - لیکن چونکہ مارکس سمجھ گیا تھا کہ بنیادوں اور بالاتعمیر کے مابین باہمی عمل یا جدلیاتی تعلق ہوتا ہے ' ہم کہتے ہیں کہ وہ ' جدلیاتی مادیت پسند ' تھا - ہاں چلتے چلتے بتا دوں کہ افلاطون نہ تو کوزہ گر تھا اور نہ انگوروں کا کاشتکار -"

"بہت اچھا - آپ کو معبد کے متعلق مزید کچھ کہنا ہے؟"

"ہاں - تھوڑا سا - کیا تم معبد کی بنیادوں کی تفصیل بیان کرسکتی ہو؟"

"ستون ایک ایسی بنیاد پر کھڑے ہیں جس کی تین سطحیں یاقدمچے ہیں -"

"بعینہٖ ہم معاشرے کی بنیادوں میں بھی ان سے مماثل تین سطحیں تلاش کریں گے - سب سے نچلی اور اہم ترین سطح وہ ہے جسے ہم ' معاشرے کے پیداواری حالات ' کہہ سکتے ہیں - دوسرے الفاظ میں یہ وہ قدرتی حالات یا وسائل ہیں جو معاشرے کو میسر ہیں - میں جن حالات کا ذکر کر رہا ہوں ان کا تعلق آب و ہوا اور خام اشیا جیسی چیزوں سے ہے - یہ کسی بھی معاشرے کی بنیاد ہوتی ہیں ' اور یہ بنیاد واضح طور پر طے کرتی ہے کہ معاشرہ کیا کیا اشیا پیدا کرسکتا ہے - مزیدبرآں اس سے یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ معاشرہ کس قسم کا ہوگا اور عمومی اعتبار سے اس کی ثقافت کیسی ہوگی -

"ہم صحرائے اعظم میں ہیرنگ (herring) مچھلیاں نہیں پال سکتے یا شمالی ناروے میں کھجوریں نہیں اگا سکتے -"

"تم بات سمجھ گئی ہو - خانہ بدوش ثقافت کے لوگوں کے سوچنے کا انداز شمالی ناروے کے ماہی گیروں کے سوچنے کے انداز سے مختلف ہوگا - اگلی سطح پر معاشرے کے ' ذرائع پیداوار ' آتے ہیں - اس سے مارکس کی مراد سازوسامان (equipment) ' اوزار ' مشینیں بلکہ خام اشیا بھی ہیں جو اس معاشرے میں دستیاب ہوسکتی ہیں -"

"پرانے زمانے میں لوگ سمندر سے مچھلیاں پکڑنے چھوٹی والی کشتیاں استعمال کرتے تھے۔ اب ان کے پاس دیوقامت ٹرالر (trawler) ہیں۔"

"ہاں۔ یہاں تم معاشرے کی بنیاد کی اگلی سطح کا ذکر کر رہی ہو۔ یعنی یہ بات ان لوگوں کی ہے جو معاشرے کے ذرائع پیداوار پر قابض ہیں۔ تقسیم محنت یا تقسیم کار اور ملکیت کو مارکس 'پیداواری تعلقات' کہتا تھا۔"

"میں سمجھ گئی۔"

"اب تک ہم نے جو کچھ کہا ہے، اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ یہ معاشرے کا طریق پیداوار ہی ہے جو یہ طے کرتا ہے کہ اس معاشرے میں کس قسم کے سیاسی اور نظریاتی حالات پنپ سکیں گے۔ یہ محض اتفاق کی بات نہیں کہ آج ہمارا سوچنے کا انداز سابقہ جاگیردارانہ معاشرے کے سوچنے کے انداز سے قدرے مختلف ہے ___ اور ہمارے اخلاقی ضوابط بھی ان سے قدرے مختلف ہیں۔"

"چنانچہ مارکس کسی ایسے فطری حق میں یقین نہیں رکھتا تھا جسے ابدی طور پر صحیح سمجھا جاسکتا ہو۔"

"نہیں۔ اخلاقی طور پر کیا صحیح ہے، مارکس کے مطابق یہ سوال معاشرے کی بنیاد سے ابھرتا ہے۔ مثلاً پرانے زرعی معاشروں میں جب یہ سوال سامنے آتا تھا کہ بچوں کی شادیاں کن کے ساتھ ہوں گی، تو اس کا فیصلہ بچے نہیں بلکہ ان کے ماں باپ کرتے تھے۔ اس طریق کار میں کسی قسم کے اتفاق کا کوئی دخل نہیں ہوتا تھا۔ مسئلہ دراصل یہ ہوتا تھا کہ زمین کا وارث کون ہوگا۔ جدید شہروں میں معاشرتی حالات مختلف ہیں۔ آج کل لڑکے لڑکیوں کی اپنے مستقبل کے شریک حیات کے ساتھ کسی تقریب یا ڈسکو میں ملاقات ہوسکتی ہے۔ اگر محبت میں گرم جوشی ہے، پھر رہائش بھی کہیں نہ کہیں مل ہی جائے گی۔"

"مجھے کس کے ساتھ شادی کرنا ہے، میں یہ قطعاً برداشت نہیں کرسکتی کہ اس کا فیصلہ میرے ماں باپ کریں۔"

"بالکل ٹھیک۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم اپنے عہد کی بیٹی

ہو ۔ مزیدبرآں مارکس زور دے کر کہتا ہے کہ صحیح اور غلط کے معیار زیادہ تر معاشرے کا حکم ران طبقہ مقرر کرتا ہے ' کیونکہ ' اب تک جتنے بھی معاشرے وجود میں آئے ہیں ' ان کی تاریخ طبقاتی کشمکش کی تاریخ ہے ۔ ' دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ تاریخ کا زیادہ تر مسئلہ یہ ہے کہ ذرائع پیداوار کا مالک کسے بننا ہے۔"

" کیا عام لوگوں کے خیالات اور سوچیں تاریخ کا دھارا تبدیل کرنے میں مد ثابت نہیں ہوتیں؟"

"اس کا جواب ہاں بھی ہے اور نہیں بھی ۔ مارکس سمجھتا تھا کہ معاشرے کی بالاتعمیر کے حالات باہمی عمل کے ذریعے اس کی بنیاد کے حالات پر اثرانداز ہوسکتے ہیں لیکن وہ یہ تسلیم کرنے سے انکار کرتا تھا کہ معاشرے کی بالاتعمیر کی اپنی کوئی آزاد تاریخ ہوتی ہے ۔ عہدِعتیق کے غلام معاشرے سے موجودہ زمانے کے صنعتی معاشرے تک جس چیز نے تاریخی نمو کو آگے بڑھایا ہے ' اساسی طور پر اس کا تعین وہ تبدیلیاں کرتی رہی ہیں جو معاشرے کی بنیاد میں رونما ہوئیں۔"

"یہ بات تو آپ پہلے بھی کہہ چکے ہیں۔"

"مارکس کا عقیدہ تھا کہ تاریخ کے تمام ادوار کے دوران میں معاشرے کے دو غالب طبقوں کے مابین کشمکش برپا ہوتی رہی ہے ۔ عہدِعتیق کے غلام معاشرے میں یہ کشمکش آزاد شہری اور غلام کے مابین ہوتی تھی ۔ قرونِ وسطیٰ کے جاگیردارانہ معاشرے میں یہ کشمکش پہلے جاگیردار اور زرعی غلام کے مابین اور بعد میں طبقہ اشرافیہ کے فرد اور شہری کے مابین ہوتی تھی ۔ لیکن مارکس کے اپنے زمانے میں جسے وہ ' بورژوا ' یا ' سرمایہ دارانہ معاشرہ ' کہتا تھا ' یہ نمایاں طور پر سرمایہ داروں اور محنت کشوں یا پرولتاریوں کے مابین تھی ۔ چنانچہ کشمکش ذرائع پیداوار پر قابض اور ان سے محروم طبقوں کے درمیان ہوتی رہتی ہے ۔ اور چونکہ ' بالائی طبقے ' رضاکارانہ طور پر اپنے اختیار سے دست بردار نہیں ہوتے ' تبدیلی صرف انقلاب ہی کے ذریعے ممکن ہوتی ہے۔"

"کمیونسٹ معاشرے کے متعلق کیا خیال ہے؟"

Scanned by CamScanner

"مارکس کو سرمایہ دار طبقے کی کمیونسٹ معاشرے میں تبدیلی میں خاص طور پر دلچسپی تھی ۔ اس نے پیداوار کے سرمایہ دارانہ طریق کار کا بھی تفصیلی تجزیہ کیا تھا ۔ تاہم اس کا جائزہ لینے سے پیشتر ہمیں انسان کی محنت کے متعلق مارکس کے نقطہ نظر کے متعلق کچھ بات کرنا ہو گی ۔"

"فرمائیں ۔"

"کمیونسٹ بننے سے پہلے نوجوان مارکس کی توجہ اس بات پر مرکوز تھی کہ جب آدمی کام کرتا ہے ، تو کیا ہوتا ہے ۔ ہیگل نے بھی اس مسئلے کا جائزہ لیا تھا ۔ ہیگل کا عقیدہ تھا کہ انسان اور فطرت کے مابین تعاملی (interactive) یا جدلیاتی تعلق موجود ہوتا ہے ۔ جب انسان فطرت میں تبدیلی لاتا ہے ، وہ خود بھی تبدیل ہوجاتا ہے ۔ اگر ہم اسے ذرا مختلف انداز سے پیش کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں جب انسان کام کرتا ہے وہ فطرت کے ساتھ باہمی عمل میں مشغول ہوجاتا ہے اور فطرت کو تبدیل کردیتا ہے ۔ لیکن معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا ، خود فطرت بھی انسان کے ساتھ باہمی عمل میں مشغول ہوتی ہے اور اس کے شعور کو تبدیل کردیتی ہے ۔"

"یہ تو وہی بات ہوئی کہ آپ مجھے بتائیں کہ آپ کیا کرتے ہیں اور میں آپ کو بتا دوں گی کہ آپ کس قسم کے آدمی ہیں ۔"

"مختصراً یہ مارکس کا نقطہ نظر تھا ۔ ہم کس طرح کام کرتے ہیں ، اس سے ہمارا شعور متاثر ہوتا ہے لیکن ہم جس انداز سے کام کرتے ہیں ، ہمارا شعور بھی اسے متاثر کرتا ہے ۔ تم کہہ سکتی ہو کہ یہ ہاتھ اور شعور کے مابین باہمی عمل کا معاملہ ہے ۔ چنانچہ جس طریقے سے تم سوچتی ہو ، اس کا اس کام سے جو تم کرتی ہو ، قریبی تعلق ہوتا ہے ۔"

"چنانچہ جب آدمی بیکار ہوجاتا ہے ، اس پر لازماً افسردگی طاری ہوجاتی ہو گی ۔"

"ہاں ۔ جو شخص بیکار ہوتا ہے ، وہ ایک لحاظ سے خالی (empty) ہوتا ہے ۔ ہیگل اس سے بہت پہلے آگاہ تھا ۔ ہیگل اور

مارکس دونوں کے نزدیک کام مثبت چیز ہے اور اس کا بنی نوع انسان کی اصل (جوہر) سے قریبی تعلق ہے۔"

"چنانچہ محنت کش کے لیے یہ مثبت ہوتا ہو گا۔"

"ہاں۔ لیکن صرف شروع میں۔ لیکن عین مین یہی وہ مقام ہے جہاں مارکس نے پیداوار کے سرمایہ دارانہ طریق کار کو نشانہ تنقید بنایا۔"

"یہ تنقید کیا تھی؟"

"سرمایہ داری نظام میں محنت کش کسی دوسرے کے لیے محنت کرتا ہے۔ یوں اس کی محنت ایک ایسی چیز ہے جو اس کے لیے خارجی (external) ہے ـــــ یا ایک ایسی چیز جس کا مالک وہ خود نہیں ہوتا۔ محنت کش اپنے کام کے لیے بیگانہ (alien) بن جاتا ہے ـــــ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ خود اپنے لیے بھی بیگانہ بن جاتا ہے۔ اس کا اپنی حقیقت کے ساتھ رابطہ ختم ہوجاتا ہے۔ مارکس یہاں ایک ہیگلی ترکیب استعمال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ محنت کش 'شناختِ نقص' کا شکار ہو جاتا ہے۔"

"میری ایک خالہ ہے۔ وہ بیس سال سے ایک فیکٹری میں کام کر رہی ہے۔ وہاں وہ ٹافیاں اور چاکلیٹ ڈبوں میں بند کرتی ہے۔ چنانچہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں، میں اسے آسانی سے سمجھ سکتی ہوں۔ وہ کہتی ہے کہ اسے کام پر جانا سخت ناپسند ہے۔ ہر صبح جب اسے کام پر جانا پڑتا ہے، اسے بہت غصہ آتا ہے۔"

"سوفی، اگر اسے کام سے نفرت ہے تو ایک لحاظ سے اسے اپنے آپ سے بھی لازماً نفرت ہونا چاہیے۔"

"اسے ٹافیاں اور چاکلیٹ سخت ناپسند ہیں۔ یہ بات بالکل یقینی ہے۔"

"سرمایہ دار معاشرے میں محنت کو اس طرح منظم کیا جاتا ہے کہ محنت کش ایک لحاظ سے دراصل ایک دوسرے معاشرتی طبقے کا غلام بن جاتا ہے۔ یوں محنت کش اپنی محنت ـــــ اور اس کے ساتھ ہی اپنی ساری زندگی ـــــ بورژوازیوں کو منتقل کردیتا ہے۔"

"کیا معاملہ اتنا ہی گھمبیر ہے؟"

"ہم مارکس کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں ۔ چنانچہ ہمیں اپنی گفتگو کا نقطہ آغاز ان معاشرتی حالات کو بنانا ہوگا جو گزشتہ صدی کے وسط میں پائے جاتے تھے ۔ چنانچہ تمہارے سوال کا جواب بلند آہنگ ہاں میں ہوگا ۔ محنت کش جس عمارت میں کام کرتا تھا وہاں کا درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بھی کم ہوتا تھا اور اس کے کام کے اوقات بارہ گھنٹے تک پھیل سکتے تھے ۔ اجرت اکثر و بیشتر اتنی قلیل ہوتی تھی کہ بچوں اور حاملہ ماؤں کو بھی کام کرنا پڑتا تھا ۔ اس سے ناقابل بیان معاشرتی الجھنیں پیدا ہوجاتی تھیں ۔ متعدد مقامات پر اجرتیں جزوی طور پر سستی شراب کی شکل میں ادا کی جاتی تھیں اور عورتوں کو دھندا کرکے اپنی آمدنی میں اضافہ کرنا پڑتا تھا ۔ ان کے گاہک شہر کے معززین ہوا کرتے تھے ۔ مختصراً کہا جاسکتا ہے کہ عین مین یہی وہ صورت حال تھی کہ جس چیز کو یعنی کام کو بنی نوع انسان کا قابل قدر وصف بننا چاہیے تھا' اس میں محنت کش کو لادو ڈھور ڈنگر بنا دیا گیا۔"

"میرا تو یہ باتیں سن کر ہی خون کھولنے لگا ہے!"

"اس پر مارکس کو بھی بڑا غصہ آتا تھا ۔ اور جب ایک طرف تو یہ سب کچھ ہو رہا تھا' دوسری طرف بورژوازیوں کے بچے تازہ دم کرنے والے غسل کے بعد وسیع وعریض اور گرم نشتی کمروں میں وائلن سے دل بہلاتے تھے ۔ یا پھر چار چار کورس کا ڈنر کھانے سے پہلے پیانو کو تختہ مشق بناتے تھے ۔ جس طرح لمبی گھوڑسواری تفریح کا ذریعہ تھا' اسی طرح وائلن اور پیانو بھی تھے۔"

"اخ تھو! کتنی بھیانک ناانصافی ہے!"

"مارکس تمہاری بات سے اتفاق کرتا ۔ اس نے اینگلز کے ساتھ مل کر 1848ء میں کمیونسٹ مینی فیسٹو (منشور) شائع کرایا ۔ اس منشور کا پہلا فقرہ ہے : یورپ پر آسیب —— کمیونزم کا آسیب —— منڈلا رہا ہے۔"

"یہ تو بڑا لرزہ خیز معلوم ہوتا ہے۔"

"اس نے بورژوازیوں کو بھی لرزا دیا تھا ۔ کیونکہ اب پرولتاری بغاوت پر آمادہ ہو رہے تھے ۔ سننا چاہتی ہو کہ منشور کا خاتمہ کن الفاظ پر ہوتا ہے؟"

"جی، ضرور۔"

"۔ کمیونسٹوں کو اپنے خیالات اور مقاصد چھپانے سے گھن آتی ہے ۔ وہ ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ ان کے مقاصد کا حصول اسی صورت میں ممکن ہے کہ تمام موجودہ معاشرتی حالات کو تہ وبالا کردیا جائے ۔ اگر کمیونسٹ انقلاب کا محض نام ہی سن کر حکمران طبقے لرزہ براندام ہوتے ہیں ، تو ہوتے رہیں ۔ اس سے پرولتاریوں کا کچھ نہیں بگڑے گا سوائے اس کے کہ ان کی (غلامی کی) زنجیریں کٹ جائیں گی ۔ انہیں ایک عالم تسخیر کرنا ہے ۔ تمام ممالک کے محنت کشو، متحد ہو جاؤ!"

"اگر حالات واقعی اتنے ہی ناگفتہ بہ تھے تو میرا خیال ہے کہ میں بھی اس منشور پر دستخط کردیتی ۔ لیکن آج یقیناً حالات بہت مختلف ہیں؟"

"ناروے میں وہ (واقعی) مختلف ہیں لیکن (دنیا میں) ہر جگہ نہیں ۔ بے شمار لوگ اب بھی غیرانسانی حالات میں زندہ رہنے پر مجبور ہیں حالانکہ وہ ایسی اجناس اور اشیا اگا اور بنا رہے ہیں جو سرمایہ داروں کو امیر سے امیرتر بناتی جارہی ہیں ۔ مارکس اسے استحصال کہتا تھا۔"

"اگر آپ اس لفظ کی تشریح فرما دیں تو بڑی نوازش ہو گی۔"

"اگر کوئی محنت کش کوئی جنس یا چیز پیدا کرتا ہے ، اس جنس یا چیز کی خاص قدر مبادلہ (یامالیت) ہو گی۔"

"جی۔"

"اگر ہم اس قدر مبادلہ (مالیت) سے مزدوروں کی اجرت اور دوسرے اخراجات منہا کردیں ، ایک خاص رقم ہمیشہ بچ جائے گی ۔ اس رقم کو مارکس منافع کہتا تھا ۔ دوسرے الفاظ میں سرمایہ دار ایک ایسی رقم اپنی جیب میں ڈال لیتا ہے جو درحقیقت محنت کش کی محنت کا ثمر ہوتی ہے۔ مارکس اسے استحصال کہتا تھا۔"

"جی، میں سمجھ گئی۔"

"اب ہوتا یہ ہے کہ سرمایہ دار اپنے منافع کی کچھ رقم سے نئی سرمایہ کاری کرتا ہے ــــ مثلاً وہ اس امید میں اپنے

کارخانے کی نئی مشینیں خرید لیتا ہے کہ وہ اشیا کی پیداوار کی لاگت مزید کم کرسکے گا اور یوں مستقبل میں اپنے منافع میں مزید اضافہ کرسکے گا۔"

"بات تو منطقی معلوم ہوتی ہے۔"

"ہاں، بظاہر تو یہ منطقی معلوم ہوسکتی ہے لیکن طویل مدت میں نہ اس شعبے میں اور نہ دوسرے شعبوں میں اس کا نتیجہ وہ برآمد نہیں ہوگا جس کا تصور سرمایہ دار باندھتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مارکس کا عقیدہ تھا کہ پیداوار کے سرمایہ دارانہ طریق کار میں متعدد خلقی تضادات موجود ہوتے ہیں۔ سرمایہ داری ایک ایسا معاشی نظام ہے جو اپنی تباہی کو خود دعوت دیتا ہے کیونکہ اس میں عقلی ضبط (rational control) کا فقدان ہوتا ہے۔"

"یہ تو مظلوموں کے لیے بڑی اچھی بات ہے، نہیں؟"

"ہاں۔ سرمایہ داری نظام کی فطرت ہی یہ ہے کہ یہ اپنی تباہی کی طرف گام زن ہے۔ ان معنوں میں سرمایہ داری نظام 'ترقی پسند' ہے کیونکہ یہ کمیونزم کے راستے کا ایک مرحلہ ہے۔"

"آپ کہتے ہیں کہ سرمایہ داری نظام اپنی تباہی کو خود دعوت دیتا ہے۔ کیا آپ اس کی کوئی مثال دے سکتے ہیں؟"

"ہم نے کہا تھا کہ سرمایہ دار کے پاس خاصا فالتو روپیہ جمع ہوجاتا ہے، اور وہ اپنے اس فالتو روپے کا کچھ حصہ اپنی فیکٹری کو جدید بنانے پر صرف کردیتا ہے۔ لیکن وہ وائنن کے اسباق پر بھی روپیہ خرچ کرتا ہے۔ مزید برآں اس کی بیوی پرتعیش طرز حیات کی عادی ہوچکی ہوتی ہے۔"

"لاریب۔"

"وہ نئی مشینیں خریدتا ہے۔ چنانچہ اب اسے اتنے ملازمین کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ یہ کام اپنی مسابقت کی قوت (Competitive power) بڑھانے کے لیے کرتا ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔"

"لیکن اس طریقے سے کام کرنے کے متعلق وہ اکیلا نہیں سوچتا اس کے حریف بھی ہوتے ہیں۔ وہ بھی انہی خطوط

پر سوچتے اور عمل کرتے ہیں ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پیداواری عمل کو بحیثیت مجموعی زیادہ موثر بنادیا جاتا ہے ۔ وسعت کے اعتبار سے فیکٹریاں بڑی سے بڑی ہونے لگتی ہیں لیکن ان کا انتظام وانصرام تھوڑے سے تھوڑے ہاتھوں میں مرکوز ہونے لگتا ہے ۔ پھر کیا ہوتا ہے 'سوفی؟"

"آخ..."

"اب محنت کش زیادہ تعداد میں درکار نہیں ہوتے ' یوں ان کی چھانٹی شروع ہوجاتی ہے ۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بیکاروں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگتا ہے ۔ چنانچہ معاشرتی مسائل بھی بڑھنے لگتے ہیں ۔ اور جب اس قسم کے ' بحران ' جنم لیتے ہیں تو یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ سرمایہ داری کا نظام اپنی تباہی کے راستے پر چل پڑا ہے ۔ جب کبھی منافع ذرائع پیداوار میں پھنسانا پڑتا ہے اور اتنی بڑی رقم نہیں بچتی کہ اسے اشیا کو مسابقتی قیمتوں پر پیدا کرنے کے لیے صرف کیا جاسکے..."

"جی؟"

"... اس صورت میں سرمایہ دار کیا کرتا ہے ؟ تم مجھے بتا سکتی ہو؟"

"جی نہیں ۔ میرا خیال ہے کہ میں کچھ نہیں بتا سکتی ۔"

" فرض کرو تم کسی فیکٹری کی مالک ہو ۔ تمہیں کوئی خاص منافع نہیں ہوتا بلکہ فیکٹری کے روزمرہ کے اخراجات پورے کرنے میں بھی دقت پیش آتی ہے ۔ پیداوار کا عمل جاری رکھنے کے لیے تم میں خام مال خریدنے کی بھی سکت نہیں ۔ چنانچہ میرا سوال یہ ہے کہ اخراجات میں کفایت کرنے کے لیے تم کیا کرو گی؟"

"ممکن ہے میں اجرتوں میں تخفیف کردوں؟"

"بہت سیانی ہوگئی ہو ! ہاں ' درحقیقت تم اس سے زیادہ سیانا کام کر ہی نہیں سکتیں ۔ لیکن اگر تمام سرمایہ دار اتنے ہی سیانے ہوں جتنی کہ تم ہو ــــــ ویسے وہ عام طور پر سیانے ہی ہوتے ہیں ــــــ (یعنی وہ اجرتوں میں تخفیف کردیں) محنت کش اتنے غریب ہوجائیں گے کہ ان میں اشیا خریدنے کی سکت

نہیں رہے گی ۔ جب یہ صورت حال پیدا ہوتی ہے ، ہم کہتے ہیں کہ (لوگوں کی) قوت خرید کم ہو رہی ہے ۔ اب ایک قسم کا شیطانی چکر شروع ہوجاتا ہے کہ ایک مسئلے کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن یہ حل نئے مسائل کو جنم دینے کا باعث بن جاتا ہے اور یوں اصل مسئلہ پھر سامنے آ کھڑا ہوتا ہے ۔ ان حالات میں مارکس کہے گا کہ سرمایہ دار کی نجی ملکیت کے خاتمے کی گھنٹی بج گئی ہے ۔ اب ہم تیزی سے انقلاب کی طرف بڑھ رہے ہیں ۔"

"جی، میں سمجھ گئی ۔"

"بات بہت لمبی ہے لیکن مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب یہ صورت حال پیدا ہوجاتی ہے ، پرولتاری اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور وہ ذرائع پیداوار پر قبضہ کر لیتے ہیں ۔"

"اور پھر؟"

"کچھ عرصے کے لیے ہم نئے ' طبقاتی معاشرے ' (class society) میں داخل ہوجاتے ہیں جس میں پرولتاری بورژوازیوں کو بزورِشمشیر دبا دیتے ہیں ۔ مارکس اسے ' پرولتاری ڈکٹیٹرشپ ' کہتا ہے ۔ لیکن (بقول مارکس) یہ دور عارضی ہوتا ہے ۔ اس عبوری دور کے بعد پرولتاری ڈکٹیٹر شپ کی جگہ ' غیر طبقاتی معاشرہ ' لے لیتا ہے جس میں ذرائع پیداوار کی ملکیت میں ' سب ' ـــــ یعنی خود عوام ـــــ شامل ہوتے ہیں ۔ اس قسم کے معاشرے کی پالیسی یہ ہوتی ہے : ' کام بقدرِ صلاحیت اور اجرت بقدرِ ضرورت ۔ ' مزید برآں اب محنت کش اپنی محنت کے خود مالک ہوتے ہیں اور سرمایہ داری نظام کی پیدا کردہ بیگانگی (alienation) ختم ہوجاتی ہے ۔"

"بظاہر تو یہ سب کچھ بہت دلکش معلوم ہوتا ہے لیکن اصل میں کیا ہوا؟ کوئی انقلاب آیا؟"

"اس کا جواب ہاں بھی ہے اور نہیں بھی ۔ آج اقتصادی ماہرین ثابت کرسکتے ہیں کہ مارکس نے متعدد اہم مسائل کے تجزیے میں ٹھوکر کھائی تھی اور ان میں اس کا وہ تجزیہ بھی شامل ہے جو اس نے سرمایہ داری نظام کے بحرانوں کے سلسلے میں کیا تھا ۔ اور اس نے قدرتی ماحول کی لوٹ کھسوٹ کی طرف بھی

ناکافی توجہ دی تھی جس کے خطرناک نتائج کا سامنا آج ہمیں کرنا پڑ رہا ہے۔ تاہم..."

"تاہم کیا؟"

"مارکسزم عظیم تغیرات کا باعث بنا۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ سوشلزم سنگ دل اور سفاک معاشرے کے خلاف جنگ میں کافی حد تک کامیاب رہا ہے۔ کم ازکم یورپ میں ہم مارکس کی نسبت کہیں زیادہ انصاف شناس معاشرے میں رہ رہے ہیں ـــــ اور اس معاشرے کے لوگوں کی اغراض بھی مارکس کے زمانے کی نسبت کہیں زیادہ مشترک ہیں۔ یہ جو تبدیلی آئی ہے، اس میں مارکس اور پوری سوشلسٹ تحریک کا کم ہاتھ نہیں۔"

"یہ کیسے ہوا؟"

"مارکس کے انتقال کے بعد سوشلسٹ تحریک دو بڑے دھڑوں ـــــ سوشل ڈیموکریسی اور لینن ازم ـــــ میں منقسم ہوگئی۔ مغربی یورپ نے سوشل ڈیموکریسی کا راستہ اختیار کیا۔ اس راستے کو اختیار کرنے والوں کا موقف یہ تھا کہ صرف پرامن اور تدریجی طریقے استعمال کرکے ہی سوشلزم کی منزل تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ہے یہ بھی انقلاب ہی کی ایک صورت لیکن ہم اسے سست رو انقلاب کا نام دے سکتے ہیں۔ لینن ازم کو، جس نے مارکس کے اس عقیدے کو حرزِ جاں بنائے رکھا کہ پرانے طبقاتی معاشرے سے نبرد آزما ہونے کا واحد طریقہ انقلاب ہے، مشرقی یورپ، ایشیا اور افریقہ میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی۔ دونوں تحریکوں نے اپنے اپنے طریقوں سے ناقابل برداشت حالات اور ظلم و ستم کے خلاف جدوجہد کی ہے۔"

"لیکن اس نے نئی قسم کے جابرانہ نظام کو مسلط نہیں کیا؟ مثلاً روس اور مشرقی یورپ میں؟"

"اس میں مطلق شبہ نہیں کہ ایسا ہوا، لیکن یہاں ایک بار پھر ہم ایک ایسی صورت حال سے دوچار ہوتے ہیں کہ انسان جس چیز کو بھی ہاتھ لگاتا ہے، وہ خیر اور شر کا مرکب بن جاتی ہے۔ اس کے برعکس مارکس کے انتقال کے پچاس یا سو سال بعد نام نہاد سوشلسٹ ممالک میں جو منفی عناصر وجود میں آئے، ان کا اسے

ذمے دار ٹھہرانا خلاف عقل بات ہوگی ۔ لیکن ممکن ہے کہ اس نے اس بارے میں سوچا ہی نہ ہو یا بالکل ہی کم سوچا ہو کہ کمیونسٹ معاشرے کے منتظمین کون لوگ ہوں گے ۔ انسانوں کو غالباً ' موعودہ سرزمین ' کبھی دستیاب نہیں ہوگی ۔ وہ آپس میں لڑنے کے لیے نت نئے مسائل کھڑے کرتے رہیں گے ۔"

"مجھے یقین ہے کہ وہ یہ کام بڑے شوق سے کرتے رہیں گے ۔"

"سوفی ، اس کے ساتھ ہی مارکس کا تذکرہ اپنے انجام کو پہنچتا ہے ۔"

"نہیں ، ذرا ایک منٹ ٹھہریں ۔ آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ انصاف صرف برابر کے لوگوں کے مابین پایا جاتا ہے ۔"

"نہیں ۔ یہ بات میں نے نہیں ، سکروج نے کہی تھی ۔"

"خیر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس نے کہا تھا؟"

"خیر ، چھوڑو اس بات کو ـــــ میرا اور تمہارا مصنف ایک ہی ہے ۔ درحقیقت ہم ایک دوسرے کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ قریبی طور پر منسلک ہیں جس کا اندازہ ہم پر اتفاقیہ نظر ڈالنے والے شخص کو ہوتا ہے ۔"

آپ کا پھر وہی واہیات خطنز!"

"دوہرا خطنز ، سوفی ، یہ دوہرا خطنز تھا ۔"

"ایک بار پھر انصاف کو لیں ۔ آپ نے کہا تھا کہ کارل مارکس سمجھتا تھا کہ سرمایہ داری نظام معاشرے کی غیرمنصفانہ صورت ہوتی ہے ۔ آپ انصاف پسند معاشرے کی کیا تعریف کریں گے ؟"

"ایک اخلاقی فلسفی نے ، جس کا نام جون رالز (Rawls) (۶) ہے ، مندرجہ ذیل مثال کے ذریعے اس کے متعلق کچھ کہنے کی کوشش کی تھی : فرض کرو کہ تم کسی ایسی ممتاز کونسل کی رکن ہو جسے مستقبل کے معاشرے کے قوانین وضع کرنے کا فریضہ سونپا گیا ہے ۔"

"مجھے اس قسم کی کونسل کی رکن بننے پر کوئی اعتراض نہیں ۔"

"اپنے کام کے دوران میں وہ چھوٹی سے چھوٹی جزئیات کا پوری تفصیل سے جائزہ لینے پر مجبور ہیں کیونکہ جونہی ان کا تمام باتوں پر اتفاق ہوجائے گا ـــــ اور سب ارکان قوانین کے مسودے پر دستخط کرچکے ہوں گے ـــــ ان سب کا دم نکل جائے گا۔"

"اف..."

"لیکن جس معاشرے کے لیے انہوں نے قوانین وضع کئے تھے، جونہی وہ وجود میں آئے گا، وہ سب کے سب فوراً جی اٹھیں گے۔ نکتہ یہ ہے کہ انہیں قطعاً معلوم نہیں کہ اس معاشرے میں ان کا اپنا 'مقام' کیا ہوگا۔"

"اخ۔میں سمجھ گئی۔"

"یہ معاشرہ انصاف پسند معاشرہ ہوگا۔ یہ مساوی حیثیت کے مالک انسانوں کے مابین وجود میں آیا ہوگا۔"

"مرد اور عورتیں!"

"صاف ظاہر ہے کہ اس کے ذکر کی ضرورت ہی نہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ جب وہ دوبارہ زندہ ہوں گے، وہ مرد ہوں گے یا عورتیں۔ چونکہ امکانات برابر برابر ہیں اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ یہ معاشرہ عورتوں کے لیے بھی اتنا ہی پر کشش ہوگا جتنا کہ مردوں کے لیے۔"

"خاصا حوصلہ افزا خیال ہے۔"

"پھر یہ بتاؤ کہ کارل مارکس یورپ میں جس قسم کا معاشرہ تخلیق کرنا چاہتا تھا، وہ کچھ اسی قسم کا تھا؟"

"بالکل نہیں!"

"تمہیں آج کسی ایسے معاشرے کا علم ہے؟"

"آج!...بڑا ٹیڑھا سوال ہے۔"

"پھر اس کے متعلق سوچتی رہو۔ لیکن اب مارکس کا مزید تذکرہ نہیں ہوگا۔"

"معافی چاہتی ہوں، کیا کہا؟"

"اگلا باب!"

30۔ ڈارون

* * *

... جینز (genes) کا جہاز زندگی کے سفر پر رواں دواں ھے ...

اگلی صبح اچھے خاصے دھماکے کی آواز نے ہلڈے کو ہڑبڑا دیا اور اس کی آنکھ کھل گئی ۔ دراصل اس کی باکس فائل نیچے فرش پر گر پڑی تھی ۔ وہ بستر پر لیٹی مارکس سے متعلق سوفی اور البرٹو کی گفتگو پڑھ رہی تھی کہ پڑھتے پڑھتے اسے نیند آ گئی ۔ سرہانے کے قریب ٹیبل لیمپ ساری رات جلتا رہا تھا۔

اس کے ڈیسک الارم کلاک پر سبز رنگ میں چمکنے والے ہندسے 59 : 8 دکھا رہے تھے۔

وہ وسیع و عریض کارخانوں اور آلودہ شہروں کے متعلق خواب دیکھتی رہی تھی ۔ ایک خواب میں ایک ننھی منی لڑکی کسی گلی کے نکڑ پر بیٹھی ماچسیں بیچ رہی تھی —— خوبصورت لباس پہنے اور اوورکوٹ اوڑھے لوگ اس کے قریب سے گزرتے رہے لیکن کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی اس کی طرف نہ دیکھا۔

ہلڈے اپنے بستر پر اٹھ کر بیٹھ چکی تھی اور اسے وہ قانون ساز یاد آنے لگے جنہیں اس معاشرے میں دوبارہ جاگنا تھا جسے انہوں نے خود ہی تخلیق کیا تھا ۔ ہلڈے بہرحال خوش تھی کہ اس کی اپنی آنکھ اس معاشرے میں نہیں بلکہ بجار کلی میں کھلی تھی ۔

کیا وہ یہ جانے بغیر کہ ناروے میں اس کی آنکھ کس ماحول میں کھلے گی 'وہ

اپنی آنکھ کھولنے کا حوصلہ کر پاتی؟

لیکن سوال محض یہ نہیں تھا کہ وہ "کہاں" جائے گی۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ جب وہ جاگتی، وہ اپنے آپ کو بالکل ہی مختلف عہد میں پاتی؟ مثلاً ہو سکتا تھا کہ یہ قرون وسطیٰ ہوتا ـــــ یا دس بیس ہزار سال پہلے کا پتھر کا زمانہ؟ ہلڈے نے تصور کرنے کی کوشش کی کہ وہ کسی غار کے دہانے کے قریب بیٹھی ہے اور شاید کسی جانور کی کھال کھرچ رہی ہے۔

کسی ایسی چیز سے پہلے جسے ثقافت کا نام دیا جا سکتا، پندرہ سالہ دوشیزہ ہونا کیسا لگتا؟ وہ کس طرح سوچا کرتی؟ کیا اسے سوچنا آتا بھی؟

ہلڈے نے شتم پشتم سویٹر پہنا، بائنڈر فائل بستر پر گھسیٹی اور اگلا باب پڑھنے کے لیے آرام سے بیٹھ گئی۔

البرٹو کے منہ سے "اگلا باب!" کے الفاظ نکلے ہی تھے کہ کسی نے میجر کی کٹیا کا دروازہ کھٹکھٹا دیا۔

"ہمارے پاس اور کوئی چارہ کار نہیں۔ کیا خیال ہے؟" سوفی نے کہا۔

"ہاں۔ میرا خیال ہے کہ نہیں۔" البرٹو نے کہا۔

باہر دہلیز پر ایک مرد ضعیف، جس کے سر پر لمبے لمبے سفید بال اور چہرے پر داڑھی تھی، کھڑا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں لاٹھی اور دوسرے میں تختی تھی جس پر کسی کشتی کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ کشتی پر ہر نوع کے جانوروں کا ہجوم تھا۔

"بزرگوار، آپ کون ہیں؟" البرٹو نے پوچھا۔

"میرا نام نوح ہے۔"

"میرا بھی یہی اندازہ تھا۔"

"بیٹے، میں تمہارا قدیم ترین جدامجد ہوں لیکن غالباً آج کل اپنے آباواجداد کو پہچانتے کا رواج نہیں رہا۔"

"آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟"

"یہ ان تمام جانوروں کی تصویر ہے جنہیں طوفان میں بچایا جا سکا تھا۔ لو بیٹی، یہ تمہارے لیے ہے۔"

سوفی نے جہازی تختی پکڑ لی۔

"خیر ، اب میں چلتا ہوں ۔ مجھے انگور کی بیلوں کو پانی دینا اور ان کی کانٹ چھانٹ کرنا ہے ۔" معمر شخص نے کہا ۔ اس کے ساتھ ہی اس نے چھوٹی سی جست لگائی ، فضا میں اپنی ایڑیاں ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرائیں اور بالکل ان انتہائی معمر اشخاص کی طرح ، جو کبھی کبھی اس قسم کی عجیب وغریب حرکتوں کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں ،خوشی سے ناچتا کودتا جنگل کی طرف بھاگ گیا۔

سوفی اور البرٹو اندر چلے گئے اور دوبارہ اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے ۔ سوفی تصویر دیکھنے لگی لیکن پیشتر اس کے کہ اسے اس کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملتا ، البرٹو نے تحکمانہ انداز سے اسے چھین لیا۔

"ہم پہلے اپنے موضوع کے عمومی خاکے پر توجہ مرکوز کریں گے۔"

"بہت اچھا ، بہت اچھا۔"

"میں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ مارکس نے اپنی زندگی کے آخری چونتیس سال لندن میں گزارے تھے ۔ وہ 1849 میں وہاں منتقل ہوا تھا اور وہیں 1883 میں اس کا انتقال ہوا تھا ۔ اسی زمانے میں چارلس ڈارون لندن کے بالکل قریب دیہاتی علاقے (1) میں رہتا تھا ۔ اس کا انتقال 1882 میں ہوا اور اسے انگلستان کے ایک ممتاز ترین سپوت کی حیثیت میں بڑے تزک واحتشام سے لندن کے ویسٹ منسٹر ایبے میں دفنایا (2) گیا ۔ یوں مارکس اور ڈارون ایک دوسرے کے راستے میں آئے ضرور لیکن صرف زمان ومکان کی حدود تک ۔ مارکس اپنی عظیم ترین تصنیف ' سرمایہ ' کے انگریزی ایڈیشن کا انتساب چارلس ڈارون کے نام کرنا چاہتا تھا لیکن ڈارون نے یہ عزت افزائی قبول کرنے سے انکار کردیا ۔ جب ڈارون کی موت کے ایک سال بعد مارکس کا انتقال ہوا ، تو اس کے دوست فریڈرک اینگلز نے کہا : ' جس طرح ڈارون نے نامیاتی ارتقا کا نظریہ دریافت کیا تھا ، اسی طرح مارکس نے بنی نوع انسان کے تاریخی ارتقا کا نظریہ دریافت کیا تھا' ۔"

"میں بھی۔"

"ایک اور عظیم مفکر ، جس نے اپنی کاوشوں کا سلسلہ ڈاروِن کے ساتھ منسلک کرنا تھا ، ماہر نفسیات سگمنڈ فرائیڈ تھا ۔ اس نے بھی اپنی زندگی کے آخری سال لندن میں گزارے تھے ۔ فرائیڈ نے کہا تھا کہ ڈاروِن کے نظریہ ارتقا اور اس کے اپنے نظریہ تحلیل نفسی کا نتیجہ انسانوں کی بھولی بھالی (naive) انانیت کی شان میں گستاخی کی صورت میں برآمد ہوا۔"

"آپ نے ایک ہی وقت میں بے شمار نام گنوا دیے ہیں ۔ ہم مارکس ،ڈاروِن یا فرائیڈ کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں؟"

"انیسویں صدی کے وسط سے تقریباً ہمارے اپنے زمانے تک ' فطرت پسندی ' کی جو لہر چلتی رہی ، وسیع تر معنوں میں ہم اس کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں ۔ ' فطرت پسندی ' سے ہماری مراد حقیقت کا وہ مفہوم ہے جو فطرت اور حسیاتی (sensory) دنیا کے علاوہ کسی دوسری حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا ۔ چنانچہ فطرت پسند (یا نیچری) بنی نوع انسان کو بھی فطرت کا جزو تصور کرتا ہے ۔ فطرت پسند سائنس دان تعقلی مفروضوں یا کسی بھی قسم کے الوہی مکاشفوں پر نہیں بلکہ صرف اور صرف فطری مظاہر پر انحصار کرتا ہے ۔"

"اور اس کا اطلاق مارکس ،ڈاروِن اور فرائیڈ پر ہوتا ہے؟"

"پورے طور پر ۔ گزشتہ صدی کے وسط سے کلیدی الفاظ فطرت ، ماحول ، ارتقا اور نمو (growth) چلے آ رہے ہیں ۔ مارکس نے توجہ دلائی تھی کہ انسانی فکریات (ideologies) معاشرے کی بنیاد کی پیدا کردہ ہوتی ہیں ۔ ڈاروِن نے (اپنے حساب سے) ثابت کیا تھا کہ انسان آہستہ رو حیاتیاتی ارتقا کا حاصل ہے ، اور فرائیڈ نے لاشعور کا جو مطالعہ کیا تھا اس سے منکشف ہوا کہ لوگوں کے افعال اکثر ان کے ' حیوانی ' تقاضوں یا جبلتوں کا نتیجہ ہوتے ہیں ۔"

"فطرت پسندی سے آپ کی کیا مراد ہے ، میرا خیال ہے کہ میں اسے کم وبیش سمجھ گئی ہوں ، لیکن کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم ایک وقت میں ایک ہی شخص کے متعلق گفتگو کریں؟"

"سوفی ، ہم ڈاروِن کے متعلق گفتگو کریں گے ۔ تمہیں یاد

ہو گا کہ سقراط کے عہد سے پہلے کے فلسفی فطرت کی عمل کاریوں کی فطری وضاحتیں تلاش کرتے تھے ۔ جس طرح انہیں اپنے اور قدیم اسطوری وضاحتوں کے مابین فاصلہ قائم کرنا پڑا تھا، اسی طرح ڈارون کو اپنے اور انسان وحیوان کے متعلق کلیسا کے تصورات کے مابین فاصلہ قائم کرنا پڑا۔"

"کیا وہ صحیح معنوں میں فلسفی تھا؟"

"ڈارون ماہرحیاتیات اور فطری سائنس دان تھا ۔ لیکن وہ حالیہ زمانوں کا ایک ایسا سائنس دان بھی تھا جس نے تخلیق (Creation) میں انسان کے مقام کے متعلق بائبل کے نقطہ نظر کو کھلم کھلا انداز سے چیلنج کیا تھا۔"

"تو آپ ڈارون کے نظریہ ارتقا کے متعلق کچھ کہیں گے؟"

"پہلے ہم ڈارون کا بحیثیت انسان ذکر کرتے ہیں ۔ وہ 1809 میں ویلز کی سرحد کے قریب شروپ شائر کاؤنٹی کے چھوٹے سے قصبے شروز بیری (Shrewsbury) میں پیدا ہوا تھا ۔ اس کا باپ ڈاکٹر روبرٹ ڈارون معروف مقامی معالج تھا اور وہ اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت میں بڑی سخت گیری کا مظاہرہ کرتا تھا ۔ چارلس مقامی گرامر سکول کا طالب علم تھا ۔ اس کے ان دنوں کا ذکر کرتے ہوئے اس کے ہیڈ ماسٹر نے کہا تھا : ' وہ ہمہ وقت ادھر ادھر بھاگا پھرتا رہتا ہے ' جو چیز بھی ہاتھ آتی ہے اور جس چیز پر اس کی نظر پڑتی ہے ' وہ اس میں ٹانگ اڑاتا اور اکثر احمقانہ حرکتیں کرتا رہتا ہے ۔ وہ کبھی کسی ایسے کام کے نزدیک بھی نہیں پھٹکتا جو ذرا سا مفید ثابت ہو سکتا ہے ۔ ' ' مفید ' سے ہیڈ ماسٹر کا مطلب یونانی اور لاطینی افعال (verbs) کا رٹا لگانا تھا ۔ ' ادھر ادھر بھاگے پھرنے سے ' کے ذکر میں وہ دوسری باتوں کے علاوہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ چارلس پہاڑیوں ، درختوں اور جھاڑیوں پر چڑھ کر ہر قسم کے بھونرے ، بھونڈ اور پر دار حشرات اکٹھا کیا کرتا تھا۔"

"میں شرط لگا کر کہہ سکتی ہوں کہ اسے بعد میں اپنے الفاظ پر پچھتانا پڑا ہو گا۔"

"جب بعدازاں چارلس نے الہیات کا مطالعہ شروع کیا ، وہ اپنی پڑھائی کی نسبت پرندوں کا مشاہدہ کرنے اور حشرات الارض جمع میں کرنے میں کہیں زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ کرتا تھا ۔ چنانچہ الہیات میں اسے اچھے گریڈ نہ مل سکے ۔ لیکن ابھی وہ کالج ہی کا طالب علم تھا کہ فطری سائنس دان کی حیثیت سے اس کی دورو نزدیک شہرت ہوگئی ۔ اور اس کی اس شہرت میں اس کی ارضیات (geology) میں دلچسپی کو کم دخل نہیں تھا جو اس زمانے کی غالباً سب سے زیادہ وسعت پذیر سائنس تھی ۔ جونہی اس نے 1831 میں کیمبرج یونیورسٹی سے الہیات میں بی اے کا امتحان پاس کیا ، وہ چٹانوں کے طبقات اور ان کی ساخت کا مطالعہ کرنے اور متحجرات (fossils) تلاش کرنے شمالی ویلز چلا گیا ۔ اسی سال اگست میں ، جب اس کی عمر ابھی بمشکل بائیس سال ہوگی ، اسے ایک خط موصول ہوا جس نے اس کی پوری زندگی کا دھارا بدل دیا۔ ۔ ۔"

"خط میں کیا تھا؟"

"یہ خط اس کے دوست اور استاد جون سٹیون ہنسلو (Henslow) نے ارسال کیا تھا ۔ اس نے لکھا تھا : ' مجھ سے درخواست کی گئی ہے کہ ... میں کسی ایسے فطرت پسند کا نام دوں جو کپتان فٹزرائے (Fitzroy) کے ، جنہیں حکومت نے جنوبی امریکا کے ساحلوں کی مساحت (سروے) کرنے کی ذمے داری تفویض کی ہے ، رفیق کی حیثیت سے ان کے ساتھ جائے گا ۔ میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ میرے جاننے والوں میں جو شخص اس کام کے لیے موزوں ترین ہے ، وہ تم ہو ۔ جہاں تک اس معاملے کے مالی پہلو کا تعلق ہے ، مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ۔ تاہم اتنا طے ہے کہ یہ (بحری) سفر دو سال جاری رہے گا۔ ۔ ۔'"

"آپ کو یہ سارا خط زبانی کیسے یاد رہ گیا؟"

"معمولی بات ہے ، سوفی ۔"

"اور اس نے کیا جواب دیا؟"

"اس کی اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے کی زبردست خواہش تھی لیکن اس زمانے کے نوجوان اپنے ماں باپ کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے ۔ بہت کچھ سمجھانے بجھانے جانے اور

قتل وقتال کرنے کے بعد اس کے باپ نے آخرکار ہتھیار ڈال دیے ـــــ اور اپنے بیٹے کے سفر کے تمام اخراجات بھی اسی نے برداشت کیے ۔ جہاں تک 'مالی پہلو' کا تعلق ہے ، حکومت نے اس کے متعلق ایک لفظ بھی کہنا مناسب نہ سمجھا ۔"

"اف!"

"جس جہاز میں انہوں نے سفر کرنا تھا ، وہ بحریہ کا ایچ ایم ایس بیگل (H M S Beagle) تھا ۔ یہ جہاز 27 دسمبر 1831 کو جنوبی انگلستان کی بندرگاہ پلی متھ (Plymouth) سے جنوبی امریکا کی طرف روانہ ہوا اور اکتوبر 1836 تک واپس نہ آیا ۔ دو سال پانچ سال بن گئے اور جنوبی امریکا کا سفر دنیا کے گرد چکر میں تبدیل ہوگیا ۔ حالیہ زمانوں کے دوران میں نئی دریافتوں کے سلسلے میں جتنے بھی سفر اختیار کئے گئے ہیں ، اس کا شمار ان میں سے اہم ترین میں ہوتا ہے اور اب ہم اسی کے متعلق گفتگو کریں گے ۔"

"انہوں نے بحری جہاز میں ساری دنیا کا چکر لگایا تھا؟"

"ہاں ، بالکل لغوی معنوں میں ۔ جنوبی امریکا سے وہ بحرالکاہل میں داخل ہوئے اور وہ نیوزی لینڈ ، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ تک گھوم آئے ۔ لیکن انگلستان واپسی سے پہلے وہ ایک بار پھر جنوبی امریکا جا پہنچے ۔ ڈارون نے تحریر کیا ہے کہ بیگل پر اس کا سفر لاریب اس کی زندگی کا اہم ترین واقعہ ہے ۔"

"فطرت پسند سائنس دان کے لیے بحری سفر کوئی آسان کام نہیں ہو گا ۔"

"ابتدائی سالوں کے دوران میں بیگل جنوبی امریکا کے ساحلوں کا شمالاً جنوباً اور جنوباً شمالاً چکر لگاتا رہا ۔ اس سے ڈارون کو اپنے آپ کو اس براعظم کے ساحلی اور اندرونی علاقوں سے بھی شناسا کرانے کا موقع مل گیا ۔ اس مہم نے جنوبی امریکا کے مغرب میں بحرالکاہل کے مجموعہ الجزائر گالاپاگوس (Galapagos) پر بار بار چڑھائی کی جو سائنسی اعتبار سے بھی بے حد اہم ثابت ہوئی ۔ یہاں سے وہ ڈھیروں اشیا اکٹھا کرنے اور انہیں انگلستان بھیجنے میں کامیاب رہا ۔ تاہم فطرت اور زندگی کے ارتقا کے متعلق اس نے اپنے سوچ بچار اور خیالات کی بھنک بھی کسی کو نہ ہونے

دی ۔ جب وہ ستائیس سال کی عمر میں وطن واپس پہنچا ، سائنس دان کی حیثیت سے اس کے نام کا ڈنکا بج رہا تھا ۔ اس کے نظریہ ارتقا نے کیا صورت اختیار کرنا تھا ، اس موقعہ پر اس کے نہاں خانہ دل میں اس کی واضح تصویر بن چکی تھی ۔ لیکن اس نے اپنا اصل اور بڑا کام اپنی واپسی کے کئی سال بعد تک نہ شائع کرایا کیونکہ وہ محتاط آدمی تھا ـــــ جیسا کہ ایک سائنس دان کو حقیقتاً ہونا چاہیے ۔"

"اس کا بڑا کام کیا تھا؟"

"درحقیقت اس کی تصانیف متعدد ہیں ۔ لیکن اس کی جس کتاب نے انگلستان میں زبردست ہنگامہ کھڑا کیا ، وہ ' اصل انواع ' ('The Origin of Species') ہے ۔ یہ 1859 میں اشاعت پذیر ہوئی تھی اور اس کا پورا نام 'On the Origin of Speciesby Means of Natural Selection or the Preserva- tion

tion of Favoured Races in the Struggle for Life'

ہے ۔طویل نام دراصل ڈارون کے نظریے کا مکمل خلاصہ ہے ۔"

"اس نے واقعی سمندر کو کوزے میں بند کردیا ہے ۔"

"لیکن ہم ان باتوں کا ایک ایک کرکے جائزہ لیتے ہیں ۔ ' اصل انواع ' میں ڈارون نے دو نظریات (Theories) یا دعاوی (Theses) پیش کئے تھے ۔ پہلی بات اس نے یہ کہی کہ نباتات اور حیوانات کی تمام موجودہ صورتیں حیاتیاتی (biological) ارتقا کے ذریعے انتہائی قدیم اور اولین صورتوں کی اخلاف ہیں ۔ اس کا دوسرا دعویٰ یہ تھا کہ ارتقا قدرتی انتخاب کا نتیجہ ہے ۔"

"یعنی بقائے اصلح ۔ٹھیک کہا میں نے؟"

"بالکل درست ۔ لیکن پہلے ہمیں اپنی توجہ کا مرکز ارتقا کے تصور کو بنانا ہوگا ۔ حیاتیاتی ارتقا کا تصور بعض حلقوں میں عام طور پر 1800 ء کے لگ بھگ ہی تسلیم کیا جانے لگا تھا ۔ اس تصور کا سرکردہ ترجمان فرانسیسی ماہر حیوانیات (Zoology) ژاں للامارک (Jean Lamarck) (1744 تا 1829) تھا ۔ اس سے بھی پہلے ڈارون کا اپنا دادا اراسمس ڈارون (1731 تا 1802) خیال ظاہر کرچکا تھا کہ نباتات اور حیوانات چند ابتدائی انواع سے بتدریج

ارتقائی مراحل طے کرتے وجود میں آئے ہیں۔ لیکن یہ ارتقا کیسے ہوا، اس کی کوئی بھی قابل قبول توجیہ پیش نہیں کر سکا تھا۔ چنانچہ کلیسا کے کرتادھرتا اصحاب کو ان سے کسی قسم کا خطرہ محسوس نہیں ہوا تھا۔"

"لیکن ڈارون خطرہ ثابت ہوا؟"

"ہاں، واقعی۔ لیکن بلاوجہ نہیں۔ کلیسائی اور سائنسی دونوں حلقے نباتات اور حیوانات کی تمام انواع کی غیر تغیر پذیری کے انجیلی نظریے پر سختی سے کاربند تھے۔ (اس عقیدے کی رو سے) حیوانی زندگی کی ایک ایک صورت قطعی انداز سے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے علیحدہ علیحدہ تخلیق کی جاچکی تھی (اور اب اس میں کسی مزید کمی بیشتی کی کوئی گنجائش نہیں تھی)۔ مزید برآں یہ عیسائی نقطہ نظر افلاطون اور ارسطو کی تعلیمات سے ہم آہنگ تھا۔"

"کیسے؟"

"افلاطون کے نظریہ امثال میں یہ پیشگی مفروضہ باندھ لیا گیا تھا کہ تمام حیوانی صورتیں غیرتغیرآشنا ہیں کیونکہ وہ ابدی امثال یا صورتوں کے نمونے (pattern) پر بنائی گئی ہیں۔ حیوانی انواع کی غیرتغیرپذیری ارسطو کے فلسفے کا بھی ایک بنیادی جزو تھی۔ لیکن ڈارون کے زمانے میں ایسے مشاہدات سامنے آنے لگے اور ایسی اشیا دریافت ہونے لگیں جنہوں نے روایتی عقیدوں کو امتحان میں ڈال دیا۔"

"یہ کس قسم کے مشاہدے اور دریافتیں تھیں؟"

"خیر، پہلی بات تو یہ ہے کہ جب متحجرات (fossils) کی کھدائی شروع ہوئی، ان کی تعداد میں روزبروز اضافہ ہونے لگا۔ ناپید جانوروں کی متحجر ہڈیاں بھی دریافت ہونے لگیں۔ جب سمندر سے کہیں دور اندرونی بری علاقوں میں بحری مخلوق کی نشانیاں ملیں، خود ڈارون بھی اچنبھے میں پڑ گیا۔ جنوبی امریکا میں اس نے کوہ اینڈیز (3) کے بلند مقامات پر بھی ایسی ہی اشیا دریافت کیں۔ سوفی، بھلا یہ تو بتاؤ، سمندری مخلوق کوہ اینڈیز میں کیا کر رہی تھی؟ تمہارے پاس اس کا کوئی جواب ہے؟"

"نہیں۔"

"بعض لوگوں کا خیال تھا کہ انہیں وہاں انسانوں یا حیوانوں نے پھینک دیا ہوگا ۔ بعض سمجھتے تھے کہ خدا نے بے دینوں اور ملحدوں کو گمراہ کرنے کے لیے ان متحجرات اور سمندری جانوروں کی نشانیوں کو تخلیق کیا ہوگا۔"

"لیکن سائنس دانوں کا کیا خیال تھا؟"

"اکثر ماہرین ارضیات ' تباہی عظیم کے نظریے ' ('Catastrophe Theory') کی قسمیں کھاتے تھے ۔ اس نظریے کے مطابق زمین پر باربار عظیم سیلابوں ، زلزلوں اور متعدد دوسری صورتوں میں تباہیاں آتی رہتی تھیں ۔ ہم ان میں سے ایک ـــــ طوفان نوح اور ان کی کشتی ـــــ کا ذکر بائبل میں پڑھتے ہیں ۔ زمین پر جب بھی اس قسم کی کوئی تباہی آتی تھی ، خداوند نئے ـــــ اور پہلے کی نسبت زیادہ کامل ـــــ نباتات اور حیونات پیدا کردیتا تھا اور یوں زندگی کی ازسرنو تجدید کردیتا تھا۔"

"چنانچہ (اس نظریے کے مطابق) متحجرات زندگی کی ان قدیم شکلوں کی نشانیاں تھے جنہیں ان عظیم تباہیوں کے ذریعے نیست و نابود کردیا گیا تھا؟"

"بالکل صحیح ۔ مثلاً یہ خیال کیا جاتا تھا کہ متحجرات ان جانوروں کے نقوش ہیں جو نوح کی کشتی میں سوار ہونے میں ناکام ہوگئے تھے ۔ لیکن جب ڈارون بیگل جہاز میں اپنے سفر پر روانہ ہوا ، اس کے پاس انگریز ماہر حیاتیات سر چارلس لائیل (Lyell) کی ، جو 1797 سے 1875 تک بقید حیات رہا ، کتاب ' ارضیات کے اصول ' (Principles of Geology) تھی ۔ لائیل کا دعویٰ تھا کہ پہاڑوں اور وادیوں سمیت زمین کی موجودہ ساخت اور طبعی حالت غیرمختتم طور پر طویل اور تدریجی ارتقا کا نتیجہ ہے ۔ اس کا خیال تھا کہ اگر بےحدوحساب طویل وقتوں پر محیط زمانوں (aeons) کو ، جو بیت چکے ہیں ، مد نظر رکھا جائے تو چھوٹی چھوٹی تبدیلیاں بھی عظیم ارضیاتی اتھل پتھل کا سبب بن سکتی تھیں۔"

"وہ کن تبدیلیوں کے متعلق سوچ رہا تھا؟"

"اس کے پیش نظر وہی قوتیں تھیں جو آج بھی کارفرما

ہیں اور یہ قوتیں ہیں : ہوا اور موسم ، پگھلنے والی برف ، زلزلے اور
سطح زمین پر بلندیاں (elevations) ۔ تم نے کہاوت سنی ہوگی کہ
ایک قطرہ پانی پتھر کو گھسا کر ختم کردیتا ہے ۔۔۔ پانی کا قطرہ
یہ کام بہیمانہ قوت سے نہیں کرتا بلکہ لگاتار ٹپک ٹپک کر کرتا
ہے ۔ لائیل کا عقیدہ تھا کہ طویل زمانوں پر محیط اس سے ملتی جلتی
چھوٹی چھوٹی اور تدریجی تبدیلیاں مکمل طور پر فطرت کا چہرہ متغیر
کرسکتی ہیں ۔ تاہم یہ نظریہ تن تنہا اس امر کی وضاحت کرنے سے
قاصر تھا کہ ڈاروِن کو بحری مخلوق کی بچی کھچی نشانیاں کوہ اینڈیز
کی چوٹیوں پر کیوں ملیں ۔ تاہم ڈاروِن نے یہ بات ہمیشہ اپنے پلّے
باندھے رکھی کہ اگر کافی وقت میسر آئے تو ننھی ننھی تدریجی
تبدیلیوں کا نتیجہ ڈرامائی تغیرات کی شکل میں برآمد ہوسکتا
ہے ۔"

"میرا خیال ہے کہ اس نے اس وضاحت کو حیوانوں کے
ارتقا کے سلسلے میں استعمال کیا ہو گا ۔"

"ہاں ۔ اس نے اسی انداز سے غوروفکر کیا تھا ۔ تاہم جیسا
کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں ڈاروِن محتاط آدمی تھا ۔ وہ جواب دینے کا
خطرہ مول لینے سے پہلے کافی عرصہ اپنے آپ سے سوالات پوچھتا اور
ان پر بڑے انہماک سے سوچ بچار کرتا رہتا تھا ۔ اس اعتبار سے اس
کا طریقہ وہی تھا جو تمام اصلی فلسفیوں کا ہوتا ہے : سوال پوچھنا اہم
ہے لیکن جواب میں کسی قسم کی جلد بازی نہیں ہونا چاہیے ۔"

"جی، میں سمجھ گئی ہوں ۔"

"لائیل کے نظریے کا ایک فیصلہ کن عنصر زمین کی عمر
تھا ۔ ڈاروِن کے زمانے میں عام عقیدہ یہی تھا کہ خدا نے کوئی چھ
ہزار سال قبل دنیا تخلیق کی تھی ۔ آدمی اور حوا کے بعد جتنی
نسلیں گزری تھیں ، ان کا حساب لگانے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا گیا
تھا ۔"

"کیا سادہ لوحی ہے !"

"خیر ، سانپ نکل جائے تو چھپی لکیر پیٹنا ... جتانا آسان ہوجاتا ہے ۔ ڈاروِن کے حساب سے زمین کی عمر تیس
کروڑ سال بنتی تھی ۔ کیونکہ ایک بات بالکل واضح تھی : جب تک

آدمی یہ تسلیم نہیں کرتا کہ (زمین کو وجود میں آئے) بے انتہا طویل زمانے بیت چکے ہیں، لائیل کے تدریجی ارضیاتی ارتقا کے نظریے اور ڈارون کے اپنے ارتقا کے نظریے کی کوئی تک نہیں بنتی تھی۔"

"درحقیقت زمین کی عمر کتنی ہے؟"

" آج ہمیں معلوم ہے کہ زمین چار ارب ساٹھ کروڑ سال قبل وجود میں آئی تھی۔"

"ہائے!"

"حیاتیاتی ارتقا کے ضمن میں ہم نے اب تک ڈارون کی ایک دلیل کا ـــــ یعنی چٹانوں کی مختلف تہوں میں، متحجرات کے پرت وار ذخائر (stratified deposits)' کی موجودگی ـــــ جائزہ لیا ہے۔ اس نے ایک اور دلیل جو پیش کی، وہ جاندار انواع کی 'جغرافیائی تقسیم' تھی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ڈارون کے سائنسی سفر نے بالکل نئی اور جامع معلومات (data) فراہم کیں۔ اس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ ایک ہی خطے کے حیوان کی ایک ہی نوع کے افراد محض انتہائی چھوٹی چھوٹی جزئیات میں ایک دوسرے سے مختلف ہوسکتے ہیں۔ (براعظم جنوبی امریکا کے ساحل بحرالکاہل پر واقع ملک) ایکوادور (Ecuador) کے زیرقبضہ مجموعہ الجزائر گالاپاگوس میں خاص طور پر اسے بہت دلچسپ مشاہدے دیکھنے کو ملے۔"

"آپ ان مشاہدات کے بارے میں کچھ بتائیں گے؟"

" گالاپاگوس جزائر آتش فشاں جزائر کا مجموعہ ہیں اور ایک دوسرے کے اتنے قریب واقع ہیں کہ یوں معلوم ہونے لگتا ہے جیسے وہ آپس میں بالکل پیوست ہوں۔ چنانچہ وہاں جو نباتات اور حیوانات نظر آئے، ان میں بظاہر کوئی خاص بڑا فرق نہیں تھا۔ لیکن ڈارون کو معمولی اختلافات میں دلچسپی تھی۔ تمام جزیروں پر اس کا سامنا عظیم الجثہ کچھوؤں سے ہوا۔ ایک جزیرے کے کچھوے دوسرے جزیرے کے کچھوؤں سے بس معمولی اعتبار سے مختلف تھے اور یہ بات تمام جزیروں کے کچھوؤں کے متعلق کہی جاسکتی تھی۔ تو اب سوال پیدا ہوا: کیا خدا نے واقعی ان

معمولی اعتبار سے مختلف کچھوؤں کی علیحدہ علیحدہ نسلوں کو تخلیق کیا تھا؟"

"بات کچھ مشکوک سی معلوم ہوتی ہے۔"

"گالاپاگوس جزائر پر ڈارون نے پرندوں کے جو مشاہدے کئے، وہ اور بھی حیران کن تھے۔ ان جزائر پر ایک قسم کی چڑیا پائی جاتی ہے جسے ڈارون نے انگلستانی چڑیا کے نام پر finch کہا ہے۔ اس پرندے کی چونچ چھوٹی لیکن بہت مضبوط ہوتی ہے۔ یوں وہ آسانی سے کھانے کے بیج پھاڑ سکتی ہے۔ ڈارون نے دیکھا کہ تمام جزائر کی یہ چڑیاں بظاہر تو ایک جیسی معلوم ہوتی ہیں لیکن درحقیقت ایک دوسرے سے خاصی مختلف ہیں، خاص طور پر ان کی چونچوں میں تو بہت ہی فرق ہے۔ ڈارون نے اپنے دلائل سے ثابت کر دکھایا کہ مختلف جزیروں کی ان چڑیاؤں کی چونچیں ایک دوسرے سے اس لیے مختلف ہیں کیونکہ ہر جزیرے کی چڑیاؤں کو کسی بھی دوسرے جزیرے کی چڑیاؤں سے بالکل مختلف طریقے سے اپنی غذا تلاش کرنا پڑتی ہے۔ جو چڑیاں زمین پر بسیرا کرتی تھیں، ان کی چونچیں سیدھی اور یک رخی تھیں اور وہ چیڑ کی پھلیوں پر گزارہ کرتی تھیں۔ خوش الحان ننھی منی چڑیاں کیڑوں مکوڑوں کو اپنی خوراک بناتی تھیں۔ جن چڑیوں کا ٹھورٹھکانا درخت تھے، وہ درختوں کی چھال اور شاخوں پر پلنے والی دیمک یا دیمک نما مخلوق سے اپنے پیٹ بھرتی تھیں... ہر نوع کی چڑیا کو جس قسم کی خوراک درکار تھی، اس کی چونچ اس کے عین مطابق تھی۔ کیا ان سب چڑیوں کا جدامجد ایک ہی تھا؟ کیا ان چڑیوں نے لامتناہی عرصے کے دوران میں اپنے آپ کو مختلف جزیروں کے حالات کے مطابق ڈھال لیا تھا کہ چڑیوں کی نئی انواع بتدریج معرض وجود میں آگئیں؟"

"تو اس نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہوگا، ٹھیک؟"

"ہاں۔ شاید یہی جزائر وہ جگہ ہوں جہاں ڈارون 'ڈارونی' ('Darwinist') بن گیا۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ اس علاقے میں جو حیوان (fauna) (4) پائے جاتے ہیں، ان کے اور ان متعدد انواع کے مابین، جن کا مشاہدہ اس نے براعظم جنوبی امریکا میں

کیا تھا ، گہری مشابہتیں موجود ہیں ۔ کیا خدا نے انہیں واقعی اس انداز سے تخلیق کیا تھا کہ وہ ایک دوسرے سے کچھ کچھ مختلف نظر آئیں اور ان کے یہ معمولی اختلافات ہمیشہ ہمیشہ کے لیے برقرار رہیں ؟ یہ جو دعویٰ کیا جاتا تھا کہ تمام مخلوق غیرتغیرپذیر ہیں ، ڈارون کو اس کی صحت پر شبہ ہونے لگا اور اس کا یہ شبہ روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا ۔ لیکن اگر یہ سب کچھ ارتقائی عمل کا نتیجہ ہے ، پھر یہ ارتقا کیسے ہوا ؟ ڈارون کے پاس ابھی تک اس کی کوئی قابل قبول توجیہ نہیں تھی ۔ لیکن ابھی ایک عنصر باقی تھا ۔ جب تک اس کی نوعیت معلوم نہ ہوتی ، یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا تھا کہ روئے زمین کے تمام حیوان شاید ایک دوسرے کے قرابت دار ہوں ۔"

"اور یہ عنصر کیا تھا؟"

"پستان دار یا دودھ پینے پلانے والے جانوروں (mamm-als) میں جنین (embryo) کی نمو ۔ اگر تم کتوں ، چمگادڑوں ، خرگوشوں اور انسانوں کے جنین کا بالکل ابتدائی مرحلے میں موازنہ کرو ، وہ حیرت انگیز طور پر ایک دوسرے سے اتنا مشابہ نظر آتے ہیں کہ ان کے مابین امتیاز کرنا مشکل ہوجاتا ہے ۔ جب تک اگلا مرحلہ نہیں آتا ، تم انسان اور خرگوش کے جنین کے درمیان فرق نہیں کرسکتیں ۔ کیا اس سے یہ عندیہ نہیں ملتا کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے دور پار کے رشتے دار ہیں؟"

"لیکن یہ ارتقا عملاً کیسے ہوا ، وہ ابھی تک اس کی کوئی توضیح نہیں کرسکا تھا؟"

"وہ متواتر لائیل کے اس نظریے پر پورے انہماک سے غوروفکر کرتا رہا کہ انتہائی چھوٹی چھوٹی تبدیلیاں بےحد طویل زمانہ گزر جانے کے بعد گہرے اثرات پیدا کرتی ہیں ۔ لیکن یہ کہ اس کلیے کا عمومی اصول کی حیثیت سے ہر جگہ اطلاق ہوسکتا ہے ، اسے اس کی کوئی توجیہہ نہیں مل رہی تھی ۔ وہ فرانس کے ماہر حیوانیات للامارک (1744 تا 1829) کے نظریے سے بھی آگاہ تھا جس نے ثابت کیا تھا کہ مختلف انواع ایسے خصائص کی نمو کرلیتے ہیں جن کی انہیں ضرورت ہوتی ہے ۔ مثلاً گیراقوں (giraffes) کو

لیں۔ وہ اپنی گردنیں لمبی کرنے میں کامیاب رہے کیونکہ وہ نسل درنسل درختوں کے پتوں پر لپکتے چلے آرہے تھے۔ لامارک کا عقیدہ تھا کہ ہر فرد اپنی کوششوں سے جو خصائص حاصل کرتا ہے، وہ اگلی نسل کو منتقل ہوجاتے ہیں۔ لیکن ڈارون نے 'حاصل کردہ خصائص' کی وراثت کے اس نظریے کو مسترد کردیا کیونکہ لامارک کے پاس اپنے ان بلند آہنگ دعووں کا کوئی ثبوت نہیں تھا۔ تاہم ڈارون نے فکر کا ایک اور راستہ، جو بیّن طور پر نظر آرہا تھا، اختیار کرنا شروع کردیا۔ تم تقریباً کہہ سکتی ہو کہ انواع کے ارتقا کے پس پردہ جو اصل نظام (mechanism) کام کر رہا ہے، وہ بالکل اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔"

"تو یہ کیا تھا؟"

"میں چاہتا ہوں کہ اس میکانگی نظام کا مسئلہ تم خود حل کرو۔ چنانچہ میں پوچھتا ہوں: اگر تمہارے پاس تین گائیں ہوں لیکن چارا صرف دو کی ضرورت پوری کرسکتا ہو، تم کیا کرو گی؟"

"میرا خیال ہے کہ مجھے ایک کو ذبح کرنا پڑے گا۔"

"بہت اچھا... تم ذبح کسے کرو گی؟"

"میرا خیال ہے کہ جو سب سے کم دودھ دیتی ہے، میں اسے ذبح کروں گی۔"

"واقعی؟"

"جی ہاں۔ منطقی بات تو یہی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟"

"میں تمہاری بات سے متفق ہوں۔ ہزاروں سال سے انسان یہی کام کرتا چلا آرہا ہے۔ لیکن تمہارے پاس جو دو گائیں رہ گئی ہیں، ابھی ہم نے ان کی بات ختم نہیں کی۔ فرض کرو کہ تم چاہتی ہو کہ ان میں سے ایک گابھن ہوجائے اور وہ بچھڑے کو جنم دے، تم کسے منتخب کرو گی؟"

"اسے جو زیادہ دودھ دیتی ہے۔ پھر اگر وہ بچھڑی کو جنم دیتی ہے، وہ بھی شاید زیادہ دودھ دینے والی ثابت ہو۔"

"تو بات یہ ہوئی کہ تم اس گائے کو ترجیح دیتی ہو جو خوب دودھ دیتی ہے۔ اب فرض کرو کہ تم شکاری ہو اور تمہارے پاس دو ایسے کتے ہیں جو اس شکار کو ڈھونڈنے اور اٹھا کر لانے

میں ماہر ہیں جس پر تم گولی چلاتی ہو - اب کسی مجبوری کے باعث تمہیں ایک کتے سے دست بردار ہونا پڑ رہا ہے، تم اپنے پاس کسے رکھو گی؟"

"ظاہر ہے کہ میری ترجیح وہ کتا ہوگا جو اپنے کام میں زیادہ ماہر ہے۔"

"بالکل ٹھیک - تم وہ کتا اپنے پاس رکھو گی جو اپنے کام میں دوسرے سے زیادہ ماہر ہوگا - سوفی، بالکل اسی طریقے سے دس ہزار سال کے زیادہ عرصے سے لوگ گھریلو جانوروں کو پالتے چلے آرہے ہیں - آج کل تو مرغیاں ہفتے میں پانچ پانچ انڈے دیتی ہیں لیکن وہ ہمیشہ ایسا نہیں کرتی رہی ہیں - یہی حال بھیڑوں اور گھوڑوں کا ہے - آج کل ایک بھیڑ کو مونڈنے سے جتنی اون دستیاب ہوتی ہے اتنی پہلے نہیں ہوتی تھی اور نہ گھوڑے کبھی اتنے طاقتور اور تیز رفتار تھے جتنے کہ وہ اب ہیں - یہ سب کچھ اس لیے ہوا ہے کیونکہ ان کی پرورش کرنے والے ان کا 'مصنوعی انتخاب' (artificial selection) کرتے رہتے ہیں - اسی چیز کا اطلاق نباتات کی دنیا پر ہوتا ہے - اگر تمہیں آلوؤں کا اچھا بیج دستیاب ہو، تم خراب بیج نہیں بوؤگی اور گندم کی جس فصل پر دانے نہ ہوں تم اس کی کٹائی پر وقت برباد نہیں کروگی - ڈاروِن نے بتایا کہ کہیں بھی ایسی گائیں، گندم کے پودے، کتے یا چڑیاں (finches) ایسی نہیں ملیں گی جو مکمل طور پر ایک جیسی ہوں۔ فطرت کی بوقلمونی شمار وقطار سے باہر ہے - بلکہ ایک ہی نوع کے کوئی دو افراد سراسر ایک جیسے نہیں ہوتے - جب تم نے نیلی بوتل کا سیال پیا تھا، تمہیں غالباً خود اس کا تجربہ ہوا ہوگا۔"

"جی ہاں۔"

"چنانچہ اب ڈاروِن کو اپنے آپ سے پوچھنا پڑا : کیا فطرت میں بھی اس سے مشابہ میکانکی نظام کام کر رہا ہے ؟ جس طرح انسان 'مصنوعی انتخاب' کرتے ہیں، کیا یہ ممکن ہے کہ اسی طرح 'فطرت انتخاب' ('natural selection') کرتی ہو کہ اسے کون سے افراد کی بقا منظور ہے ؟ اور کیا بے حد وحساب طویل زمانے کے دوران میں اس انتخاب کے ذریعے نباتات اور حیوانات کی نئی

انواع کی تخلیق ممکن ہے؟"

"میرا قیاس ہے کہ ان سوالوں کا جواب ہاں میں ہو گا۔"

"ڈارون ابھی تک اس الجھن میں پھنسا ہوا تھا کہ یہ فطری انتخاب یا بقائے اصلح ہوتا کیسے ہے ۔ لیکن بیگل جہاز پر اپنی واپسی کے پورے دو سال بعد اکتوبر 1838 میں اسے اتفاق سے ایک کتابچہ ہاتھ لگا ۔ اس کتابچے کا مصنف مطالعہ آبادی کا ماہر ٹامس مالتھس (1766 تا 1834) تھا اور اس کا عنوان ' اصول آبادی پر مقالہ ' ('An Essay on the Principle of Population') تھا ۔ مالتھس کو اپنے اس کتابچے کا خیال بنجمن فرینکلن (5) سے سوجھا تھا جس نے دوسرے چیزوں کے علاوہ برقی موصل (light-ening conductor) ایجاد کیا تھا ۔ فرینکلن نے یہ نکتہ اٹھایا تھا کہ اگر فطرت میں تحدیدی (limiting) عناصر نہ ہوں ' پودے یا حیوان کی صرف ایک نوع پورے کرہ ارض پر پھیل جائے گی ۔ لیکن چونکہ انواع بے شمار ہیں ' وہ ایک دوسرے کے مابین توازن برقرار رکھتی ہیں۔"

"یہ بات میری سمجھ میں آ رہی ہے۔"

"مالتھس نے اس خیال کو آگے بڑھایا اور اس کا اطلاق دنیا کی آبادی پر کردیا ۔ اس کا عقیدہ تھا کہ انسان میں اپنی آل اولاد پیدا کرنے کی اتنی زیادہ صلاحیت ہے کہ بچے جتنی تعداد میں پیدا ہوتے ہیں ' وہ اس سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں جن کی بقا ممکن ہے ۔ اسے پورا یقین تھا چونکہ خوراک کی پیداوار کبھی کثرت آبادی کا ساتھ نہیں دے سکتی ' جہدللبقا میں لاتعداد افراد کا مقدر محض موت ہوتی ہے ۔ چنانچہ جو لوگ سن بلوغ تک پہنچنے ـــــ اور اپنی نسل کو دوام دینے ـــــ میں کامیاب ہوتے ہیں ' وہ جہدللبقا میں بہترین ثابت ہوتے ہیں۔"

"بات تو منطقی معلوم ہوتی ہے۔"

"درحقیقت یہی آفاقی میکانکی نظام تھا جس کی ڈارون کو تلاش تھا ۔ ارتقا کیسے رونما ہوتا ہے ' یہ اس کی وضاحت تھی ۔ جہدللبقا میں یہ فطری انتخاب ہی ہے ' جس کے باعث وہ ' جو اپنے آپ کو ماحول کے مطابق ڈھالنے کی بہترین صلاحیتوں سے بہرہ ور

ہوتے ہیں ' زندہ بچے اور اپنی نسل کو دوام دینے میں کامیاب رہتے ہیں - یہ دوسرا نظریہ تھا جو اس نے اپنی کتاب ' اصل انواع ' میں پیش کیا - اس نے لکھا : ' ہاتھی کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بچے پیدا کرنے کے معاملے میں وہ سست ترین ہوتا ہے - لیکن اگر اس کے چھ بچے ہوں اور وہ سو سو سال زندہ رہیں ' سات سو چالیس سے سات سو پچاس سال کے بعد زندہ ہاتھیوں کی تعداد تقریباً ایک کروڑ نوے لاکھ ہوجائے گی اور وہ سب کے سب اولین جوڑے کے اخلاف ہوں گے - '"

"پھر ان ہزاروں انڈوں کے ' جو ایک ہی کوڈ (cod) مچھلی دیتی ہے ' ذکر کی ضرورت ہی نہیں رہتی - "

"ڈارون نے مزید کہا کہ جو انواع ایک دوسرے سے سب سے زیادہ مشابہ ہوتی ہیں ' ان کے مابین بقا کی جدوجہد اکثر سخت ترین ہوتی ہے - انہیں ایک ہی قسم کی خوراک کے لیے آپس میں کھینچاتانی کرنا پڑتی ہے - یہاں معمولی ترین برتری ـــــ یعنی انتہائی حقیر انحراف ـــــ صحیح معنوں میں اپنا رنگ دکھاتا ہے - بقا کی جدوجہد جتنی زیادہ تلخ ہوگی نئی انواع کا ارتقا اتنی ہی تیزی سے ہوگا ' چنانچہ صرف وہی زندہ سلامت بچے میں کامیاب ہوں گے جن میں اپنے آپ کو ماحول کے مطابق بنانے کی زیادہ صلاحیت ہوگی اور باقی فنا ہوجائیں گے - "

" خوراک جتنی زیادہ کم ہوگی اور بھوک جتنا زیادہ بڑا ' ارتقا اتنا ہی زیادہ تیز ہوگا؟"

"ہاں - مسئلہ محض خوراک کا نہیں - دوسرے جانوروں کا نوالہ بننے سے بچنا بھی اتنا ہی اہم ثابت ہوسکتا ہے - مثلاً بقا کے لیے یہ بات ضروری ہوسکتی ہے کہ جلد کا رنگ ماحول کے مطابق ہو ' تیزرفتاری سے دوڑنے کی صلاحیت ہو ' دشمن جانوروں کی پہچان آتی ہو ' اور اگر حالات بالکل ہی بدترین صورت اختیار کرجائیں ' جسم سے ایسی بوئیں خارج کرنا آتا ہو جس سے مخالف فریق کو گھن آنے لگے اور وہ قریب آنے کا حوصلہ نہ کرپائے - ایسا زہر بھی ' جو شکارخور جانوروں کو ہلاک کرسکے ' کافی مفید ثابت ہوسکتا ہے - یہی وجہ ہے کہ کیکٹس (Cactus) کی اتنی

زیادہ اقسام زہریلی ہوتی ہیں ۔ چونکہ بیابان میں عملاً کچھ نہیں اگ سکتا، یہ پودا نہایت آسانی سے نباتات خور جانوروں کی خوراک بن سکتا ہے۔"

"کیکٹس کی بیشتر اقسام کانٹے دار بھی تو ہوتی ہیں۔"

"پھر ظاہر ہے کہ تولید آوری کی صلاحیت بھی بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہے ۔ پودوں کے پھول باریک قسم کا سفوف بناتے ہیں اسے پولن (Pollin) یا زرگل کہا جاتا ہے ۔ یہ زرگل کس طرح بنتا ہے اور دوسرے پودوں کے زرگل کے ساتھ مل کر کس طرح پھول کو بارآور بناتا اور اسے بیج بنانے کے قابل بناتا ہے، ڈارون نے اس سارے عمل کا تفصیل سے مطالعہ کیا تھا ۔ پھول اپنے خوبصورت اور جاذب نظر رنگوں سے اپنی آب و تاب دکھاتے اور وجد آور خوشبوئیں خارج کرتے ہیں ۔ یوں حشرات الارض دیوانہ وار ان کی طرف کھنچے آتے ہیں اور وہی ایک پھول کا زرگل دوسرے پھول تک پہنچانے اور اس طرح انہیں بارآور بنانے میں میں مددگار ثابت ہوتے ہیں ۔ اپنی نسل کو دوام دینے کے لیے پرندے رسیلی اور مدھ بھری تانیں بکھیرتے ہیں ۔ اگر گائے کو دیکھ کر سانڈ پر مستی نہیں آتی، بلکہ وہ مانجھے، دھیمے اور پرسکون انداز سے چرنے میں مصروف رہتا ہے، تو اسے اپنا سلسلہ نسب بڑھانے میں ذرا بھی دلچسپی نہیں ہوگی کیونکہ جن جانوروں میں یہ خصائص موجود ہوں گے، ان کی نسل کے معدوم ہونے میں کوئی تاخیر نہیں ہوگی ۔ سانڈ کی زندگی کا واحد مقصد یہ ہے کہ وہ جنسی طور پر بلوغت تک پہنچے اور اپنی نسل کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے تولید آوری کا فریضہ سرانجام دے ۔ اس کا موازنہ ریلے ریس (relay race) سے کیا جاسکتا ہے ۔ وہ جو کسی نہ کسی وجہ سے اپنے جین دوسروں کے حوالے کرنے میں ناکام رہتے ہیں، وہ زندگی کی دوڑ سے مسلسل خارج ہوتے رہتے ہیں اور یوں نسل متواتر بہتر ہوتی رہتی ہے ۔ جو مختلف اقسام زندہ رہ جاتی ہیں، ان کا ایک انتہائی اہم وصف یہ ہوتا ہے کہ وہ بتدریج بیماری کے خلاف قوت مدافعت پیدا کرلیتے ہیں اور اپنی اس قوت کو محفوظ رکھتے ہیں۔"

"چنانچہ ہر چیز بہتر سے بہتر ہوتی رہتی ہے؟"

"اس لگاتار انتخاب کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جن میں کسی 'خاص ماحول' میں ڈھلنے کی صلاحیت سب سے زیادہ ہوتی ہے، وہ طویل دورانیے کے اعتبار سے اس ماحول میں اپنی نسل بڑھانے اور آگے چلانے میں کامیاب رہتے ہیں۔ لیکن جو چیز ایک ماحول میں فائدے مند ہوتی ہے، ضروری نہیں کسی دوسرے ماحول میں بھی فائدے مند ہی ہو۔ گالاپاگوس جزائر کی بعض چڑیوں کے لیے پرواز کی صلاحیت بےحد اہم تھی۔ لیکن اگر خوراک زمین کھود کر حاصل کرنا ہے اور شکارخور جانوروں کی موجودگی کا اندیشہ بھی نہ ہو، پھر طاقت پرواز اتنی اہم نہیں رہتی۔ طویل زمانوں کے دوران میں حیوانات کی جو اتنی مختلف انواع وجود میں آگئی ہیں، اس کی صحیح صحیح وجہ یہ ہے کہ فطری ماحول میں ان سب کے لیے گنجائش موجود ہے۔"

"لیکن اس کے باوجود انسانی نسل تو ایک ہی ہے۔"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان میں زندگی کے مختلف حالات میں ڈھلنے کی فقیدالمثال صلاحیت پائی جاتی ہے۔ ایک بات جس نے ڈارون کو متحیر کردیا، یہ تھی کہ اس حقیقت کے باوجود کہ تیرادیل فوائیو (6) کی آب وہوا انتہائی ناسازگار بلکہ ہیبت ناک ہے لیکن مقامی انڈین باشندوں نے وہاں بھی زندہ رہنے کا گر سیکھ لیا تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب انسان ایک جیسے ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو خط استوا کے آس پاس رہتے ہیں، ان کے رنگ شمالی علاقوں کے باشندوں کی نسبت زیادہ سانولے ہوتے ہیں کیونکہ ان کی سانولی جلد انہیں دھوپ سے بچاتی ہے۔ وہ سفیدفام جو مسلسل کئی کئی گھنٹے ننگے بدن دھوپ میں پڑے رہتے ہیں، ان کے جلدی کینسر میں مبتلا ہونے کا زیادہ احتمال ہوتا ہے۔"

"اگر آدمی شمالی ممالک میں رہتا ہو، کیا اسے بھی اسی قسم کا کوئی فائدہ ہوتا ہے؟"

"ہاں۔ ورنہ روئے زمین کا ہر شخص سیاہ فام ہوتا۔ لیکن سفید جلد زیادہ آسانی سے آفتابی وٹامن (sun vitamins) بنا لیتی ہے۔ اور ان علاقوں میں جہاں بہت کم دھوپ پڑتی ہے، یہ چیز

حیات بخش ثابت ہوسکتی ہے ۔ آج کل یہ بات اتنی اہم نہیں رہی کیونکہ ہم یہ اہتمام کرسکتے ہیں کہ ہماری غذا میں آکابی وٹامن کافی مقدار میں موجود ہوں ۔ تاہم فطرت میں کوئی چیز اٹکل پچّو نہیں ہوتی ۔ ہر چیز ان خوردترین تبدیلیوں کی رہین منت ہوتی ہے جو لاتعداد نسلوں کے بعد ظہور پذیر ہوئی ہیں۔"

"اس قسم کی باتیں سوچ کر واقعی بہت لطف آتا ہے۔"

"تم نے ٹھیک کہا ۔ یہ باتیں حقیقتاً بہت پرلطف ہیں ۔ چنانچہ ہم نے اب تک ڈارون کے نظریہ ارتقا کے متعلق جو کچھ کہا ہے 'اس کا خلاصہ چند جملوں میں بیان کیا جاسکتا ہے۔"

"فرمائیں!"

"ہم کہہ سکتے ہیں کہ روئے زمین پر زندگی کے ارتقا کے پیچھے ' خام مواد ' ایک ہی نوع کے اندر مختلف افراد کی ساخت میں اپنے جیسے دوسرے افراد کی ساخت سے معمولی سا انحراف یا اختلاف ہوتا تھا ۔ اس ' خام مواد ' میں ان کی کثیر اولاد کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے جس کی صرف حقیر تعداد زندہ بچتی تھی ۔ چنانچہ ارتقاکے پیچھے اصل ' میکانکی نظام ' یا ' چلاؤ قوت ' (driving force) جہدللبقا میں ' فطری انتخاب ' ہوتی تھی ۔ اس انتخاب سے اس امر کی ضمانت مل جاتی تھی کہ صرف وہی بچے گا جو طاقتورترین یا موزوں ترین ہوگا ۔ یوں اس انتخاب کو ' بقائے اصلح ' کا نام بھی دیاجاسکتا ہے۔"

"یہ سب کچھ بالکل حساب کے مسئلے کی طرح منطقی معلوم ہوتا ہے ۔ تاہم میں دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ ' اصل انواع ' کی اشاعت پر ردعمل کیاہوا۔"

"یہ بڑی تندوتلخ بحثوں اور مناقشوں کا موجب بنی ۔ کلیسا نے بڑے شدومد کے ساتھ احتجاج کیا ۔ جہاں تک سائنس دانوں کا تعلق ہے ' وہ دو واضح گروہوں میں منقسم ہوگئے ۔ درحقیقت یہ اتنی حیران کن بات نہیں ۔ بہرحال ڈارون نے خدا اور تخلیق کے فعل کے درمیان خاصا فاصلہ قائم کردیا تھا ۔ تاہم یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بعض ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کا دعویٰ تھا کہ کسی ایسی چیز کو تخلیق کرنا ' جس کے اندر فی نفسہٖ خلقی ارتقا کی

امکانی صلاحیت ہو ، کسی غیرمبدل وغیرمتغیر شے پیدا کرنے کی نسبت یقیناً زیادہ بڑا کارنامہ ہے۔"

اچانک سوفی اپنی کرسی سے اچھل پڑی۔

"ادھر دیکھیں!"اس نے چلا کر کہا۔

اس نے انگلی سے کھڑکی میں سے باہر کی طرف اشارہ کیا۔ نیچے جھیل کے کنارے ایک مرد اور ایک عورت ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ٹہل رہے تھے۔ وہ سرتاپا برہنہ تھے۔

"وہ آدم اور حوا ہیں۔" البرٹو نے کہا۔ "انہیں بتدریج اپنا مقدر لٹل ریڈرائیڈنگ ہڈ اور ایلس ان ونڈرلینڈ کے ساتھ وابستہ کرنے پر مجبور کردیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ یہاں آنکلے ہیں۔"

سوفی انہیں دیکھنے کے لیے کھڑکی کے قریب جا کھڑی ہوئی لیکن وہ بہت جلد درختوں میں غائب ہوگئے۔

"(ان کے ساتھ یہ اس لیے ہوا) کیونکہ ڈارون کا عقیدہ تھا کہ انسان حیوانوں کا خلف ہے؟"

" ڈارون نے 1871 میں اپنی کتاب ' سلالت انسان ' ('The Descent of Man') شائع کرائی۔ اس نے اس میں انسانوں اور حیوانوں کے مابین عظیم مشابہتوں کی طرف توجہ دلائی اور یہ نظریہ پیش کیا کہ انسانوں اور انسان نما (بے دم) بوزنوں نے ایک ہی مورث اعلیٰ سے ارتقائی صورت حاصل کی ہوگی۔ دریں اثنا انسان کی ایک معدوم شکل کی اولین حجری کھوپڑیاں پہلے جبرالٹر اور چند سال بعد جرمنی کی وادی نی اینڈرتھال (Neanderthal) میں دریافت ہوچکی تھیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ 1859ء میں ڈارون کی کتاب ' اصل انواع ' کی اشاعت پر جو ہنگامہ برپا ہوا تھا ' اس کے مقابلے میں 1871ء میں احتجاج کرنے والوں کی تعداد بے حد کم تھی۔ لیکن یہ کہ انسان حیوانوں کا خلف ہے ' اس کا عندیہ پہلی کتاب سے بھی ملتا تھا۔ اور جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں ' جب 1882ء میں ڈارون کا انتقال ہوا اس کی اسی تزک واحتشام سے تجہیزوتکفین ہوئی جس کا نئی راہیں تلاش کرنے والا سائنس دان مستحق ہوتا ہے۔"

"تو آخر کار اسے عزت وتکریم مل ہی گئی۔"

"ہاں مل تو گئی لیکن انگلستان کا خطرناک ترین انسان قرار دئے جانے سے پہلے نہیں۔"

"اف، خدایا!"

"(اس کے نظریے کے متعلق اعلیٰ طبقے کی ایک خاتون نے لکھا تھا): 'ہمیں امید کرنا چاہیے کہ یہ صحیح نہیں ہے، لیکن اگر یہ صحیح ہے تو ہمیں امید کرنا چاہیے کہ اس کی عام تشہیر نہیں ہوگی۔' ایک ممتاز سائنس دان نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا: 'اس دریافت پر آدمی کھسیانا ہوجاتا ہے اور اس کے متعلق جتنا کم کہا جائے اتنا ہی بہتر ہوگا۔'"

"ان تبصروں سے تو یہ تقریباً ثابت ہوجاتا ہے کہ انسان شترمرغ کا رشتے دار ہے۔"

"تم نے اچھا نکتہ نکالا ہے۔ لیکن ہمارے لیے آج اس قسم کی بات کہنا بالکل آسان ہے۔ (لیکن (ڈاروِن کے نظریات کی اشاعت کے بعد) لوگ ایکا ایکی 'کتاب پیدائش' (انجیل) کے متعلق اپنا نقطہ نظر تبدیل کرنے پر مجبور ہوگئے۔ نوجوان ادیب جون رسکن (7) نے اس صورت حال کو یوں بیان کیا تھا۔ 'کاش یہ ماہرین ارضیات مجھے تنہا چھوڑ دیں۔ انجیل کی ہر آیت کے بعد مجھے ان کے ہتھوڑوں کی ضربوں کی گونج سنائی دینے لگتی ہے۔'"

"یہ ہتھوڑوں کی ضربیں اس کے خدا کے کلام کے بارے میں شکوک تھے؟"

"غالباً اس کا مطلب یہی تھا کیونکہ (انجیل میں تخلیق کی جو کہانی بیان ہوئی ہے) نئے نظریے سے محض اس کی لفظی تشریح ہی کو دھچکا نہیں پہنچا تھا بلکہ اس کے اثرات اس سے کہیں زیادہ تھے۔ ڈاروِن کے نظریے کا نچوڑ یہ تھا (کہ انسان کو خدا نے کسی سانچے میں تخلیق نہیں کیا تھا) بلکہ یہ فطرت کے اٹکل پچو انحرافات (random variations) تھے جو آخرکار انسان کو وجود میں لانے کا سبب بنے۔ اور اس سے بڑی بات یہ تھی کہ ڈاروِن نے انسان کو جہدللبقا جیسی غیرجذباتی چیز کی پیداوار بنا دیا تھا۔"

"یہ اٹکل پچو انحرافات کیسے رونما ہوئے، ڈاروِن نے ان

سے متعلق کچھ کہا تھا؟"

"یہاں تم نے اپنی انگلی اس کے نظریے کے کمزورترین نکتے پر رکھ دی ہے ۔ موروثیت (heredity) کیا ہے ' ڈاروِن نے اس بارے میں محض گول مول باتیں کہی ہیں ۔ (اس کا خیال تھا کہ) ملاپ کے دوران میں کوئی چکر چلتا ہے ۔ ماں باپ جو بچے پیدا کرتے ہیں ' سارے تو کجا ' ان میں سے دو بھی کبھی ایک دوسرے جیسے نہیں ہوتے ۔ کچھ بھی ہو کہیں نہ کہیں بڑا نہیں تو چھوٹاموٹا اختلاف لازماً نمودار ہوجاتا ہے ۔ اس کے برعکس اس طریقے سے کوئی ایسی چیز پیدا کرنا بھی امرمحال ہے جسے نئی کہا جاسکے ۔ مزیدبرآں ایسے نباتات اور حیوانات موجود ہیں جو شگوفہ کاری (8) (budding) یا سیدھی سادھی خلوی تقسیم (Cell division) سے اپنی نسل بڑھاتے ہیں ۔ ساخت کے یہ انحرافات کیسے رونما ہوتے ہیں ' نام نہاد نوڈارونیت (neo-Darwinism) نے اس سلسلے میں مزید کام کیا ہے ۔"

"کیا؟"

"پوری کی پوری زندگی اور پوری کی پوری تولیدکاری بنیادی طور پر خلوی تقسیم کا معاملہ ہے ۔ جب کوئی خلیہ دو حصوں میں منقسم ہوتا ہے دو بعینہٖ ایک جیسے خلیے وجود میں آجاتے ہیں جن کے موروثی عناصر یکساں ہوتے ہیں ۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ خلوی تقسیم میں خلیہ اپنی نقل پیدا کرتا ہے ۔"

"جی؟"

"لیکن بعض اوقات اس عمل کاری (process) کے دوران میں بعض مہین ترین غلطیاں واقع ہوجاتی ہیں چنانچہ خلیے کی نقل بعینہٖ ویسی نہیں ہوتی جیسا اصل خلیہ ہوتا ہے ۔ جدید حیاتیاتی اصطلاح میں اسے تقلب (mutation) کہا جاتا ہے ۔ تقلب یا تو بالکل ہی غیر اہم (irrelevant) ہوتے ہیں یا پھر وہ فرد کے رویے میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کردیتے ہیں ۔ وہ براہ راست ضرررساں ثابت ہوسکتے ہیں اور بڑے جھولوں (broods) سے اس قسم کے ' متقالب ' ('mutants') خارج کرنے کا سلسلہ لگاتار جاری رہتا ہے ۔ درحقیقت متعدد امراض کا باعث یہی تقلب ہوتے ہیں ۔

لیکن کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ تقلب سے فرد کو وہ مزید خصوصیات مل جاتی ہیں جن کی اسے جہدللبقا میں اپنے حریفوں سے نبرد آزما ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"مثلاً لمبی گردن جیسی۔"

"گیراف (giraffe) کی گردن اتنی لمبی کیوں ہوتی ہے ، اس کی للمارک نے یہ توجیہہ کی تھی کہ گیراف کو ہمیشہ اوپر کی طرف جانا پڑتا ہے ۔ لیکن ڈارونی فلسفے کے مطابق اگر اس قسم کے خصائص ورثے میں مل بھی جائیں ، انہیں آگے منتقل نہیں کیا جاسکتا ۔ ڈارون کا عقیدہ تھا کہ گیراف کی لمبی گردن ساخت میں انحراف کا نتیجہ ہے ۔ نوڈارونیت نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ اس نے ساخت کے اس خاص انحراف کا سبب بتا دیا۔"

"اور یہ سبب تقلب ہے؟"

"ہاں ۔ موروثی عناصر میں اٹکل پچو تبدیلیوں نے گیرافوں کے کسی مورث اعلیٰ کو اوسط درجے کی گردن سے زیادہ لمبی گردن دے دی ۔ اگر خوراک کی رسد محدود ہوجائے ، لمبی گردن بڑی اہم ثابت ہوسکتی ہے ۔ چنانچہ وہ گیراف جو درختوں کی بلندترین شاخوں تک پہنچ سکتا تھا ، فائدے میں رہتا تھا۔ ہم یہ بھی تصور کرسکتے ہیں کہ اس قسم کے بعض اولین گیرافوں نے کس طرح زمین کھود کر خوراک حاصل کرنے کی صلاحیت بتدریج حاصل کی ہوگی ۔ ہوسکتا ہے کہ وقت کے بے حد طویل دورانیے میں کسی حیوانی نوع نے ، جو اب ناپید ہوچکی ہے ، اپنے آپ کو دو انواع میں تقسیم کرلیا ہو ۔ فطری انتخاب کس طرح کام کرتا ہے ، اس کی ہم چند نسبتاً حالیہ مثالوں کا ذکر کرسکتے ہیں۔"

"جی ضرور۔"

"برطانیہ میں تتلی کی ایک خاص قسم پائی جاتی ہے ۔ اسے ، چتی دار پتنگا ، ('peppered moth') کہا جاتا ہے ۔ یہ پتنگا روپہلی (silvery) برچ درختوں کے تنوں میں رہتا ہے ۔ اٹھارویں صدی میں ان میں سے بیشتر پتنگوں کی رنگت روپہلی مائل خاکستری (silvery gray) ہوتی تھی ۔ سوفی ، تم قیافہ لگا سکتی ہو کہ ایسا کیوں تھا؟"

"چونکہ ان کی رنگت درختوں کی رنگت جیسی تھی ، اس لیے وہ بھوکے پرندوں کو آسانی سے نظر نہیں آسکتے تھے ۔"

" لیکن وقتاً فوقتاً اتفاق سے تقلب (mutation) رونما ہوجاتا اور نسبتاً زیادہ سانولے پتنگے وجود میں آجاتے ۔ تمہارے خیال میں ان زیادہ سانولے پتنگوں کا کیا حشر ہوتا؟"

"چونکہ ان کا دیکھنا آسان تھا ، بھوکے پرندوں کو ان کا شکار کرنے میں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آتی ہوگی ۔"

" ٹھیک ۔ کیونکہ اس ماحول میں ـــــ جہاں برچ روپہلی تھے ـــــ زیادہ سانولی رنگت غیرموافق خصوصیت ثابت ہوتی تھی ۔ چنانچہ ہمیشہ صرف ان پتنگوں کی تعداد میں ، جن کی رنگت نسبتاً صاف ہوتی ، اضافہ ہوتا ۔ لیکن پھر اس ماحول میں زلزلہ آگیا ۔ جگہ جگہ کارخانوں کی تنصیب شروع ہوگئی اور ان کی چمنیاں سیاہ دھوئیں کے بادل اگلنے لگیں ۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان روپہلی برچوں کی رنگت بھی سیاہ ہونے لگی ۔ پھر تمہارے خیال میں ان چتی دار پتنگوں پر کیا گزری؟"

"صرف وہ جن کی رنگت سانولی تھی ، اپنی جانیں بچانے میں کامیاب رہے ہوں گے ۔"

"ہاں ۔ قلیل مدت ہی کے دوران میں ان کی تعداد روزبروز بڑھنے لگی ۔ 1848 اور 1948 کے درمیانی عرصے میں بعض علاقوں میں سانولے پتنگے ایک فیصد سے ننانوے فیصد تک پہنچ گئے ۔ چونکہ ماحول تبدیل ہوچکا تھا ، صاف رنگت گھاٹے کا سودا بن گئی تھی ۔ جونہی 'ہٹ جانے والے ' سفید فام پتنگے درختوں کے تنوں پر نمودار ہوتے ، شکاری پرندے ان پر جھپٹ پڑتے اور انہیں ہڑپ کرجاتے ۔ یوں وہ ان کی تعداد گھٹانے میں مددگار ثابت ہوتے ۔ لیکن معاملہ یہیں ختم نہیں ہوا ۔ ایک نیا واقعہ یہ پیش آیا ۔ کارخانوں میں کوئلے کا استعمال کم ہوگیا اور دھوئیں کے اثرات زائل کرنے کے لیے بہتر مشینیں نصب ہوگئیں ۔ چنانچہ اب ماحول پہلے کی نسبت زیادہ ستھرا ہوگیا ہے ۔"

"تو کیا برچ پھر روپہلی ہوگئے ہیں؟"

"ہاں ۔ اور اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا ہے کہ چتی دار پتنگے

اپنی روپہلی رنگت کی طرف واپس جانا شروع ہو گئے ہیں ۔ اسے ہم ' تطابقت پذیری ' (adaptation) کہتے ہیں ۔ یہ قانون فطرت ہے ۔"

"جی، میں سمجھ گئی ۔"

"لیکن انسان فطرت میں کس طرح دخیل ہوتا ہے ' اس کی بے شمار مثالیں مل سکتی ہیں ۔"

"کیسی؟"

"مثلاً لوگوں نے کیڑے مار دواؤں (pesticides) سے ضرر رساں حشرات اور سنڈیوں کو تلف کرنے کی کوشش کی ہے ۔ شروع شروع میں تو اس کے نتائج بہت عمدہ ثابت ہوتے ہیں ۔ تاہم جب تم کسی کھیت یا ثمرستان پر کیڑے مار ادویات چھڑکتی ہو ' اور حشرات کو تلف کرنے کی سعی کرتی ہو ' تم درحقیقت ایک ایسا ماحول پیدا کر رہی ہوتی ہو جو ان کے لیے چھوٹے پیمانے پر ہی سہی ' تباہ کن ثابت ہوسکتا ہے ۔ لیکن فطرت بھی خاموش نہیں بیٹھی ہوتی ۔ اس میں تقلب (mutation) کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے ۔ یوں ایک نئی قسم کا حشرہ یا سنڈی وجود میں آجاتی ہے جن پر تمہاری ان کیڑے مار ادویات کا کوئی اثر نہیں ہوتا ۔ چنانچہ اب ان نئے ' فاتحین ' کو کھل کھیلنے کا موقع مل جاتا ہے ۔ چنانچہ بعض اقسام کے حشرات اور سنڈیوں سے پیچھا چھڑانا محض اس لیے مشکل سے مشکل تر ہوجاتا ہے کیونکہ انسان انہیں تلف کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ ان میں سے صرف وہی سنڈیاں سب سے زیادہ مزاحمت کرتی ہیں جو زندہ بچ جاتی ہیں ۔"

"یہ تو بڑا ہیبت ناک خاکہ ہے!"

"ہاں ' یہ مسئلہ غور و فکر کی دعوت دیتا ہے ۔ ہم محض کھیتوں کھلیانوں سے حشرات اور سنڈیاں تلف کرنے کے درپے نہیں رہتے ' ہمارے اپنے اجسام میں جراثیم (bacteria) کی شکل میں جو مفت خور مخلوق (parasites) ہوتی ہے ' ہم ان کے پیچھے بھی ہاتھ دھو کر پڑے رہتے ہیں ۔"

"ہم اس مقصد کے لیے پنسلین یا دوسری ضد نامیات

(antibiotics) استعمال کرتے ہیں۔"

"ہاں ۔ اور پنسلین بھی ان ننھے منے شیطانوں کے لیے تباہ کن ماحول پیدا کردیتی ہے ۔ تاہم اگر ہم پنسلین کا یوں استعمال مسلسل جاری رکھتے ہیں، ہم بعض جراثیم کو اس قابل بنا دیتے ہیں کہ وہ اپنے اندر قوت مزاحمت پیدا کرلیں ۔ یوں جراثیم کا ایک ایسا گروہ میدان میں کود پڑتا ہے جس سے ٹکر لینا پہلے کی نسبت زیادہ مشکل ہوجاتا ہے ۔ اس طرح ہم پر یہ انکشاف ہوتا ہے کہ اصلی اینٹی بائیٹک کارگر ثابت نہیں ہو رہی، ہمیں زیادہ طاقتور دوا کی ضرورت ہے ۔ پھر وہ بھی اپنا اثر کھو بیٹھتی ہے اور ہمیں مزید طاقتور دوا کی حاجت محسوس ہونے لگتی ہے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک کہ..."

"وہ رینگ رینگ کر ہمارے موہنوں سے باہر نکلنے لگتے ہیں۔ شاید ان کا موثر علاج یہی ہے کہ انہیں گولی مار دی جائے؟"

"تم کچھ کچھ مبالغہ آرائی کر رہی ہو ۔ لیکن یہ بات روزروشن کی طرح عیاں ہے کہ جدید ادویات نے انسان کو سنجیدہ اور گھمبیر مخمصے میں پھنسا دیا ہے ۔ مسئلہ محض یہ نہیں کہ کوئی واحد جرثومہ (bacterium) پہلے کی نسبت زیادہ مضرت رساں بن گیا ہے ۔ ماضی میں ایسے لاتعداد بچے ہوتے تھے جو کبھی زندہ نہیں بچتے تھے ـــــ وہ مختلف بیماریوں کا لقمہ بن جاتے تھے ۔ بعض اوقات تو صرف حقیر اقلیت اپنی جان بچا پاتی تھی ۔ مگر ایک مفہوم میں جدید طب نے فطری انتخاب کو میدان عمل سے خارج کردیا ہے ۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک چیز کسی فرد واحد کے لیے کسی خطرناک بیماری پر قابو پانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے لیکن وہی چیز ذرا لمبا عرصہ گزرنے کے بعد پوری انسانی نسل کی قوت مدافعت کمزور کردیتی ہے ۔ اگر ہم اس چیز کی طرف، جسے 'موروثی حفظ صحت' (hereditary hygiene) کہا جاتا ہے، مطلق دھیان نہ دیں، ہم پر یہ انکشاف ہوسکتا ہے کہ نسل انسانی کا انحطاط شروع ہوگیا ہے ۔ خطرناک امراض کے خلاف مزاحمت کے لیے انسان کو ورثے میں جو امکانی صلاحیت ملتی ہے، وہ کمزور پڑنے لگی ہے۔"

"یہ تو بڑی گھمبیر صورت حال ہے!"

"اگر سچے فلسفی کو صورت حال واقعی ' گھمبیر ' نظر آتی ہے ' اسے اس کی طرف توجہ دلانے سے گریز نہیں کرنا چاہیے ۔ خیر ' چھوڑو ۔ ہم ایک بار پھر تلخیص بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔"

"بہت اچھا۔"

" تم کہہ سکتی ہو کہ زندگی بہت بڑی لاٹری ہے جس میں صرف جیتنے والے نمبر نظر آتے ہیں۔"

"ہائے اللہ' آپ کا مطلب کیا ہے؟"

" تمہیں معلوم ہوچکا ہے کہ جو انواع جہدللبقا میں ہار چکی ہیں ' وہ صفحہ ہستی سے ناپید ہوچکی ہیں ۔ روئے زمین پر نباتات اور حیوانات کی ہر نوع کو جیتنے والے نمبروں کا انتخاب کرنے میں شاید کروڑوں سال لگتے ہیں اور جہاں تک ہارنے والے نمبروں کا تعلق ہے ـــــ خیر ' وہ صرف ایک بار اپنی جھلک دکھاتے ہیں ۔ چنانچہ حیوانات اور نباتات کی جن انواع کو زندگی کی عظیم لاٹری میں جیتنے والے نمبر حاصل کرنے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ' آج ان کا کہیں وجود نہیں۔"

" کیونکہ صرف بہترین ہی بچ سکے ہیں۔"

"ہاں ' یہ اس بات کو ادا کرنے کا دوسرا ڈھنگ ہے ۔ اور کیا اب تم مجھے وہ تصویر پکڑا دو گی جو وہ شخص عجیب ـــــ ہاں ' وہی چڑیا گھر والا ـــــ ہمیں دے گیا تھا . . ."

سوفی نے تصویر اسے تھما دی ۔ اس کی ایک جانب نوح کی کشتی نے گھیر رکھی تھی اور دوسری جانب حیوانوں کی تمام مختلف انواع کے شجرہ نسب کا خاکہ تھا ۔ البرٹو یہی خاکہ سوفی کو دکھانے لگا۔

"ہمارا ڈاروی نوح ہمارے لیے یہ خاکہ بھی لایا تھا ۔ اس میں حیوانات اور نباتات کی مختلف انواع کی (مختلف خطوں میں) تقسیم دکھائی گئی ہے ۔ تم خود دیکھ سکتی ہو کہ کس طرح مختلف انواع کا تعلق مختلف گروہوں ' طبقوں اور ضمنی نسلوں سے بنتا ہے۔"

"جی ہاں۔"

"بندروں سمیت انسان کا تعلق حیوانات کے نام نہاد اعلیٰ طبقے سے ہے۔ اعلیٰ حیوانات میمل ہوتے ہیں، اور تمام میمل کا تعلق فقاری حیوانات (vertebrates) سے ہے اور تمام فقاری حیوانات کثیر الخلایا (multicellur) ہوتے ہیں۔"

"یہ تو تقریباً ارسطو کا انداز گفتگو ہے۔"

"ہاں۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ آج مختلف انواع کی جو تقسیم دیکھنے میں آتی ہے، خاکے میں صرف اسے ہی نہیں دکھایا گیا، بلکہ اس میں ارتقا کی تاریخ کا بھی کچھ منظر پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً تم دیکھ سکتی ہو کہ ایک مقام پر پرندوں نے رینگنے والے جانوروں سے، اور رینگنے والے جانوروں نے ایک مقام پر جل تھلیوں (amphilia) سے، اور جل تھلیوں نے مچھلیوں سے علیحدگی اختیار کرلی۔"

"جی ہاں، یہ بالکل واضح ہے۔"

"جب بھی کوئی سلسلہ نسب دو علیحدہ شاخوں میں تقسیم ہوتا ہے، محض اس لیے ہوتا ہے کیونکہ تقلبات (mutations) کا نتیجہ نئی نوع کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ یوں اس عمل کے ذریعے طویل عرصوں کے دوران میں حیوانوں کے مختلف طبقے اور ذیلی نسلیں وجود میں آئیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ آج دنیا میں حیوانی انواع دس لاکھ سے اوپر ہیں، اور یہ دس لاکھ بھی ان انواع کی حقیر تعداد ہے جو مختلف اوقات پر دنیا میں موجود رہی ہیں۔ مثلاً تم دیکھ سکتی ہو کہ حیوانوں کا ایک گروہ، جسے سہ لختہ (9) (trilobita) کہا جاتا ہے، اب صفحہ ہستی سے بالکل ناپید ہوچکا ہے۔"

"اور سب سے نچلے طبقے میں یک خلیے حیوانات آتے ہیں۔"

"ان میں سے بعض تو دو ارب سال میں بھی تبدیل نہیں ہوئے ہوں گے۔ تم یہ بھی دیکھ سکتی ہو کہ ان یک خلیے نامیوں کی ایک شاخ نباتاتی دنیا کی طرف چلی گئی ہے، کیونکہ غالب امکان یہی ہے کہ جس ابتدائی (primal) خلیے سے حیوانات وجود

میں آنے وہی نباتات کا جد اعلیٰ ہے۔"

"جی ہاں۔ مجھے نظر آرہا ہے۔ لیکن ایک بات مجھے اچنبھے میں ڈال رہی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"یہ اولین خلیہ کہاں سے تشریف لایا تھا؟ ڈاروِن کے پاس اس کا کوئی جواب تھا؟"

"میں نے کہا نہیں تھا، یا کہو کہ نہیں کہا تھا کہ ڈاروِن بہت محتاط شخص تھا؛ لیکن جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے، اس نے جو کچھ بادل ناخواستہ کہا تھا اسے صرف مشروط قیاس آرائی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس نے لکھا تھا:

"'اگر (اور اف یہ کتنا بڑا اگر ہے) ہم اپنے ذہن میں کسی ایسے آتشیں حوض کا تصور باندھ سکیں جس میں ایمونیائی اور گندھکی نمک، روشنی، حرارت اور بجلی وغیرہ سب کچھ موجود ہو اور یہ کہ اس میں کیمیائی طور پر کوئی پروٹین کمپاؤنڈ متشکل ہونا ہو، بلکہ یہ اس سے بھی کہیں زیادہ پیچیدہ تبدیلیوں کے عمل میں سے گزرنے کے لیے تیار ہو...'"

"پھر کیا؟"

"یہاں ڈاروِن جس فلسفیانہ استدلال کو بروئے کار لا رہا تھا اس کا مقصد یہ قیاس آرائی کرنا تھا کہ غیرنامیاتی مادے (inorganic matter) سے اولین جاندار خلیہ کیسے وجود میں آیا ہوگا۔ اور ایک بار پھر اس کا تیر عین نشانے پر لگا۔ آج کے سائنس دان سمجھتے ہیں کہ زندگی کی اولین صورت اسی قسم کے (آتشیں حوض) سے وجود میں آئی ہوگی جس کا تصور ڈاروِن نے باندھا تھا۔"

"آگے؟"

"بس اتنا ہی کافی ہے کیونکہ اب ہم ڈاروِن سے رخصت ہو رہے ہیں۔ اب ہم خاصی بڑی چھلانگ لگا رہے ہیں اور بہت سی باتیں چھوڑ کر ان تازہ ترین دریافتوں کا ذکر کر رہے ہیں جو

زندگی کی ابتدا کے بارے میں کی گئی ہیں۔"

"مجھے تو خوف محسوس ہو رہا ہے ۔ کیا کسی شخص کو واقعی معلوم ہے کہ زندگی کی ابتدا کیسے ہوئی؟"

"ممکن ہے ایسا کوئی بھی شخص نہ ہو ۔ لیکن جگ ساپزل کے مزید اجزا اپنی اپنی جگہ منطبق ہو گئے ہیں ۔ زندگی کی ابتدا کیسے ہوئی تھی' اس کی کچھ نہ کچھ ذہنی تصویر بنائی جاسکتی ہے۔"

"جی؟"

" آؤ ' پہلے ہم یہ ثابت کرلیں کہ روئے زمین پر ہر نوع کی زندگی نے ـــــ وہ نباتی ہو یا حیوانی ـــــ۔ بالکل یکساں مادوں (substances) سے تشکیل پائی ہے ۔ زندگی کی آسان ترین تعریف (definition) یہ ہے کہ یہ ایک ایسا مادا (substance) ہے جو اگر غذا بخش محلول (nutrient solution) کی حالت میں ہو تو اس میں اپنے آپ کو دو متماثل (identical) اجزا میں تقسیم کرنے کی صلاحیت آجاتی ہے ۔ اس عمل کاری (process) کا انصرام ایک مادا کرتا ہے جسے ہم ڈی این اے (DNA) کہتے ہیں ۔ ڈی این اے سے ہماری مراد وہ لونیے (کروموزوم = -Chromo somes) یا موروثی ساختیں (hereditary structures) ہوتی ہیں جو تمام جاندار خلیوں میں پائی جاتی ہیں ۔ ہم ڈی این اے مالیکیول (DNA molecule) یا ڈی این اے سالمہ) کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں کیونکہ ڈی این اے درحقیقت مرکب سالمہ ـــــ یا سالمہ کلاں (macromolecule) ـــــ ہوتا ہے ۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اولین سالمہ کیسے وجود میں آیا؟"

"جی؟"

"زمین کی تشکیل تب ہوئی جب چار ارب ساٹھ کروڑ سال قبل نظام شمسی وجود میں آیا ۔ اس کی ابتدا ایک دہکتے تودے (mass) کی حیثیت سے ہوئی جو بتدریج ٹھنڈا ہوگیا ۔ جدید سائنس کا خیال ہے کہ یہی وہ مقام ہے جب تین اور چار ارب سال کے بیچ میں زندگی کا آغاز ہوا۔"

"یہ تو بالکل ہی غیر احتمالی بات معلوم ہوتی ہے۔"

"جب تک تم پوری بات نہ سن لو ' تبصروں سے گریز

کرو ۔ آج ہمارا سیارہ جس طرح دکھائی دیتا ہے ' شروع میں یہ اس سے بالکل مختلف تھا ۔ چونکہ اس پر ہر قسم کی زندگی کا فقدان تھا ' فضا میں آکسیجن بھی عنقا تھا ۔ بے قید (free) آکسیجن پہلی مرتبہ پودوں کی ضیائی تالیف (photosynthesis) سے وجود میں آئی ۔ اورر یہ حقیقت کہ آکسیجن مفقود تھی ' بڑی اہم ہے ۔ اور یہ بات قرین قیاس نظر نہیں آتی کہ حیاتی خلیے ـــــ جو اپنی باری پر ڈی این اے بنا سکتے ہیں ـــــ کسی ایسی فضا میں پیدا ہو سکتے تھے جس میں آکسیجن موجود ہوتی ۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ آکسیجن اپنے کیمیائی ردعمل کا بڑی تیزی اور تندی سے مظاہرہ کرتی ہے ۔ ڈی این اے جیسے مرکب سالموں کے بننے سے کہیں پہلے ڈی این اے سالموں پر مشتمل خلیوں (DNA molecular cells) کی تکسید (oxydization) ہو جائے گی ۔"

"واقعی؟"

"یہی وجہ ہے کہ ہمیں یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ آج کسی قسم کی کوئی نئی زندگی ـــــ یہاں تک کہ کوئی جرثومہ یا وائرس بھی نہیں ـــــ وجود میں نہیں آتی ۔ روئے زمین پر ہر قسم کی زندگی لازماً ہم عمر ہوگی ۔ ہاتھی کا شجرہ نسب اتنا ہی طویل ہوگا جتنا کہ یہ کسی خوردترین جرثومے کا ہوگا ۔ تم تقریباً کہہ سکتی ہو کہ ہاتھی ـــــ یا انسان ـــــ درحقیقت یک خلوی مخلوق کی ایک ہی مربوط آبادی ہوتے ہیں کیونکہ ہمارے جسم کے ہر خلیے میں یکساں موروثی مواد ہوتا ہے ۔ ہم کیا ہیں ' اس کی ساری ترکیب ہر مہین ترین خلیے میں پوشیدہ ہوتی ہے ۔"

"یہ تو بڑا عجیب و غریب تصور ہے ۔"

"زندگی کا ایک عظیم راز یہ ہے کہ اس حقیقت کے باوجود کہ کثیرالخلوی حیوانوں کے تمام خلیوں میں سارے کے سارے مختلف موروثی خصائص فعال نہیں ہوتے ' ان خلیوں میں اپنے فرائض میں تخصص (specialization) حاصل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے ۔ ان میں سے بعض خصائص ـــــ یا جینز (genes)

—— 'فعال' اور بعض 'غیر فعال' ہوجاتے ہیں - اصابی خلیہ یا جلدی خلیہ جتنی پروٹین بناتا ہے ، جگر کا خلیہ اتنی نہیں بناتا - لیکن خلیے کی تینوں اقسام میں یکساں ڈی این اے سالمہ ہوتا ہے جس میں زیر بحث نامیاتی جسم کی پوری ترکیب (recipe) ہوتی ہے -

"چونکہ فضا میں آکسیجن عنقا تھی ، زمین کے اردگرد اوزون (ozone) کی حفاظتی تہہ بھی عدم موجود تھی - اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات (cosmos) کی تاب کاری (radiation) بلاروک ٹوک زمین کی طرف آسکتی تھی - یہ بات بھی بڑی معنی خیز ہے کیونکہ غالباً یہ تاب کاری اولین مرکب سالمے بنانے کی ذمے دار تھی - اس نوعیت کی کائناتی تاب کاری وہ اصل توانائی (energy) تھی جو زمین پر موجود مختلف کیمیاوی مادوں (-subs tances) کو آپس میں ملا کر پیچیدہ کلاں سالمہ (10) (-macromo lecules) بنانے کا موجب بنی تھی -"

"ٹھیک ہے -"

"میں نے جو کچھ کہا ہے ، ان میں سے اہم باتوں کا ایک بار پھر اعادہ کردیتا ہوں - اس قسم کے مرکب سالموں کے ، جن پر ہر قسم کی زندگی مشتمل ہوتی ہے ، بننے سے پہلے کم ازکم دو شرائط کا موجود ہونا لازمی ہے : فضا میں آکسیجن عدم موجود ہونا چاہیے - تاب کاری کے آگے کوئی رکاوٹ نہیں ہونا چاہیے -"

"میں سمجھ گئی ہوں -"

"اس 'آتشیں حوض' میں —— یا ابتدائی سوپ (primal soup) میں ، جیسا کہ جدید سائنس دان اسے عام طور پر کہتے رہتے ہیں —— کسی زمانے میں انتہائی پیچیدہ کلاں سالمے کی تشکیل ہوئی جس میں اپنے آپ کو دو بالکل ایک جیسے حصوں میں تقسیم کرنے کی زبردست اور حیرت انگیز صلاحیت تھی اور یوں ، سوفی ، ارتقا کا طویل عمل شروع ہوگیا - اگر ہم اسے قدرے آسان لفظوں میں بیان کریں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم اب اولین موروثی مواد ، اولین ڈی این اے اور اولین جان دار خلیے کی بات کر رہے ہیں - یہ اپنی تقسیم در تقسیم کرتا رہا —— لیکن بالکل پہلے

ہی مرحلے سے تغیرنوع (trasmutation) کا عمل شروع ہوگیا ۔ بے شمار طویل زمانوں کے بعد ان میں سے کسی ایک یک خلوی نامیے کا کسی پیچیدہ تر کثیرالخلوی نامیے کے ساتھ انسلاک ہوگیا ۔ یوں نباتات کی ضیائی تالیف (photosynthesis) بھی شروع ہوگئی ، اور اس طریقے سے فضا میں آکسیجن شامل ہونے لگی ۔ اس کے دو نتائج برآمد ہوئے : اول : فضا نے ایسے حیوانوں کے ارتقا کا موقعہ فراہم کردیا جو پھیپھڑوں کے ذریعے سانس لے سکتے تھے ۔ دوم : فضا نے ضرررساں کائناتی تاب کاری کے خلاف حفاظتی چھت مہیا کردی ۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہی تاب کاری جس نے غالباً اولین خلیے کی تشکیل میں حیات بخش ' چنگاری ' (vital spark) کا فریضہ سرانجام دیا تھا ، زندگی کی تمام صورتوں کے لیے ضرر رساں بھی ہے ۔"

"لیکن فضا راتوں رات تو وجود میں نہیں آئی ہوگی ؛ پھر زندگی کی ابتدائی صورتوں نے اپنی بقا کا کیسے اہتمام کیا؟"

"زندگی کی ابتدا قدیم (primal) ' سمندروں ' میں ہوئی تھی ــــــ جب ہم ابتدائی سوپ کا نام لیتے ہیں تو ہماری مراد یہی ' سمندر ' ہوتے ہیں ۔ ان سمندروں میں یہ جاندار اشیا محفوظ رہ سکتی تھیں ۔ کہیں بہت عرصے کے بعد یہ آبی نباتات فضا کی تشکیل کرنے میں کامیاب ہوئیں ، تب کہیں آبی مخلوق رینگتی رینگتی خشکی پر پہنچی ۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا ، اس کے متعلق ہم پہلے ہی گفتگو کرچکے ہیں ۔ اور ہم ہیں کہ یہاں جنگل کی کٹیا میں بڑے آرام سے بیٹھے ہیں اور اس پورے عمل پر ، جس کے مکمل ہونے میں تین یا چار ارب سال کا عرصہ لگا ہوگا ، نگاہ بازگشت ڈال رہے ہیں ۔ اور اس طویل عمل کو اپنی آگہی ہم انسانوں میں ملی ہے ۔"

"اس کے باوجود آپ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ سب کچھ اتفاق سے ہوگیا؟"

"میں نے اس قسم کی بات کبھی نہیں کہی ۔ اس تختی کی تصویر سے یہ صاف عیاں ہو رہا ہے کہ ارتقا واضح سمت کی طرف رواں دواں تھا ۔ لاتعداد طویل زمانوں میں سے گزرنے کے بعد حیوانوں نے بتدریج ایسے اعصابی نظام تشکیل کرلیے ہیں جو روز

بروز پیچیدہ سے پیچیدہ تر صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں ـــــ اور ان کے دماغ بھی پہلے کی نسبت بہت بڑے ہوگئے ہیں ۔ ذاتی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ محض اتفاق نہیں ہوسکتا ۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"انسانی آنکھ ہی کو لیں ۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس کی تخلیق میں خالص اتفاق کا دخل نہیں ہوسکتا ۔ ہم میں اپنے گردوپیش کی دنیا دیکھنے کی جو صلاحیت ہے ، آپ کے خیال میں وہ معنی خیز نہیں؟"

"مزے کی بات یہ ہے کہ آنکھ نے جس طرح نمو پائی ہے ، اس پر ڈاروِن بھی اچنبھے میں پڑ گیا تھا ۔ اس کے لیے دراصل یہ حقیقت ہضم کرنا مشکل تھا کہ آنکھ جیسی نازک اور حساس چیز محض فطری انتخاب کے سبب وجود میں آسکتی ہے ۔"

سوفی اپنی نشست پر بیٹھی البرٹو کو تکتی رہی ۔ وہ سوچ رہی تھی یہ کتنی عجیب بات ہے کہ وہ اب زندہ ہے ، اسے یہ زندگی صرف ایک بار مل سکے گی اور وہ دوبارہ کبھی زندگی کی طرف لوٹ کر نہیں آسکے گی ۔ اچانک اس کے منہ سے نکلا:

What matters our creative endless toil,

When, at a snatch, oblivion ends the coil? (11)

البرٹو نے اسے گھور کر دیکھا ۔

"بیٹی ، تمہیں اس قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہیے ۔ یہ شیطان (Devil) کے الفاظ ہیں ۔"

"شیطان؟"

"ہاں ، شیطان ـــــ یا گوئٹے کے ڈرامے فاؤسٹ کا میفسٹوفلیز (12) ہے ۔ وہ کہتا ہے:

'Was soll uns denn das ew'ge Shaffen !

Geschaffenes zu nichts hinwegzuraffen !'"

"لیکن ان الفاظ کا صحیح صحیح مطلب کیا ہے؟"

"جب فاؤسٹ پر نزع کا عالم طاری ہوتا ہے جو کچھ اس

نے زندگی میں کیا تھا، وہ اس پر نگاہ بازگشت ڈالتا ہے، اور فتح مندانہ انداز سے کہتا ہے:

Then to the moment could I say :
Linger you now, you are so fair !
Now records of my earthly day
No flights of aeons can impair ____
Foreknowledge comes, and fills me with such bliss,
I take my joy, my highest moment this. (13)"

"بڑی شاعرانہ باتیں ہیں۔"

"لیکن اب شیطان کی باری آجاتی ہے۔ جونہی فاؤسٹ کا انتقال ہوتا ہے، وہ پکار اٹھتا ہے:

"A foolish word, bygone.
How so then , gone?
Gone , to sheer Nothing, past with null made me !
What matters creative endless toil,
When at a snatch,oblivion ends the coil?
'It is bygone'____How shall this riddle run?
As good as if things never had begun,
Yet circle back, existence to posess :
I'd rather have Eternal Emptiness."

"کتنا یاس انگیز! مجھے پہلا بند بہت پسند آیا تھا۔ اگرچہ فاؤسٹ کی اپنی زندگی ختم ہو چکی تھی، وہ اپنے پیچھے جو نشانات چھوڑے جا رہا تھا، ان میں اسے کچھ معنی نظر آ رہے تھے۔"

"اور کیا یہ ڈارون ہی کے نظریے کا نتیجہ نہیں کہ ہم کسی ایسی چیز کا جزو ہیں جو محیطِ کُل ہے، جس کے اندر زندگی کی مہین ترین حمل کو بڑی تصویر میں اہم مقام حاصل ہے؛ سوفی، ہم

ہی ذی حیات سیارہ ہیں ، ہم ہی وہ عظیم جہاز ہیں جو کائنات میں کسی دہکتے سورج کے گرد چکر لگا رہا ہے ۔ لیکن ہم میں سے ہر کوئی ایک ایسا جہاز بھی ہے جو جینز (genes) سے لدا پھندا زندگی کے سفر پر رواں دواں ہے ۔ جب ہم یہ سامان (جینز) بحفاظت اگلی بندرگاہ تک پہنچا دیتے ہیں ـــ ـــ ہماری زندگی رائیگاں نہیں جاتی ۔ انگریز ناول نگار اور شاعر تامس ہارڈی نے اسی خیال کو اپنی نظم 'Tranformations' میں پیش کیا ہے:

"Portion of this yew
Is a man my grandsire knew,
Bosomed here at its foot :
This branch may be his wife,
A ruddy human life
Now turned to a green shoot.

These grasses must be made
Of her who often prayed,
Last centuryy , for repose ;
And the fair girl long ago
Whom I often tried to know
May be entering this rose.

So, they are not underground,
But as nerves and veins abound
In the growths of upper air,
And they feel the sun and rain,
And the energy again
That made them what they were ! (15)"

"بڑی خوبصورت نظم ہے ۔"

"لیکن اب ہم مزید بات نہیں کریں گے ۔ میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ اگلا باب!"

"اف ۔ آپ اس خنظتر کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے؟"

"اگلا باب! میں نے کہا تھا میرے حکم کی تعمیل کی جائے گی!"

31۔ فرائیڈ

* * *

... گھناؤنی انانیتی جبلت ...

ہلڈے مولر کننگ نے جسیم باکس فائل اپنے بازوؤں میں سمیٹی اور بستر سے نیچے چھلانگ لگا دی ۔ اس نے فائل تو لاپروائی سے اپنی ڈیسک پر پھینک دی ' خود جھپٹ کر کپڑے اٹھائے اورغسل خانے میں گھس گئی ۔ وہاں وہ دو منٹ شاور (shower) کے نیچے کھڑی رہی ۔ پھر اس نے کپڑے پہنے اور سیڑھیاں پھلانگتی نیچے چلی گئی ۔

"ہلڈے ' ناشتہ تیار ہے !"

"لیکن مجھے پہلے ضروری کام نپٹانا ہے ۔ مجھے کشتی پر جانا ہے ۔"

" مگر ہلڈے . . . !"

ہلڈے نے سنی ان سنی کر دی ۔ وہ بھاگتی دوڑتی مکان سے باہر نکلی ' باغ میں سے گزری اور ننھے گھاٹ پر پہنچ گئی ۔ اس نے کشتی کھولی اور اس میں کود گئی ۔ وہ غصیلے انداز سے چپو چلاتی کشتی کھاڑی میں ادھرادھر بھگاتی پھری تاآنکہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اس کا سکون لوٹ آیا۔

"سوفی ' ہم ہی ذی حیات سیارہ ہیں ۔ہم ہی وہ عظیم جہاز ہیں جو کائنات میں کسی دہکتے سورج کے گرد چکر لگا رہا ہے ۔لیکن ہم میں سے ہر کوئی ایک ایسا جہاز ہے جو جینز (genes) سے لدا پھندا زندگی کے سفر پر رواں دواں ہے ۔جب ہم یہ سامان (جینز) بحفاظت اگلی بندرگاہ تک پہنچا دیتے ہیں ـــــ ہماری زندگی رائیگاں نہیں جاتی . . ."

اسے یہ عبارت زبانی یاد ہوگئی تھی - یہ لکھی ہی اس کے لیے گئی تھی - سوفی کے لیے نہیں، بلکہ اس کے لیے، پاپا نے باکس فائل کا ایک ایک لفظ ہلڈے کے لیے تحریر کیا تھا -

اس نے چپو کشتی میں چپوؤں کے خانوں میں پھنسا دئے اور پھر انہیں اندر گھسیٹ لیا - کشتی ہچکولے کھاتی آہستہ آہستہ پانی پر تیر رہی تھی - کھاڑی میں ہلکی پھلکی لہریں اٹھ رہی اور کشتی کے اگواڑے سے ٹکرا رہی تھیں -

جس طرح یہ چھوٹی سی ناؤ للے سینڈ کھاڑی کی سطح پر ڈولتی پھر رہی ہے، اسی طرح وہ خود بھی زندگی کی سطح پر اخروٹ کا چھلکا ہی تو ہے -

اس کے ذہن میں یہ جو تصویر بن رہی ہے، اس میں البرٹو اور سوفی کہاں ہیں؟ ہاں، البرٹو اور سوفی کہاں ہیں؟

یہ بات اس کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہی تھی کہ ان کی حیثیت اس کے پاپا کے دماغ کی "برقاطیسی انگیختوں" ("electromagnetic impulses") سے زیادہ کچھ نہیں - وہ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی اور یقیناً مان نہیں رہی تھی کہ وہ اس کے پاپا کے پورٹیبل (portable) ٹائپ رائٹر کے محض کاغذ اور ربن کی سیاہی ہیں - اسی طرح تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس کی اپنی حیثیت بھی کچھ نہیں سوائے اس کے کہ وہ محض پروٹین مرکبات (protein compounds) کا تراکم (conglomeration) ہے جو کسی روز اچانک "آتشیں حوض" میں زندگی سے بہرہ ور ہوگیا تھا - مگر وہ جانتی ہے کہ وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے - وہ ہلڈے مولر کنیگ ہے -

اسے ماننا پڑ رہا تھا کہ باکس فائل لاجواب تحفہ ہے اور اس کے پاپا نے اس میں جو کچھ لکھا تھا، اس میں انہوں نے اس کے اپنے اندر کی کسی "ابدی" چیز کے قلب پر ہاتھ رکھ دیا ہے - لیکن وہ البرٹو اور سوفی کے ساتھ جو سلوک کر رہے تھے وہ اسے پسند نہیں آ رہا تھا -

وہ یقیناً ان کے گھر پہنچنے سے پہلے ہی انہیں سبق سکھا کر دم لے گی - اسے محسوس ہو رہا تھا کہ ان دونوں کی طرف سے یہ اس کا فرض بنتا ہے - ہلڈے کو پہلے ہی اپنے تصور میں اپنے پاپا کوپن ہیگن کے کاسٹرروپ ایرپورٹ پر نظر آنے لگے تھے - معلوم ہوتا تھا کہ وہ پاگلوں کی طرح ادھر ادھر بھاگے پھر رہے ہیں -

ہلڈے ایک بار پھر اپنے آپ میں آچکی تھی - وہ ناؤ کھیتے کھیتے اسے واپس گھاٹ

پر ے آئی اور اس نے بڑے حزم و احتیاط سے اسے کس کر باندھ دیا۔ ناشتے کے بعد وہ کافی دیر تک اپنی ماں کے ساتھ میز پر بیٹھی رہی۔ ان کی باتوں کے موضوعات بالکل معمولی اور عام قسم کے تھے جیسے انڈا کہیں زیادہ نرم تو نہیں رہ گیا۔ لیکن ایسی باتوں میں بھی تو بڑا مزہ آتا ہے اور اسے واقعی مزہ آرہا تھا۔

جب تک شام نہ ہوئی، اس نے فائل کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ پر اب صفحات بھی تو کوئی زیادہ نہیں رہ گئے تھے۔

ایک بار پھر دروازے پر دستک ہونے لگی۔

"چھوڑو ہم اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں۔" البرنو نے کہا۔ "یہ جو بھی ہے، شاید یوں واپس چلا جائے گا۔"

"نہیں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ یہ کون ہے۔"

البرنو اس کے پیچھے پیچھے دروازے کی طرف چل پڑا۔

چوکھٹ پر کوئی ننگ دھڑنگ شخص کھڑا تھا۔ اس کے انداز سے تو بڑا شاہانہ وقار ٹپک رہا تھا لیکن اس کے پاس صرف ایک ہی چیز تھی اور وہ اس کے سر کا تاج تھا۔

"اونہہ ہوں!" اس کے منہ سے نکلا۔ "تم اچھے لوگ معلوم ہوتے ہو۔ شہنشاہ کے نئے کپڑوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

البرنو اور سوفی دونوں کی زبانیں بالکل گنگ ہوگئیں۔ اس پر برہنہ شخص کو قدرے تشویش ہوئی۔

"کیا؛ تم لوگ کورنش نہیں بجا لا رہے!" اس نے دہاڑتے ہوئے کہا۔

"جی، آپ نے صحیح فرمایا۔" البرنو نے کہا۔ "لیکن شہنشاہ حضور الف ننگے ہیں۔"

برہنہ شخص نے اپنا شاہانہ انداز برقرار رکھا۔ البرنو ذرا نیچے جھکا اور سوفی کے کان میں کہنے لگا:

"حضور سمجھتے ہیں کہ وہ بڑی معزز ہستی ہیں!"

اس پر برہنہ شخص کے چہرے پر تکدر کے آثار نمودار ہوگئے۔

"یہاں کسی قسم کا سنسرشپ نافذ کیا جارہا ہے ؟" اس نے ناک بھوں چڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ اس کا جواب ہاں میں ہے ۔" البرٹو نے کہا ۔ "ہم دونوں یہاں چوکس بھی ہیں اور ہمارے دماغ بھی ہر لحاظ سے صحیح ہیں ۔ چنانچہ شہنشاہ حضور اپنی بےحیائی کی حالت میں اس مکان کی دہلیز پار نہیں کر سکتے ۔"

سوفی کو برہنہ شخص کا دکھاوے کا جاہ و جلال اتنا احمقانہ نظر آیا کہ وہ یوں کھلکھلا کر ہنس پڑی جیسے اس کا قہقہہ کوئی پہلے سے طے شدہ سگنل ہو ۔ ایکاایکی وہ شخص ، جس نے سر پر تاج رکھا ہوا تھا ، اپنی برہنگی سے آگاہ ہوگیا ۔ اس نے اپنے اعضائے رئیسہ کو دونوں ہاتھوں میں چھپایا اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر درختوں کے قریب ترین جھنڈ کی طرف بھاگنے لگا ۔ وہ پلک جھپکنے میں نگاہوں سے اوجھل ہوچکا تھا ۔ شاید وہ وہاں آدم اور حوا ؛ نوح ، لٹل ریڈ رائیڈنگ ہڈ اور ونی دی پوہ کی محفل میں شامل ہونے گیا تھا۔

البرٹو اور سوفی چوکھٹ پر کھڑے ہنستے رہے ۔

آخر کار البرٹو نے کہا : "میرے خیال میں مناسب یہی ہے کہ ہم اندر چلے چلیں ۔ میں تمہیں فرائیڈ اور اس کے لاشعور کے نظریے کے متعلق کچھ بتانا چاہتا ہوں ۔"

وہ ایک بار پھر کھڑکی کے قریب بیٹھ گئے ۔ سوفی نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی اور کہا : "پہلے ہی اڑھائی بج چکے ہیں اور مجھے اپنی گارڈن پارٹی کے انتظامات کے سلسلے میں ابھی بہت کچھ کرنا ہے ۔"

"اور مجھے بھی بہت سے کام ہیں ۔ ہم سگمنڈ فرائیڈ کے بارے میں صرف مختصر گفتگو کریں گے ۔"

"وہ فلسفی تھا؟"

"ہم اسے اور کچھ نہیں تو کم از کم کلچرل فلسفی ضرور کہہ سکتے ہیں ۔ فرائیڈ 1856ء میں پیدا ہوا تھا اور اس نے یونیورسٹی آف ویانا میں طب کی تعلیم حاصل کی تھی ۔ ایک ایسے دور میں جب ویانا کی ثقافتی زندگی اپنے عروج پر تھی ، اس نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ وہاں گزارا ۔ اس نے شروع میں علم الاعصاب

(Neurology) میں تخصص حاصل کیا ۔ گزشتہ صدی کے آخری اور اس صدی کے ابتدائی سالوں کے دوران میں اس نے ' نفسیات عمیق ' ('depth psychology') یا ' تحلیل نفسی ' (-psych oanalysis) کو پروان چڑھایا۔"

"آپ اس کی تشریح فرمائیں گے؟"

" تحلیل نفسی عمومی معنوں میں انسانی ذہن کا تفصیل سے بیان بھی کرتی ہے اور اعصابی اور ذہنی عوارض کا علاج بھی۔ میرا فرائیڈ یا اس کے کارناموں کا مکمل جائزہ پیش کرنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں لیکن یہ سمجھنے کے لیے کہ انسان کیا ہے ' اس کے نظریہ لاشعور کی تفہیم از حد ضروری ہے۔"

"آپ میرا تجس ابھار رہے ہیں۔فرمائیں۔"

" فرائیڈ کا دعویٰ تھا کہ انسان اور اس کے ماحول کے مابین مستقل کھنچاؤ (tension) کی کیفیت رہتی ہے ۔ یہ کھنچاؤ ـــــ یا کشمکش ـــــ اس کی ضرورتوں اور انگیختوں (drives) (2) اور معاشرے کے مطالبات کے مابین خاص طور پر موجود ہوتی ہے ۔ اس امر میں کوئی مبالغہ نہیں کہ انسانی انگیختوں کی دریافت کا سہرا فرائیڈ کے سر بندھتا ہے ۔ انیسویں صدی کے اواخر میں فطرت پسندی کی جو زبردست لہریں چل رہی تھیں ' فرائیڈ کی دریافت نے اسے ان لہروں کا اہم مفسر اور ترجمان بنا دیا۔"

"انسانی انگیختوں سے آپ کا مفہوم کیا ہے؟"

" ہمارے اکثر افعال کی رہنمائی ہمیشہ عقل نہیں کرتی ۔ انسان درحقیقت اتنی تعقل پسند مخلوق نہیں جتنا اسے اٹھارھویں صدی کے عقلیت پسند بنا کر پیش کرتے تھے ۔ جو کچھ ہم سوچتے ہیں ' جو کچھ ہم خواب میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ ہم کرتے ہیں ' ان کا تعین اکثر اوقات ہماری غیرعقلی جبلتیں (impulses) (2) ' جنہیں ترنگ یا من کی موج بھی کہا جاسکتا ہے ' کرتی ہیں ۔ اس قسم کی غیرعقلی جبلتیں بنیادی انگیختوں (drives) یا ضروریات کا اظہار بھی ہوسکتی ہیں ۔ مثلاً شیرخوار بچے میں ماں کا دودھ چوسنے کی جبلت بنیادی ہوتی ہے ۔ اسی طرح انسان کی جنسی انگیخت بھی بنیادی ہوسکتی ہے۔"

"جی؟"

"یہ فی نفسہ کوئی نئی دریافت نہیں تھی۔ تاہم نے فرائیڈ نے یہ ثابت کیا کہ یہ بنیادی ضرورتیں چھپائی جاسکتی یا 'مرفع' ('sublimated') کی جاسکتی ہیں اور یوں وہ ہمارے افعال کی کچھ اس طور رہنمائی کرتی رہتی ہیں کہ ہم خود بھی ان سے آگاہ نہیں ہو پاتے۔ اس نے یہ بھی ثابت کر دکھایا کہ بچوں میں بھی کسی نہ کسی قسم کی جنسیت (sexuality) موجود ہوتی ہے۔ ویانا کے درمیانی طبقے کے معززین 'بچے کی جنسیت' کے تصور پر بہت جھنجھلائے اور وہ فرائیڈ سے خار کھانے لگے۔ ان کے اس ردعمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرائیڈ بے حد غیر مقبول ہو گیا۔"

"مجھے کوئی حیرت نہیں ہوئی۔"

"جب جنسیت سے متعلق ہر چیز شجر ممنوعہ قرار دی جانے لگے، تو اس سے جو رویہ پیدا ہوتا ہے اسے ہم 'وکٹوریت' (1) کہتے ہیں۔ فرائیڈ کو پہلی مرتبہ بچے کی جنسیت سے آگہی اس زمانے میں ہوئی جب وہ نفسیاتی معالج (psychotherapist) کے طور پر کام کر رہا تھا۔ چنانچہ اپنے دعووں کے حق میں اس کے پاس تجربی (empirical) بنیاد تھی۔ اس کے مشاہدے میں یہ چیز بھی آئی تھی کہ اعصابی (neurotic) یا نفسیاتی (psychological) عوارض (disorders) کے نشانات بچپن کی کشمکشوں میں تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ اس نے بتدریج علاج کا ایک ایسا طریقہ دریافت کرلیا اور اسے فروغ دیا جسے ہم روح کی آثاریات (archeology of the soul) کہتے ہیں۔"

"اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"ماہر آثار قدیمہ ثقافتی تاریخ کی باقیات کی کھدائی کرکے ماضی قدیم کے نشانات تک پہنچتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اسے اٹھارویں صدی کا کوئی چاقو مل جائے۔ جب وہ مزید گہرائی میں کھدائی کرتا ہے، ممکن ہے کہ چودھویں صدی کی کوئی کنگھی اس کے ہاتھ آجائے ـــــ اور اس سے بھی مزید گہرائی میں پانچویں صدی قبل از مسیح کے کسی گل دان کے ملنے کا احتمال ہوسکتا ہے۔"

"جی؟"

"اسی طریقے سے تحلیل نفسی کا ماہر مریض کی مدد سے مریض کے ذہن میں گہرائی تک رسائی حاصل کرسکتا ہے اور ان تجربات (experiences) کو عیاں کرسکتا ہے جو مریض کے ذہنی عارضے کا سبب بنے تھے، کیونکہ فرائیڈ کے مطابق آدمی بظاہر اپنے تجربوں کو بے شک بھول جائے لیکن وہ جاتے کہیں نہیں، اس کے ذہن کے اندر کہیں گہرائی میں جمع ہوجاتے ہیں۔"

"جی، میں سمجھ گئی۔"

"مریض کو کسی ناخوشگوار چیز کا تجربہ ہوتا ہے۔ وہ سالوں اسے دبانے کی کوشش کرتا رہتا ہے، لیکن وہ جاتا کہیں نہیں، بس اس کے ذہن میں کہیں مدفون پڑا رہتا ہے لیکن وہ مریض کی جان نہیں چھوڑتا، بس اندر ہی اندر اسے گھلاتا رہتا ہے۔ نفسی تحلیل کار شاید اس تجربے کو دریافت کرسکتا ہے۔ کسی 'جراحتی تجربے' (traumatic experience) کو مریض کے شعوری دماغ میں لا کر ـــــ یا یوں کہنا چاہیے اس سے اس کا سامنا کراکر ـــــ وہ اس سے مریض کا 'پیچھا چھڑا' سکتا ہے اور اس طرح اس کے صحت یاب ہونے میں اس کی مدد کرسکتا ہے۔ اگر معالج عورت ہو، پھر کہنا چاہیے کہ وہ مریض کی مدد کرسکتی ہے۔"

"خاصی منطقی بات معلوم ہوتی ہے۔"

"میں کچھ زیادہ ہی آگے چلا گیا ہوں۔ آؤ، پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فرائیڈ نے انسانی ذہن کا نقشہ کس طرح کھینچا ہے۔ کیا تم نے کبھی کوئی نومولود بچہ دیکھا ہے۔"

"میرا ایک چار سالہ کزن ہے۔"

"جب ہم دنیا میں آتے ہیں ہم اپنی جسمانی اور ذہنی ضروریات کھلے بندوں اور بلاحجاب پوری کرتے ہیں۔ اگر ہمیں دودھ نہیں ملتا، ہم چیختے ہیں، چلاتے ہیں اور اگر ہمارا پوتڑا (nappy) گیلا ہوجائے، شاید پھر بھی ہم چلانے پر اتر آئیں۔ ہم جسمانی لمس اور جسمانی حرارت کی خواہش کا بھی بلاجھجک اور کھلے

عام اظہار کرتے ہیں ۔ فرائیڈ ہمارے اس اندر کے ' اصول لذت '
('pleasure principle') کو اڈ (Id) کہتا ہے ۔ نومولود بچے اڈ کے
ماسوا شاید ہی کچھ اور ہوں ۔"

"جاری رکھیں۔"

"ہم اس اڈ یا اصول لذت کو اپنی بلوغت کے زمانے میں
اپنے ساتھ لے جاتے ہیں بلکہ یوں کہنا زیادہ بہتر ہے کہ ہم ساری
عمر اسے اٹھائے اٹھائے پھرتے ہیں ۔ ہم بتدریج اپنی خواہشات
کو لگام دینا ، انہیں منضبط کرنا اور انہیں اپنے ماحول کے مطابق
بنانا سیکھ جاتے ہیں ۔ ہم اصول لذت میں ' اصول حقیقت ' ('reality
principle') کے حوالے سے انضباط پیدا کرنا سیکھ جاتے ہیں ۔
فرائیڈ کی اصطلاح میں ہم اپنے ایغو (انا) کی نمو کر لیتے ہیں جس کا
کام ہی انضباطی نوعیت کا ہوتا ہے ۔ بے شک ہمیں کسی چیز کی
خواہش ستائے یا ضرورت محسوس ہو ، ہم یہ نہیں کر سکتے کہ بس
(بچوں کی طرح) لیٹ جائیں اور چیخنا چلانا شروع کر دیں اور جب
تک ہماری ضرورت یا خواہش پوری نہ ہو ، چیخنے چلانے سے باز نہ
آئیں ۔"

"جی ہاں ۔ بالکل سیدھی سی بات ہے ۔"

" ہمیں کسی ایسی شے کی شدید خواہش ہو سکتی ہے جو
خارجی دنیا دینے پر آمادہ نہ ہو ۔ ہم ان خواہشات کا ابطان کر سکتے ہیں
بلکہ یوں کہو کہ ان کا گلا گھونٹ سکتے ہیں ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ
ہم انہیں بھگانے یا فراموش کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔"

"سمجھی ۔"

"تاہم فرائیڈ نے انسانی ذہن کے تیسرے عنصر کا تصور
پیش کیا اور اس پر کام کیا ۔ صغر سنی سے ہی ہمارا سامنا مسلسل
اپنے والدین اور معاشرے کے اخلاقی مطالبات سے ہونے لگتا
ہے ۔ جب ہم کوئی غلط کام کرتے ہیں ، ہمارے والدین کہتے ہیں :
' یہ مت کرو ! ' یا ' شرارتی بچہ ' شرارتی بچہ ' بری بات ہے ! ' جب ہم
سن شعور کو پہنچ جاتے ہیں ' تب بھی اس قسم کے اخلاقی مطالبوں
اور محاکموں کی گونج ہمارے کانوں میں پڑتی رہتی ہے ۔ کچھ یوں
محسوس ہونے لگتا ہے جیسے دنیا کی اخلاقی توقعات ہماری ذات کا

جزو بن گئی ہوں ۔ فرائیڈ اسے سپر ایغو (فوق الانا) کہتا تھا ۔"

"کیا یہ ضمیر کے لیے کوئی دوسرے لفظ ہے؟"

"ضمیر سپرایغو کا جزو ہوتا ہے ۔ لیکن فرائیڈ کا دعویٰ تھا کہ سپرایغو ہمیں یہ بتاتا ہے کہ کب ہماری خواہشات فی نفسہ 'بد' یا 'نامناسب' ہوتی ہیں اور ان میں شہوانی یا جنسی خواہشات بھی شامل ہوتی ہیں ۔ اور جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں فرائیڈ کا دعویٰ تھا کہ یہ 'نامناسب' خواہشات اپنا اظہار پہلے ہی بچپن کے بالکل ابتدائی مرحلے میں کر چکی ہوتی ہیں ۔"

"کیسے؟"

"آج کل ہم جانتے ہیں کہ شیرخوار بچے اپنے جنسی اعضا کو چھونا پسند کرتے ہیں ۔ کسی بھی تفریحی ساحل پر چلی جاؤ، تمہیں اس قسم کے مناظر دیکھنے کو مل جائیں گے ۔ فرائیڈ کے زمانے میں اگر دوتین سالہ بچہ یہ حرکت کرتا تو عموماً اس کی انگلیوں پر زور کا طمانچہ پڑتا تھا اور اس کے ساتھ ہی شاید اس کی ماں اسے 'شریر' یا 'نادان' کا لقب بھی عطا کر دیتی تھی یا پھر اسے ڈانٹ پلاتی تھی اور کہتی تھی: 'اپنے ہاتھ اوپر رکھو!'"

"یہ باتیں سن کر مجھے تو ابکائی آنے لگی ہے!"

"یہیں سے جنسی اعضا اور جنس سے متعلق ہر شے کے بارے میں احساس جرم کی ابتدا ہوتی ہے ۔ چونکہ جرم کا احساس سپر ایغو میں موجود رہتا ہے چنانچہ ـــــ فرائیڈ کے مطابق ـــــ اکثر لوگ جنس کے متعلق ساری عمر اپنے آپ کو مجرم تصور کرتے رہتے ہیں ۔ اس کے ساتھ ہی اس نے یہ ثابت کیا کہ جنسی خواہشات اور ضروریات بالکل فطری اشیا ہیں اور انسانوں کے لیے بے حد ضروری ہیں ۔ چنانچہ 'مائی ڈیر سوفی' خواہش اور (احساس) جرم کے مابین تازیست کشمکش کی راہ ہموار ہو جاتی ہے ۔"

"آپ کے خیال میں فرائیڈ کے عہد کے بعد یہ کشمکش کافی حد تک کم نہیں ہو گئی؟"

"بالکل ہو گئی ہے ۔ لیکن فرائیڈ کے متعدد مریضوں کو اس کشمکش کا اتنا شدید احساس ہوتا تھا کہ وہ ایک قسم کے عارضے کا، جسے فرائیڈ فتوراعصاب یا نیوروسس (neurosis) (2) کہتا ہے،

شکار ہوجاتے تھے ۔ بے شمار خواتین علاج کی غرض سے فرائیڈ کے پاس آتی تھیں ۔ وہ ان میں سے ایک کی مثال دیتا ہے ۔ یہ مریضہ دل ہی دل میں اپنے بہنوئی سے محبت کرتی تھی لیکن وہ اسے زبان پر کبھی نہیں لائی تھی ۔ جب کسی مرض کے سبب اس کی ہمشیرہ کا انتقال ہوگیا ، اس نے سوچا : ' اب وہ مجھ سے شادی کرنے کے لیے آزاد ہوگیا ہے ! ' اس کی اس سوچ کی اس کے سپرایغو کے ساتھ براہ راست اور زبردست ٹکر ہوتی تھی ، چنانچہ وہ اسے اتنی بھیانک محسوس ہوئی کہ اس نے فوراً اس کا گلا گھونٹ دیا یا نفسیات کی زبان میں ابطال کردیا ۔ دوسرے الفاظ میں اس نے اسے اپنے لاشعور کی گہرائیوں میں دفن کردیا ۔ فرائیڈ نے لکھا :

' نوجوان دوشیزہ بیمار تھی اور وہ ہسٹیریا کی شدید علامتیں ظاہر کر رہی تھی ۔ جب میں نے اس کا علاج شروع کیا ، بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ اس نے اپنی بہن کے بسترمرگ پر جو منظر دیکھا تھا اور اس موقع پر اس کے اندر جو گھناؤنی انانیتی جبلت (odious egotistical impulse) پیدا ہوئی تھی ، وہ اس کے متعلق بالکل بھول چکی تھی ۔ تاہم تحلیل نفسی کے دوران میں اسے یہ سب کچھ یاد آگیا اور بڑے ہیجان کے عالم میں اس پر اس مرض آور لمحے کی کیفیت دوبارہ طاری ہوگئی اور یوں اس علاج کے ذریعے وہ صحت یاب ہوگئی ' ۔"

"آپ کا روح کی اثریات سے کیا مطلب تھا ، اسے میں اب زیادہ اچھی طرح سمجھ گئی ہوں ۔"

"چنانچہ ہم انسانی نفس (سائیکی = psyche) کا عمومی انداز سے خاکہ کھینچ سکتے ہیں ۔ مریضوں کے علاج کا کئی سالہ تجربہ حاصل ہونے کے بعد فرائیڈ نے نتیجہ اخذ کیا کہ شعور انسانی دماغ کا بہت معمولی حصہ تشکیل کرتا ہے ۔ شعور سطح سمندر کے اوپر برفانی تودے کی نوک کے مانند ہوتا ہے ۔ جس طرح اصل برفانی تودہ سطح سمندر کے نیچے ہوتا ہے ، اسی طرح شعور کی سطح یا دہلیز کے نیچے دماغ کا بڑا حصہ ـــــ ' تحت الشعور ' یا ' لاشعور ' ـــــ ہوتا ہے ۔

"چنانچہ لاشعور ہمارے اندر کی ان تمام چیزوں پر مشتمل

ہوتا ہے جنہیں ہم بھول چکے ہوتے ہیں اور یاد نہیں کر پاتے۔"

"ہم زندگی میں جن لاتعداد تجربات میں سے گزرتے ہیں، ان سب کو ہر وقت شعوری طور پر اپنے دماغ میں محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ مگر فرائیڈ نے اس قسم کی چیزوں کے لیے، جو ہم نے سوچی ہوتی ہیں یا جن کا ہمیں تجربہ ہو چکا ہوتا ہے، اور جنہیں ہم، اگر ہم 'اپنے ذہن پر زور' دیں، یاد کر سکتے ہوں، 'شعور ماقبل' (preconscious) کی اصطلاح استعمال کی تھی۔ اس نے اصطلاح 'لاشعور' ان اشیا کے لیے مخصوص کر دی تھی جن کا ہم ابطان کر چکے ہوتے ہیں، یعنی اس قسم کی اشیا جنہیں ہم نے بھلانے کی کوشش کی ہوتی ہے کیونکہ وہ 'نامناسب' 'ناپسندیدہ' 'نازیبا' 'نامرغوب' یا 'ناگفتنی' تھیں۔ اگر ہمارے اندر کوئی ایسی خواہش یا طلب (urge) جنم لیتی ہے جسے ہمارا شعور ہضم نہیں کر پاتا، تو ہمارا سپرایغو اسے نچلی منزل میں دھکیل دیتا ہے: 'جاؤ، جاؤ، دفع ہو جاؤ!' یہ اسے کہتا محسوس ہوتا ہے۔"

"جی، میں سمجھ گئی ہوں۔"

"تمام صحت مند اشخاص میں یہی میکانیت (mechanism) کام کرتی ہے۔ تاہم بعض اشخاص کو ان نامطبوع یا ممنوعہ خیالات پر اپنے شعور کی کھڑکیاں بند کرنے میں اتنے زبردست کھنچاؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی قسم کے ذہنی عارضے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس طریقے سے جس چیز کا ابطان کیا جاتا ہے، وہ بھی چپکی بیٹھی نہیں رہتی بلکہ وہ اپنے طور شعور میں داخل ہونے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ بعض لوگوں کو اس قسم کی جبلتوں کو شعور کی تنقیدی نگاہوں کے نیچے رکھنے میں بڑا زور لگانا پڑتا ہے۔ جب 1909 میں فرائیڈ امریکا گیا اور ایک مقام پر تحلیل نفسی پر لیکچر دے رہا تھا تو اس نے ایک مثال کے ذریعے سمجھایا کہ یہ ابطانی میکانیت (repression mechanism) کس طرح کام کرتی ہے۔"

"مجھے اس کی تفصیل سن کر بہت خوشی ہوگی!"

"اس نے کہا: 'فرض کریں کہ اس ہال میں، جس کے حاضرین کے مثالی انہماک اور سکوت کی تحسین کے لیے میرے

پاس کافی الفاظ نہیں ، ایک ایسا فرد گھس آتا ہے جو ہنگامہ کرنے پر تلا ہوا ہے ۔ وہ دانت نکوس کر ہنستا ہے ، چلاچلا کر باتیں کرتا ہے ، فرش پر اپنے پاؤں رگڑتا ہے ، ہاؤہو کرتا ہے اور ہر وہ حرکت کرتا ہے جو میری توجہ ہٹا سکے ۔ اس کے اس اشتعال انگیز رویے سے میں بھی جھلا جاتا ہوں اور کہتا ہوں ۔ "بس بھئی ، بہت ہوگیا ، اب میں اپنا لیکچر جاری نہیں رکھ سکتا " ۔ اس پر چند اشخاص اٹھتے ہیں اور مختصر سی زور آزمائی کے بعد اس ہنگامہ آرا شخص کو ہال سے باہر نکال دیتے ہیں ۔ اب اس شخص کا ابطان ہوچکا ہے اور میں اپنا لیکچر جاری رکھ سکتا ہوں ۔ لیکن اس اندیشے کے پیش نظر کہ جس ہنگامہ آرا شخص کو ابھی ابھی باہر نکالا گیا ہے ، وہ کہیں دوبارہ اندر گھسنے اور ہنگامہ کرنے کی کوشش نہ کرے ،تو وہ اشخاص ، جنھوں نے میرے ایما کو سمجھ لیا تھا اور انھوں نے اس کے مطابق عمل کیا تھا ، اپنی کرسیاں دروازے کے قریب لے جاتے ہیں اور وہاں ایک طرح کی قوت مزاحمت بن جاتے ہیں تاکہ ابطان جاری رکھا جاسکے ۔ اگر آپ ان دونوں مقامات (locations) کو ذہن (psyche) کی طرف کردیں ، اس اندرون (ہال) کو ' شعور ' اور بیرون یا دہلیز کو ' لاشعور ' کا نام دے دیں تو آپ کو اچھا خاصا اندازہ ہو جائے گا کہ ابطان کا عمل کیسے ہوتا ہے ۔"

"میں متفق ہوں ۔"

" لیکن سوفی ، ہنگامہ آرا شخص نچلا نہیں بیٹھ سکتا ، وہ غارت گرسکون دوبارہ اندر آنے پر اصرار کرتا ہے ۔ تاہم اگر وہ اس قسم کی حرکت نہیں بھی کرتا ، تو کم ازکم مبطنہ (repressed) خیالات اور طلبیں (urges) ایسا ضرور کرتی ہیں ۔ ہم پر مسلسل مبطنہ خیالات کی اتنی یورش ہوتی رہتی ہے کہ وہ لاشعور سے رسا تڑا کر باہر نکلنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ ہم اکثر اوقات بعض ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں یا ایسی حرکت کربیٹھتے ہیں جن کے کہنے یا کرنے کا ہمارا قطعاً کوئی ارادہ نہیں ہوتا ۔ یوں ہمارا غیرشعوری ردعمل ہمارے جذبات اور افعال کو اکساتا رہتا ہے ۔"

"آپ کوئی مثال دے سکتے ہیں؟"

"فرائیڈ اس میکانیت کی مختلف اقسام سے نپٹتا ہے۔ ان میں سے وہ ایک کو parapraxis (3) ——— زبان یا قلم کی لغزش ——— کہتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ بعض اوقات ہم اتفاقاً ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں یا ایسی حرکت کر بیٹھتے ہیں جس کا ہم نے ابطان کرنے کی کوشش کی تھی۔ فرائیڈ کسی ورکشاپ کے فورمین کی مثال دیتا ہے۔ فورمین نے اپنے افسرِاعلیٰ کا جام صحت تجویز کرنا تھا۔ مصیبت یہ تھی کہ یہ افسر اپنے ماتحتوں میں بے حد غیر مقبول تھا۔ سیدھے سادھے لفظوں میں اسے 'سور' (swine) کا لقب دیا جاسکتا تھا۔"

"جی؟ کیا فرمایا؟"

"فورمین اپنی نشست سے اٹھا اور اس کے منہ سے بے اختیار نکلا: 'سور کے نام پر!'"

"میری تو زبان گنگ ہو گئی ہے۔"

"تمہاری طرح فورمین کا بھی یہی حال ہوا۔ اس نے درحقیقت کہا وہی تھا جو اس کے دل میں تھا، لیکن وہ اسے کسی صورت بھی زبان پر نہیں لانا چاہتا تھا۔ ایک اور مثال سنو گی؟"

"جی، ضرور۔"

"ایک بشپ کسی مقامی پادری کی دعوت پر چائے پینے آرہا تھا۔ پادری کی متعدد نوخیز بیٹیاں تھیں۔ وہ سب کی سب بے حد سلجھی ہوئی، باسلیقہ اور باشعور لڑکیاں تھیں۔ اتفاق سے بشپ کی ناک غیرمعمولی طور پر لمبی تھی۔ پادری نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بیٹیاں اس کے متعلق کچھ کہیں۔ چنانچہ اس نے انہیں اچھی طرح سمجھا دیا کہ وہ بھولے سے بھی نہ تو اس کا نام لیں اور نہ اس کی طرف کوئی اشارہ کریں۔ ادھر بچوں کی خصوصیت ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے رویوں کے متعلق بےساختہ کچھ نہ کچھ کہہ دیتے ہیں کیونکہ ان کی ابطانی میکانیت نے پوری طرح نمو نہیں پائی ہوتی۔ بشپ پہنچ گیا اور ننھی ننھی پیاری پیاری بچیاں اپنی طرف سے مقدور بھر کوشش کرتی رہیں کہ ان کی زبان سے اس کی ناک کے متعلق ایک لفظ بھی نہ نکلے۔ انہوں نے تو یہ بھی کوشش کی کہ وہ اس کی طرف دیکھیں ہی نہ، بلکہ اسے بھول ہی جائیں۔ لیکن

ہوا کیا، جب سے بشپ آیا تھا، ان کا دھیان اس کی ناک پر لگا ہوا تھا۔ پھر ان میں سے ایک سے بشپ نے کہا: 'ذرا چٹنی تو پکڑانا'۔ اس پر بچی نے معزز بشپ کی طرف دیکھا اور اس کے منہ سے بے اختیار نکلا: 'آپ چٹنی ناک میں ڈالتے ہیں؟'"

"اف، کیا بھیانک حرکت تھی!"

"اس سلسلے میں ہم ایک اور کام جو کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ ہم اپنے افعال کو 'منطقی' بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ہم کر رہے ہوتے ہیں کہ اس کی اصل وجہ نہ ہم اپنے آپ کو اور نہ کسی دوسرے کو بتاتے ہیں کیونکہ اصل وجہ ناقابل قبول ہوتی ہے۔"

"مثلاً کس قسم کی؟"

"میں عمل تنویم سے تم سے کھڑکی کھلوا سکتا ہوں۔ جب تم پر تنویم کا عمل کامیاب ہوجاتا ہے، میں تمہیں کہتا ہوں: 'جب میں انگلی سے میز بجاؤں گا، تم اٹھوگی اور کھڑکی کھول دو گی۔' چنانچہ میں انگلی سے میز بجاتا ہوں ـــــ اور تم کھڑکی کھول دیتی ہو۔ بعد ازاں جب میں تم سے استفسار کرتا ہوں کہ تم نے کھڑکی کیوں کھولی تھی، تم شاید جواب دوگی: 'میں نے کھڑکی اس لیے کھولی تھی کیونکہ یہاں حبس بڑھ گیا تھا۔' لیکن اصل وجہ یہ نہیں۔ تم اپنے آپ سے اقرار کرنے میں متامل ہو کہ تم نے کوئی کام میرے تنویمی احکام کے تحت کیا تھا۔ چنانچہ تم اپنے فعل کو منطقی ثابت کرنے کے در پے ہوجاتی ہو۔"

"جی، یہ بات میری سمجھ میں آگئی ہے۔"

"اس قسم کی چیزوں سے عملاً ہمارا واسطہ ہر روز پڑتا رہتا ہے۔"

"یہ جو میرا چار سالہ کزن ہے، میرا خیال ہے کہ اسے کھیلنے کے لیے کوئی خاص ہم جولی نہیں ملتے۔ چنانچہ جب بھی مجھے ان کے ہاں جانے کا موقعہ ملتا ہے، خوشی سے اس کی باچھیں کھل جاتی ہیں۔ ایک روز میں نے اسے بتایا کہ مجھے جلدی گھر پہنچنا ہے کیونکہ امی انتظار کر رہی ہوں گی۔ آپ کو معلوم ہے اس نے کیا کہا؟"

"کیا کہا؟"

"اس نے کہا: 'وہ بڑی احمق ہے!'"

"ہاں - یہ واقعی بات کو منطقی رنگ دینے کی کوشش ہے۔ دراصل لڑکے کا مطلب وہ نہیں تھا جو فی الواقع اس کے منہ سے ادا ہوا۔ وہ کہنا یہ چاہتا تھا کہ احمق تمہاری امی نہیں بلکہ اگر تم چلی گئیں تو تم بڑی احمقانہ حرکت کرو گی۔ لیکن وہ اتنا شرمیلا تھا کہ وہ اپنا فی الضمیر صحیح طریقے سے ادا نہ کرسکا۔ ایک اور کام جو ہم کرتے ہیں، اسے 'خیال بندی' (project) کہا جاتا ہے۔"

"خیال بندی؟ یہ کیا ہوتی ہے؟"

"جب ہم خیال بندی کرتے ہیں، ہم خود اپنے اندر جن اوصاف کا ابطال کرنے کی کوشش کرتے ہیں، انہیں دوسرے لوگوں کی طرف منتقل کردیتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص بے حد کنجوس بلکہ مکھی چوس ہے، جب وہ دوسروں کا ذکر کرتا ہے، تو کہتا ہے: 'سالا، ایک ایک پائی پر جان دیتا ہے۔' اور جو شخص کبھی یہ اعتراف نہیں کرتا کہ جنس اس کے خیالات کا مرکز بنی رہتی ہے، جب کسی دوسرے شخص میں اس کی علامت دیکھتا ہے، فوراً غصے سے کھولنے لگتا ہے۔"

"اونہہ!"

"فرائیڈ کا دعویٰ تھا کہ ہماری زندگی اس قسم کی غیرشعوری میکانیتوں سے بھری پڑی ہے۔ ہم کسی خاص شخص کا نام بھول جاتے ہیں، ہم باتیں کرتے کرتے اپنے کپڑے توڑنے مروڑنے لگتے ہیں یا پھر ان اشیا کو، جنہیں ہم بےترتیب تصور کرتے ہیں، اٹھا کر دوسری جگہوں پر رکھنا شروع کردیتے ہیں۔ ہم الفاظ کی تلاش یا استعمال میں ٹھوکریں کھاتے ہیں اور ہماری زبان یا قلم سے ایسی لغزشیں ہوجاتی ہیں جو بظاہر بالکل معصوم نظر آسکتی ہیں۔ فرائیڈ کا نکتہ یہ تھا کہ یہ لغزشیں نہ اتنی اتفاقیہ ہوتی ہیں اور نہ اتنی معصوم جتنی کہ ہم انہیں تصور کرتے ہیں۔ گڑبڑاہٹ کے یہ افعال دراصل ہمارے انتہائی داخلی رازوں کا، جن کی ہم عام طور پر کسی کو بھنک بھی نہیں پڑنے دیتے، انکشاف کرتے رہتے ہیں۔"

"آج سے میں اپنے الفاظ کے استعمال میں بہت محتاط رہا کروں گی۔"

"بے شک رہا کرو لیکن سارے حزم واحتیاط کے باوجود تم اپنی غیر شعوری جبلتوں (impulses) سے دامن چھڑا نہیں سکو گی۔ صحیح آرٹ یہ ہے کہ نامطبوع اشیا کو لاشعور میں دفن کرنے کی ضرورت سے زیادہ کوشش نہ کی جائے۔ یہ تو بالکل آبی چوہے کے زمین سے باہر نکلنے کے راستے کو بند کرنے کے مترادف ہے۔ یقین رکھو جب تم اس کا ایک راستہ بند کرو گی، وہ باغ کے کسی دوسرے کونے کھدرے سے باہر آجائے گا۔ صحت مند طریقہ یہی ہے کہ شعور اور لاشعور کے مابین دروازہ ذرا کھلا (ajar) رکھا جائے۔"

"اگر آپ دروازے پر قفل لگا دیں گے آپ ذہنی طور پر بیمار پڑجائیں گے، ٹھیک؟"

"ہاں، نیوراتی (neurotic) مریض بالکل اسی قسم کا آدمی ہوتا ہے۔ وہ 'نامطبوع' کو اپنے شعور سے باہر رکھنے کے لیے کچھ زیادہ ہی تگ ودو کرتا رہتا ہے۔ اکثر اوقات وہ اس قسم کے تجربوں میں سے گزرتا رہتا ہے جن سے وہ خاص طور پر بدکتا ہے اور اس کی جان توڑ کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ کسی طور ان کا ابطال کردے۔ تاہم جب وہ معالج کے پاس آتا ہے، اسے اس بات کی بہت فکر ہوتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنی پوشیدہ جراحتوں (traumas) تک پہنچنے میں ڈاکٹر کی مدد کرسکے۔"

"ڈاکٹر یہ کام کیسے کرتا ہے؟"

"فرائیڈ نے ایک طریق کار ڈھونڈ لیا تھا۔ اسے وہ 'آزاد' ائتلاف یا تلازم ('free' association) کہتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ مریض کو راحت یاب (relaxed) حالت میں لٹا دیتا تھا اور اسے کھلی چھٹی دے دیتا تھا کہ جو کچھ بھی اس کے ذہن میں آئے ــــــ خواہ یہ کتنا ہی غیرمتعلق، انمل بےجو نامطبوع یا کھسیانا کرنے والا (embarrassing) ہو ــــــ بلاتکان اگلتا جائے۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ جراحتوں پر جو 'ڈھکن (lid)'، یا 'ضبط ('control')' حاوی ہوگیا تھا، اس کو توڑا جائے کیونکہ مریض

کی پریشانی اور تشویش کا باعث بنی جراحتیں ہوتی ہیں۔ یہ (جراحتیں) ہر دم فعال رہتی ہیں۔ صرف مریض کو اس کا شعور نہیں ہوتا۔"

"آپ کسی چیز کو بھلانے کی جتنی زیادہ کوشش کرتے ہیں، لاشعوری طور پر اس کے متعلق اتنا ہی زیادہ سوچتے ہیں؟"

"بالکل ٹھیک۔ یہی وجہ ہے کہ لاشعور جو سگنل بھیجتا ہے، ان سے آگاہ ہونا بہت ضروری ہوتا ہے۔ فرائیڈ کے مطابق لاشعور تک پہنچنے کا بہترین راستہ ہمارے خوابوں میں سے گزرتا ہے۔ اس موضوع پر اس کی عظیم کتاب ——— 'خوابوں کی تعبیر' (The Interpretation of Dreams) سن 1900ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں اس نے ثابت کیا تھا کہ ہمارے خواب اٹکل پچو چیزیں نہیں ہوتے۔ ہمارا لاشعور خوابوں کے ذریعے ہمارے شعور سے ابلاغ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔"

"اپنی بات جاری رکھیں۔"

"مریضوں کے ساتھ برسوں مکالمہ اور تجزیہ کرنے کے بعد ——— اس سلسلے میں اس نے اپنے خوابوں کا جو تجزیہ کیا تھا، اس کا حصہ کم نہیں تھا ——— فرائیڈ اس نتیجے پر پہنچا کہ ہمارے تمام خواب 'ہماری ان خواہشات کی تکمیل (wishfulfilments) ہوتے ہیں جو ناقابل حصول ہوتی ہیں۔' اس کا کہنا ہے کہ بچوں میں اس چیز کا خاص طور پر مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ آئس کریم اور چیریوں (cherries) کے خواب دیکھتے ہیں۔ تاہم بالغوں میں بھی خواہشات کی تکمیل مقصود ہوتی ہے، 'وہ بھیس (disguised) ہوتی ہیں۔' اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب ہم حالت نیند میں ہوتے ہیں، سنسرشپ تب بھی اپنا کام دکھا رہا ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو کس چیز کی اجازت دینے پر مائل ہیں۔ اگرچہ یہ سنسرشپ یا ابطالی میکانیت اس وقت کے مقابلے میں جب ہم جاگ رہے ہوتے ہیں، 'اس وقت جب ہم سو رہے ہوتے ہیں' خاصا کمزور ہوتا ہے، 'پھر بھی اس میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ یہ ہمارے خوابوں میں ان خواہشات کو مسخ کرنے کا موجب بن جاتا ہے جن کا ہم کھلے بندوں کبھی اعتراف نہیں کرسکتے۔'"

"یہی وجہ ہے کہ خوابوں کی تعبیر کرنا پڑتی ہے۔"

" فرائیڈ نے ثابت کیا تھا کہ ہمیں اصل خواب ، جو صبح کو ہمیں یاد آتا ہے اور خواب کے حقیقی مفہوم کے مابین امتیاز کرنا چاہیے ۔ اصل خواب میں ہمیں جو تصویر (image) ـــ یعنی 'فلم' یا 'وڈیو' جس کے متعلق ہم خواب دیکھتے ہیں ـــ نظر آتی ہے ، اس نے اس کے لیے 'بارز خواب' ('manifest dream') کی اصطلاح استعمال کی تھی ۔ یہ 'ظاہری' ('apparent') خواب اپنے مافیہ (content) کا مواد (material) یا منظرنامہ (-scena rio) ہمیشہ گزشتہ روز سے لیتا ہے لیکن خواب میں کوئی عمیق مفہوم بھی ہوتا ہے جو شعور سے اوجھل رہتا ہے ۔ فرائیڈ اسے 'مخفی افکار خواب' ('latent dream thoughts') کہتا تھا ۔ اور ان پوشیدہ خیالات کا سلسلہ ، دراصل خواب جنہیں کے بارے میں ہوتا ہے ، ماضی بعید (مثلاً بالکل ہی اوائل طفولیت) تک پہنچ سکتا ہے ۔"

" چنانچہ ہمیں خواب کا تجزیہ کرنا پڑتا ہے تاکہ ہم اسے سمجھ سکیں ۔"

"ہاں ۔ اور جہاں تک ذہنی مریضوں کا تعلق ہے ، انہیں یہ کام معالج کے اشتراک سے کرنا چاہیے ۔ لیکن خواب کی تعبیر ڈاکٹر نہیں کرتا ۔ وہ یہ فریضہ صرف مریض کے تعاون سے سرانجام دے سکتا ہے ۔ اس صورت حال میں ڈاکٹر محض سقراطی " دائی جنائی ' (midwife) کی ذمے داری پوری کرتا ہے یعنی وہ تعبیر کے دوران میں صرف ہاتھ بٹاتا ہے ۔"

"جی ، میں سمجھ گئی ۔"

" مخفی افکارخواب کو بارز خواب میں تبدیل کرنے کے عمل کو فرائیڈ نے ' خواب کاری ' (dream work) کا نام دیا تھا ۔ ہم اسے یوں بیان کر سکتے ہیں کہ بارز خواب درحقیقت جس چیز کے متعلق ہوتا ہے ، ' خواب کاری ' اس پر ' نقاب ' (mask) چڑھانے یا اسے ' کوڈ ' (code) میں تبدیل کرنے کا عمل ہے ۔ جب ہم خواب کی تعبیر کرتے ہیں ، ہمیں معکوس عمل کاری (reverse process) سے کام لینا چاہیے اور اس کے موضوع (theme) تک پہنچنے کے لیے اس کے خیال غالب یا مرکزی تصور (motif) کو

بے نقاب کرنا یا اس کے کوڈ کی گرہیں کھونا چاہئیں۔"

"کیا آپ مجھے کوئی مثال دے سکتے ہیں؟"

"فرائیڈ کی کتاب مثالوں سے معمور ہے۔ لیکن ہم ایک سیدھی سادھی اور فرائیڈانا مثال خود گھڑ سکتے ہیں۔ چلو، ہم فرض کر لیتے ہیں کہ کسی نوجوان کو خواب میں اس کی کزن دو غبارے دیتی ہے۔۔۔"

"جی؟ کیا فرمایا؟"

"شروع ہوجاؤ اور خواب کی تعبیر کرنے کی کوشش کرو۔"

"اونہوں ۔۔۔ جیسا کہ آپ نے خود کہا تھا ایک تو بارز خواب ہے: کسی نوجوان کو اپنی کزن سے دو غبارے ملتے ہیں۔"

"ہاں۔ بولتی جاؤ۔"

"آپ نے کہا تھا کہ منظرنامہ ہمیشہ گزشتہ روز کا ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ گزشتہ روز کسی میلے میں گیا ہوگا ـــــ یا ہوسکتا ہے کہ اس نے اخبار میں غباروں کی تصویر دیکھی ہو۔"

"لیکن ضروری نہیں کہ اس نے غبارہ یا غبارے کی تصویر دیکھی ہو۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے لفظ 'غبارہ' دیکھا یا پڑھا ہو یا پھر کوئی ایسی چیز دیکھی ہو کہ اس کے ذہن میں غبارے کا تصور آگیا۔"

لیکن سوال یہ ہے کہ اصل خواب جن 'مخفی افکار خواب' کے متعلق ہے، وہ کیا ہیں؟"

"تعبیر کنندہ تم ہو۔"

"ممکن ہے کہ اسے صرف دو عدد غباروں کی خواہش ہو۔"

"نہیں۔ یوں بات نہیں بنے گی۔ تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ خواب تکمیل خواہش کے متعلق ہے۔ لیکن آدمی دور شباب میں گزر رہا ہے اور خواہش' اور خواہش بھی شدید' دو عدد غباروں کی کرے' بات کچھ جچتی نہیں۔ اگر اسے ان کی خواہش ہے بھی، پھر اسے ان کے متعلق خواب دیکھنے کی ضرورت نہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ میں سمجھ گئی ہوں۔ دراصل نوجوان اپنی کزن پر مرمٹا ہے ـــــ اور دونوں غبارے اس کی دونوں

چھاتیوں کی نماتندگی کرتے ہیں۔"

"ہاں - یہ زیادہ قرین قیاس تشریح ہے - اور اس میں یہ پیشگی مفروضہ موجود ہے کہ دراصل اسے اپنی یہ خواہش کھسیانی حرکت معلوم ہوتی تھی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے خواب بڑی گھمن گھیریاں کاٹتے رہتے ہیں؟"

"ہاں - فرائیڈ کا عقیدہ تھا کہ خواب ' ابطالی خواہش کی ملتبس تکمیل ' (disguised fulfilment) ہوتا ہے - فرائیڈ کے زمانے میں ' جب وہ ویانا میں بطور ڈاکٹر پریکٹس کر رہا تھا ' لوگ جن باتوں کا ابطان کرتے تھے ' ہوسکتا ہے موجودہ' زمانے کے لوگوں کا رویہ ان کے متعلق تبدیل ہوگیا ہو اور وہ اب ان کا ابطان کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہیں ' تاہم ملتبس خواب کی میکانیت اب بھی جوں کی توں برقرار رہ سکتی ہے (کیونکہ لوگ شاید اب اور قسم کی چیزوں کا ابطان کرنے لگے ہوں)۔

"جی ہاں 'میں سمجھ گئی ہوں۔"

" فرائیڈ کی تحلیل نفسی 1920 کی دہائی کے لیے بے حد اہم تھی اور بعض ذہنی (psychiatric) مریضوں کے علاج میں تو خاص طور پر اس کے نتائج بہت اچھے برآمد ہوئے - اس کا لاشعور کا نظریہ آرٹ اور ادب میں بھی بڑی معنویت کا حامل ثابت ہوا۔"

" آرٹسٹ لوگوں کی غیرشعوری ذہنی زندگی میں دلچسپی لینے لگے؟"

"بالکل صحیح - ویسے یہ رویہ انیسویں صدی کی آخری دہائی میں ـــ فرائیڈ کی تحلیل نفسی کے شہرت پانے سے پہلے ـــ ادب کا غالب پہلو بن چکا تھا - اس سے محض یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس خاص عہد میں یعنی 1890 کی دہائی کے دوران میں فرائیڈ کی تحلیل نفسی کا منظرعام پر آنا کوئی اتفاقی واقعہ نہیں تھا۔"

"آپ کا مطلب ہے یہ روح عصر کی جزو تھی۔"

" فرائیڈ نے خود کبھی اس قسم کا کوئی دعوٰی نہیں کیا تھا

کہ ابطان ' دفاعی میکانیت ' یا حقی جواز جیسے مظاہر اس نے دریافت کئے ہیں ۔ (وہ سمجھتا تھا کہ) بات صرف اتنی ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے ان انسانی تجربوں کا اطلاق طب ذہنی (psychiatry) پر کیا ہے ۔ اس کے علاوہ اسے ادبی مثالوں کے ذریعے اپنے نظریات کی تشریح کرنے میں یدطولیٰ حاصل تھا ۔ تاہم ' جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں ' اس کی تحلیل نفسی نے 1920 کی دہائی سے ادب اور آرٹ کو براہ راست متاثر کرنا شروع کردیا۔"

"کن معنوں میں۔"

"شاعروں اور مصوروں ' خاص طور پر سرئیلسٹوں (surea-lists) نے اپنی تخلیقات میں لاشعور کی قوت سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔"

"سرئیلسٹ کیا ہوتے ہیں؟"

"دراصل لفظ سرئیلزم (surrealism) فرانسیسی سے آیا ہے ۔ فرانسیسی میں اس کے ہجے surrealisme ہیں ۔ اس کا مطلب ' فوق حقیقت ' (super realism) ہے ۔ 1924 میں آندرے برے توں (4) نے ' سرئیلزم کا منشور ' شائع کرایا ۔ اس نے دعویٰ کیا کہ آرٹ کو شعور سے نہیں بلکہ لاشعور سے آنا چاہیے ۔ آرٹسٹ کو حتی الامکان بلاروک ٹوک اپنی خوابی شبیہوں سے وجدان حاصل کرنا چاہیے اور ' فوق حقیقت ' (سرئیلزم) تک پہنچنے کی کوشش کرنا چاہیے جس میں خواب اور حقیقت کے مابین حدبندیاں ختم ہوجاتی ہیں ۔ فن کار کے لیے یہ بات بھی بڑی ضروری ہوسکتی ہے کہ وہ شعور کے سنسرشپ سے نجات حاصل کرے اور اس کے ذہن میں جو الفاظ اور تصویریں آتی ہیں ' انہیں اپنی من مانی کرنے کی پوری چھٹی دے۔"

"یہ بات میری سمجھ میں آرہی ہے۔"

"ایک لحاظ سے فرائیڈ نے ثابت کردیا تھا کہ ہم سب کے اندر ایک آرٹسٹ چھپا ہوا ہے ۔ بہرحال خواب ایک چھوٹا سا فن پارہ ہی تو ہے اور ہر رات نئے خواب آتے ہیں ۔ اپنے مریضوں کے خوابوں کی تعبیر کرنے کے لیے فرائیڈ کو اکثر علامتوں کی کثیف (dense) زبان میں سے اپنا راستہ تلاش کرنا پڑتا تھا ـــــ اس

کا یہ طریقہ قدرے اس طریقے سے ملتا جلتا ہے جس سے ہم کسی تصویر یا ادب پارے کا مفہوم معلوم کرتے ہیں۔"

"کیا ہم ہر رات خواب دیکھتے ہیں؟"

"حالیہ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ ہم اپنی نیند کے اوقات کے تقریباً بیس فیصد حصے کے دوران میں ــــ یعنی ہر رات تقریباً ایک اور دو گھنٹے کے درمیان ــــ خواب دیکھتے ہیں۔ اگر ہماری خواب کی حالت کے دوران میں کوئی رخنہ آجائے، ہم اعصابی کیفیت میں گرفتار ہوجاتے ہیں اور ہمارے سر پر غصہ سوار ہوجاتا ہے۔ اس کا سیدھا سادھا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اپنی وجودی صورت حال (existential situation) کو فن کارانہ پیرایہ پہنانے کی خلقی ضرورت ہوتی ہے۔ آخر خواب ہمارے اپنے ہی بارے میں ہوتے ہیں۔ ہم خود ہی ڈائرکٹر ہوتے ہیں، خود ہی منظرنامہ تحریر کرتے اور اسے عملی شکل دیتے ہیں، اور تمام کردار بھی خود ہی ہوتے ہیں۔ جو شخص کہتا ہے کہ آرٹ اس کی سمجھ سے بالا ہے، وہ خود اپنے آپ کو نہیں جانتا۔"

"جی، میں سمجھ گئی ہوں۔"

"فرائیڈ نے انسانی ذہن کی شعبدہ کاریوں کے متعلق بھی متاثرکن شہادت پیش کی ہے۔ اس نے مریضوں کی معیت میں جو کام کیا تھا، اس سے اسے یقین ہوگیا کہ ہم جو کچھ دیکھتے ہیں اور جن چیزوں کا ہمیں تجربہ ہوتا ہے، وہ ہمارے شعور کی گہرائیوں میں کہیں محفوظ رہتا ہے، اور ان تمام تاثرات کو دوبارہ منکشف کیا جاسکتا ہے۔ جب وقتی طور پر ہماری یادداشت جواب دے جاتی ہے، اور ذرا بعد ہم کہتے ہیں: 'یہ بات میری زبان پر پھر رہی ہے'، اور اس کے بھی کچھ دیر بعد پکار اٹھتے ہیں: 'مجھے اچانک یاد آگیا ہے'، تو ہم درحقیقت ایک ایسی چیز کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں جو ہمارے لاشعور میں موجود ہوتی ہے اور اسے اچانک نیم وا دروازے میں سے شعور کی جانب کھسکنے کا موقع مل جاتا ہے۔"

"لیکن اس میں بعض اوقات کچھ وقت لگتا ہے۔"

"تمام آرٹسٹ اس سے آگاہ ہوتے ہیں۔ پھر ایکا ایکی کچھ

یوں ہوتا ہے جیسے تمام دروازے اور درازیں کھل گئی ہوں ۔ ہر
چیز لڑکھڑاتی ڈگمگاتی اپنے آپ چلی آتی ہے اور وہ تمام الفاظ اور
(ذہنی) تصاویر ہماری دسترس میں آجاتی ہیں جن کی ہمیں ضرورت
ہوتی ہے ۔ اور یہی وہ موقع ہوتا ہے جب ہم لاشعور کا ' ڈھکن
اٹھانے ' میں کامیاب ہوچکے ہوتے ہیں ۔ سوفی ' ہم اسے ' وجدان '
(inspiration) کہتے ہیں ۔ اس وقت یوں محسوس ہوتا ہے جیسے
جو کچھ ہم لکھ رہے ہیں یا جو تصویر بنا رہے ہیں وہ کسی خارجی
سرچشمے (5) سے ہماری طرف کھنچی چلی آرہی ہے ۔"

"یہ بڑا حیرت انگیز احساس ہوتا ہوگا ۔"

"لیکن تمہیں خود اس کا لازماً تجربہ ہوا ہوگا ۔ تم اکثر ان بچوں
میں، جو بہت زیادہ تھک چکے ہوتے ہیں' وجدان کو بروئے کار آتے
دیکھ سکتی ہو ۔ وہ بعض اوقات اتنا زیادہ تھک چکے ہوتے ہیں کہ
معلوم ہونے لگتا ہے جیسے وہ پوری طرح جاگ رہے ہوں ۔ پھر
وہ یک دم کوئی کہانی سنانا شروع کردیتے ہیں ـــــ جیسے انہیں
وہ الفاظ مل گئے ہوں جو انہوں نے ابھی تک سیکھے نہیں ہوتے ۔
ویسے وہ انہیں سیکھ چکے ہوتے ہیں ۔ بات صرف اتنی ہے کہ الفاظ
اور خیالات ان کے لاشعور میں ' مخفی ' پڑے ہوتے ہیں لیکن اب
جب کہ حزم واحتیاط اور سنسر شپ کے تمام بندھن پادرہوا ہوچکے
ہیں ' وہ سطح پر نمودار ہونے لگے ہیں ۔ فن کار کے لیے بھی یہ بات
اہم ثابت ہوسکتی ہے کہ وہ عقل اور غوروفکر کو کم وبیش
غیرشعوری اظہار پر حاوی نہ ہونے دے ۔ میرا مطلب کیا ہے میں
اس کی توضیح کے لیے چھوٹی سے کہانی سناؤں؟"

"ضرور ۔"

"یہ بے حد سنجیدہ اور بے حد رنجیدہ کہانی ہے ۔"

"کوئی بات نہیں ۔"

"کسی زمانے میں ایک ہزارپا (یا کنکھجورا) رہا کرتا تھا ۔ اسے
اپنی پوری سو ٹانگوں پر ناچنے کی بڑی مہارت تھی ۔ جب بھی
ہزارپا اپنے فن کا مظاہرہ کرتا ' جنگل کی ساری مخلوق اسے دیکھنے
امنڈ آتی اور وہ اس کے دل آویز اور بےعیب رقص پر سر دھننے لگتی ۔
لیکن وہاں ایک ایسی مخلوق بھی تھی جسے ہزارپا کا رقص ایک آنکھ

نہیں بھاتا تھا۔ پتا ہے یہ حضرت کون تھے؟ کھوا۔"

"وہ غالباً اس سے حسد کرتا ہو گا۔"

"' میں ہزارپا کو رقص سے کیسے روک سکتا ہوں؟ ' وہ سوچتا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا۔ وہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا: ' مجھے تمہارا رقص پسند نہیں۔ ' اور نہ وہ یہ دعویٰ کرسکتا تھا: ' میں تم سے بہتر رقص کرسکتا ہوں۔ ' صاف ظاہر ہے کوئی بھی اس کا دعویٰ تسلیم نہ کرتا۔ چنانچہ اس نے ایک شیطانی منصوبہ بنایا۔"

"یہ کیا تھا؟"

"وہ بیٹھ گیا اور ہزارپا کے نام خط تحریر کرنے لگا۔ اس نے لکھا: ' بھائی ہزارپا۔ تم لاجواب ہستی ہو اور میں تمہارے دل آویز اور بےعیب رقص کا زبردست فدائی ہوں۔ میں صرف اتنا جاننا چاہتا ہوں کہ تم اتنا خوبصورت رقص کیسے کرتے ہو۔ کیا تم بائیں ٹانگ نمبر 28 پہلے اٹھاتے ہو یا دائیں ٹانگ نمبر 39؟ یا تم اپنی بائیں ٹانگ نمبر 44 اٹھانے سے پہلے دائیں ٹانگ نمبر 17 اٹھاتے ہو؟ میں بڑی بےچینی سے تمہارے جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔ تمہارا مخلص۔ کھوا'۔"

"بڑی کمینگی ہے!"

"جب ہزارپا نے یہ خط پڑھا' وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جب وہ ناچتا ہے تو درحقیقت کرتا کیا ہے' کون سی ٹانگ پہلے اٹھاتا ہے اور کون سی بعد میں۔ تمہارے خیال میں آخر میں ہوا کیا؟"

"ہزارپا نے دوبارہ کبھی رقص نہ کیا؟"

"بالکل یہی ہوا۔ جب عقلی سوچ بچار سے تخیل کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے' تو اس کا حشر بھی یہی ہوتا ہے۔"

"بڑی الم ناک کہانی ہے۔"

"فن کار کے لیے بڑا ضروری ہے کہ اس میں (اپنے تخیل کی) ' باگیں ڈھیلی ' چھوڑنے کی صلاحیت ہو۔ سرئیلسٹوں نے اس سے یوں فائدہ اٹھانے کی کوشش کی کہ وہ اپنے اوپر ایسی کیفیت طاری کرلیتے کہ چیزیں خودبخود وقوع پذیر ہونے لگتیں۔ وہ اپنے سامنے کورا کاغذ رکھ لیتے اور یہ سوچے بغیر کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں'

لکھنا شروع کر دیتے ۔ وہ اسے ' خودکار تحریرنویسی ' (Automatic writing) کہتے تھے ۔ یہ ترکیب اصلاً رومانیت سے آئی تھی جس میں معمول (medium) کا عقیدہ ہوتا تھا کہ کوئی مرحوم روح (departed spirit) اس کے قلم کی رہنمائی کر رہی ہے ۔ لیکن میرا خیال تھا کہ ہم اس قسم کی مزید گفتگو کل کریں گے ۔"

"میں ابھی سننا چاہوں گی ۔"

"ایک لحاظ سے سرئیلسٹ آرٹسٹ (medium) یعنی ذریعہ (means) یا رابطہ (link) ہوتا ہے ۔ وہ اپنے ہی لاشعور کا کچھ نہ کچھ عنصر ہوتا ہے ۔ لیکن تخلیقیت (creativity) سے درحقیقت ہمارا مطلب کیا ہوتا ہے؟"

"میں اس معاملے میں بالکل کوری ہوں ۔ کیا اس کا تخلیقی عمل سے کوئی تعلق ہے؟"

"تم نے خاصا صحیح جواب دیا ہے ۔ تخلیقی عمل عقل اور تخیل کے مابین نازک تعامل (interaction) سے وجود میں آتا ہے لیکن اکثر اوقات ہوتا یہ ہے کہ عقل تخیل کا گلا گھونٹ دیتی ہے اور یہ چیز بڑی خطرناک ہے کیونکہ تخیل کے بغیر صحیح معنوں میں کوئی بھی نئی چیز کبھی تخلیق نہیں کی جاسکے گی ۔ میرا یقین ہے کہ تخیل ڈاروِنی نظام (Darwinian System) کی مانند ہے ۔"

"مجھے افسوس ہے کہ آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی ۔"

"ڈاروِن کا عقیدہ تھا کہ فطرت کے منقلب (mutants) یکے بعد دیگرے وجود میں آتے ہیں لیکن ان میں سے صرف چند ایک ہی استعمال کئے جاسکتے ہیں ۔ ان میں سے صرف معدودے چند کو زندہ رہنے کا حق ملتا ہے ۔"

"پھر؟"

"جب ہم پر وجدان کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور ہمارے ذہن میں خیالات انبار در انبار چلے آتے ہیں ، تب بھی یہی ہوتا ہے ۔ شعور میں فکری منقلب (Thought-mulations) بھی بعینہ یکے بعد دیگرے چلے آتے ہیں بشرطیکہ ہم اپنے اوپر سنسر شپ

نافذ کرنے سے احتراز کریں ۔ لیکن ان خیالات میں سے صرف معدودے چند ہی استعمال کئے جاسکتے ہیں ۔ یہاں عقل کامیاب رہتی ہے ۔ اسے بھی اہم فریضہ ادا کرنا ہوتا ہے ۔ جب ہم دن بھر کی ' کمائی ' (catch) میز پر رکھتے ہیں ' ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمیں اس میں سے بہترین کا انتخاب کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لینا ہو گا ۔"

"موازنہ اتنا برا نہیں ۔"

" ذرا تصور کرو اگر ہم ہر اس چیز کو ' جو اچانک ہمارے ذہن میں وارد ہوتی ہے یا ہمارے من کو بھا جاتی ہے ' زبان پر لے آئیں ' پھر کیا ہوگا ! رہی ہماری وہ نوٹ بکیں جنہیں ہم چھپا چھپا کر اپنی میز کی درازوں میں رکھتے ہیں ' انہیں تو باہر نکالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ اگر من کی ترنگ میں جو جی میں آئے کہہ دیا جائے ' پھر دنیا اس کے بوجھ تلے دب جائے گی اور آدمی جس طرح سوچ سمجھ کر یا بہت سی باتوں میں سے انتخاب کرکے کچھ کہتا ہے ' پھر اس کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا ۔"

" تو یہ عقل ہے جو ان تمام خیالات میں سے انتخاب کرتی ہے ؟"

"ہاں ۔ تمہارا کیا خیال ہے ؟ ممکن ہے کہ ہر وہ چیز جو نئی ہوتی ہے ' اس کی تخلیق تخیل کرتا ہو ' لیکن اصل انتخاب تخیل نہیں کرتا ۔ تخیل ' تالیف ' نہیں کرتا ۔ تالیف (composition) کی ـــــ اور ہر فن پارہ تالیف ہی ہوتا ہے ـــــ تخلیق تخیل اور عقل یا ذہن اور سوچ کے مابین حیرت انگیز تعامل سے ہوتی ہے کیونکہ تخلیقی عمل میں اتفاق کا عنصر ہمیشہ موجود رہتا ہے ۔ بھیڑوں کو ریوڑ کی صورت میں ہانکنے سے پہلے ان کی رسیاں کھولنا پڑتی ہیں ۔"

البرٹو خاموش ہوگیا اور کافی دیر ساکت وصامت بیٹھا کھڑکی میں سے باہر جھانکتا رہا ۔ جب وہ اس طرح بیٹھا تھا ' سوفی کو نیچے جھیل کے آس پاس والٹ ڈزنی (6) کی فلموں کے شوخ رنگوں کے کپڑوں میں ملبوس کرداروں کا ہجوم نظر آیا ۔

"وہ رہا گوفی (7) (Goofy) !" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا ۔ اور وہ ہے ڈونلڈ ڈک اور اس کے بھتیجے بھتیجیاں اور بھانجے بھانجیاں۔ ۔ ۔البرٹو دیکھیں ۔اور وہ ہے مکی ماؤس۔ ۔ ۔"

البرٹو اس کی طرف متوجہ ہوا اور بولا : "ہاں بیٹی ' یہ سب کچھ بہت آزردہ کرنے والا ہے ۔"

"آپ کا مطلب کیا ہے؟"

"ہمیں میجر کی بھیڑوں کے ریوڑ کے بے بس نخچیر بنا دیا گیا ہے ۔ تاہم اس میں قصور میرا اپنا ہے ۔ خیالات کے آزاد تلازمے کی باتیں میں نے ہی کی تھیں ۔"

"آپ کو یقیناً اپنے اوپر الزام لینے کی ضرورت نہیں۔ ۔ ۔"

"ہم فلسفیوں کے لیے تخیل کی جو اہمیت ہے ' میں اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتا تھا ۔ جب ہم اپنے افکار سوچنے بیٹھتے ہیں ' ہم میں اتنی جرات ہونا چاہیے کہ ہم اپنی لگامیں ڈھیلی چھوڑ دیں ۔ لیکن وہ (یعنی میجر) کچھ زیادہ ہی پاؤں پھیلانے لگا ہے ۔"

"آپ اس کے متعلق پریشان نہ ہوں ۔"

کیوں نہ ہوں ؟ میں سوچ بچار کی اہمیت پر بات کرنا چاہتا تھا اور میجر یہاں ہمیں بھڑکیلے ملبوسات میں ان لوگوں کو دکھا رہا ہے جن کی ذہنی نمو اپنی عمر کے اعتبار سے کہیں کم ہے ۔ اسے اپنے آپ سے شرم آنا چاہیے !"

"کیا آپ اب خطنز کے تیر چلا رہے ہیں؟"

خطنز کے تیر وہ چلا رہا ہے ' میں نہیں ۔ مجھے صرف ایک ہی اطمینان حاصل ہے —— اور وہ میرے منصوبے کا بنیادی متھر ہے ۔"

"اب میں واقعی پراگندہ ذہن ہو گئی ہوں ۔"

"ہم خوابوں کے متعلق گفتگو کر چکے ہیں ۔ اس میں خطنز کی رمق موجود ہے ۔ آخر ہم ہیں کیا ' یہی نا کہ میجر کے خوابوں کی تصویریں؟"

"آہ!"

"لیکن ابھی ایک چیز ہے جس کے وقوع پذیر ہونے کی اسے کوئی توقع نہیں اور یوں اس نے اسے اپنے منصوبے میں

شامل نہیں کیا۔"

"وہ کیا ہے؟"

"ممکن ہے کہ وہ اپنے خواب سے اس حد تک آگاہ ہو کہ اپنی آگہی پر کھسیانا ہو رہا ہو ۔ جو کچھ ہم کہتے یا کرتے ہیں ' وہ اس کی ایک ایک تفصیل سے بالکل اسی طرح آگاہ ھے ' جس طرح کہ خواب دیکھنے والے کو اپنے خواب کے بارز خواب پہلو سے آگہی ہوتی ہے ۔ یہ وہ ہے جو اپنے قلم سے جس طرح اس کا جی چاہے ' بیان کرتا ہے ۔ لیکن ہم ایک دوسرے سے جو کچھ کہتے ہیں ' بے شک اسے اس کا ایک ایک لفظ بھی یاد ہو ' وہ ابھی پوری طرح بیدار نہیں ہوا۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"سوفی ' اسے مخفی افکارخواب کا کچھ علم نہیں ۔ وہ بھول جاتا ہے کہ یہ ایک قسم کا ملتبس خواب ہے۔"

"آپ کچھ عجیب قسم کی گفتگو کر رہے ہیں۔"

"میجر کا بھی یہی خیال ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے خود اپنے خوابوں کی زبان کی کوئی سمجھ نہیں ۔ اس پر ہمیں شکرگزار ہونا چاہیے ۔ تم سمجھ گئی ہوگی کہ اس سے ہمیں اپنی مرضی کرنے کا کچھ موقع مل گیا ہے ۔ اور اس موقع کا ہم یوں فائدہ اٹھائیں گے کہ ہم بہت جلد اس کے گدلے شعور سے عین اسی طرح باہر نکل جائیں گے جس طرح کسی گرمیوں کے دن ' جب دھوپ چمک رہی ہوتی ہے ' آبی چوہا اپنے بل سے نکل کر اٹکھیلیاں کرتا پھرتا ہے۔"

"آپ کے خیال میں ہم اس میں کامیاب ہوجائیں گے؟"

"ہمیں کامیابی حاصل کرنا ہوگی ۔ دو دنوں کے اندر اندر میں تمہیں نئے افق میں پہنچا دوں گا ۔ پھر میجر کو بالکل معلوم نہیں ہوسکے گا کہ آبی چوہے کہاں ہیں یا اگلی مرتبہ وہ کدھر سے آنکلیں گے۔"

"ہم بے شک خواب کی تصویریں ہی ہوں ' میں پھر بھی اپنی امی کی بیٹی ہوں ۔ پانچ بج چکے ہیں ۔ مجھے کیپٹن کے موڑ پر

اپنے گھر جانا اور گارڈن پارٹی کی تیاری کرنا ہے۔"

"اونہوں ... تم گھر جاتے جاتے راستے میں میرا ایک چھوٹا سا کام کردو گی؟"

"کیا؟"

"اپنی طرف توجہ مبذول کرانے کی معمول سے کچھ زیادہ کوشش کرو ۔ کوشش کرو کہ گھر تک تمام راستے کے دوران میں میجر کی توجہ صرف تمہیں پر مرکوز رہے ۔ اور جب تم گھر پہنچو، صرف اسی کے متعلق سوچنے کی کوشش کرتی رہو ـــــ اور ادھر وہ بھی صرف تمہارے ہی متعلق سوچتا رہے گا۔"

"اس سے کیا حاصل ہو گا؟"

"پھر میں کسی مداخلت کے بغیر اپنے خفیہ منصوبے پر کام کرسکوں گا ۔ میں میجر کے لاشعور کی گہرائیوں میں غوطہ لگانے جارہا ہوں ۔ جب تک ہماری اگلی ملاقات نہیں ہوتی، میں وہیں رہوں گا۔"

32 ۔ ہمارا اپنا زمانہ

* * *

... انسان کو یہ سزا دی گئی ہے کہ وہ آزاد رہے ...

الارم کلاک کی سوئیاں رات کے 55 : 11 دکھا رہی تھیں ۔ ہلڈے اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور گھور گھور کر چھت کو دیکھ رہی تھی ۔ وہ اپنے تلازمات (associations) کو کھلا چھوڑنے کی کوشش کرتی لیکن اسے کوئی کامیابی نہ ہوتی : ہر بار مربوط خیالات کی زنجیر بن جاتی اور وہ اپنے آپ سے پوچھنے کی کوشش کرتی : "ایسا کیوں ہو رہا ہے ؟"

کیا کوئی ایسی بات ہے جس کا وہ ابطان کرنے کی کوشش کر رہی ہے ؟

اگر وہ کسی طرح سنسر شپ کو اٹھا کر ایک طرف رکھ سکتی ، ہوسکتا ہے اس پر بیداری کے خواب کی کیفیت طاری ہو جاتی ۔ "یہ تو قدرے ڈراؤنی بات ہے ۔" اس نے سوچا ۔

وہ جتنا زیادہ شانت ہونے اور اپنے آپ کو اٹکل پچو خیالات کے سپرد کرنے کی کوشش کرتی ، اسے اتنا ہی زیادہ احساس ہونے لگتا کہ وہ اپنے گھر پر نہیں بلکہ جنگل میں ننھی منی جھیل کے قریب میجر کی کٹیا میں بیٹھی ہے ۔

البرٹو کس قسم کا منصوبہ بنا سکتا ہے ؟ یہ درست ہے کہ یہ ہلڈے کے پاپا ہیں جو یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ البرٹو کوئی منصوبہ بنا رہا ہے ۔ کیا انہیں پیشگی علم ہے کہ البرٹو کیا کرے گا ۔ شاید وہ اپنے تخیل کی باگیں ڈھیلی چھوڑنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ آخر میں جو کچھ پیش آئے وہ دوسروں کی طرح خود انہیں بھی حیران

کردے۔

اب کوئی زیادہ صفحات باقی نہیں رہ گئے ۔ کیا اسے آخری صفحہ کھول کر دیکھ لینا چاہیے ؟ نہیں ' یہ فریب کاری ہو گی ۔ اس کے علاوہ ہلڈے کو یقین تھا کہ جو کچھ آخری صفحے پر پیش آئے گا ' اس کے متعلق ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا ۔

جو کچھ وہ سوچ رہی ہے ' کیا وہ عجیب نہیں ؟ باکس فائل اس کے بالکل پاس پڑی ہے اور اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ اس کے پاپا عین وقت پر یہاں پہنچ جائیں گے اور اس میں کوئی اضافہ کرسکیں گے ۔ ہاں البرٹو اپنے طور پر کچھ کرگزرے تو دوسری بات ہے ۔ کوئی غیرمتوقع چیز . . .

بہر حال خود ہلڈے بعض ایسی باتیں سوچ چکی تھی جو ان کے پاپا کے وہم و گمان میں بھی نہیں آئی ہوں گی ۔ اس کی ڈور تو اس کے پاپا کے ہاتھ میں نہیں ۔ لیکن سوال یہ ہے : کیا وہ اپنی مرضی کرنے پر قادر ہے ؟

شعور کیا ہے ؟ کیا یہ کائنات کی عظیم ترین چیستان نہیں ؟ یادداشت کیا ہے ؟ آخر وہ کون سی چیز ہے جو ہمیں ہر وہ بات جو ہم نے دیکھی ہوتی ہے یا جس کا ہمیں تجربہ ہوا ہوتا ہے ' اس کی یاد دلاتی ہے ؟

یہ کس قسم کی میکانیت ہے جو ہم سے ایک رات نہیں بلکہ مسلسل ہر رات حیرت انگیز خواب تخلیق کراتی رہتی ہے ؟

وہ وقتاً فوقتاً اپنی آنکھیں بند کرلیتی ۔ پھر وہ انہیں دوبارہ کھولتی اور چھت کو گھور گھور کر دیکھنے لگتی ۔ آخر کار وہ انہیں کھولنا بھول گئی ۔

وہ سو چکی تھی ۔

جب کسی سی گل (seagull) کی کرخت آواز نے اسے جگایا ' وہ اٹھی اور اپنے پلنگ سے نیچے اتر آئی ۔ حسب معمول وہ کمرے میں چلتی کھڑکی کے پاس پہنچی اور وہاں کھڑی ہوکر کھاڑی کے آرپار دیکھنے لگی ۔ سردیاں ہوں یا گرمیاں ' یہ اس کی عادت بن چکی تھی ۔

جب وہ وہاں کھڑی تھی ' اسے محسوس ہوا کہ اس کے دماغ میں بے شمار رنگوں کا طوفان در آیا ہے ۔ اس نے جو کچھ خواب میں دیکھا تھا ' وہ اسے یاد آگیا تھا ۔ لیکن اپنے روشن اور شوخ رنگوں اور شکلوں کے ساتھ یہ خواب سے بڑھ کر کچھ تھا . . .

اس نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کے پاپا لبنان سے گھر پہنچ گئے ہیں ۔ سوفی

نے جو خواب دیکھا تھا کہ اسے گھاٹ پر طلائی صلیب ملی ہے' اس کا اپنا سارا خواب اسی کی توسیع تھا۔

بالکل سوفی کے خواب کی طرف وہ اپنے خواب میں گھاٹ کے کنارے پر بیٹھی تھی ۔ پھر اسے نہایت ملائم آواز کانا پھوسی کرتے سنائی دی تھی : "میرا نام سوفی ہے!" ہلڈے جہاں تھی ' وہیں بیٹھی رہی تھی ۔ وہ بالکل ساکت وصامت بیٹھی تھی اور سننے کی کوشش کر رہی تھی کہ آواز کہاں سے آرہی ہے ۔ آواز سنائی دیتی رہی ۔ یہ سرسراہٹ سی تھی جس کا سننا تقریباً ناممکن تھا' بالکل ایسے جیسے کوئی حشرہ اس سے مخاطب ہو : "تم لازماً اندھی بھی ہوگی اور بہری بھی!" عین اسی وقت اس کے پاپا اپنی اقوام متحدہ کی وردی پہنے باغ میں آچکے تھے ۔ "ہلڈے!" انہوں نے چلا کر کہا تھا ۔ ہلڈے ان کی طرف بھاگ پڑی تھی اور اس نے اپنے بازو ان کی گردن میں حمائل کردیے تھے ۔ یہاں خواب ختم ہو گیا تھا۔

اسے ناروے کے شاعر آرنلف اوورلینڈ (Arnulf Overland) (1889 تا 1968) کی ایک نظم کی چند سطریں یاد آئیں :

ایک رات عجیب وغریب خواب نے مجھے جگا دیا
اور یوں لگا کوئی آواز مجھ سے مخاطب ہے ۔
یہ کسی دور دراز زمین دوز ندی کی مانند تھی '
میں اٹھا اور میں نے پوچھا: مجھ سے کیا چاہتی ہو؟

جب اس کی امی اندر آئی ' وہ ابھی تک کھڑکی کے پاس کھڑی تھی ۔

"ارے ' وہاں ہو ! جاگ گئی ہو؟"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی . . . "

"میں حسب معمول چار بجے واپس آجاؤں گی ۔"

بہت اچھا ' امی ۔"

"ہلڈے ' تمہیں چھٹیاں ہیں ' مزے کرو !"

"آپ کا دن بھی اچھا گزرے ۔"

جب اس نے اپنی امی کو دھماکے سے باہر کا دروازہ بند کرتے سنا ' اس نے

باکس فائل اٹھائی اور دوبارہ بستر میں گھس گئی۔

"میں میجر کے لاشعور میں غوطہ لگانے جارہا ہوں۔ جب تک ہماری اگلی ملاقات نہیں ہوتی، میں وہیں رہوں گا۔"

"ہاں، میں نے یہیں تک پڑھا تھا۔"

ہلڈے دوبارہ پڑھنے لگی۔ اسے اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کے نیچے محسوس ہو رہا تھا کہ صرف چند صفحات باقی رہ گئے ہیں۔

جب سوفی میجر کی کٹیا سے رخصت ہوئی، اسے ابھی تک جھیل کے کنارے ڈزنی کے چند کرداروں کی صورتیں نظر آرہی تھیں۔ لیکن جونہی وہ ان کے قریب پہنچی، اسے یوں لگا جیسے وہ تحلیل ہوگئی ہوں۔ جب وہ کشتی کے نزدیک آئی، وہ سب کی سب غائب ہوچکی تھیں۔

جب وہ کشتی کھے رہی تھی، وہ طرح طرح کی شکلیں بنانے لگی۔ اور جب وہ کشتی دوسرے کنارے لگا چکی اور اسے سرکنڈوں کے بیچ گھسیٹ چکی، وہ اپنے بازو لہرانے لگی۔ وہ دیوانہ وار کوشش کر رہی تھی کہ کسی طرح میجر کی توجہ اپنی طرف مبذول کراسکے تاکہ البرٹو کسی مداخلت کے بغیر کٹیا میں بیٹھا رہ سکے۔

وہ پگڈنڈی پر ناچتی، کودتی اور چھلانگیں لگاتی جارہی تھی۔ پھر اس نے کسی میکانکی گڑیا کی طرح چلنے کی کوشش کی۔ میجر کی توجہ اپنی ذات کی طرف مبذول کرانے رکھنے کے لیے وہ گلوکاری کرنے لگی۔ ایک مقام پر وہ بالکل ساکت کھڑی ہوگئی اور پورے انہماک سے سوچنے لگی کہ البرٹو کا منصوبہ کیا ہوسکتا ہے۔ ایکا ایکی اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے فرض سے غافل ہوگئی ہے۔ اسے اپنے ضمیر کی اتنی سخت کسک محسوس ہوئی کہ اسے اور تو کچھ نہ سوجھا، بس ایک درخت پر چڑھنے لگی۔

سوفی جتنی بلندی تک جاسکتی تھی، چلی گئی۔ جب وہ درخت کی چوٹی کے بالکل قریب پہنچ گئی، اسے احساس ہوا کہ اس کے لیے نیچے اترنا دشوار ہوگا۔ اس نے دوبارہ کوشش کرنے سے

پہلے کچھ دیر انتظار کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ لیکن وہ جہاں تھی وہاں آرام سے بیٹھ بھی نہیں سکتی تھی۔ میجر اس کی حرکتیں دیکھتے دیکھتے تنگ آجائے گا اور شاید جاننا چاہے گا کہ البرٹو کیا کر رہا ہے۔

سوفی اپنے بازو لہرانے لگی، اس نے دو مرتبہ مرغ کی طرح بانگ دینے کی بھی کوشش کی اور آخرکار وہ کچھ اس انداز سے گانے لگی کہ اس کی آواز کبھی بالکل نارمل اور کبھی بے انتہا بلند ہوجاتی۔ اپنی پندرہ سالہ زندگی کے دوران میں اس نے اس انداز سے پہلی مرتبہ گانا گایا تھا۔ بہرحال اس نے اب تک جو مجموعی کارکردگی دکھائی تھی، جب اس نے اس کا جائزہ لیا، وہ بے حد خوش ہوئی۔

اس نے ایک بار پھر نیچے اترنے کی کوشش کی لیکن اب اسے صحیح معنوں میں احساس ہوا کہ یہ کام اس کے بس کا نہیں رہا۔ اچانک ایک تکاز اپنے پر پھڑپھڑاتی آئی اور عین اس شاخ پر بیٹھ گئی جس کا سوفی نے سہارا لے رکھا تھا۔ چونکہ وہ حال ہی میں ڈزنی کے کرداروں کی پوری فوج دیکھ چکی تھی، تکاز نے جب بولنا شروع کیا، اسے ذرا سی بھی حیرت نہ ہوئی۔

"میرا نام مورٹن (Morten) ہے۔" تکاز نے کہا۔ "درحقیقت میں پالتو تکاز ہوں لیکن اس خاص موقع پر میں جنگلی تکازوں کی میت میں اڑتے اڑتے لبنان سے یہاں پہنچی ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اس درخت سے نیچے اترنے میں کچھ مدد درکار ہے۔"

"تم خود اتنی ننھی جان ہو، میری کیا مدد کرو گی؟" سوفی نے کہا۔

"نوجوان خاتون، تم نتائج اخذ کرنے میں جلدبازی کا مظاہرہ کر رہی ہو۔ چھوٹی میں نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم خود ضرورت سے زیادہ بڑی ہو۔"

"ایک ہی بات ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ میں بالکل تمہاری ہی عمر کے ایک لڑکے کو اپنی بیٹھ پر اٹھائے سارے سویڈن میں گھماتی

پھراتی رہی ہوں ۔ اس کا نام نیلس ہولگرسون (1) (Nils Hol-gersson) تھا۔

"میں پندرہ سال کی ہوں۔"

"نیلس چودہ سال کا تھا ۔ اگر عمر میں ایک آدھ سال ادھر ادھر ہوجائے، باربردار کے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"تم نے اسے اٹھایا کیسے تھا؟"

"میں نے اسے ہلکی سی چپت رسید کی اور وہ بے ہوش ہوگیا ۔ اور جب دوبارہ اس کی آنکھ کھلی، وہ انگوٹھے سے زیادہ بڑا نہیں تھا۔"

"تم چاہو تو مجھے بھی ہلکی سی چپت رسید کرسکتی ہو کیونکہ میں یہاں ساری عمر تو بیٹھی نہیں رہ سکتی ۔ اور مجھے سنیچر کے روز فلسفیانہ گارڈن پارٹی کا بھی اہتمام کرنا ہے۔"

"یہ بھی خوب رہی ۔ پھر میرا خیال ہے کہ یہ کوئی فلسفیانہ کتاب ہوگی ۔ جب میں نیلس ہولگرسون اپنی کمر پر لادے سویڈن کے اوپر پرواز کر رہی تھی، ہم وارم لینڈ (2) کے قریب ایک گاؤں ماربا کا (Marbacka) اترے ۔ وہاں نیلس کی ملاقات ایک بڑھیا (3) سے ہوئی جو سکولوں کے بچوں کے لیے سویڈن کے متعلق کتاب لکھنے کا منصوبہ بنا رہی تھی ۔ بڑھیا نے بتایا کہ اس کی کتاب سچی بھی ہوگی اور سبق آموز بھی ۔ جب اس نے نیلس کے کارناموں کے متعلق سنا، اس نے جھٹ پٹ فیصلہ کرلیا کہ نیلس نے اس قاز کی پشت پر بیٹھ کر جو کچھ دیکھا ہے، وہ اسی کے متعلق کتاب لکھے گی۔"

"یہ تو بڑی عجیب سی بات ہے۔"

"سچی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ خطنز کا پہلو لیے ہوئے تھا کیونکہ ہم تو پہلے ہی اس کی کتاب میں موجود تھے۔"

اچانک سوفی کو محسوس ہوا کہ کسی نے اس کے رخسار پر چپت جما دی ہے اور اگلے لمحے وہ سکڑ کر انگوٹھے کے برابر ہوچکی تھی ۔ اب درخت درخت نہیں رہا تھا، پورا جنگل معلوم ہورہا تھا اور خود قاز گھوڑے جتنی پھیل چکی تھی۔

"آؤ، پھر۔" قاز نے کہا۔

سوفی شاخ پر چلتی آگے بڑھی اور قاز کی پشت پر سوار ہوگئی ۔ اس کے پر ملائم تھے لیکن اب جب کہ وہ خود اتنی چھوٹی ہوچکی تھی ، وہ اس کے گدگدی کم کر رہے تھے اور چبھ زیادہ رہے تھے ۔

جونہی وہ آرام سے پشت پر بیٹھی ، قاز اڑنے لگی ۔ وہ درختوں کے اوپر ہی اوپر پرواز کر رہی تھیں ۔ سوفی نے جھیل اور میجر کی کٹیا پر نظر دوڑائی ۔ اندر البرٹو بیٹھا تھا اور اپنا پرفریب اور پیچ در پیچ منصوبہ بنانے میں مصروف تھا ۔

" آج کی پرواز کے دوران میں مختصر مناظربینی پر ہی اکتفا کرنا پڑے گا ۔ " قاز بار بار اپنے پر پھڑپھڑاتے ہوئے کہہ رہی تھی ۔

اس کے ساتھ ہی وہ درخت کی جڑوں کے قریب اترنے کے لیے پر تولنے لگی جہاں سے وہ ابھی کچھ ہی دیر پہلے اپنی پرواز پر روانہ ہوئی تھی ۔ جونہی قاز کے پاؤں نے زمین کو چھوا ، سوفی لڑکھڑاتی نیچے گر پڑی ۔ اس نے کوتاہ قامت جھاڑیوں کے اوپر چند قلابازیاں کھائیں اور یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ دوبارہ اپنے پورے قد کی ہوچکی ہے ۔

قاز نے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اور جھومتے جھامتے اس کے گرد چند چکر لگائے ۔

"تمہاری مدد کا بہت بہت شکریہ ۔" سوفی نے کہا ۔

" یہ تو بالکل معمولی سی بات تھی ۔ کیا کہا تھا تم نے کہ یہ کوئی فلسفے کی کتاب ہے ؟"

"نہیں ، میں نے نہیں ، تم نے کہا تھا ۔"

" خیر ، ایک ہی بات ہے ۔ جس طرح میں نیلس ہولگرسون کو سارے سویڈن پر اڑاتی پھری تھی ، اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں تمہیں بھی اپنی پیٹھ پر بٹھا کر فلسفے کی ساری تاریخ میں گھما پھرا دیتی ۔ ہوسکتا تھا کہ ہم میلے توس اورر اتھنز ، یروشلم اور سکندریہ ، روم اور فلورنس ، لندن اور پیرس ، جینا اور ہائیڈل برگ ، برلن اور کوپن ہیگن کے اوپر چکر لگا آتے . . ."

"شکریہ ، اتنا ہی کافی ہے ۔"

"لیکن صدیوں کے اوپر پرواز کرنا ستم ظریف تاز کے لیے بھی خاصا ٹیڑھا کام ہوتا ۔ سویڈن کے صوبوں کو عبور کرنا نسبتاً کہیں زیادہ آسان ہے ۔"

یہ کہتے ہی تاز چند قدم زمین پر دوڑی اور پھر پر پھڑپھڑاتی فضا میں پرواز کرگئی ۔

سوفی کا تھکن سے برا حال ہو رہا تھا لیکن کچھ دیر بعد جب وہ اپنے خفیہ ٹھکانے سے رینگتی رینگتی باغ میں داخل ہوئی ' اس نے سوچا کہ اس نے میجر کی توجہ ہٹانے کے لیے جو چالیں چلی ہیں ' البرٹو ان سے خاصا خوش ہوا ہوگا ۔ گزشتہ ایک گھنٹے کے دوران میں میجر کو البرٹو کے متعلق کچھ سوچنے کا کوئی خاص موقع نہیں ملا ہوگا ۔ اگر اس نے یہ کام کر دکھایا ہے پھر وہ لازماً مرکب شخصیت (split personality) کا مالک ہوگا ۔

سوفی نے باہر کا دروازہ پار کیا ہی تھا کہ اس کی امی کام سے گھر واپس آگئی ۔ اس سے فائدہ یہ ہوا کہ اسے اپنی امی کو یہ سمجھانے کی ضرورت نہ رہی کہ کس طرح پالتو تاز نے بلندوبالا درخت سے اسے رہائی دلائی تھی ۔ ڈنر کے بعد وہ گارڈن پارٹی کے لیے درکار اشیا تیار کرنے لگیں ۔ انہوں نے چار میٹر لمبی میز اور اس کے پائے اٹک (attic) سے نکالے اور باغ میں لے آئیں ۔

انہوں نے لمبی میز پھل دار درخت کے نیچے سجانے کا پروگرام بنایا تھا ۔ پچھلی مرتبہ انہوں نے یہ میز سوفی کے والدین کی شادی کی دسویں سالگرہ پر استعمال کی تھی ۔ اس وقت سوفی کی عمر صرف دس سال تھی ۔ لیکن اس سلسلے میں جو عظیم الشان دعوت منعقد ہوئی تھی ' وہ اسے اچھی طرح یاد تھی ۔ اس میں ان کے تمام رشتے دار اور دوست آئے تھے ۔

موسمیات کے محکمے نے موسم کی جو پیش گوئی کی تھی ' وہ اس سے زیادہ اچھی ہو ہی نہیں سکتی تھی ۔ سوفی کی سالگرہ سے ایک روز پہلے برق وباراں کا جو طوفان بلاخیز آیا تھا ' اس کے بعد پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا تھا ۔ تاہم انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ میز کو سجانے کا اصل کام سنیچر کی صبح سے پہلے نہیں کریں گی ۔

اس شام بعدازاں انہوں نے دو قسم کی ڈبل روٹی پکائی ۔

انہوں نے مہمانوں کی خاطرمدارات مرغی، سلاد اور سوڈے سے کرنا تھی۔ سوفی کو پریشانی تھی کہ اس کی کلاس کے بعض لڑکے بیئر ضرور لائیں گے۔ اگر اسے کسی چیز سے خوف آتا تھا تو وہ ہلاگلا تھا۔

جب سوفی سونے جا رہی تھی، اس کی امی نے ایک بار پھر اس سے البرٹو کے متعلق استفسار کیا کہ وہ آرہا ہے یا نہیں۔

"بالکل آئیں گے اور انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کوئی فلسفیانہ کرتب دکھائیں گے۔"

"فلسفیانہ کرتب؟ یہ کس قسم کا کرتب ہوتا ہے۔"

"مجھے بالکل معلوم نہیں... اگر وہ جادوگر ہوتے، وہ لازماً جادو کا کرتب دکھاتے۔ وہ شاید ٹوپی سے سفید خرگوش نکال کر دکھادیتے..."

"کیا؟ پھر وہی چکر؟"

"مگر چونکہ وہ فلسفی ہیں، وہ اس کے بجائے کوئی فلسفیانہ کرتب ہی دکھائیں گے۔ بہرحال یہ ویسے بھی فلسفیانہ گارڈن پارٹی ہے۔ آپ نے بھی کچھ کرنے کا کوئی منصوبہ بنایا ہے؟"

"سچ پوچھو تو میرا جواب ہاں میں ہے۔"

"کوئی تقریر؟"

میں فی الحال کچھ نہیں بتاؤں گی۔ یہ راز کی بات ہے۔ شب بخیر، سوفی۔"

اگلے روز صبح سویرے سوفی کی امی نے اسے جگا دیا۔ وہ کام پر جانے سے پہلے اسے خداحافظ کہنے آئی تھی۔ گارڈن پارٹی کے لیے جو اشیا درکار تھیں، ان میں سے جو عین آخری وقت اسے یاد آئیں اس نے ان کی فہرست سوفی کو تھما دی تاکہ وہ انہیں شہر سے خرید لائے۔

جیسے ہی اس کی امی روانہ ہوئی، ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ آواز البرٹو کی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ اسے کسی طرح معلوم ہوگیا تھا کہ سوفی عین کس وقت گھر پر اکیلی ہوگی۔

"آپ کے خفیہ منصوبے کا کیا بنا؟"

"چپ - ایک لفظ بھی زبان پر نہ لاؤ - اسے اس کے متعلق سوچنے کا بھی موقع نہ دو -"

"میرا خیال ہے کہ کل میں نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائے رکھی تھی -"

"خوب -"

"کیا فلسفے کا کورس ختم ہو گیا؟"

"اسی لیے تو میں نے ٹیلی فون کیا ہے - ہم پہلے ہی اپنی صدی میں داخل ہو چکے ہیں - اب تم اپنی جہت خود متعین کرنے کے قابل ہو جاؤ گی - بنیادیں اہم ترین چیز تھیں - پھر بھی ہمیں اپنے عہد کے متعلق مختصر گفتگو کرنے کے لیے آپس میں ملاقات کرنا ہو گی -"

"لیکن مجھے تو شہر جانا ہے..."

"یہ تو اور بھی اچھا ہوا - میں نے کہا تھا کہ ہمیں اپنے عہد کے متعلق گفتگو کرنا ہے -"

"واقعی؟"

"چنانچہ میرا مطلب ہے کہ شہر میں ملاقات بہت مفید رہے گی -"

"میں آپ کے گھر حاضر ہوں؟"

"نہیں - بالکل نہیں - یہاں ہر چیز الٹ پلٹ ہے - دراصل میں دیکھنا چاہتا تھا کہ کسی نے خفیہ طور پر کوئی مائیکروفون تو نہیں لگا دیا -"

"ہائے!"

"مین سکوائر میں حال ہی ایک نیا کیفے کھلا ہے - اس کا نام کیفے پیئر ہے - تمہیں اس کے متعلق کچھ معلوم ہے؟"

"جی ہاں - میں وہاں کب پہنچوں؟"

"بارہ بجے ٹھیک رہے گا؟"

"جی ہاں - خدا حافظ!"

بارہ بج کر دو منٹ پر سوفی کیفے پیئر میں داخل ہوئی - یہ ان نئی فیشن ایبل جگہوں میں شمار ہوتا تھا جن میں چھوٹی گول میزیں اور سیاہ کرسیاں ہوتی ہیں ، جہاں گاہکوں کی تواضع پہلے

چھڑی نما فرانسیسی ڈبل روٹی (baguette) کے سینڈوچ سے کی جاتی ہے اور ان کے لیے ورمتھ (vermouth) شراب کی بوتلیں خود کار مشینوں (dispensers) میں الٹی رکھی ہوتی ہیں۔

حجم کے اعتبار سے کمرا چھوٹا تھا اور سب سے پہلی بات جو سوفی معلوم کرنا چاہتی تھی ، یہ تھی آیا البرٹو آچکا ہے یا نہیں ۔ وہ نہیں آیا تھا ۔ گول میزوں کے ارد گرد بےشمار دوسرے لوگ بیٹھے تھے لیکن البرٹو موجود نہیں تھا۔

سوفی کو اکیلے کیفوں میں جانے کی عادت نہیں تھی ۔ کیا اسے لوٹ جانا اور یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ آیا ہے یا نہیں ، پھر واپس آجانا چاہیے؟

اس نے سنگ مرمر کے کاؤنٹر پر ایک پیالی لیمن (lemon) چائے کا آرڈر دیا اور ایک خالی میز پر بیٹھ گئی ۔ اس کی نگاہیں دروازے پر جمی ہوئی تھیں ۔ لوگ مسلسل آرہے تھے اور جارہے تھے ، لیکن البرٹو کا ابھی تک کوئی نام ونشان تک نظر نہیں آرہا تھا۔

کاش اس کے پاس کوئی اخبار ہی ہوتا!

جوں جوں وقت گزرتا گیا ، توں توں اس کی بے چینی بڑھتی گئی ۔ تنگ آکر وہ ادھرادھر نگاہیں دوڑانے لگی ۔ جواب میں دو اشخاص کی نگاہیں اس کی نگاہوں سے ٹکرا گئیں ۔ ایک لمحے کے لیے تو سوفی کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ لڑکی نہ ہو ، کوئی نوجوان عورت ہو ۔ وہ بےشک پندرہ سال کی تھی لیکن وہ آسانی سے سترہ ـــــ یا کم ازکم ساڑھے سولہ کی دکھائی دے سکتی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی یہاں جو اتنے سارے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے کبھی اپنے خیالوں میں اس بات پر دھیان دیا ہے کہ وہ زندہ ہیں ۔ ان کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ یہاں بلا مقصد آگئے ہوں ، محض اتفاق انہیں یہاں کھینچ لایا ہو اور وہ اتفاق سے یہاں گول میزوں کے گرد بیٹھ گئے ہوں ۔ وہ سب کے سب باتیں کر رہے تھے ، زور زور سے اپنے ہاتھوں یا بازوؤں کو لہرا رہے تھے لیکن دکھائی کچھ یوں دے رہا تھا کہ وہ کسی سنجیدہ یا اہم مسئلے کے متعلق گفتگو نہیں کر رہے ، بس اناپ شناپ جو جی

میں آتا ہے کیے جا رہے ہیں۔

اسے اچانک کیرکیگارڈ یاد آگیا جس نے کہا تھا کہ ہجوم کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ وہ محض بیکار اور فضول باتیں کرتا ہے۔ کیا یہ تمام لوگ جمالیاتی سطح پر رہ رہے ہیں؟ یا پھر کوئی ایسی چیز ہے جو ان کے لیے وجودی طور پر اہم ہو؟

سوفی کے نام اپنے ایک ابتدائی خط میں البرٹو نے فلسفیوں اور بچوں کے مابین مشابہت کا ذکر کیا تھا۔ اسے ایک بار پھر احساس ہوا کہ وہ سن بلوغت تک پہنچنے سے خوف زدہ ہے۔ فرض کرو کہ ایک روز اس کا انجام بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ سفید خرگوش کے بالوں میں، جسے کائنات کے ناپ ہیٹ سے برآمد کیا گیا تھا، رینگتے رینگتے کہیں دور، بہت گہرائی میں، کسی کونے کھدرے میں جا پڑتی ہے، پھر؟

اس نے اپنی نگاہیں دروازے پر مرکوز رکھیں۔ اچانک البرٹو اندر داخل ہوا۔ اگرچہ یہ وسط گرما کے ایام تھے، اس نے سر پر سیاہ اونی ٹوپی اور جسم پر خاکستری رنگ کی دھاریدار ٹویڈ کا کوٹ پہن رکھا تھا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف لپکا۔ اس سے یوں کھلے عام ملنا سوفی کو بہت عجیب لگا۔

"سوا بارہ بج چکے ہیں!"

"اسے علمی اصطلاح میں پاؤ گھنٹہ کہتے ہیں۔ کچھ کھاؤ گی، بسکٹ، سینڈوچ، کریم رول، پیسٹری، پیٹی؟"

وہ کرسی پر بیٹھ گیا اور اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ سوفی نے کندھے اچکا دیے۔

"یقیناً۔ میرا خیال ہے سینڈوچ ٹھیک رہے گا۔"

البرٹو نے کاؤنٹر کا رخ کیا، واپسی پر وہ ایک کپ کافی اور دو فرانسیسی ڈبل روٹی کے سینڈوچ، جن کے اندر پنیر اور خنزیر کی ران کے گوشت کے ٹکڑے تھے، لے آیا۔

"بہت مہنگا تو نہیں تھا؟"

"نہیں، کوئی خاص نہیں۔ اگر ہو تو بھی کیا فرق پڑتا ہے، سوفی۔"

"آپ کے پاس تاخیر سے آنے کا بہانہ ہے؟"

"نہیں - میں جان بوجھ کر تاخیر سے آیا ہوں - کیوں ؟ یہ میں کچھ دیر میں بتاؤں گا۔"

اس نے دانتوں سے سینڈوچ کے ایک دو بڑے بڑے لقمے کاٹے اور کہنے لگا:

"آؤ، ہم اپنی صدی کی بات کرتے ہیں۔"

"اس صدی میں کوئی فلسفیانہ نوعیت کی چیز ہوئی ہے؟"

"ایک نہیں ، بے شمار ... تمام سمتوں میں تحریکیں چلتی رہی ہیں یا چل رہی ہیں - ہم اپنی گفتگو کا آغاز ان میں ایک اہم ترین سے کریں گے اور اس کا نام ' وجودیت ' ہے - اصل میں یہ کسی ایک تحریک کا نام نہیں بلکہ یہ ان متعدد فلسفیانہ لہروں کے لیے ، جو انسان کی وجودی صورت حال کو اپنا نقطہ آغاز بناتی ہیں ، اجتماعی اصطلاح ہے - عام طور ہم ان سب کو بیسویں صدی کا وجودی فلسفہ کہتے ہیں - ان وجودی فلسفیوں یا وجودیت پسندوں میں سے متعدد نے اپنے خیالات کی اساس کیرکیگارڈ ہی کے نہیں بلکہ مارکس اور ہیگل کے خیالات پر بھی رکھی۔"

"اونہوں!"

"ایک اور اہم فلسفی ، جس نے بیسویں صدی کو بہت متاثر کیا ، وہ جرمن فریڈرخ نیٹشے (4) (Nietzsche) تھا - وہ 1844ء سے 1900ء تک بقیدحیات رہا - اس نے بھی ہیگل کے فلسفے اور جرمن ' تاریخیت ' کے خلاف ردعمل ظاہر کیا تھا - اس نے مغرب کی تاریخ میں بے جان (anaemic) دلچسپی اور عیسائیوں کی ' غلامانہ ذہنیت ' (یہ اس کی اپنی اختراع ہے) کے خلاف زندگی کو وزن مخالف (counter-weight) کے طور پر پیش کیا - وہ چاہتا تھا کہ ' تمام اقدار کا دوبارہ جائزہ ' لیا جانا چاہیے تاکہ وہ جو کمزور ترین ہیں ، طاقتورترین کی حیاتی قوت (life force) کے لیے کسی قسم کی رکاوٹ نہ بن سکیں - نیٹشے کے مطابق عیسائیت اور روایتی فلسفے دونوں نے ہی حقیقی دنیا سے منہ موڑ لیا ہے ، اور وہ بس ' جنت ' یا ' دنیائے امثال ' کی طرف اشارے کرتے رہتے ہیں - یہ جسے اب تک ' حقیقی ' دنیا سمجھتے رہے ہیں ، وہ اصل میں نقلی دنیا (pseudo

(world ہے ۔ ' دنیا کے ساتھ باوفا (true) رہیں ۔ ' اس نے کہا تھا ' ' اور جو لوگ ماورائے فطرت توقعات دلاتے رہتے ہیں ' ان کے جھانسے میں نہ آئیں ۔'"

"پھر ۔ ۔ ۔؟"

"ایک شخص ' جو کیرکیگارڈ اور نیٹشے دونوں سے متاثر ہوا ' وہ جرمن وجودی فلسفی مارٹن ہائیڈیگر (5) تھا ۔ تاہم ہم اپنی توجہ کا مرکز فرانسیسی وجودی فلسفی ژاں پال سارتر (6) کو ' جو 1905 سے 1980 تک بقیدحیات رہا ' بنائیں گے ۔ وہ وجودیوں میں ـــــ کم ازکم عام لوگوں کے نزدیک ـــــ اہم ترین ' فعال ترین ' جوشیلاترین اور کامیاب ترین شخص تھا یا یوں کہو کہ ان کا سرخیل تھا ۔ اس کی وجودیت جنگ عظیم دوم کے فوراً بعد 1940 کی دہائی میں خاص طور پر مقبول ہوئی ۔ بعد میں وہ فرانس کی مارکسی تحریک کا اتحادی بن گیا لیکن وہ کسی (سیاسی) پارٹی کا رکن کبھی نہیں بنا۔"

"اسی لیے ہم فرانسیسی کیفے میں ملاقات کر رہے ہیں؟"

" میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے اس کیفے کا انتخاب اتفاقاً نہیں کیا تھا ۔ خود سارتر بھی اپنا بیشتر وقت کیفوں میں گزارتا تھا ۔ جس عورت ـــــ سائمن ڈ بووار (7) ـــــ نے اس کا زندگی بھر ساتھ نبھایا ' اس سے بھی اس کی ملاقات ایک کیفے میں ہی ہوئی تھی۔ وہ خود بھی وجودی فلسفی تھی۔"

"خاتون فلسفی؟"

"بالکل درست۔"

" کتنی خوشی کی بات ہے کہ انسان بالآخر مہذب ہو ہی گیا۔"

" تاہم ہمارے عہد میں متعدد نئے مسائل اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔"

"آپ وجودیت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔"

"سارتر نے کہا تھا کہ وجودیت ہی ' انسان دوستی ' (-hum anism) ہے ۔ اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ وجودی اپنی بحث کا آغاز کسی اور چیز سے نہیں بلکہ خود انسان سے کرتے ہیں ۔ میں

اس ضمن میں مزید بات یہ کہوں گا کہ سارتر جس ہیومنیزم کی بات کر رہا ہے وہ اس ہیومنیزم کی نسبت ، جس سے ہمارا واسطہ نشاۃ ثانیہ کے تذکرے کے دوران میں پڑا تھا ، انسانی صورت حال کے بارے میں کہیں زیادہ مایوسانہ رویے کا اظہار کرتی ہے۔"

"ایسا کیوں ہوا؟"

" کیرکیگارڈ اور اس صدی کے بعض وجودی فلسفی عیسائی تھے ۔ لیکن سارتر جس چیز کا دم بھرتا تھا ، اسے ہم دہریت پر مبنی وجودیت کہہ سکتے ہیں ۔ اس کے فلسفے کو ایک ایسی انسانی صورت حال کا ' ' جب خدا مرچکا ہے ' ' بے رحمانہ تجزیہ تصور کیا جاتا ہے ۔ ترکیب 'خدا مرچکا ہے 'نیٹشے سے آئی تھی۔"

"جی ، اپنی بات جاری رکھیں۔"

" کیرکیگارڈ کے فلسفے کی طرح سارتر کے فلسفے میں کلیدی لفظ ' وجود ' ('existence') ہے ۔ لیکن ' وجود ' (8) کا مطلب عین مین وہ نہیں ہوتا جو ' باحیات ہونا ' (being alive) کا ہوتا ہے ۔ نباتات اور حیوانات بھی باحیات ہوتے ہیں لیکن انہیں اس کے مضمرات کے متعلق سوچنا نہیں پڑتا ۔ انسان واحد مخلوق ہے جسے اپنے وجود کا شعور ہے ۔ سارتر کہتا تھا کہ مادی چیز محض ' بجائے خود ' ('in itself') ہوتی ہے جب کہ نوع انسان ' برائے خود ' ('for it-self') ہوتی ہے ۔ چنانچہ انسان کا ہونا (being) اور اشیا کا ہونا یکساں بات نہیں۔"

"میں اس سے اختلاف نہیں کرسکتی۔"

"سارتر کہتا تھا کہ انسان کے وجود کو اس کی تمام دوسری حیثیتوں پر ، خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں ، تقدم (priority) حاصل ہوتا ہے ۔ اس حقیقت کو کہ میں موجود ہوں ، میں کیا ہوں ، پر تقدم حاصل ہے ۔ ' وجود کو جوہر (essence) پر تقدم حاصل ہوتا ہے '۔"

"بڑا پیچیدہ قسم کا بیان ہے۔"

"جوہر سے ہماری مراد وہ چیز ہوتی ہے جس پر ـــــ فطرت یا ہستی ـــــ کوئی چیز مشتمل ہے ۔ لیکن سارتر کے مطابق انسان کی اس قسم کی کوئی خلقی ' فطرت ' نہیں ہوتی ۔

چنانچہ انسان کو لازماً اپنے آپ کو خود تخلیق کرنا چاہیے - اسے اپنی فطرت یا جوہر ('essence') کو لازماً خود تخلیق کرنا چاہیے کیونکہ یہ اسے پیشگی فراہم نہیں کی جاتی-"

"میرا خیال ہے کہ میں آپ کا مطلب سمجھ گئی ہوں-"

" فلسفے کی ساری تاریخ کے دوران میں فلسفی یہ دریافت کرنے کے درپے رہے ہیں کہ انسان کیا ہے ـــــ یا انسانی فطرت کیا ہے - لیکن سارتر کا عقیدہ تھا کہ انسان کی کوئی ایسی ابدی ' فطرت ' نہیں جس کا وہ بوقت ضرورت سہارا لے سکے - چنانچہ عمومی اعتبار سے زندگی کا مفہوم تلاش کرنا بیکار ہے - ہمارا مقدر یہی ہے کہ ہم کسی پیشگی منصوبےبندی کے بغیر موقع کا حل موقع پر تلاش کریں - ہمارا حال ان اداکاروں کا ہے جنہیں گھسیٹ کر سٹیج پر کھڑا تو کردیا جائے لیکن انہیں نہ تو اپنے مکالمے یاد کرائے جائیں ، نہ سکرپٹ مہیا کیا جائے اور نہ انہیں پرامپٹر (prompter) کی خدمات سے فائدہ اٹھانے دیا جائے جو ان کے مکالمے ان کے کانوں تک پہنچاتا رہے - دنیا کی سٹیج پرہمیں بھی مکالمے یاد کرائے جاتے ہیں نہ سکرپٹ پکڑایا جاتا ہے - اور تو اور کوئی پرامپٹر تو بھی نہیں ہوتا جو ہمیں بتاتا رہے کہ ہمیں (زندگی کی) سٹیج پر کیا کرنا ہے - ہمیں اپنی زندگی کیسے گزارنا ہے ، اس کافیصلہ ہمیں خود کرناہوتا ہے-"

"فی الواقع یہ درست ہے - آدمی نے زندہ کیسے رہنا ہے کاش اس سلسلے میں انجیل ـــــ یا کسی فلسفے کی کتاب ـــــ سے رہنمائی حاصل ہوسکتی-پھر خاصی آسانی رہتی-"

" تم نے نکتہ سمجھ لیا ہے - سارتر کہتا ہے کہ جب لوگوں کو احساس ہوجاتا ہے کہ (اب تو) وہ بقیدحیات ہیں مگر ایک روز انہیں مرجانا ہے ـــــ اور جئے رہنا بے معنی ہے ـــــ پھر انہیں دہشت (angst) کا تجربہ ہونے لگتا ہے - تمہیں یاد ہوگا کہ کیرکیگارڈ نے وجودی صورت حال میں انسان کا جو نقشہ کھینچا تھا ، اس کی بھی نمایاں خصوصیت angst یا احساس دہشت (sense of dread)ہی تھی-"

"جی ہاں-"

"سارتر کہتا ہے کہ ایک ایسی دنیا میں ، جس کا کوئی مفہوم نہ بنتا ہو ، انسان اپنے آپ کو بیگانہ (alien) محسوس کرتا ہے ۔ جب وہ انسان کی ' بیگانگی کی کیفیت ' ('alienation') بیان کرتا ہے ، تو وہ ہیگل اور مارکس کے خیالات کی حرف بحرف تکرار کر رہا ہوتا ہے ۔ (اس کا خیال ہے کہ) جب انسان دنیا میں اپنے آپ کو بیگانگی کے احساس میں محصور پاتا ہے ، وہ مایوسی ، اکتاہٹ ، احساس تنفر اور احمقیت (absurdity) کی گرفت میں آجاتا ہے ۔"

"افسردگی کا شکار ہونا یا یہ محسوس کرنا کہ ہر چیز خواہ مخواہ کی اکتاہٹ پیدا کر رہی ہے ، بالکل نارمل جذبہ ہے ۔"

"ہاں ۔ واقعی ۔ سارتر دراصل بیسویں صدی کے شہر میں رہائش پذیر شخص کا ذکر کر رہا تھا ۔ تمہیں یاد ہوگا کہ نشاۃ ثانیہ کے عہد کے انسان دوستوں نے بڑے طمطراق اور فاتحانہ انداز سے انسان کی آزادی اور خود مختاری کی طرف توجہ دلائی تھی ۔ سارتر کا تجربہ اس سے مختلف تھا ۔ وہ سمجھتا تھا کہ انسان کی آزادی اس کے لیے لعنت ہے ۔ ' انسان کو آزاد رہنے کی سزا ملی ہے ۔ ' وہ کہتا تھا ۔ ' یہ سزا اسے اس لیے ملی ہے کیونکہ اس نے خود اپنے آپ کو تخلیق نہیں کیا ___ اور اس کے باوجود وہ آزاد ہے ۔ چونکہ ایک مرتبہ اسے اٹھا کر دنیا میں پھینکا جاچکا ہے ، چنانچہ ہر کام جو وہ کرتا ہے ، اس کی ذمے داری اسی پر عاید ہوتی ہے ۔ '"

"لیکن ہم نے تو درخواست نہیں کی تھی کہ ہمیں بطور آزاد افراد پیدا کیا جائے ۔"

"عین مین یہی سارتر کا نکتہ تھا ۔ تاہم ہم آزاد افراد ہیں اور ہماری یہی آزادی ہمیں یہ سزا دیتی ہے کہ ہم نے کیا کرنا ہے ، اس کا انتخاب ہم خود کریں اور یہ سلسلہ ساری زندگی چلتا رہتا ہے ۔ ایسی کوئی ابدی اقدار یا معیار (norms) نہیں جن کی ہم پابندی کرسکیں اور یہ فقدان ہمارے انتخاب کو اور بھی اہم بنا دیتا ہے کیونکہ ہم جو کچھ کرتے ہیں اس کی کامل ذمے داری خود ہم پر آتی ہے ۔ سارتر اس بات پر زور دیتا تھا کہ انسان کو اپنے افعال کی ذمے داری قبول کرنے سے کبھی گریز نہیں کرنا چاہیے ۔ ہم محض اس لیے اپنا انتخاب خود کرنے کی ذمے داری سے نہیں بچ

سکتے کہ ہمارے پاس یہ گھڑی گھڑائی دلیل ہوتی ہے کہ ہمیں 'لازماً'
اپنے کام پر پہنچنا ہوتا ہے (ورنہ ہماری چھٹی ہوجائے گی) یا ہمیں
زندگی کس طرح گزارنا ہے ' اس سلسلے میں ہمیں 'لازماً' درمیانی
طبقے کی توقعات پر پورا اترنا پڑتا ہے (ورنہ ہمارا حقہ پانی بند
ہوجائے گا) - چنانچہ جو لوگ اس طرح کا رویہ اختیار کرکے گمنام
ہجوم میں گم ہوجاتے ہیں ' ان کا اپنا کوئی ذاتی تشخص نہیں رہتا '
وہ بس غیرشخصی ریوڑ کا جزو بن جاتے ہیں اور یوں وہ اپنے آپ
سے بھاگ کر خودفریبی کا شکار ہوجاتے ہیں - اس کے برعکس
ہماری آزادی ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اپنے آپ کو کچھ بنائیں '
'مستند' یا 'صحیح' انداز سے زندگی بسر کریں۔"

"جی ہاں ' میں سمجھ رہی ہوں۔"

"جہاں تک ہمارے اخلاقی انتخابات کا تعلق ہے ' وہاں بھی
کسی صورت میں اس کا کم اطلاق نہیں ہوتا - ہم کبھی 'انسانی
فطرت' یا 'بشری کمزوری' یا اس قسم کی کسی دوسری چیز کو
موردالزام قرار نہیں دے سکتے - کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ بالغ
افراد خنزیروں کا رویہ اختیار کرلیتے ہیں اور اس کا گناہ 'بابا آدم'
(اولڈ ایڈم) (10) کے کندھوں پر دھر دیتے ہیں - لیکن 'بابا آدم'
نام کی کوئی چیز نہیں ' وہ محض خیالی شبیہ ہے جس پر ہم اعمال
کی ذمے داری سے بچنے کے لیے چھا ڈال دیتے ہیں۔"

"انسان کو کس کس بات کا ذمے دار ٹھہرایا جاسکتا ہے '
اس کی کوئی حد ہونا چاہیے۔"

"اگرچہ سارتر کا دعوٰی تھا کہ زندگی کا کوئی خلقی (innate)
مفہوم نہیں ' لیکن اس کی اس بات کا یہ مطلب نہیں تھا کہ کوئی
بھی چیز اہم نہیں - ہم جن لوگوں کو 'منکرکل' (nihilist) کہتے
ہیں ' اس کا شمار ان میں نہیں ہوتا۔"

"منکرکل؟ وہ کیا ہوتا ہے؟"

"منکرکل وہ شخص ہوتا ہے جو سمجھتا ہے کہ کوئی چیز
بھی بامعنی نہیں اور ہر چیز جائز یا روا ہے - سارتر کا عقیدہ تھا کہ
زندگی کا لازماً مفہوم ہونا چاہیے - اس کے بغیر گزارہ نہیں - لیکن
اپنی زندگیوں میں یہ مفہوم ہمیں خود تخلیق کرنا چاہیے - موجود

ہونا اپنی زندگی خود تخلیق کرنا ہے۔"

"آپ اس کی توضیح کریں گے؟"

"سارتر نے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ شعور فی نفسہ تب تک کچھ نہیں ہوتا جب تک وہ کسی چیز کا ادراک نہیں کرتا ۔ کیونکہ شعور کو ہمیشہ کسی نہ کسی چیز کا شعور (آگہی) ہوتا ہے اور یہ ' کسی نہ کسی چیز ' جتنی ہم خود فراہم کرتے ہیں اتنی ہی ہمارا ماحول کرتا ہے ۔ ہم یہ فیصلہ کرنے کے جزوی طور پر وسیلہ بنتے ہیں کہ ہم ان چیزوں میں سے ' جو ہمارے لیے اہم اور معنی خیز ہوتی ہیں، منتخب کرکے کیاادراک کرتے ہیں۔"

"آپ کوئی مثال دے سکتے ہیں؟"

"دو اشخاص ایک ہی کمرے میں موجود ہوسکتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان دونوں کو الگ الگ چیزوں کا تجربہ ہوسکتا ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم اپنے ماحول کا ادراک کرتے ہیں ، ہم اپنا مفہوم ـــــ یا اپنے مفادات / دلچسپیاں خود فراہم کرتے ہیں ۔ کوئی حاملہ عورت سمجھ سکتی ہے کہ وہ جدھر دیکھتی ہے ' اسے حاملہ عورتیں ہی نظر آتی ہیں ۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ پہلے حاملہ عورتیں ناپید تھیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب چونکہ وہ خود حاملہ ہے ' وہ دنیا کو مختلف نظروں سے دیکھنے لگی ہے ۔ کسی مفرور سزایافتہ قیدی کو ہر طرف پولیس ہی پولیس نظر آسکتی ہے۔"

"اوہ، میں سمجھ گئی۔"

"ہم کمرے میں جس انداز سے اشیا کا ادراک کرتے ہیں ، اسے خود ہماری زندگیاں متاثر کرتی ہیں ۔ اگر مجھے کسی چیز میں دلچسپی نہیں ، میں اس کی طرف دیکھتا ہی نہیں ۔ شاید اب میں تمہیں سمجھا سکتا ہوں کہ آج مجھے دیر کیوں ہوئی تھی۔"

"تو آپ جان بوجھ کر دیر سے آئے تھے؟ ٹھیک؟"

"سب سے پہلے تو مجھے تم یہ بتاؤ کہ جب تم یہاں اندر آئیں، تم نے کیا دیکھا؟"

"پہلی چیز تو میں نے یہ دیکھی کہ آپ یہاں نہیں تھے۔"

" کیا یہ بات عجیب نہیں کہ سب سے پہلی چیز جو تم نے

دیکھی، وہ عدم موجود تھی؟"

"ممکن ہے لیکن تاثر تو مجھے یہی دیا گیا تھا کہ میری آپ سے ملاقات ہو گی۔"

"سارتر کیفے میں اس قسم کی آمد کو یہ ثابت کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے کہ جو چیز ہمارے لیے غیر متعلق ہوتی ہے، ہم اسے کس طرح 'نیست و نابود' کر دیتے ہیں۔"

"تو آپ محض یہی ثابت کرنے دیر سے آئے تھے؟"

"ہاں - میں تمہیں سارتر کے فلسفے کا یہ مرکزی نکتہ سمجھانا چاہتا تھا۔ تم کہہ سکتی ہو کہ میں تمہیں ذرا امتحان میں ڈال رہا تھا۔"

"نکل جائیں یہاں سے!"

"اگر تمہیں کسی سے محبت ہوجائے اور تم اس انتظار میں ہو کہ تمہارا محبوب تمہیں ٹیلی فون کرے گا لیکن ٹیلی فون ہے کہ آتا ہی نہیں تو تم ساری شام اسے کہتے 'سن' سکتی ہو کہ وہ ٹیلی فون نہیں کرسکے گا - تم اس کے ساتھ طے کرتی ہو کہ تم دونوں کی ملاقات کلاں ریلوے ٹرین میں ہو گی - پلیٹ فارم پر وہ بھیڑ ہے کہ کھوے سے کھوا چھل رہا ہے اور وہ تمہیں کہیں نظر نہیں آسکتا - وہ سب تمہارے لیے رکاوٹ پیدا کر رہے ہیں، تمہاری نگاہوں میں ان کی کوئی اہمیت نہیں - تم انہیں ناپسندیدہ اشخاص بھی قرار دے سکتی ہو کیونکہ وہ تمہاری مشکل میں اضافہ کا باعث بن رہے ہیں - انہوں نے ضرورت سے زیادہ جگہ گھیر رکھی ہے - لیکن اتنے لوگوں کے باوجود تمہارے ذہن پر جو واحد نقش مرتسم ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ یہاں نہیں ہے۔"

"کتنی افسوس ناک صورت حال ہے!"

"سائمن دَ بوار نے وجودیت کا اطلاق آزادی نسواں کے نظریے (feminism) پر کرنے کی کوشش کی - سارتر پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ انسان کی کوئی ایسی بنیادی فطرت نہیں جس کا وہ بوقت ضرورت سہارا لے سکے۔ ہم اپنی تخلیق آپ کرتے ہیں۔"

"واقعی؟"

"ہم جس انداز سے جنسوں (sexes) کا ادراک کرتے ہیں، یہ بات اس پر بھی صادق آتی ہے - سائمن د بووار کسی

بنیادی ' نسوانی فطرت ' یا ' مردانہ فطرت ' کے وجود کا انکار کرتی تھی ۔ مثلاً عام طور پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ' تفوق ' حاصل کرنا یا زندگی میں کچھ کرکے دکھانا مرد کی فطرت ہے ۔ چنانچہ وہ (اپنی زندگی کا) مفہوم یا جہت گھر سے باہر تلاش کرے گا ۔ اس کے برعکس عورت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ' داخلیت پسند ' ہے ۔ جس کا مطلب ہے کہ وہ جہاں ہے وہیں رہنا چاہتی ہے ۔ چنانچہ وہ اپنے خاندان کو پالے پوسے گی اور ماحول اور نسبتاً کم پیچیدہ یا سیدھی سادھی اشیا پر دھیان دے گی۔"

"کیا وہ ان باتوں کو واقعی صحیح مانتی تھی؟"

" تم نے میری بات توجہ سے نہیں سنی ۔ درحقیقت سائمن دَ بووار اس قسم کی کسی ' نسوانی فطرت ' یا ' مردانہ فطرت ' کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی تھی ۔ اس کے برعکس اس کا عقیدہ تھا کہ مردوں اور عورتوں کو اس قسم کے تعصبات اور آدرشوں سے ' جو ان کے قلوب پر راسخ ہو چکے ہیں ' اپنے آپ کو چھٹکارا دلانا چاہیے۔"

"میں متفق ہوں۔"

"اس کی اصل کتاب کا نام ' دوسری جنس ' ہے اور یہ 1949 میں شائع ہوئی تھی۔"

"اس سے اس کی کیا مراد تھی؟"

"وہ عورتوں کی بات کر رہی تھی ۔ ہماری ثقافت میں عورتوں کے ساتھ دوسری جنس کا سلوک کیا جاتا ہے ۔ مردوں کا رویہ کچھ اس قسم کا ہوتا ہے جیسے وہ خود تو فاعل ہوں اور عورتیں ان کی مفعول ہوں ۔ چنانچہ جب مرد اس قسم کا رویہ اختیار کرتے ہیں وہ عورتوں کو اپنی زندگی کی ذمے داریوں سے محروم کردیتے ہیں۔"

" کیا وہ یہ کہنا چاہتی تھی کہ ہم عورتیں اتنا ہی آزاد اور خود مختار ہیں جتنا کہ ہم ہونا پسند کرتی ہیں؟"

"ہاں ، تم اس کا مفہوم اس طرح ادا کرسکتی ہو ۔ چالیس کی دہائی سے لے کر موجودہ زمانے تک وجودیت نے ادب ' بالخصوص ڈرامے پر ' گہرے نقوش ثبت کیے ہیں ۔ سارتر خود بھی

ڈرامے اور ناول تحریر کرتا رہا ۔ دوسرے اہم مصنفین (11) میں البیئر کامیو ، سیموئیل بیکٹ ، یوجین آئیونیسکو اور وٹولڈ گومبرووچ ہیں ۔ ان کے اور متعدد دیگر مصنفین کے مخصوص اندازِ نگارش کو ہم ' ابسرڈزم ' (absurdism) کا نام دیتے ہیں ۔ یہ اصطلاح خاص طور پر ' تھیئٹر آف دی ابسرڈ ' کے لیے استعمال ہوتی ہے ۔ تمہیں معلوم ہے کہ 'ابسرڈ' (absurd) کے معنی کیا ہوتے ہیں ۔؟"

" کیا یہ لفظ کسی بےمعنی یا غیرعقلی چیز کے لیے استعمال نہیں ہوتا؟"

"بالکل صحیح ۔ ' تھیئٹر آف دی ابسرڈ ' حقیقت پسند تھیئٹر کے ساتھ تضاد پیش کرتا تھا ۔ اس کا مقصد یہ دکھانا ہوتا تھا کہ زندگی معانی سے تہی دامن ہے تاکہ حاضرین کو عدم اتفاق پر آمادہ کیا جاسکے ۔ اصل منشا بےمعنویت کی ترویج کرنا نہیں تھا بلکہ اس کے برعکس تھا ۔ روزمرہ کی عام صورتوں اور حالات میں جن حماقتوں کا اظہار کیا جاتا ہے ، ڈرامہ نگار ان کا پردہ چاک کرتا اور ان کی اصلیت تماشائیوں پر واشگاف کرتا ہے ۔ یوں وہ انہیں مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے لیے صحیح تر اور ضروری تر زندگی کی جستجو کریں۔"

"خاصی دلچسپ بات معلوم ہوتی ہے۔"

" ' تھیئٹر آف دی ابسرڈ ' میں اکثر اوقات حالات کی ایسی صورتیں پیش کی جاتی ہیں جو مطلقاً معمولی اور پیش پاافتادہ ہوتی ہیں ۔ یوں اسے ایک قسم کی ' بیش حقیقت پسندی ' (hyper realism) کہا جاسکتا ہے ۔ لوگوں کا عین مین بالکل وہی نقشہ کھینچا جاتا ہے جو کہ وہ فی الحقیقت ہوتے ہیں ۔ لیکن ایک بالکل عام سے گھر کے ایک بالکل عام سے باتھ روم میں جو کچھ ہوتا ہے ، اگر اسے جوں کا توں سٹیج پر پیش کردیا جائے ، حاضرین کی ہنسی چھوٹنے میں تاخیر نہیں ہوگی ۔ لیکن وہ اس قسم کا منظر دیکھ کر ہنستے کیوں ہیں ؟ اس کی تعبیر یوں کی جاسکتی ہے کہ جب وہ سٹیج پر خود اپنا ہی خاکہ یوں اڑایا جاتے دیکھتے ہیں ، وہ ہنستے ضرور ہیں لیکن ان کی یہ ہنسی دفاعی میکانیت کا کام کرتی ہے۔"

"جی ہاں ۔ آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔"

"تھیئٹر آف دی ابسرڈ" میں سرئیلزم کی بھی بعض خصوصیات ہوسکتی ہیں ۔ اس کے کردار اکثر اوقات اپنے آپ کو ایسے حالات میں پاسکتے ہیں جو انتہائی غیرحقیقی یا خواب نما ہوتے ہیں لیکن جب وہ اپنی صورت حال کو یوں کانوں قبول کرلیتے ہیں اور اس پر کسی قسم کی حیرت کا اظہار نہیں کرتے ، تو حاضرین کو دھچکا پہنچتا ہے اور وہ کرداروں کے حیرت کے فقدان پر اپنی حیرت کا اظہار کرنے لگتے ہیں ۔ چارلی چپلن اپنی خاموش فلموں میں اسی طریقے سے کام کرتا تھا ۔ ان خاموش فلموں کی خندہ آفرینی کے ذریعے چارلی چپلن اکثر یہ تاثر دیتا رہتا تھا (اور اس میں وہ بےحد کامیاب بھی رہتا تھا) کہ اس کے گردوپیش جو نامعقول اور بےسروپا واقعات پیش آرہے ہیں ، اس پر اسے کوئی حیرت نہیں ہو رہی بلکہ وہ انہیں چپ چاپ تسلیم کر رہا ہے ۔ اس سے ناظرین مجبور ہوجاتے تھے کہ وہ کسی زیادہ سچی اور صحیح چیز کے لیے خود اپنے اندر جھانک کر دیکھیں ۔"

"آدمی کو یہ دیکھ کر واقعی بڑی حیرت ہوتی ہے کہ لوگ کیا کچھ بغیر احتجاج برداشت کرتے رہتے ہیں ۔"

"بعض اوقات کچھ اس طرح محسوس کرنا واقعی صحیح طرزعمل ہوسکتا ہے : ' مجھے اس چیز سے ہرصورت میں راہ فرار اختیار کرنا ہوگی ـــــ خواہ مجھے قطعاً معلوم نہ ہو کہ میں بھاگ کر کہاں جاؤں گا ۔' "

"اگر آپ کے مکان کو آگ لگ جائے ، آپ کے پاس رہنے کو کوئی جگہ ہو نہ ہو ، آپ کو اس سے بہرحال باہر نکلنا ہوگا ۔"

"تمہاری بات درست ہے ۔ ایک کپ چائے اور پیو گی ؟ یا شاید کوک پسند کرو ؟"

"نوازش ہوگی ۔ لیکن میں اب بھی یہی سمجھتی ہوں کہ آپ نے تاخیر سے آکر بڑی حماقت کا ثبوت دیا ہے ۔"

"اس قسم کی حماقتوں کا میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ۔ میں ان کے ساتھ نباہ کرسکتا ہوں ۔"

البرٹو ایسپریسو کافی (12) کا کپ اور کوکاکولا کی بوتل

اٹھائے واپس آگیا ۔ دریں اثنا سوفی کو کیفے کی فضا اور ماحول پسند آنے لگا تھا ۔ وہ یہ بھی سوچنے لگی تھی کہ دوسری میزوں پر جو گفتگو ہو رہی ہے وہ شاید اتنی سطحی ، معمولی اور بیش پاافتادہ نہ ہو جتنی کہ اس نے فرض کرلی تھی۔

البرٹو نے بوتل نیچے رکھتے ہوئے اسے زور سے میز کے ساتھ ٹکرا دیا ۔ دوسری میزوں پر بیٹھے متعدد لوگ مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"اس کے ساتھ ہی ہمارا سفر انجام کو پہنچ گیا ہے ۔" اس نے کہا۔

" آپ کا مطلب ہے کہ فلسفے کی تاریخ سارتر اور وجودیت پر ختم ہوجاتی ہے؟"

" نہیں ۔ ایسا کہنا مبالغہ آرائی ہوگا ۔ وجودی فلسفہ دنیا بھر کے متعدد لوگوں کے لیے انقلابی معنویت کا حامل بنا رہا ہے ۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس کی جڑیں کیرکیگارڈ میں سے گزرتی بہت دور واپس سقراط تک پہنچ جاتی ہیں ۔ بیسویں صدی کے دوران میں فلسفے کی دیگر لہروں کا بھی ' جن پر ہم بحث کرچکے ہیں ' احیا ہوا ہے اور انہیں بڑی قبولیت حاصل ہوئی ہے۔"

"مثلاً؟"

" خیر ' ان میں سے ایک لہر کا نام ' نوتامسیت ' (Neo Thomism) ہے ۔ دوسرے الفاظ میں یہ ان خیالات کا نام ہے جن کے ڈانڈے تامس ایکوائی نیس کی روایت سے جاملتے ہیں ۔ ایسی ہی ایک اور لہر کو ' تجزیاتی فلسفہ ' یا ' منطقی تجربیت ' (logical empiricism) کہا جاتا ہے ۔ اس کی جڑیں واپس ہیوم اور دوسرے برطانوی تجربیت پسندوں بلکہ ارسطو کی منطق تک پہنچتی ہیں ۔ ان کے علاوہ بیسویں صدی اس فلسفے سے بھی ' جسے ' مارکسزم ' کہا جاتا ہے ' متاثر ہوئی ہے اور یوں لاتعداد نئے رجحانات پیدا ہوئے ہیں ۔ ہم ' نو ڈارونیت ' اور ' تحلیل نفسی ' کی اہمیت پر پہلے ہی بحث کرچکے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

" ہمیں آخری لہر یعنی ' مادیت ' (materialism) کا بھی

تھوڑا بہت ذکر کرنا چاہیے ۔ اس کی بھی تاریخی جڑیں ہیں ۔ موجودہ سائنس کے کافی حصے کا سراغ قبل ازسقراط فلسفیوں کی مساعی میں تلاش کیا جاسکتا ہے ۔ مثلاً ' اساسی یا ابتدائی ذرے ' (elemental particle) کی تلاش ' جس پر تمام مادہ (matter) مشتمل ہے ' ابھی تک جاری ہے ۔ ' مادہ ' کیا ہے ' ابھی تک کوئی بھی شخص اس کی تسلی بخش وضاحت نہیں کرسکا ۔ نکلیائی فزکس اور بائیوکیمسٹری (حیاتی کیمیا) جیسے نئے علوم اس مسئلے سے اتنا معمور ہیں کہ بے شمار لوگوں کے لیے یہ ان کی زندگی کے فلسفے کا اہم جزو بن گیا ہے ۔"

"نئے اور پرانے سب آپس میں خلط ملط ہو گئے ہیں ۔ ۔ ۔"

"ہاں ۔ کیونکہ وہ سوال ' جن کے ساتھ ہم نے اپنے نصاب کا آغاز کیا تھا ' ابھی تک حل طلب ہیں ۔ سارتر نے جب کہا تھا کہ وجودی سوالوں کا ہمیشہ کے لیے کوئی قطعی جواب نہیں دیا جاسکتا ' تو اس کا یہ تبصرہ بڑا پرمغز اور معنی خیز تھا ۔ اپنی تعریف (defin- ition) کے اعتبار سے فلسفیانہ سوال ایک ایسی چیز ہوتا ہے جسے ہر نسل بلکہ ہر فرد کو بار بار پوچھنا پڑتا ہے ۔"

"بڑا یاس آور خیال ہے ۔"

" میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میں تم سے متفق ہوں ۔ یقینی بات یہ ہے کہ جب ہم اس قسم کے سوال اٹھاتے ہیں ' تبھی ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہم زندہ ہیں ۔ اور ہمیشہ یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ جب بھی لوگوں نے نہائی (ultimate) سوالات کے جواب تلاش کرنے کی کوشش کی ' انہوں نے متعدد دیگر مسائل کے واضح اور قطعی حل دریافت کرلیے ۔ سائنس ' ریسرچ اور ٹیکنالوجی سبھی ہمارے فلسفیانہ غوروفکر کی ضمنی پیداوار ہیں ۔ کیا یہ زندگی کے بارے میں ہمارے حیرت نہیں تھی جس نے ہمیں چاند پر پہنچا دیا؟ "

"جی ہاں ' یہ بات تو درست ہے ۔"

"جب نیل آرم سٹرونگ نے چاند پر پاؤں رکھا تھا اس نے کہا تھا : ' کہنے کو یہ انسان کا چھوٹا سا قدم ہے لیکن (درحقیقت) یہ انسانیت کے لیے دیوآسا جست ہے ۔ ' ان الفاظ کے ساتھ اس

نے ان تمام تاثرات واحساسات کا ، جو پہلے انسان کی حیثیت سے چاند کی سطح پر قدم رکھتے وقت اس کے قلب ودماغ پر مرتسم ہو رہے تھے ہیں ، نچوڑ بیان کردیا ۔ یہی نہیں ، اپنی اس کامیابی میں اس نے ان تمام انسانوں کو بھی شامل کرلیا ، جو اس سے پہلے گزر چکے تھے ۔ ظاہر ہے کہ یہ محض اس کا ذاتی کمال نہیں تھا ۔

"ہمارے اپنے عہد میں ہمیں بالکل نئے مسائل کا سامنا ہے ۔ ان میں سے جو خطرناک ترین ہیں اور یوں سنجیدہ ترین توجہ کے متقاضی ہیں ، ان کا تعلق ماحول (environment) سے ہے ۔ چنانچہ بیسویں صدی کی ایک مرکزی فلسفیانہ جہت ' ایکو فلاسفی ' (ecophilosopy) یا ' ایکوسوفی ' (ecosophy) (فلسفہ ماحول شناسی) ہے ۔ اس نئے فلسفے کا نام اس کے ایک بانی ہمارے ہم وطن فلسفی آرنے نائیس (Arne Naess) نے تجویز کیا تھا ۔ مغربی دنیا کے متعدد ' ماحول شناس ' فلسفی انتباہ کرچکے ہیں کہ بحیثیت مجموعی مغربی تہذیب غلط پٹڑی پر چڑھ چکی ہے اور برق رفتاری کے ساتھ ان حدود کے ساتھ ، جو ہمارا سیارہ برداشت کرسکتا ہے ، سر کے بل متصادم ہونے کے لیے بڑھ رہی ہے ۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ فضا میں آلودگی بڑھ رہی ہے اور ماحول (13) تباہ ہوتا جا رہا ہے ، لیکن وہ کہتے ہیں کہ معاملہ یہیں تک محدود نہیں رہے گا بلکہ اس کے اثرات کہیں زیادہ عمیق اور دوررس ہوں گے ۔ چنانچہ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مغربی فکر میں لازماً کوئی نہ کوئی بنیادی خرابی ہے ۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ ٹھیک کہتے ہیں۔"

"مثلاً نظریہ ارتقا نے یہ جو مفروضہ باندھا ہے کہ ' چوٹی پر ، انسان متمکن ہے ' ـــ جیسے ہم فطرت کے آقا ہوں ـــ اس پر ' فلسفہ ماحول شناسی ' نے خود ارتقا کے تصور کو نشانہ تنقید بنایا ہے ۔ (اس فلسفے کے پرچارکوں کے مطابق) اس قسم کا انداز فکر سارے حیاتی سیارے کے لیے مہلک ثابت ہوسکتا ہے۔"

"میں تو جب اس بارے میں سوچتی ہوں ، میرا خون کھولنے لگتا ہے۔"

"اس مفروضے پر تنقید کرتے ہوئے بہت سے

ماحول شناس فلسفیوں نے توقع ظاہر کی ہے کہ اس سلسلے میں ہندوستان جیسی دوسری ثقافتوں کے افکار و خیالات سے استفادہ کیا جاسکتا ہے ۔ انہوں نے نام نہاد ' غیرمہذب اقوام ' (primitive' peoples') یا امریکہ کے اصلی باشندوں جیسی ' دیسی ' یا ' مقامی ' اقوام کے خیالات اور رسوم کا بھی مطالعہ کیا ہے تاکہ ہم جو کچھ کھو چکے ہیں، اسے دوبارہ دریافت کیا جاسکے۔

" حالیہ برسوں کے دوران میں سائنسی حلقوں میں یہ کہا جارہا ہے کہ ہماری سائنسی فکر کے پورے اسلوب کو ' پیراڈائم شفٹ ' (14) کا سامنا ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سائنس دانوں کو اپنے سوچ کے انداز میں بنیادی تبدیلی کرنا ہوگا ۔ متعدد شعبوں میں پہلے ہی اس کے نتائج اچھے ثابت ہوچکے ہیں ۔ ہم نام نہاد ' متبادل تحریکوں ' (15) کی متعدد مثالیں دیکھ چکے ہیں جو نظریۂ کُلیّت (16) (holism) اور نئے لائف سٹائل کی حمایت کرتی رہتی ہیں۔"

"بہت خوب۔"

" تاہم جس تحریک میں بہت زیادہ لوگ شامل ہوں ، پھر ہمیں نیک و بد کے درمیان لازماً تمیز کرنا چاہیے ۔ بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نئے دور میں داخل ہو رہے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ ہر نئی چیز اچھی ہو اور تمام پرانی چیزیں اتنی بری ہوں کہ انہیں اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا جائے یا باہر پھینک دیا جائے ۔ میں نے تمہیں فلسفے کا جو نصاب پڑھایا ہے ، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی ۔ اب جب کہ تم تاریخی پس منظر سے آشنا ہوگئی ہو ، تم اپنی جہت خود متعین کرسکتی ہو۔"

" شکریہ۔"

" میرا خیال ہے کہ تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ نئے عہد کی سوچ کے پردے میں جو کچھ پیش کیا جارہا ہے ، اس کا بیشتر حصہ بالکل مزخرف (humbug) ہے ۔ حالیہ دہائیوں کے دوران میں نت نئے ' مذاہب ' ' سرّی یا سفلی علوم (occultism) اور ہر قسم کے جدید توہمات انسانوں کو متاثر کرتے رہے ہیں ۔ یہ سب چیزیں صنعت کا درجہ اختیار کرچکی ہیں ۔ جوں جوں عیسائیت سے

لوگوں کی رغبت میں کمی واقع ہو رہی ہے ، توں توں فلسفیانہ مارکیٹ میں متبادل پیشکشوں کی بھرمار ہوتی جارہی ہے۔"

"کسی قسم کی پیشکشیں؟"

"فہرست اتنی طویل ہے کہ مجھ میں انہیں گنوانے کا حوصلہ نہیں ۔ ویسے بھی اپنے عہد کا بیان اتنا آسان نہیں ہوتا ۔ کیوں نہ ہم شہر میں ذرا گھوم پھر لیں ؛ میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔"

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ۔ یہ مت بھولیں کہ کل میرے ہاں گارڈن پارٹی ہو رہی ہے۔"

"میں کیسے بھول سکتا ہوں ؛ اسی روز تو ایک شاندار واقعہ پیش آئے گا ۔ بس ہمیں پہلے ذرا ہلڈے کے فلسفے کے نصاب کو کسی دلچسپ اور پرلطف چیز پر ختم کرنا ہوگا ۔ تم سمجھ گئی ہو کہ میجر نے اس سے آگے کچھ نہیں سوچا ۔ چنانچہ اسے ہم پر جو تسلط حاصل ہے' وہ اس کے کچھ حصے سے محروم ہو جائے گا۔"

اس نے ایک بار پھر کوک کی بوتل ' جواب خالی ہو چکی تھی ' اٹھائی اور اسے میز پر دے مارا۔

وہ باہر نکل گئے اور سڑک پر پڑ گئے جہاں لوگ اتنی ہی تیزی سے بھاگے جارہے تھے جتنی تیزی سے پھرتیلی چھچھوندریں اپنے دکوڑوں کی طرف بھاگتی ہیں ۔ سوفی سوچ رہی تھی کہ البرٹو اسے کیا دکھانے لے جارہا ہے۔

وہ چلتے چلتے بہت بڑی دکان کے برابر پہنچ گئے جہاں ٹیلی ویژن ' وی سی آر ' سیٹلائٹ ڈش سے لے کر موبائل فون ' کمپیوٹر اور فیکس مشین تک ذرائع ابلاغ کی ٹیکنالوجی سے متعلق ہر چیز برائے فروخت موجود تھی۔

البرٹو نے اس کھڑکی کی طرف اشارہ کیا جس میں نمائش کی اشیا رکھی ہوئی تھیں۔

"سوفی ' یہاں تم بیسویں صدی کو دیکھ سکتی ہو ۔ یوں کہنا چاہیے کہ نشاۃ ثانیہ کے دور میں دنیا میں دھماکے ہونے لگے ' نئے نئے علاقے دریافت کرنے کے لیے عظیم بحری سفروں کا آغاز ہوا اور مغربی اقوام نے ساری دنیا کو کھنگالنا شروع کردیا ۔ آج معاملہ

اس کے برعکس ہے۔ اسے ہم معکوس دھماکا کہہ سکتے ہیں۔"

"کن معنوں میں؟"

"ان معنوں میں کہ دنیا ایک عظیم ابلاغیاتی نیٹ ورک (شبکہ) میں سمٹ رہی ہے۔ کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ فلسفیوں کو اپنے گردوپیش کی دنیا کی تحقیق کرنے اور دوسرے فلسفیوں سے ملنے ملانے کے لیے دنوں گھوڑوں یا بگھیوں پر سفر کرنا پڑتا تھا۔ آج ہم آرام سے اپنے کمرے کے کسی بھی کونے کھدرے میں بیٹھ سکتے ہیں اور کمپیوٹر سکرین کی وساطت سے پورے انسانی تجربے تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔"

"یہ صورت حال بہت عجیب و غریب اور دلچسپ بھی ہے اور کچھ کچھ ڈراؤنی بھی۔"

"سوال یہ ہے: کیا تاریخ اختتام (17) کو پہنچ رہی ہے؟ ـــــ یا اس کے برعکس ہم بالکل ہی نئے عہد کی دہلیز پر کھڑے ہیں؟ اب ہم خاص شہر ـــــ یا کسی خاص ملک ـــــ کے باشندے نہیں رہے۔ اس کے برعکس ہم سیارہ گیر (planetary) تہذیب میں سانس لے رہے ہیں۔"

"یہ بات تو ٹھیک ہے۔"

"گزشتہ تیس چالیس برسوں کے دوران میں جو تکنیکی ترقیاں ـــــ بالخصوص ابلاغیات کے شعبوں میں ـــــ ہوئی ہیں وہ ساری انسانی تاریخ کی ترقیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ڈرامائی ہیں۔ اور ابھی تو شاید ہم نے صرف شروعات کا مشاہدہ کیا ہے..."

"کیا آپ مجھے یہی دکھانے لائے تھے؟"

"نہیں، جو کچھ میں تمہیں دکھانا چاہتا تھا، وہ ادھر گرجے کی دوسری طرف ہے۔"

جب وہ وہاں سے روانہ ہونے کے لیے مڑ رہے تھے، سوفی کی نظریں ٹی وی سکرین پر اقوام متحدہ کے بعض فوجیوں کے چہروں پر پڑیں۔

"ادھر دیکھیں!"

کیمرا اقوام متحدہ کے کسی فوجی کا کلوزاپ دکھا رہا تھا۔

اس شخص کی سیاہ داڑھی تھی اور اس کی شکل اور داڑھی دونوں البرٹو کی شکل اور داڑھی کے قریب قریب مشابہ تھیں ۔ اچانک اس نے ایک گتے کا کارڈ اوپر اٹھایا ۔ اس پر تحریر تھا : "ہلڈے ، جلد واپسی ہو گی!" اس نے کارڈ لہرایا اور غائب ہو گیا۔

"ڈھونگیا!" بے اختیار البرٹو کے منہ سے نکلا۔

"یہ میجر تھا؟"

"میں اس سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

انہوں نے گرجے کے سامنے واقع پارک عبور کیا اور ایک دوسری بڑی سڑک پر پہنچ گئے ۔ معلوم ہوتا تھا کہ البرٹو غصے سے جل بھن رہا ہے ۔ وہ لبرس (LIBRIS) کے سامنے ، جو قصبے میں کتابوں کی سب سے بڑی دکان تھی ، رک گئے ۔

"آؤ، اندر چلتے ہیں ۔" البرٹو نے کہا۔

دکان کے اندر اس نے سب سے لمبی دیوار کی طرف اشارہ کیا ۔ اس کے تین سیکشن تھے : نیا دور (NEWAGE) ، متبادل لائف سٹائل (ALTERNATIVE LIFESTYLES) اور سریت (MYSTICISM)۔

کتابوں کے نام بڑے دلچسپ اور توجہ گیر تھے : "حیات بعد از ممات " ، " اسرار روحیت " (The secrets of spiritism) ، " تاروت " (Tarot) ، " اڑن طشتریوں کا مظہرہ " (UFO Pheno-menon) ، " علاج بالفطرت " (Healing) ، " دیوتاؤں کی واپسی " ، " آپ پہلے بھی یہاں آچکے ہیں ؟ " (You Have Been Here Before) اور " جوتش کیا ہے ؟ " (What Is Astrology) ۔ سینکڑوں ہی کتابیں تھیں ۔ شیلفوں کے نیچے مزید ڈھیروں کتابیں تھیں۔

"سوفی ، یہ بھی بیسویں صدی ہے ۔ یہ ہمارے دور کا معبد ہے۔"

"آپ ان خرافات میں سے کسی کو بھی نہیں مانتے؟"

"ان میں سے بیشتر مواد محض مزخرف ہے ۔ لیکن یہ بکتی اسی طرح دھڑادھڑ ہیں جس طرح فحش کتابیں ۔ ان میں سے بیشتر فحاشی ہی کے زمرے میں آتی ہیں ۔ نوجوان یہاں آتے ہیں اور جو

چیز ان کے من کو بھا جاتی ہے ، اسے اٹھاتے ، خریدتے اور چلتے بنتے ہیں ۔ لیکن ان میں اور اصلی فلسفے کے مابین وہی فرق ہے جو فحاشی اور سچی محبت کے مابین ہوتا ہے۔"

"آپ خشکی کا مظاہرہ تو نہیں کر رہے؟"

" آؤ یہاں سے نکلیں ، باہر چل کر پارک میں گھڑی دو گھڑی بیٹھتے ہیں۔"

وہ دکان سے باہر نکلے اور گرجے کے سامنے خالی بنچ پر بیٹھ گئے ۔ درختوں کے نیچے کبوتر مٹکتے پھر رہے تھے ۔ کبھی کبھار کوئی ضرورت سے زیادہ پھرتیلی چڑیا آ ٹپکتی اور بے دھڑک ان کے بیچ پھدکنے لگتی۔

"اسے ESP یا پیراسائیکالوجی (ارواحیت یا نفسیات کاذب) کہا جاتا ہے ۔" البرتو نے کہا ۔ "یا پھر اسے ٹیلی پیتھی (اشتراق یا ارتباط ذہنی) ، غیب دانی (clairvoyance) اور حرکت نفسی (psychokinetics) کہا جاتا ہے ۔ اسے روحیت (spiritism) ، جوتش یا علم نجوم اور اڑن طشتریوں کا علم (Ufology) کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔"

" مگر صحیح صحیح بتائیں آپ انہیں واقعی خرافات سمجھتے ہیں۔"

"صاف ظاہر ہے کہ سچے فلسفی کے لیے یہ کہنا تو نامناسب ہوگا کہ یہ سب کچھ ہی واہیات ہے ۔ لیکن مجھے اتنا کہنے میں کوئی باک نہیں کہ یہ تمام موضوعات مل کر ایک ایسے منظر کا تفصیلی نقشہ پیش کر رہے ہیں جس کا حقیقتاً کوئی وجود نہیں ۔ اور ان میں سے اکثر اشیا محض ' تخیل کی پیداوار ' ہیں جو اگر ہیوم کے ہاتھ آجاتیں تو وہ انہیں لازماً نذرآتش کردیتا ۔ ان میں سے بیشتر کتابوں میں سچے تجربے کا شائبہ تک موجود نہیں۔"

"پھر ان موضوعات پر ناقابل یقین حد تک اتنی زیادہ کتابیں کیوں دستیاب ہے؟"

"اس قسم کی کتابیں شائع کرنا بہت بڑا کاروبار ہے ۔ اکثر لوگ انہی کا مطالبہ کرتے ہیں۔"

"آپ کے خیال میں ایسا کیوں ہے؟"

"ظاہر ہے کہ انہیں کسی سرّی چیز کی خواہش ہے، کسی ایسی چیز کی جو روزمرہ کی زندگی کی بےکیف یکسانیت میں کچھ تبدیلی پیدا کردے۔ لیکن یہ تو بانس بریلی کو لے جانے والی بات ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم یہاں شاندار مہم کے سلسلے میں ادھر ادھر گھوم پھر رہے ہیں۔ ہماری آنکھوں کے سامنے تخلیقی فن پارہ وجود میں آرہا ہے۔ روز روشن میں، سوفی! کیا یہ شاندار بات نہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ ہے۔"

"پھر ہم کسی ولولہ انگیز، مافوق الفطرت یا افضل و اعلیٰ چیز کی تلاش میں نجومیوں کے خیموں یا اعلیٰ درسگاہوں کا طواف کیوں کریں؟"

"تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو لوگ اس قسم کی کتابیں لکھتے ہیں، محض بہروپیے اور دروغ گو ہیں؟"

"نہیں، میں یہ نہیں کہہ رہا۔ لیکن ہم بھی یہاں کسی ڈاروی (Darwinian) سسٹم کی بات کر رہے ہیں۔"

"آپ کو اس کی وضاحت کرنا ہوگی۔"

"ذرا سوچو کہ ایک ہی دن میں کتنے مختلف واقعات پیش آسکتے ہیں۔ دور جانے کی کیا ضرورت ہے، تم اپنی ہی زندگی کا کوئی دن لے سکتی ہو۔ ذرا سوچو کہ تم کیا کچھ دیکھتی ہے اور کتنے ہی تجربوں میں سے گزرتی ہو۔"

"جی؟"

"بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ اتفاق سے ایک جیسی دو یا زیادہ چیزیں وقوع پذیر ہوجاتی ہیں۔ تم کسی دکان پر جاتی ہو اور اٹھائیس کراؤن کی کوئی چیز خرید لیتی ہو۔ اسی روز تمہارے ہاں جوآنا آجاتی ہے اور تمہیں اٹھائیس کراؤن واپس کردیتی ہے جو اس نے تم سے ادھار لیے ہوتے ہیں۔ پھر تم دونوں فلم دیکھنے سینما چلی جاتی ہو ـــــ اور تمہیں سیٹ نمبر اٹھائیس مل جاتی ہے۔ ہے نا عجیب اتفاق؟"

جی ہاں۔ اور یہ بڑا پراسرار قسم کا اتفاق ہوگا۔"

"بہرحال اسے کہنا تو اتفاق ہی پڑے گا۔ اصل نکتہ یہ ہے کہ لوگ اس قسم کے بیک وقت پیش آنے والے واقعات اکٹھے کرتے رہتے ہیں۔ وہ عجیب وغریب ——— یا ناقابل تشریح ——— تجربات اکٹھے کرتے ہیں۔ جب اس قسم کے واقعات ——— جو اربوں اشخاص کی زندگیوں سے حاصل کیے جاتے ہیں ——— کتابوں کی شکل میں اکٹھے کرلیے جاتے ہیں تو وہ اصیل معلومات معلوم ہونے لگتی ہیں۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کا (data) ذخیرہ بڑھتا رہتا ہے۔ لیکن ایک بار پھر ہم ایک ایسی لاٹری دیکھ رہے ہیں جس میں صرف جیتنے والے نمبرنظر آتے ہیں۔"

"لیکن ایسے غائب دان اور معمول (یا جمورے بچے) موجود ہیں جنہیں مسلسل اس قسم کے تجربے ہوتے رہتے ہیں۔"

"ایسے لوگ واقعی موجود ہیں اور اگر ہم بہروپیوں کو خارج کردیں تو ہمیں ان نام نہاد پراسرار تجربوں کی ایک اور وضاحت مل جائے گی۔"

"اور وہ کیا ہے؟"

"تمہیں یاد ہے کہ ہم نے فرائیڈ کے شعور کے نظریے کے بارے میں گفتگو کی تھی؟"

"بالکل۔"

"فرائیڈ نے ثابت کیا تھا کہ ہم اکثر اپنے ہی شعور کے 'معمول' (mediums) بن جاتے ہیں۔ ہمیں اچانک معلوم ہوتا ہے کہ ہم جو کچھ سوچ رہے ہیں، ہم وہ درحقیقت یہ جانے بغیر سوچ یا کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہمارے اندر ایسے تجربات، خیالات اور یادوں کا انبار لگا ہوتا ہے جن سے ہم آگاہ نہیں ہوتے۔"

"پھر؟"

"بعض اوقات لوگ نیند کے عالم میں باتیں کرنے لگتے ہیں یا چلنا پھرنا شروع کردیتے ہیں۔ ہم اسے 'ذہنی خودکاری' (mental automatism) کہتے ہیں۔ تنویم کاری کے زیراثر بھی لوگ ایسی باتیں کہہ اور کرسکتے ہیں جن میں ان کے 'اپنے ارادے یا مرضی کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔' اور یاد کرو کہ سرئیلسٹ نام نہاد

خودکار تحریریں قلم بند کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے ۔ وہ محض اپنے ہی شعور کے مفعول کی حیثیت سے کام کرنے کی سعی کرتے تھے ۔"

"مجھے یاد ہے ۔"

"اس صدی کے دوران میں وقتاً فوقتاً ایسے واقعات پیش آتے رہے ہیں جنہیں ' احیائے ارواح ' (19) کہا جاتا ہے ۔ اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ معمول کسی مرحوم شخص کے ساتھ اپنا رابطہ قائم کر سکے ۔ (کہا جاتا ہے کہ) معمول کو مرحوم شخص کی آواز میں بات کرتے یا کوئی خودکار تحریر قلم بند کرتے کسی ایسے شخص کا پیغام مل جاتا ہے جو پانچ چھ سو سال قبل زندہ تھا ۔ اسے اس امر کی شہادت گردانا جاتا ہے کہ موت کے بعد بھی زندگی ہوتی ہے یا یہ کہ ہم کئی کئی زندگیاں گزارتے ہیں ۔"

"جی ہاں ۔ مجھے معلوم ہے ۔"

"میں یہ نہیں کہتا کہ تمام معمول جعلی ہوتے ہیں ۔ بعض تو واضح طور پر نیک نیتی سے اس میں شریک ہوتے ہیں ۔ وہ معمول ضرور بنتے ہیں لیکن وہ دراصل معمول اپنے ہی شعور کے ہوتے ہیں ۔ ایسے معمولوں کے متعدد شواہد موجود ہوتے ہیں جن کا ان کی بے خودی (trance) کی کیفیت میں مطالعہ کیا گیا اور معلوم ہوا کہ وہ ایسی ایسی معلومات اور صلاحیتوں کا انکشاف کر رہے ہیں کہ دوسروں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ انہوں نے یہ چیزیں کہاں سے حاصل کرلی ہیں ۔ ایسی ہی ایک عورت کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عبرانی زبان سے بالکل نابلد تھی اس نے پیغام اسی زبان میں پہنچایا ۔ چنانچہ نتیجہ یہ اخذ کیا گیا کہ یا تو وہ پہلے بھی زندگی پاچکی تھی یا پھر اس کا مرحوم روح کے ساتھ واقعی رابطہ قائم ہوگیا تھا ۔"

"آپ کے خیال میں کیا ہوا تھا؟"

"دراصل دونوں میں کوئی بات صحیح نہیں تھی ۔ جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ موصوفہ جب بچی تھی تو اس کی آیا کوئی یہودی عورت تھی ۔"

"اف !"

"اس سے تمہیں مایوسی ہوئی؟ دراصل اس قصے سے ثابت صرف یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگوں میں اپنے لاشعور میں تجربات جمع کرنے کی صلاحیت ناقابل یقین حد تک بہت زیادہ ہوتی ہے۔

"آئے روز جو عجیب وغریب واقعات پیش آتے رہتے ہیں، ان میں سے بے شمار کی توجیہہ فرائیڈ کے نظریہ لاشعور کی مدد سے کی جاسکتی ہے۔ میری ایک دوست سے برسوں ملاقات نہیں ہوتی۔ ایک دن میں اس سے رابطہ قائم کرنے کا فیصلہ کرتا ہوں اور ڈائرکٹری میں اس کا ٹیلی فون نمبر تلاش کرنے لگتا ہوں۔ ابھی میں اس کا نمبر تلاش نہیں کرپاتا کہ اچانک اس کا اپنا ٹیلی فون آجاتا ہے۔"

"ایسی باتیں سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں۔"

"لیکن ایسا کیوں ہوا، اس کی بھی توجیہہ کی جاسکتی ہے۔ اسے اتفاق کہو یا کچھ اور، لیکن ہم دونوں کو ریڈیو پر ایک ایسے گیت کی دھن سنائی دی ہے جو ہم دونوں نے برسوں پہلے اپنی آخری ملاقات کے دوران میں سنی تھی۔ یوں ہم دونوں ہی ایک دوسرے کو یاد آگئے لیکن نکتہ یہ ہے کہ جس چیز نے ہم دونوں کو ایک دوسرے کی یاد دلائی ہم شعوری طور پر اس سے آگاہ نہیں تھے۔"

"چنانچہ اس قسم کی باتیں یا تو بالکل مزخرف ہیں، یا جیتنے والا نمبر اپنا رنگ دکھا رہا ہے، اور یا پھر یہ لاشعور کا معاملہ ہے۔ ٹھیک؟"

"خیر۔ بہرحال میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر آدمی ان کتابوں پر آنکھیں بند کرکے ایمان نہ لائے بلکہ ان کا مطالعہ اچھی خاصی تشکیک کے ساتھ رہے تو فائدے میں رہتا ہے۔ اور اگر آدمی خیر سے فلسفی بھی ہو، پھر اسے بالکل ہی متشکک ہونا چاہیے۔ انگلستان میں متشکین (skeptics) کی ایک انجمن ہے۔ بہت سال گزرے، انہوں نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص کسی مافوق الفطرت چیز کا معمولی ترین ثبوت بھی فراہم کردے، اسے بہت بڑا انعام دیا جائے گا۔ انعام کے حصول کے لیے کوئی عظیم معجزہ دکھانا

ضروری نہیں تھا ' ارتباط ذہنی (telepathy) کی معمولی سی مثال بھی پیش کی جاسکتی تھی ۔ انعام اب تک موجود ہے لیکن ابھی تک اس کا کوئی دعوے دار سامنے نہیں آیا۔"

"اونہوں!"

"دوسری طرف ایسی اشیا تعداد میں کم نہیں جنہیں انسان سمجھ نہیں پاتے ۔ ممکن ہے کہ ہم فطرت کے قوانین بھی نہ سمجھتے ہوں ۔ گزشتہ صدی کے دوران میں ایسے بے شمار لوگ موجود تھے جو مقناطیسیت اور برق جیسے مظاہر کو ایک قسم کا جادو تصور کرتے تھے ۔ میں شرط لگانے کو تیار ہوں کہ اگر میں کسی طرح اپنی دادی اماں کو ٹی وی اور کمپیوٹر کے متعلق بتا سکوں تو حیرت سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔"

"چنانچہ آپ کسی قسم کی مافوق الفطرت چیز کو نہیں مانتے۔"

"ہم اس کے متعلق پہلے ہی گفتگو کرچکے ہیں ۔ اصطلاح ' فوق الفطرت ' (supernatural) بھی بذات خود بہت عجیب و غریب ہے ۔ نہیں ' میں اسے نہیں مانتا ۔ میرا خیال ہے کہ میں اس عقیدے کا حامی ہوں کہ فطرت صرف ایک ہے لیکن دوسری طرف یہ بات بھی تو ہے کہ اپنی جگہ یہ سراسر تحیر انگیز ہے۔"

"لیکن آپ نے ابھی ابھی جو کتابیں مجھے دکھائی تھیں ' ان میں جس قسم کی پراسرار باتیں بیان کی گئی ہیں ' ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

" تمام سچے فلسفیوں کو اپنی آنکھیں کھلی رکھنا چاہئیں ۔ ہم نے خواہ کبھی کوئی سفید کوا نہ دیکھا ہو ' اس کی تلاش کبھی ختم نہیں کرنا چاہیے ۔ ہوسکتا ہے کہ کسی روز میرے جیسا متشکک کسی ایسے مظہرے کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوجائے جس کا مجھے پہلے کبھی یقین نہیں آیا تھا ۔ اگر میں نے اس امکان کو پیش نظر نہ رکھا تو میں ہٹ دھرم (dogmatic) تو ہوسکتا ہوں ' سچا فلسفی نہیں۔"

البرٹو اور سوفی مزید کچھ کہے بغیر بنچ پر بیٹھے رہے ۔ کبوتر اپنی منکسلی بجل قدمی میں مصروف تھے ۔ جب کبھی کوئی

بائیسکل یا کوئی دوسری چیز ادھر سے گزرتی ، وہ قدرے مخل ہوجاتے ، وہ اپنی گردنیں آگے بڑھاتے اور اپنی غٹرغوں غٹرغوں شروع کردیتے۔

"مجھے گھر جانا اور پارٹی کی تیاری کرنا ہے ۔" بالآخر سوفی نے کہا۔

"ضرور جاؤ لیکن تمہارے جانے سے پہلے مجھے تمہیں سفید کوا دکھانا ہے ۔ یہ ہمارے اندازے سے کہیں قریب تر ہے ، سمجھیں؟"

البرٹو اٹھا اور سوفی کے آگے آگے دوبارہ کتابوں کی طرف چل پڑا ۔ اس مرتبہ وہ ان شیلفوں سے آگے نکل گیا جن پر فوق الفطرت مظاہر کے بارے میں کتابیں پڑی تھیں ۔ وہ دکان کے بالکل عقبی حصے میں چلا گیا اور ایک نازک شیلف کے سامنے جا کھڑا ہوا ۔ شیلف کے اوپر ایک ننھامنا کارڈ لٹک رہا تھا ۔ اس پر فلسفہ (PHILOSOPHY) تحریر تھا۔

البرٹو نے ایک خاص کتاب کی طرف اشارہ کیا اور جب سوفی نے اس کا عنوان "سوفی کی دنیا (Sophie's World) پڑھا ، تو اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔

"چاہو تو میں تمہارے لیے ایک نسخہ خرید لیتا ہوں۔"

"پتا نہیں، مجھ میں اتنا حوصلہ ہے بھی یا نہیں۔"

تاہم کچھ دیر بعد وہ ایک ہاتھ میں کتاب اور دوسرے میں گارڈن پارٹی کی اشیا کا چھوٹا بیگ پکڑے گھر کی طرف رواں دواں تھی۔

33 ـ گارڈن پارٹی

* * *

... سفید کوا ...

ہلڈے اپنے بستر پر یوں مبہوت بیٹھی تھی جیسے اسے اپنے گردوپیش کا کوئی ہوش نہ ہو ۔ اسے محسوس ہوا کہ اس کے بازو اور ہاتھ ' جن میں وہ بھاری بھرکم باکس فائل مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے ' کانپ رہے ہیں ۔

تقریباً گیارہ بج چکے تھے ۔ اسے پڑھتے پڑھتے دو گھنٹے سے اوپر بیت چکے تھے ۔ وہ وقتاً فوقتاً متن سے اپنی نگاہیں اٹھاتی اور بلند آواز سے ہنستی رہی تھی ' لیکن ایک مرتبہ اس نے پہلو بھی بدلا تھا اور وہ ہچھپھنانے لگی تھی ۔ یہ تو اچھا ہوا کہ وہ گھر میں اکیلی تھی ۔

اور ان گزشتہ دو گھنٹوں کے دوران میں اسے کن کن تجربوں میں سے گزرنا پڑا تھا ! ان کی ابتدا تب ہوئی تھی جب سوفی جنگل کی کٹیا سے گھر کی طرف جاتے ہوئے راستے میں میجر کی توجہ اپنی طرف منعطف کرانے کی کوششیں کر رہی تھی ۔ جب اس سے اور کچھ نہ بن پڑا وہ درخت پر ہی چڑھ گئی ۔ وہاں اس کا سامنا مورٹن تکاز سے ہوگیا جو محافظ فرشتے کی طرح اسے چھٹکارا دلانے لبنان سے آئی تھی ۔

اگرچہ اس بات کو مدتیں گزر چکی تھیں جب اس کے پاپا نے اسے " نبلس کے شاندار کارنامے " پڑھ کر سنائی تھی ' لیکن وہ اسے کبھی فراموش نہیں کرپائی تھی ۔ اس کی اپنے پاپا کے ساتھ خوب نبھتی تھی ۔ دونوں نے آپس میں خفیہ زبان ایجاد کرلی تھی جس کے ڈانڈے اس کتاب سے جا ملتے تھے اور وہ اکثر باہمی گفتگو میں اس کا استعمال کرتے

رہتے تھے ۔ اب وہ بی قاز کو دوبارہ گھسیٹ لائے ہیں ۔

پھر سوفی کو کیفے میں اکیلے بیٹھنے کا اولین تجربہ ہوا ۔ البرٹو نے سارتر اور وجودیت کے بارے میں جو کچھ کہا تھا ' ہلڈے اس سے خاص طور پر بہت متاثر ہوئی ۔ وہ اس کے خیالات کو تبدیل کرنے میں تقریباً کامیاب ہوگیا تھا ـــــ لیکن ایسا اس کے ساتھ پہلی مرتبہ نہیں ہوا تھا ۔ باکس فائل میں پہلے بھی متعدد ایسے مقامات آئے تھے جہاں اس کی ذہنی کیفیت کچھ اسی قسم کی ہوتی رہی تھی ۔

تقریباً ایک سال پہلے ہلڈے نے جوتش کے متعلق کوئی کتاب خریدی تھی ۔ پھر ایک موقع پر وہ قسمت کا حال بتانے والے تاش کے پتے (tarot) گھر لے آئی تھی ۔ یہی نہیں ' اگلی مرتبہ "روحیت" کی کتاب کی باری آگئی تھی ۔ ہر مرتبہ اس کے پاپا نے اسے "توہمات" اور اس کی "تنقیدی صلاحیت" کے بارے میں لیکچر پلایا تھا ۔ لیکن آخری اور بھرپور ضرب لگانے کے لیے وہ اسی قسم کے موقعے کا انتظار کرتے رہے تھے ۔ اب کے ان کا جوابی حملہ بہت کاری ثابت ہو رہا تھا کیونکہ تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا تھا ۔ صاف نظر آرہا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو اس قسم کی چیزوں کے خلاف سخت انتباہ کئے بغیر زندگی میں آگے قدم بڑھانے کا موقعہ دینے کے روادار نہیں ہیں ۔ اس بات کا پکا یقین کرنے کے لیے کہ ان کی بات اس تک پہنچ رہی ہے ' انہوں نے ریڈیو کی دکان پر ٹی وی کی سکرین سے ہاتھ ہلانے سے بھی گریز نہیں کیا تھا ۔ انہوں نے خواہ مخواہ یہ تکلیف اٹھائی ' وہ ان کا عندیہ ویسے بھی سمجھ جاتی . . .

اس کی سوچوں کا سب سے بڑا محور سوفی تھی ۔ سوفی ـــــ تم کون ہو ؟ کہاں سے آئی ہو ؟ تم میری زندگی میں کیوں داخل ہوگئی ہو ؟

اور آخر میں سوفی کو خود اس کے اپنے متعلق کتاب پکڑا دی گئی تھی ۔ کیا یہ وہی کتاب ہے جو اس وقت ہلڈے کے اپنے ہاتھوں میں ہے ؟ لیکن یہ کتاب تو نہیں ' محض باکس فائل ہے ۔ لیکن پھر بھی ـــــ جس شخص کا اپنا وجود صرف کسی کتاب کے اندر ہو ' اسے اپنے ہی بارے میں کوئی کتاب کیسے دستیاب ہوسکتی ہے ؟ اگر سوفی نے وہ کتاب پڑھنا شروع کردی ' پھر کیا ہوگا ؟

اب کیا ہونے والا ہے ؟ اب کیا پیش آسکتا ہے ؟ باکس فائل میں صرف چند صفحات ہی تو رہ گئے ہیں ۔

گھر واپسی کے دوران میں سوفی کی ملاقات بس میں اپنی امی سے ہوگئی ۔ "اف ، میرے خدا یا ! نہیں ، بالکل نہیں ! اگر امی نے میرے ہاتھ میں کتاب دیکھ لی، وہ کیا کہیں گی؟

سوفی پارٹی کے لیے جو جھنڈیاں اور غبارے خرید کر لائی تھی ، وہ بیگ میں رکھے ہوئے تھے ۔ اس نے کتاب ان کے بیچ گھسیڑنے کی کوشش کی لیکن وہ پوری طرح کامیاب نہ ہوسکی۔

" Hi ، سوفی ۔ہم ایک ہی بس میں سوار ہوگئیں ! چلو ، اچھا ہی ہوا!"

"Hi، امی!"

" کوئی کتاب خرید کر لائی ہو؟"

"نہیں تو، اسے صحیح معنوں میں خریدنا نہیں کہا جاسکتا۔"

"'سوفی کی دنیا'. . . کتنی عجیب بات ہے!"

سوفی سمجھ گئی کہ اسے اپنی امی کے سامنے جھوٹ بولنے کا رتی برابر موقعہ نہیں مل سکتا۔

"مجھے یہ البرٹو نے دی تھی۔"

"ہاں ، مجھے یقین ہے کہ اسی نے دی ہوگی ۔ جیسا کہ میں تمھیں بار بار بتا چکی ہوں ، میں اس ذات شریف سے ملنا چاہتی ہوں ۔ میں اسے دیکھ سکتی ہوں؟"

"اگر میں یہ عرض کروں کہ آپ کم ازکم گھر پہنچنے تک انتظار کرلیں ، آپ برا تو نہیں مانیں گی ؟ امی ، آخر یہ میری کتاب ہے۔"

"میں مانتی ہوں ، یہ تمھاری کتاب ہے ۔ میں تو صرف پہلا صفحہ جھانک کر دیکھنا چاہتی ہوں ۔ اس میں تو کوئی ہرج کی بات نہیں۔ یا ہے؟"

سوفی کو کتاب پکڑاتے ہی بن پڑی۔

"سوفی امنڈسین سکول سے گھر آرہی تھی ۔ " اس کی ماں ذرا بلند آواز میں پڑھنے لگی ۔ "اس نے اپنی مسافت کا پہلا حصہ جوآنتا کی معیت میں طے کیا تھا ۔ وہ مشینی آدمیوں (robots) کے متعلق باتیں کرتی رہی تھیں. . ."

"کیا اس میں واقعی یہ لکھا ہوا ہے؟"

"ہاں ، سوفی ، بالکل لکھا ہوا ہے ۔ لکھاری کوئی البرٹ کنیگ نام کا شخص ہے ۔ اس میدان میں بالکل ہی نووارد ہوگا ۔ خیر ، چھوڑو ۔ پر یہ تو بتاؤ تمہارے اس البرنو کا پورا نام کیا ہے؟"

"البرنو کنوکس۔"

"غالباً انکشاف یہ ہوگا کہ اس غیرمعمولی شخص نے تمہارے متعلق پوری کتاب لکھ ماری ہے ۔ اسے قلمی نام استعمال کرنا کہتے ہیں۔"

"امی ، یہ وہ نہیں ہیں ۔ آپ ان کا ذکر چھوڑ کیوں نہیں دیتیں؟ بہرحال آپ کو کسی چیز کا کچھ علم نہیں۔"

"ہاں ، میرا بھی یہی خیال ہے کہ مجھے کچھ معلوم نہیں ۔ خیر ، کل گارڈن پارٹی ہے ، پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"البرٹ کنیگ بالکل مختلف حقیقت میں رہتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب سفید کوا ہے۔"

"تمہیں واقعی یہ سب چکر ختم کرنا ہوگا ۔ یہ سفید خرگوش نہیں تھا!"

"اب آپ اسے ختم کریں!"

ان کی گفتگو یہیں تک پہنچی تھی کہ کلوور کلوز کے اختتام پر ان کا بس سٹاپ آگیا ۔ وہاں کوئی مظاہرہ ہو رہا تھا ، وہ سیدھی اس میں جا گھسیں۔

"میرے خدایا!" ہیلینے امنڈسین کے منہ سے بےاختیار نکلا ۔ "جب ہم نے یہ مکان خریدا تھا ، میرا خیال تھا کہ کم از کم اس محلے میں ہم گلی کوچوں کی سیاست سے بچ جائیں گے۔"

مظاہرے میں شریک لوگوں کی تعداد دس بارہ سے زیادہ نہیں تھی۔ انہوں نے جو بینر اٹھا رکھے تھے ، ان پر تحریر تھا:

THE MAJOR IS AT HAND

YES TO YUMMY MIDSUMMER EATS

MORE POWER TO THE UN (1)

سوفی کو اپنی ماں پر تقریباً ترس آ گیا۔

"آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں؟" اس نے کہا۔

"سوفی، یہ عجیب قسم کا مظاہرہ ہے، بلکہ احمقانہ ہے۔"

"بالکل معمولی ہے۔"

"دنیا دم بہ دم تیزی سے بدلتی جا رہی ہے۔ سچ پوچھو تو مجھے ذرا بھی حیرت نہیں ہوئی۔"

"بہرحال آپ کو حیرت اس بات پر ہونا چاہیے کہ آپ کو حیرت نہیں ہوئی۔"

"بالکل نہیں۔ ان کا رویہ متشددانہ نہیں تھا، یا تھا؟ مجھے تو یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہیں انہوں نے ہماری گلاب کی کیاریاں نہ روند دی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ لوگ دوسروں کے گھروں کے باغوں میں مظاہرے نہیں کرتے ہوں گے۔ چلو، جلدی اندر چلیں اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔"

"امی، یہ فلسفیانہ مظاہرہ تھا۔ اصلی فلسفی گلاب کی کیاریاں پاؤں تلے نہیں روندتے۔"

"سوفی، میں تمہیں اصل بات بتاؤں؛ میرا خیال ہے کہ مجھے اصلی فلسفیوں کا اعتبار نہیں رہا۔ آج کل ہر چیز مصنوعی (synthetic) اجزا سے بننے لگی ہے۔"

ان کی سہ پہر اور شام تیاریوں میں گزر گئی۔ اگلی صبح بھی ان کی تیاریاں جاری رہیں۔ اب وہ میز جوڑ رہی اور اس کی تزئین کر رہی تھیں۔ جو آنا بھی ہاتھ بٹانے پہنچ گئی۔

"بیڑا غرق!" اس نے کہا۔ "امی اور پاپا بھی آ رہے ہیں۔ سوفی، یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے!"

مہمانوں کی آمد سے آدھ گھنٹہ قبل سب تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ درختوں کو جھنڈیوں اور کاغذی لالٹینوں سے سجایا جا چکا تھا۔ باغ کے دروازے، روشوں کے دونوں طرف کے درختوں اور گھر کے سامنے کے پیڑوں پر غبارے لٹکائے جا چکے تھے۔ سوفی اور جو آنا کا سہ پہر کا بیشتر وقت ان میں ہوا بھرنے میں صرف ہوا تھا۔

میز پر چکن ، سلاد اور گھر پر بنی ہوئی مختلف قسم کی ڈبل روٹیوں کی طشتریاں قرینے سے رکھی جاچکی تھیں۔ تہہ دار کریم کیک، چاکلیٹ کیک، ڈنمارکی پیسٹریاں اور میٹھے بند (buns) باورچی خانے میں پڑے تھے۔ لیکن ابتدا ہی میں میز کے عین وسط میں موزوں ترین جگہ برتھ ڈے کیک کے لیے محفوظ کردی گئی تھی۔ یہ ہرم نما بلندوبالا کیک تھا اور اس پر بادام کی لبدی سے چھلے بنے ہوئے تھے۔ کیک کی چوٹی پر ایک لڑکی کی، جو تصدیق عیسائیت کی تقریب کا لباس پہنے ہوئے تھی، خورد تصویر تھی۔ سوفی کی امی نے اسے یقین دلایا تھا کہ ضروری نہیں کہ اس لباس سے تصدیق عیسائیت کا ہی تصور ابھرتا ہو، یہ ایک ایسی پندرہ سالہ لڑکی کا بھی لباس ہوسکتا ہے جس نے ابھی تک گرجے میں اپنے مذہب کی تصدیق نہ کرائی ہو۔ تاہم سوفی کو پکا یقین تھا کہ اس کی امی نے یہ تصویر بنوائی ہی تصدیق کا تصور دینے کے لیے تھی کیونکہ سوفی اسے بتا چکی تھی کہ وہ قطعیت سے نہیں بتا سکتی کہ وہ اپنے مذہب کی تصدیق کرانا چاہتی ہے یا نہیں۔ اس کی امی کے وتیرے سے بہرحال یہی مترشح ہو رہا تھا کہ اس کی نظروں میں کیک فی نفسہ تصدیق کی تجسیم ہے۔

"ہم نے خرچ کرنے میں کوئی کسر روا نہیں رکھی۔" اس نے پارٹی کے آغاز سے قبل نصف گھنٹے کے دوران میں باربار اس جملے کی تکرار کی۔

مہمان پہنچنا شروع ہوگئے۔ سب سے پہلے سوفی کی تین ہم جماعت لڑکیاں آئیں۔ وہ سوتی قمیصیں، ہلکے پھلکے کارڈیگن اور لانبی سکرٹیں پہنے ہوئے تھیں۔ ان کے چہروں بشروں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ یقیناً اپنی آنکھوں کا بھی میک اپ کرکے آئی ہیں۔ کچھ دیر بعد جیریمی اور ڈیوڈ گیٹ میں سے بچل قدمی کے انداز سے گزرتے اندر آئے۔ ان کے چہروں پر شرمیلے پن اور طفلانہ اتراہٹ کا امتزاج جھلک رہا تھا۔

"ہپی برتھ ڈے!"

"تم بھی اب بالغ ہوچکے ہو!"

سوفی نے دیکھا کہ جیریمی کے آتے ہی وہ (جیریمی) اور

جوآنا بڑے محتاط انداز سے ایک دوسرے کے ساتھ آنکھ مٹکا کرنے لگے ہیں ۔ فضا ہی کچھ اس قسم کی تھی ۔ کیوں نہ ہوتی آخر یہ وسط گرما سے ایک روز پہلے کی شام تھی۔

سبھی مہمان تحائف لائے تھے اور چونکہ یہ فلسفیانہ گارڈن پارٹی تھی ، متعدد مدعوئین نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ فلسفہ ہوتا کیا ہے ۔ اگرچہ وہ سارے کے سارے فلسفیانہ تحائف لانے میں کامیاب نہیں ہوسکے تھے ، ان میں سے اکثر نے اپنے تہنیتی کارڈوں پر کوئی نہ کوئی فلسفیانہ بات ضرور تحریر کردی تھی ۔ سوفی کو ایک عدد فلسفیانہ لغت اور ایک مقفل ڈائری بھی ملی ۔ ڈائری کے سر ورق پر لکھا ہوا تھا : "میرے فلسفیانہ خیالات ۔" جب کوئی مہمان آتا ، اس کی تواضع سیب کے جوس سے کی جاتی جو اسے شراب کے اونچے ساغر میں ڈال کر پیش کیا جاتا۔

"خوش آمدید ... آپ کا اسم شریف ؛ میرا خیال ہے کہ آپ سے پہلے کبھی ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا ... سیسلی ، بہت بہت شکریہ کہ تم بھی یہاں آنے کے لیے وقت نکال سکیں ..."

جب تمام نسبتاً نوعمر نوجوان پہنچ چکے اور اپنے اپنے ساغر تھامے درختوں کے نیچے ٹہل رہے تھے ، باغ کے گیٹ پر جوآنا کے والدین کی سفید مرسیڈیز رکی ۔ مشیرمالیات بے حد مہنگی سلائی کے سرمئی سوٹ میں بےعیب طریقے سے ملبوس تھا ۔ اس کی بیوی نے سرخ رنگ کی پتلون اور اسی رنگ کا کوٹ ، جس پر قرمزی رنگ کے زرق برق فلزی ستارے ٹکے ہوئے تھے ، زیب تن کر رکھا تھا ۔ سوفی کو صد فیصد یقین تھا کہ اس نے کسی کھلونوں کی دکان سے اسی رنگ کے لباس میں ملبوس باربی (Barbie) گڑیا خریدی ہوگی ، پھر اسے کسی درزی کے پاس لے گئی ہوگی اور اسی جیسے اپنے سائز کے ملبوسات خرید لیے ہوں گے ۔ ایک اور امکان بھی تھا ۔ گڑیا مشیر مالیات نے خریدی ہوگی ، اسے کسی جادوگر کے حوالے کردیا ہوگا اور اس سے فرمائش کی ہوگی کہ وہ اسے کسی جیتی جاگتی عورت میں تبدیل کردے ۔ لیکن یہ امکان بعید از قیاس تھا ، چنانچہ سوفی نے اسے مسترد کردیا۔

دونوں میاں بیوی کار سے اترے اور باغ میں آ گئے ۔ جب نوخیز لڑکے لڑکیوں کی نگاہیں ان پر پڑیں، وہ دنگ رہ گئے ۔ مشیر مالیات نے اپنے خاندان کی طرف سے سوفی کو ایک پیکٹ پیش کیا جو لمبا تو کافی تھا لیکن عرض میں تنگ تھا ۔ سوفی کا خدشہ درست تھا ـــــ جی ہاں، یہ باربی گڑیا ہی تھی ۔ سوفی کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور اسے اپنے غصے پر قابو پانے میں بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا ۔ لیکن جوآنا نے اس قسم کی کوئی کوشش نہ کی اور وہ پھٹ پڑی:

"آپ لوگوں کا دماغ تو نہیں چل گیا؟ سوفی گڑیوں سے نہیں کھیلتی!"

جوآنا کی امی اپنے تمام ستارے کھنکھناتی تیزی سے آگے بڑھی اور گویا ہوئی:

"تم جانتی ہو، یہ محض زیبائش کے لیے ہے۔"

"خیر، چھوڑیں اس قصے کو ۔ آپ کا واقعی بہت بہت شکریہ ۔" سوفی نے معاملے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "اب میں گڑیاں اکٹھا کرنا شروع کردوں گی۔"

مہمان ایک ایک دودو کی شکل میں میز کی طرف امڈنے لگے۔

"ہمیں صرف البرٹو کا انتظار ہے ۔" سوفی کی امی نے ہچکچاتے ہوئے اپنی بیٹی سے کہا ۔ اس کا انداز غمازی کر رہا تھا کہ وہ دراصل خوشگوار لہجے کے پردے میں اپنی تشویش کو، جو ہر آن بڑھتی جارہی تھی، چھپانے کی کوشش کر رہی ہے ۔ مہمان خصوصی کی افواہ پہلے ہی دوسرے مہمانوں میں پھیل چکی تھی۔

"انہوں نے تشریف لانے کا وعدہ کیا تھا، چنانچہ وہ لازماً آئیں گے۔"

"اس کے آنے سے پہلے ہم دوسرے مہمانوں کو بیٹھنے کی دعوت نہیں دے سکتے؛ کیا خیال ہے؟"

بالکل بٹھا سکتے ہیں۔ آئیں، یہ کام بھی کرگزریں۔"

ہیلینے امنڈسین مہمانوں کو میز کے گرد بٹھانے لگی ۔ تاہم اس نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ اس کی اپنی اور سوفی کی

کرسی کے درمیان کی کرسی خالی رہے۔ اس نے سہانے موسم کی تعریف میں چند الفاظ کہے اور اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا کہ سوفی اب بالغ ہو گئی ہے۔

انہیں میز پر بیٹھے آدھ گھنٹہ گزرا تھا کہ ایک ادھیڑ عمر شخص، جس کی صرف ٹھوڑی پر بہت خوبصورت انداز سے ترشی ہوئی طرہ نما داڑھی تھی اور جس نے اپنے سر پر اونی ٹوپی اوڑھ رکھی تھی، کلوور کلوز پر چلتا اور پھر باغ کے دروازے میں آتا دکھائی دیا۔ اس کے ہاتھ میں پندرہ سرخ گلابوں کا گلدستہ تھا۔

"البرٹو!"

سوفی اپنی نشست سے اٹھی اور اس کا استقبال کرنے دوڑ پڑی۔ اس نے اپنے بازو اس کی گردن میں حمائل کر دیے اور اس سے گلدستہ لے لیا۔ اس نے استقبال کا جواب یوں دیا کہ اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا، دو عدد چینی پٹاخے نکالے، انہیں تیلی دکھائی اور صحن کی طرف اچھال دیا۔ جب وہ میز کے قریب پہنچا، اس نے ایک پھل جھڑی روشن کی اور اسے بادام کے ہرم کے اوپر رکھ دیا۔ پھر وہ پیچھے ہٹا اور سوفی اور اس کی امی کے بیچ خالی کرسی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"مجھے یہاں آ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔" اس نے کہا۔

مہمانوں کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ مسز انگجے گرجسن نے معنی خیز انداز سے اپنے شوہر کی طرف دیکھا۔ تاہم سوفی کی امی اسی بات پر مطمئن تھی کہ یہ شخص تاخیر سے ہی سہی، بہرحال پہنچ تو گیا ہے۔ چنانچہ وہ اس کی تمام خطائیں معاف کرنے پر تیار ہو گئی۔ جہاں تک سوفی کا اپنا تعلق ہے، وہ اپنی ہنسی روکنے کی زبردست کوشش کر رہی تھی۔

ہیلینے امنڈسین نے انگلی سے اپنا گلاس کھنکھنایا اور بولی:

"آئیں، ہم سب اس فلسفیانہ گارڈن پارٹی میں البرٹو کنوکس کو بھی خوش آمدید کہیں۔ وہ میرے کوئی نئے بوائے فرینڈ نہیں۔ حالانکہ میرے شوہر کا بیشتر وقت سمندروں میں گزرتا ہے، مجھے فی الحال بوائے فرینڈ بنانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ تاہم یہ صاحب ہیں بے حد حیرت انگیز اور یہ سوفی کے فلسفے کے نئے

استاد ہیں ۔ یہ صرف پٹاخے ہی نہیں چلاتے بلکہ ان کی صلاحیتیں کہیں بڑھ کر ہیں ۔ مثلاً یہ ہیٹ سے خرگوش برآمد کرسکتے ہیں ۔ سوفی، خرگوش یا کوا؟"

"بہت بہت شکریہ ۔" البرٹو نے کہا اور وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آئیں، ان کا جام صحت پیئیں!" سوفی نے کہا۔

تمام مہمانوں نے اپنے اپنے گلاس اٹھائے ، آپس میں ٹکرائے اور البرٹو کا جام صحت پینے لگے ۔

وہ کافی دیر بیٹھے چکن اور سلاد کھاتے رہے ۔ اچانک جوآننا اٹھی ، بڑے پرعزم انداز سے جیریمی کی طرف بڑھی اور اس نے اس کے ہونٹوں پر زوردار بوسہ ثبت کردیا ۔ جیریمی نے ذرا ڈھیل نہ دکھائی، جھٹ اسے میز پر گرایا اور جوابی بوسہ ثبت کردیا۔

"اونہہ ہوں ! میں نے ایسی کبھی نہیں ... " مسز انگلے برگنسین کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"بچو، میز پر نہیں ۔" مسز امنڈسین کا واحد تبصرہ تھا۔

"کیوں نہیں؟" البرٹو نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"یہ تو کچھ عجیب سا سوال ہے ۔"

"سچا فلسفی جب سوال پوچھتا ہے تو وہ کبھی غلطی پر نہیں ہوتا ۔"

دوسرے لڑکے ، جنہیں کسی نے بوسے کا سزاوار نہیں سمجھا تھا ، چھت کی طرف مرغیوں کی ہڈیاں اچھالنے لگے ۔ ان کی اس حرکت پر بھی سوفی کی ماں نے نرم سا تبصرہ کرنے پر اکتفا کیا:

"اگر میں تم سے کہوں کہ یہ کام نہ کرو ، تم برا تو نہیں مناؤ گے ؟ جب ہڈیاں بدررو میں پھنس جاتی ہیں ، خواہ مخواہ کی کھکھیڑ گلے پڑجاتی ہے ۔"

"ہم شرمندہ ہیں ۔" ایک لڑکے نے جواب دیا اور وہ چھت کے بجائے باغ کی باڑ کو اپنی ہڈیوں کا نشانہ بنانے لگے۔

"میرا خیال ہے کہ اب کھانے کی پلیٹیں اٹھا دینا اور کیک تقسیم کردینا چاہیے ۔" آخرکار مسز امنڈسین نے کہا ۔ "سوفی

اور جو آنتا، تم لوگ میرا ہاتھ بٹاؤ گی؟"

جب وہ باورچی خانے کی طرف جا رہی تھیں، ان کے پاس گفتگو کے لیے بس مختصر سا وقت تھا۔

"یہ تمہیں چوما چاٹی کی کیا سوجھی؟" سوفی نے جو آنتا سے کہا۔

"میرا دھیان اس کے چہرے سے ہٹتا ہی نہیں تھا۔ آخر کار مجھ سے رہا نہ گیا۔ وہ ہے بھی بڑا طرح دار اور پرکشش!"

"مزہ آیا؟"

"اتنا نہیں جتنا کہ میرا خیال تھا۔ لیکن..."

"تو یہ پہلا موقع تھا؟"

"مگر آخری نہیں!"

کافی اور کیک میز پر رکھ دیے گئے۔ البرٹو نے اپنے پٹاخے لڑکوں میں بانٹنا شروع ہی کئے تھے کہ سوفی کی امی نے اپنی کافی کی پیالی کھنکھنا دی۔

"میرا ارادہ کوئی لمبی چوڑی تقریر کرنے کا نہیں۔" اس نے اپنی بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ میری واحد اولاد ہے اور یہ صرف ایک ہفتہ اور ایک روز پہلے پندرہ سال کی ہوئی ہے۔ جیسا کہ آپ لوگ دیکھ رہے ہیں۔ ہم نے خرچ میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ برتھ ڈے کیک پر بادام کے چوبیس چھلے ہیں۔ چنانچہ آپ لوگوں میں سے ہر ایک کے حصے میں کم از کم ایک چھلا ضرور آجائے گا۔ جو پہلے ہاتھ بڑھائیں گے، وہ دو بھی اٹھا سکتے ہیں۔ چونکہ چھلے اٹھانے کا آغاز چوٹی سے ہوگا، اوپر کے چھلے نسبتاً چھوٹے ہوں گے لیکن جوں جوں وہ اٹھتے جائیں گے، ان کی جسامت بڑی ہوتی جائے گی۔ زندگی میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔ جب سوفی ننھی منی بچی تھی، وہ چھلوں میں چھلانگیں مارا کرتی تھی اور اکثر ٹھوکر کھا کر گر پڑتی تھی۔ جوں جوں وہ بڑی ہوتی گئی، چھلے بھی بڑے ہوتے گئے۔ اب وہ پرانے شہر تک پہنچنے اور واپس آنے لگے ہیں۔ اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ چونکہ اس کے پاپا کا بیشتر وقت سمندروں پر گزرتا ہے، یہ دنیا کے ہر حصے میں ٹیلی فون کرتی رہتی ہے۔ سوفی، ہم تمھیں تمہاری پندرھویں

سالگرہ پر مبارک باد دیتے ہیں!"

"بہت پرلطف!" مسز انگے برگسین نے بے اختیار داد دی۔

سوفی کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتی تھی کہ اس کا اشارہ کس طرف تھا: اس کی امی کی طرف، اس کی تقریر کی طرف، برتھ ڈے کیک کی طرف یا خود سوفی کی طرف؟

مہمانوں نے تالیاں بجائیں۔ ایک لڑکے نے پٹاخے کو تیلی دکھائی اور اسے ناشپاتی کے درخت پر پھینک دیا۔ جوآنا اپنی میز سے اٹھی، جیریمی کی کرسی کی طرف بڑھی اور اسے اپنی طرف گھسیٹ لیا۔ ان کی ایک بار پھر چوماچاٹی شروع ہوگئی اور وہ گھسلتے گھسلاتے ذرا پرے جھاڑیوں کے نیچے گر پڑے۔

"آج کل پہل لڑکی کی طرف سے ہوتی ہے۔" مسٹر انگے برگسین نے کہا۔

اس نے یہ الفاظ کہے، اپنی نشست سے اٹھا اور قریب سے منظر دیکھنے جھاڑیوں کی طرف چل پڑا۔ باقی مہمانوں نے بھی ان کی تقلید کی۔ صرف البرٹو اور سوفی اپنی کرسیوں پر بیٹھے رہے۔ دوسرے لوگ جوآنا اور جیریمی کے گرد نیم دائرہ بنائے کھڑے تھے۔

"انہیں دنیا کی کوئی طاقت چھڑا نہیں سکتی۔" مسز انگے برگسین نے حاشیہ آرائی کی۔ اس کا لہجہ غمازی کر رہا تھا کہ اسے اپنی بیٹی کے "کارنامے" پر ناز ہے۔

"نہیں۔" ہرنسل اپنا انداز خود بناتی ہے۔" اس کے شوہر نے کہا۔

اس نے اپنے چاروں طرف نظر دوڑائی جیسے اسے توقع ہو کہ اپنے اچھی طرح سوچے ہوئے الفاظ پر اسے خوب داد ملے گی۔ لیکن جب جواب میں دوسروں نے اپنی گردنوں کو محض ہلکا سا خم دینے پر اکتفا کیا، اس نے مزید کہا: "اس کا کچھ علاج نہیں ہوسکتا۔"

سوفی نے فاصلے سے دیکھا کہ جیریمی جوآنا کی سفید قمیص کے، جس پر پہلے ہی گھاس کے سبز داغ پڑ چکے تھے، بٹن

کھولنے کی کوشش کر رہا ہے۔

"اٹھو، بہت ہوگئی، تمہیں کہیں زکام نہ ہو جائے!" مسز انگے برگسین نے کہا۔

جھاڑیوں میں جو کچھ ہو رہا تھا، سوفی اس پر خوش نہیں تھی۔ اس نے مایوسی کے عالم میں البرٹو کی طرف دیکھا۔

"نوبت اتنی جلدی یہاں تک پہنچ جائے گی، مجھے اس کی قطعاً توقع نہیں تھی۔" اس نے کہا۔ "ہمیں یہاں سے جلد از جلد نکلنا ہو گا۔ مجھے بس چھوٹی سی تقریر کرنا ہے۔"

سوفی نے زور شور سے تالی بجائی۔

"سب لوگ واپس آجائیں اور اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ جائیں۔ البرٹو تقریر کرنا چاہتے ہیں۔"

جو آننا اور جیریمی کے ماسوا باقی مہمان واپس آگئے۔

"آپ واقعی تقریر کریں گے؟" سوفی کی امی نے کہا۔ "خوب!"

"شکریہ!"

"مجھے معلوم ہے کہ آپ کو لمبی سیریں پسند ہیں۔ صحت مند رہنا بہت ضروری ہے۔ اگر ساتھ دینے کے لیے کتا بھی موجود ہو تو مزہ دوچند ہو جاتا ہے۔ ہرمیز، تمہارے کتے کا یہی نام ہے نا؟"

البرٹو اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ "ڈیر سوفی،" اس نے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ "چونکہ یہ فلسفیانہ گارڈن پارٹی ہے، میں فلسفیانہ تقریر کروں گا۔"

اس کے اس جملے پر زبردست تالیوں سے داد دی گئی۔

"اس شور شرابے والی پارٹی میں عقل کی تھوڑی سی خوراک بے جا نہیں ہوگی۔ خیر، جو کچھ یہاں ہو رہا ہے، وہ اپنی جگہ لیکن اس سارے ہنگامے میں ہمیں سوفی کو اس کی پندرھویں سالگرہ کی مبارک باد دینا بھولنا نہیں چاہیے۔"

اس کے منہ سے یہ جملے نکلے ہی تھے کہ انہیں آسمان پر سپورٹس طیارے کی گونج سنائی دی۔ وہ نیچی پرواز کرتا ادھر ہی آرہا تھا۔ اس کے عقب میں لمبا چوڑا بینر لہرا رہا تھا۔ اس پر لکھا تھا:

"پندرھویں سال گرہ مبارک!"

اس پر پہلے سے بھی زیادہ زور شور سے تالیاں پٹیں۔

"دیکھا آپ لوگوں نے؟" مسز امنڈسین نے مسرت سے جھومتے ہوئے کہا۔ "یہ صاحب صرف پٹاخے چلانا نہیں جانتے، اور بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں!"

"شکریہ۔ یہ تو بڑی معمولی سی بات ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ گزشتہ چند ہفتوں کے دوران میں سوفی اور میں اہم فلسفیانہ تحقیق میں مصروف رہے ہیں۔ ہم نے جو نتائج اخذ کئے ہیں، ان کا ہم ابھی اور یہیں انکشاف کردیں گے۔ ہم اپنے وجود کے عمیق ترین رازوں کا انکشاف کر رہے ہیں۔"

مختصر محفل پر کامل سکوت طاری ہوگیا۔ صرف کبھی کبھار کسی پرندے کی پھڑپھڑاہٹ سنائی دی جاتی۔

"آپ اپنی بات جاری رکھیں۔"

"اپنے مکمل فلسفیانہ مطالعے کے بعد ـــــ جس کا آغاز ابتدائی یونانی فلسفیوں سے اور جس کا اختتام موجودہ زمانے پر ہوا ہے ـــــ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ہمارا اپنا کوئی وجود نہیں، ہم اپنی زندگیاں ایک میجر کے دماغ میں بسر کر رہے ہیں جو اس وقت لبنان میں اقوام متحدہ کے مبصر کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ اس نے اپنی بیٹی کے لیے ہمارے متعلق ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ اس کی بیٹی کا نام ہلڈے مولر کنیگ ہے اور وہ یہیں للے سینڈ میں رہتی ہے۔ وہ اور سوفی ایک ہی روز پندرہ سال کی عمر کو پہنچی ہیں۔ جب پندرہ جون کو صبح سویرے اس کی آنکھ کھلی، ہمارے متعلق کتاب اس کے سرہانے کے قریب میز پر رکھی ہوئی تھی۔ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ کتاب کتاب نہیں بلکہ باکس فائل ہے۔ اس وقت بھی ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں، ہلڈے اسے باکس فائل کے آخری صفحات میں اپنی انگلی کے نیچے محسوس کرسکتی ہے۔"

میز کے ارد گرد تشویش کی لہر دوڑ گئی۔

"چنانچہ ہمارا وجود ہلڈے مولر کنیگ کے لیے سالگرہ کے تحفے کی شکل میں کم وبیش وسیع تفریح ہے۔ ہم سب کو مجرنے

اپنی بیٹی کی فلسفیانہ تعلیم کے ساختار (frame work) کے طور پر ایجاد کیا ہے ۔ اس کی مثال کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ باہر گیٹ پر جو سفید مرسیڈیز کھڑی ہے ، اس کی قیمت کوڑی کے برابر بھی نہیں ۔ یہ محض کاٹھ کباڑ ہے ۔ اس کی قیمت اس سفید مرسڈیز سے زیادہ نہیں جو اقوام متحدہ کے کسی مغلس میجر کے دماغ میں ، جو آفتاب کی تمازت سے بچنے کے لیے کسی کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا ہے ، چکر پر چکر کاٹ رہی ہے ۔ میرے دوستو ، لبنان میں دن بہت گرم ہوتے ہیں ۔"

" خرافات ! " مشیر مالیات نے اعتراض کیا ۔ " یہ نری بکواس ہے !"

" آپ اپنی رائے کے مالک ہیں اور مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ۔ " البرٹو نے کسی قسم کی خجالت محسوس کئے بڑے اطمینان سے جواب دیا ۔ " لیکن سچی بات ہے کہ اگر کسی چیز پر نری بکواس کی پھبتی کسی جاسکتی ہے تو وہ یہ گارڈن پارٹی ہے ۔ اس ساری پارٹی میں عقل کی واحد بات میری تقریر ہے ۔"

اس پر مشیر مالیات کے تن بدن میں آگ لگ گئی ۔ وہ اپنی نشست سے اٹھا اور بولا:

"ایک ہم ہیں کہ اپنا کاروبار چلانے کے لیے دن رات محنت کررہے ہیں اور اس بات کا اہتمام کر رہے ہیں کہ خطرہ کیسا ہی ہو ، ہمیں اس کے خلاف بیمے کا تحفظ حاصل ہوجائے ۔ اور یہ ذات شریف ، جو معلوم نہیں کہا سے آٹپکا ہے ، دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے اور اپنی بےدلیل اور بےثبوت موشگافیاں بگھار رہا ہے ۔ یہ ہم سب کی تباہی کے در پے ہے ۔"

البرٹو نے یوں سر ہلا دیا جیسے وہ مشیر مالیات کی باتوں کی تائید کر رہا ہو ۔

" اس قسم کی فلسفیانہ بصیرت کے تحفظ کے لیے واقعی کہیں بیمہ نہیں ہوسکتا ۔ " اس نے کہا ۔ " جناب ، ہم قدرتی آفات کا ذکر نہیں کر رہے ، ہمارے پیش نظر اس سے کہیں بدتر چیز ہے ۔ لیکن جیسا کہ آپ غالباً جانتے ہیں ، اس قسم کی چیزوں کا کہیں بیمہ نہیں ہوتا ۔"

"تم جو کچھ کہہ رہے ہو، وہ کوئی قدرتی آفت نہیں۔"

"بالکل نہیں - یہ قدرتی نہیں، وجودی آفت ہے - اگر آپ تھوڑی سی تکلیف کریں اور دیکھیں کہ ادھر جھاڑیوں میں کیا ہو رہا ہے، پھر آپ میرا مطلب سمجھ جائیں گے - اس قسم کی باتوں سے بے شک آپ کی ساری زندگی دھڑام سے زمین پر آ گرے لیکن آپ کو اس کے خلاف تحفظ کے لیے کہیں بھی بیمے کی سہولت نہیں مل سکے گی - اور آپ غروب آفتاب کے خلاف بھی بیمہ نہیں کرا سکتے۔"

"ہمیں یہ سب کچھ برداشت کرنا ہوگا؟" جو آنا کے باپ نے اپنی بیوی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

اس نے انکار میں سر ہلا دیا - اس کی تقلید میں سوفی کی امی نے بھی سر ہلا کر ناپسندیدگی کا اظہار کر دیا۔

"کتنی شرم کی بات ہے" اس نے کہا، "حالانکہ ہم نے خرچ میں کوئی بخل نہیں کیا تھا!"

نوعمر مہمان البرٹو کی طرف دیکھتے رہے - "ہم اس قسم کی مزید گفتگو سننا چاہتے ہیں -" گھونگریالے بالوں والے منک لڑکے نے کہا۔

"شکریہ - لیکن اب کہنے کو کوئی مزید خاص بات نہیں رہی - جب آپ کو یہ اندازہ ہو جائے کہ آپ کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ آپ محض کسی شخص کے تھکے ماندے اور نیم غنودہ شعور میں خوابی شبیہ ہیں، پھر میرے خیال میں عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ خاموشی اختیار کر لی جائے - لیکن اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے میں آپ کو اتنا مشورہ ضرور دوں گا کہ آپ فلسفے کی تاریخ کا مختصر نصاب ضرور پڑھ لیں - پرانی نسل کی اقدار کا تنقیدی نظروں سے جائزہ لینا نہایت ضروری ہوتا ہے - اگر میں نے سوفی کو کچھ سکھانے کی کوشش کی ہے تو وہ یہ ہے کہ تنقیدی انداز سے کیسے سوچا جاتا ہے۔ ہیگل اسے منفی انداز سے سوچنا کہتا تھا۔"

مشیر مالیات ابھی تک کھڑا تھا اور اپنی انگلیوں سے میز بجا رہا تھا۔

"یہ شورش پسند شخص ان تمام بے عیب اور کامل اقدار کو

ملیامیٹ کرنے پر تلا ہوا ہے جنہیں ہمارے تعلیمی ادارے ، کلیسا کے کارپرداز اور ہم خود نوجوان نسل کے ذہنوں میں بٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ مستقبل انہی نوجوانوں کا ہے اور جو کچھ ہم نے بنایا ہے ، ایک روز وہی اس کے وارث ہوں گے ۔ اگر اس شخص کو فی الفور اس محفل سے نکالا نہ گیا ، مجھے اپنے وکیل کو بلانا پڑے گا ۔ اسے معلوم ہوگا کہ اس قسم کی صورت حال سے کیسے نپٹا جاتا ہے ۔"

" آپ اس صورت حال سے نپٹنے میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں ، اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ ہمارا وجود سایوں سے زیادہ کچھ نہیں ۔ ویسے بھی میں اور سوفی اس محفل سے جا رہے ہیں کیونکہ ہمارے لیے فلسفے کا نصاب محض کوئی نظری (The oretical) چیز نہیں ، بلکہ اس کا عملی پہلو بھی ہے ۔ جب ساز گار وقت آئے گا ، ہم غائب ہو جائیں گے ۔ ہمارے پاس میجر کے شعور سے دبے پاؤں کھسکنے کا یہی ایک طریقہ ہے اور ہم اس پر عمل کر کے رہیں گے ۔"

ہیلینے امنڈسین نے اپنی بیٹی کا بازو پکڑ لیا۔

" تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی ؟ سوفی ، کہہ دو کہ نہیں جاؤ گی ۔"

سوفی نے اپنے بازو اپنی امی کے گرد حائل کر دیے اور بے چارگی سے البرتو کی طرف دیکھنے لگی۔

"امی اتنی اداس ہیں . . . "

" نہیں ۔ یہ بالکل احمقانہ رویہ ہے ۔ جو کچھ تم سیکھ چکی ہو ، اسے مت بھولو ۔ یہی وہ واہیات باتیں ہیں جن سے ہمیں چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا ۔ تمہاری امی لٹل ریڈ رائیڈنگ ہڈ کی طرح ، جو ایک روز اپنے بازو پر اپنی نانی کے لیے کھانے کی ٹوکری لٹکائے میرے دروازے پر آئی تھی ، شیریں طبع اور محقق ہیں ۔ تمہاری امی اس ہوائی جہاز سے زیادہ اداس نہیں جو معینہ ایندھن کی کمی کے باوجود اپنے تہنیتی کرتب دکھاتا یہاں سے گزرا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ میں آپ کا مطلب سمجھ گئی ہوں ۔" سوفی نے کہا ۔ پھر وہ اپنی امی کی طرف متوجہ ہوئی ۔ " امی ، یہی

وجہ ہے کہ مجھے وہی کرنا پڑے گا جو یہ کہتے ہیں ۔ ویسے بھی مجھے ایک روز آپ سے رخصت ہونا ہی ہے ۔"

"تم مجھے بہت یاد آیا کرو گی ۔ " اس کی امی نے کہا ۔ " لیکن اگر اس کے اوپر کوئی جنت ہے ، تمہیں پرواز کرنا ہی ہوگی ۔ خیر ، میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں گوبند کا پورا خیال رکھوں گی ۔ وہ دن میں کاہو کا ایک پتا کھاتا ہے یا دو؟"

البرٹو نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا:

" ہم آپ کو اور نہ کسی اور کو یاد آئیں گے ۔ وجہ بہت سیدھی سادھی ہے ۔ ہمارا دراصل کوئی وجود ہی نہیں ، ہم محض سایے ہیں اور سایے کیسے یاد آتے ہیں ۔"

"میں نے اس سے زیادہ توہین آمیز کلمہ کبھی نہیں سنا ۔ " مسز انگے برگنسین غصے سے پھٹ پڑی ۔

اس کے شوہر نے تائید میں سر ہلا دیا ۔

"اگر ہم اور کچھ نہیں کرسکتے ، جب جی چاہے ، اس کے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ تو دائر کر ہی سکتے ہیں ۔ مجھے یقین ہے کہ یہ شخص کمیونسٹ ہے ۔ یہ ہمیں ہر اس چیز سے ، جو ہمیں عزیز ہے ، محروم کر دینا چاہتا ہے ۔ یہ شخص لفنگا ہے ۔"

اس کے ساتھ ہی البرٹو اور مشیر مالیات دونوں بیٹھ گئے ۔

اتنے میں جو آننا اور جیریمی بھی واپس آ گئے ۔

"آؤ ، امی ، گھر چلیں ۔"

"ٹھہرو ، اتنی بھی کیا جلدی ہے !۔"

"مجھے کپڑے تبدیل کرنا ہیں ۔"

البرٹو نے افسردہ نگاہوں سے سوفی کی طرف دیکھا ۔

"چلو ، چلیں ۔ وقت ہو گیا ہے ۔"

"جانے سے پہلے ہمیں کافی تو پلاتی جاؤ ۔ " اس کی امی نے فرمائش کی ۔

"بالکل امی ۔ میں ابھی لاتی ہوں ۔"

اس نے میز سے تھرموس اٹھائی اور باورچی خانے کی طرف چل دی ۔ اسے مزید کافی بنانا تھی ۔ جب وہ پانی کے ابلنے کا انتظار کر رہی تھی ، اس نے پرندوں اور سنہری مچھلیوں کا دانہ دنکا

نکالا اور ان کے آگے ڈال دیا ۔ پھر وہ غسل خانے میں گئی اور گوبند کے آگے کاہو کا پتا رکھ دیا ۔ اسے بلی کہیں نظر نہ آئی ۔ تاہم اس نے بڑا ڈبا کھولا ، ساری خوراک پیالے میں انڈیلی اور پیالہ باہر سیڑھیوں کے اوپر رکھ دیا ۔ اسے محسوس ہوا کہ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو رہی ہیں۔

جب وہ کافی لے کر واپس آئی ، گارڈن پارٹی کسی نوجوان خاتون کی فلسفیانہ تقریب کم ، بچوں کی پارٹی زیادہ نظر آ رہی تھی ۔ میز پر سوڈے کی بوتلیں ایک دوسرے سے ٹکراتی پھر رہی تھیں ۔ سارا میز پوش چاکلیٹ کیک سے لتھڑا ہوا تھا اور میٹھے بندوں کی پلیٹ لان میں الٹی پڑی تھی ۔ جونہی سوفی پہنچی ، ایک لڑکے نے پٹاخا تہہ دار کیک پر رکھ دیا جو بھک سے اڑا اور اس کے ٹکڑے یا تو میز پر بکھر گئے یا مہمانوں پر گر پڑے ۔ سب سے ابتر حال مسز انگے برگسین کی سرخ پتلون اور کوٹ کا ہوا ۔ عجیب بات یہ ہوئی کہ اس پر نہ تو اس نے اور نہ کسی دوسرے شخص نے تشویش کا کوئی اظہار کیا ۔ جوآنا نے چاکلیٹ کیک کا خاصا بڑا ٹکڑا اٹھایا اور جیریمی کے سارے چہرے پر مل دیا ، اور پھر خود ہی اسے زبان سے چاٹنے لگی۔

اس کی امی اور البرٹو دوسروں سے ذرا ہٹ کر گلائیڈر میں بیٹھے تھے ۔ انہوں نے سوفی کو ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلا لیا۔

" تو آخر آپ لوگوں کو خفیہ راز و نیاز کا موقع مل ہی گیا۔"

" تم بالکل ٹھیک کہتی تھیں ۔ " اس کی امی نے وفور مسرت سے اچھلتے ہوئے کہا ۔ " البرٹو بالکل بے غرض اور ایثار کیش شخص ہیں ۔ میں تمہیں ان کے مضبوط بازوؤں کے حوالے کرتی ہوں۔"

سوفی ان دونوں کے بیچ بیٹھ گئی۔

دو لڑکے کسی نہ کسی طرح چھت پر چڑھ گئے تھے ۔ ایک لڑکی ادھر ادھر گھوم پھر رہی اور بالوں کی پن (pin) کے ساتھ غباروں میں سوراخ کر رہی تھی ۔ پھر موٹر سائیکل پر کوئی غیر مدعو مہمان آ پہنچا ۔ اس کے کیریئر پر بیئر اور ناروے کے قومی مشروب

کی بوتلوں کے کریٹ بندھے ہوئے تھے ۔ چند مددگار روحوں نے اسے خوش آمدید کہا۔

اس پر مشیرِمالیات اپنی نشست سے اٹھا ، اس نے تالی بجائی اور بولا: "آپ لوگ کوئی گیم کھیلنا پسند کریں گے؟"

اس نے ایک بیئر کی بوتل پر جھپٹا مارا ، اسے غٹاغٹ حلق میں اتارا اور خالی بوتل ذرا پرے لان پر ٹکا دی ۔ پھر وہ واپس آیا اور اس نے برتھ ڈے کیک کے باقی پانچوں چھلے اتار لیے ۔ پھر اس نے عملی مظاہرہ کرکے مہمانوں کو بتایا کہ چھلے کو بوتل کے گلے میں کیسے پھینکا جاتا ہے۔

"موت کی ہچکی ! " البرٹو کے منہ سے نکلا ۔ پھر وہ سوفی کی طرف متوجہ ہوا اور بولا : " پیشتر اس کے کہ میجر سب کچھ ختم کردے اور ہلڈے باکس فائل بند کردے ، ہمارے حق میں یہی بہتر ہو گا کہ ہم یہاں سے نکل بھاگیں۔"

"امی ، اب آپ کو اکیلے ہی صفائی کرنا ہو گی۔"

"بیٹی ، کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ یہ زندگی تمہارے لیے موزوں نہیں تھی ۔ اگر البرٹو تمہیں اس سے بہتر زندگی دے سکیں ، مجھ سے زیادہ خوشی کسی کو نہیں ہوگی ۔ تم نے مجھے بتایا نہیں تھا کہ ان کے پاس سفید گھوڑا ہے؟"

سوفی نے باغ پر نظر ڈالی ۔ یہ اب پہچانا ہی نہیں جارہا تھا ۔ گھاس پر ہر طرف بوتلیں ، مرغیوں کی ہڈیاں ، بند اور غبارے بکھرے پڑے تھے۔

" کبھی یہ میرا چھوٹا موٹا باغ عدن تھا۔" اس نے کہا۔

اور اب تمہیں یہاں سے نکالا جارہا ہے ۔"البرٹو نے کہا۔

ایک لڑکا سفید مرسیڈیز میں بیٹھا تھا ۔ وہ انجن سے چھیڑخانی کر رہا تھا ، یکایک کار اچھلی ، گارڈن گیٹ کو توڑتی اندر داخل ہوئی اور بجری کی روش پر دوڑتی باغ میں پہنچ گئی۔

سوفی کو اپنے بازوؤں پر کسی کی سخت گرفت محسوس ہوئی ۔ اسے خفیہ ٹھکانے کی طرف کھینچا جارہا تھا ۔ پھر اسے البرٹو کی آواز سنائی دی:

"اب !"

عین اسی لمحے کار ایک سیب کے درخت کے ساتھ گتھم گتھا ہوگئی ۔ انجن کے ٹوپ (hood) پر کچے پھلوں کی بوچھار ہونے لگی۔

"ارے ، ارے ! یہ کیا ہو رہا ہے ؟ " مشیر مالیات ہانئے وائے کر رہا تھا ۔ " معاملہ حد سے گزر گیا ہے ! میں معقول معاوضے کا مطالبہ کرتا ہوں !"

اس کی بیوی نے اس کی بھرپور تائید کی۔

"یہ سارا اس ملعون لفنگے کا قصور ہے ! کہاں ہے وہ؟"

"وہ چھومنتر سے غائب ہو گئے ہیں ۔ " ہیلینے امنڈسین نے کہا۔ اس کے لہجے سے فخر جھلک رہا تھا۔

وہ تن کر بالکل سیدھی کھڑی ہوگئی ۔ پھر وہ لمبی میز کی طرف چل پڑی اور فلسفیانہ گارڈن پارٹی کے بعد بچی کھچی اشیا سمیٹنے لگی۔

"ابھی کافی ہے ، کسی کو ضرورت ہو تو بتائیے !"

34۔ کاونٹر پوائنٹ

* * *

۔ ۔ ۔ دو یا دو سے زیادہ غنائی دھنوں کا اکٹھے بلند ہونا ۔ ۔ ۔

ہلڈے اپنے بستر پر بیٹھ گئی ۔ سوفی اور البرٹو کی کہانی تو ختم ہوگئی ۔ لیکن دراصل ہوا کیا تھا؟

اس کے پاپا نے یہ آخری باب کیوں لکھا تھا ؟ کیا اس کا مقصد سوفی کی دنیا پر اپنی قوت جتانا تھا؟

اپنے خیالات میں مستغرق اس نے جلدی جلدی شاور (shower) کے نیچے غسل کیا اور کپڑے پہن لیے ۔ اس نے لپک جھپک ناشتہ کیا اور بے مقصد باغ میں گھومنے لگی ۔ بالآخر وہ گلائیڈر میں بیٹھ گئی ۔

وہ البرٹو سے متفق تھی کہ گارڈن پارٹی میں واحد معقول چیز اس کی اپنی تقریر تھی ۔ اس کے پاپا یقیناً یہ نہیں سمجھتے ہوں گے کہ ہلڈے کی دنیا اتنی ہی پراگندہ اور بے نظم ہے جتنی کہ گارڈن پارٹی تھی ؟ یا یہ کہ اس کی دنیا بھی آخر کار تحلیل ہو جائے گی؟

پھر البرٹو اور سوفی کا مسئلہ بھی تھا ۔ خفیہ منصوبے کا کیا بنا؟

کیا کہانی کو جاری رکھنا خود ہلڈے پر موقوف ہے ؟ یا یہ کہ وہ واقعی خفیہ طور پر نکل گئے ہیں؟

اور اگر وہ کھسک گئے ہیں ، پھر وہ ہیں کہاں ؟

اچانک اس کے ذہن میں کوندے کی طرح خیال لپکا۔ اگر البرٹو اور سوفی واقعی کہانی سے نکل بھاگے ہیں، پھر باکس فائل میں اس کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں ہوگا۔ بدقسمتی سے اس میں جو کچھ تھا وہ اس کے پاپا پر روزروشن کی طرح عیاں تھا۔

کیا بین السطور بھی کوئی چیز موجود ہوسکتی ہے؟ ضرور ہوگی کیونکہ اس کے متعلق وہاں اشاروں کنایوں سے بڑھ کر کچھ تھا۔ ہلڈے سمجھ گئی کہ اسے کہانی کو ایک دو مرتبہ دوبارہ پڑھنا ہوگا۔

جب سفید مرسیڈیز باغ میں داخل ہوئی تھی، البرٹو سوفی کو اپنے ساتھ دھکیل کر خفیہ ٹھکانے میں لے گیا تھا۔ وہاں سے وہ میجر کی کٹیا کی طرف بھاگنے لگے۔

"تیز، اور تیز!" البرٹو چلا چلا کر کہہ رہا تھا۔ "پیشتر اس کے کہ وہ تلاش شروع کردے، ہمیں وہاں پہنچنا ہوگا۔"

"کیا ہم میجر کی دسترس سے نکل چکے ہیں؟"

"نہیں، ہم ابھی سرحد پر کھڑے ہیں۔"

انہوں نے کشتی کھیتے جھیل عبور کی اور کٹیا میں داخل ہوگئے۔ البرٹو نے فرشی دروازہ (trapdoor) کھولا اور سوفی کو نیچے تہہ خانے میں دھکیل دیا۔ پھر سب کچھ تاریکی کی لپیٹ میں آگیا۔

اس کے بعد کے ایام کے دوران میں ہلڈے اپنے منصوبے پر کام کرتی رہی۔ اس نے این کوامس ڈال کے نام متعدد خطوط ارسال کئے اور دو مرتبہ اسے ٹیلی فون بھی کیا۔ اس نے اپنے دوستوں اور ملنے ملانے والوں سے بھی مدد حاصل کی اور سکول میں اپنی کلاس کے تقریباً آدھے لڑکے لڑکیوں کو اپنے ساتھ ملالیا۔

بیچ بیچ میں جب اسے فرصت ملتی، وہ "سوفی کی دنیا" بھی پڑھتی رہتی۔ یہ کوئی ایسی کہانی نہیں تھی کہ آدمی صرف ایک ہی خواندگی کرتا اور سب کچھ سمجھ جاتا۔ گارڈن پارٹی سے روانہ ہونے کے بعد البرٹو اور سوفی پر کیا گزری ہوگی، اس کے متعلق اس کے ذہن میں لگاتار نئے نئے خیالات پیدا ہوتے رہے۔

مورخہ 23 جون بروز ہفتہ وہ ہڑبڑا کر جاگ گئی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے پاپا ازیں پیشتر ہی لبنان سے روانہ ہوچکے ہیں۔ اب مسئلہ صرف انتظار کا تھا۔ انہیں اس دن

کے آخر میں کیا کیا مصروفیات پیش آئیں گی ، اس کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل طے کی جاچکی تھی۔

اس صبح بعدازاں وہ اپنی امی کے ساتھ وسط گرما سے ایک روز پہلے کی پارٹی کے انتظامات کرنے میں منہمک رہی۔ ہلڈے کو بار بار خیال آرہا تھا کہ سوفی اور اس کی امی نے اپنی اس قسم کی پارٹی کس طرح ترتیب دی تھی۔ لیکن یہ تو وہ پارٹی تھی جس کا انتظام انہوں نے کیا تھا۔ یہ اب منعقد ہوچکی تھی اور اپنے انجام کو پہنچ چکی تھی۔ واقعی منعقد ہوچکی ہے یا ابھی منعقد ہونا ہے؟ کیا وہ ادھر ادھر بھاگی پھر رہی اور ہر چیز کی تزئین و آرائش کر رہی ہیں؟

سوفی اور البرٹو دو وسیع و عریض عمارتوں کے سامنے لان پر بیٹھے تھے۔ گندی ہوا کے نکاس کے لیے ان عمارتوں کے باہر بھاری بھرکم اور بے حد بھدے پائپ معلق تھے۔ ایک عمارت سے ایک نوجوان جوڑا برآمد ہوا۔ لڑکے کے ہاتھ میں نسواری بریف کیس تھا اور لڑکی کے شانے پر سرخ دستی بیگ لٹک رہا تھا۔ پس منظر میں سڑک پر سرخ کار دوڑی جارہی تھی۔

"کیا ہوا؟" سوفی نے پوچھا۔

"ہم کامیاب ہوگئے ہیں!"

"لیکن ہم ہیں کہاں؟"

"یہ ناروے کا صدر مقام اوسلو ہے۔"

"آپ کو پکا یقین ہے؟"

"بالکل۔ ان میں سے ایک عمارت کا نام 'Chateau Neuf' ہے۔ اس کا مطلب 'نیا محل' ہے۔ یہاں لوگ موسیقی کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ دوسری 'کونیگریگشن فیکلٹی' (Cogre-gation Faculty) ہے۔ اس میں الہیات کا شعبہ ہے۔ اگر ہم پہاڑی پر مزید آگے جائیں تو سائنس کے شعبے نظر آجائیں گے۔ پہاڑی کی عین چوٹی پر ادب اور فلسفے کے شعبہ جات ہیں۔"

"کیا ہم ہلڈے کی کتاب اور میجر کی دسترس سے نکل چکے ہیں؟"

"ہاں، دونوں سے۔ وہ یہاں ہمیں کبھی ڈھونڈ نہیں سکے

گا۔"

لیکن جب ہم جنگل میں بھاگ رہے تھے، ہم کہاں چلے گئے تھے؟"

"جب میجر مشیر مالیات کی کار سیب کے درخت کے ساتھ ٹکرانے میں مصروف تھا، ہم نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور خفیہ ٹھکانے میں جا چھپے۔ تب ہم ابتدائی مرحلے میں تھے۔ ہمارا تعلق پرانی دنیا سے بھی تھا اور نئی دنیا سے بھی۔ لیکن ہم نے اپنے آپ کو جس طرح چھپایا، یہ ایک ایسی چیز تھی جو غالباً میجر کے کبھی وہم و گمان میں بھی نہیں آئی ہو گی۔"

"کیوں نہیں؟"

"اگر اسے معلوم ہوتا، وہ کبھی ہمیں نکلنے نہ دیتا۔ لیکن جو کچھ ہوا کچھ اس طرح ہوا جیسے خواب میں ہوتا ہے۔ تاہم یہ امکان بالکل ہی مسترد نہیں کیا جاسکتا کہ وہ شاید خود بھی یہی چاہتا ہو اور خود اس میں پوری طرح شامل ہو۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"دراصل سفید مرسیڈیز اسی نے چلائی تھی۔ شاید اس نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہو کہ ہم کسی طرح اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوجائیں۔ اتنے عرصے سے جو کچھ ہو رہا تھا، شاید اس نے اس کا کچومر نکال دیا ہو اور وہ بالکل تھک گیا ہو..."

دریں اثنا نوجوان جوڑا چند ہی قدم دور رہ گیا تھا۔ اپنے سے کہیں زیادہ معمر شخص کے ساتھ بیٹھے سوفی اپنے آپ کو قدرے ہونق محسوس کر رہی تھی۔ علاوہ ازیں وہ چاہتی تھی کہ البرٹو نے ابھی ابھی جو کچھ کہا تھا، کسی بھلے آدمی سے اس کی تصدیق کرائے۔

وہ اٹھی اور نوجوان جوڑے کے قریب پہنچ گئی۔

"دخل درمعقولات کی معافی چاہتی ہوں۔ کیا آپ مجھے براہ مہربانی اس سڑک کا نام بتا سکتے ہیں؟"

ان دونوں نے جواب تو کیا دینا تھا اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

سوفی کو غصہ تو بہت آیا ، تاہم اس نے ایک بار پھر پوچھنے کی جسارت کر ڈالی : "یہاں سوال کا جواب دینے کی ریت نہیں؟"

صاف نظر آرہا تھا کہ نوجوان لڑکا اپنی رفیقہ کو کچھ سمجھانے میں مصروف ہے :

"موسیقی کی کاونٹر پوائنٹ (1) ہیت دو جہتوں میں کام کرتی ہے ، افقی یا غنائی وضع میں اور عمودی یا ہم آہنگ انداز میں ۔ دو یا دو سے زیادہ دھنیں ہمیشہ ساتھ ساتھ ہوتی ہیں..."

"دخل درمعقولات کی معافی چاہتی ہوں لیکن..."

"غنائی دھنیں جب آپس میں گھلتی ملتی ہیں تو ظاہر ہے کہ ایک دوسرے کے مقابلے میں انہیں اپنی اپنی آواز اجاگر کرنا پڑتی ہے لیکن ، جس حد تک ممکن ہو ، وہ اس مقابلے سے لاتعلق ہوکر اپنی اپنی تکمیل کی طرف بڑھتی رہتی ہیں ، لیکن ان کا متوافق ہونا ضروری ہے ۔ دراصل یہ سُر کا سُر سے ٹکراؤ ہے۔"

کتنے بدتمیز لوگ ہیں ! یہ اندھے ہیں نہ بہرے ۔ سوفی نے تیسری مرتبہ کوشش کی ۔ وہ ان کا راستہ روک کر بالکل ان کے سامنے کھڑی ہوگئی ۔

اسے محض ایک طرف دھکیل دیا گیا۔

"ہوا چلنا شروع ہوگئی ہے ۔" لڑکی نے کہا۔

سوفی تیزی سے واپس البرٹو کے پاس آگئی۔

"میری آواز ان کے کانوں تک پہنچی ہی نہیں !" اس نے گمبھیر مایوسی کے عالم میں کہا —— اور جب وہ اپنی بات مکمل کرچکی ، اسے اچانک ہلڈے اور طلائی صلیب کے متعلق اپنا خواب یاد آگیا۔

"یہ قیمت تو ہمیں چکانا ہی پڑے گی ۔ اگرچہ ہم دبے پاؤں کتاب سے باہر نکل آئے ہیں ، ہم یہ توقع نہیں کرسکتے کہ ہمیں بھی وہی مقام حاصل ہوجائے گا جو مصنف کو حاصل ہے ۔ لیکن سچ پوچھو تو ہم بالکل یہیں ہیں ۔ اب ہماری عمر اس روز سے ، جب ہم فلسفیانہ گارڈن پارٹی چھوڑ کر آئے تھے ، ایک دن بھی زیادہ نہیں ہوگی ۔"

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے گردوپیش جو لوگ موجود ہیں، ہمارا ان کے ساتھ کبھی رابطہ نہیں ہو سکے گا؟"

"سچا فلسفی کبھی، کبھی نہیں، کہتا۔ کیا وقت ہوا؟"

"آٹھ بجے ہیں۔"

"بالکل وہی وقت جب ہم کپتان کے موڑ سے روانہ ہوئے تھے۔"

"یہ وہی دن ہے جب بلڈے کے باپ نے لبنان سے واپس پہنچنا ہے۔"

"یہی وجہ ہے کہ ہمیں جلدی کرنا ہو گی۔"

"کیوں؟ ــــــ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"تم یہ جاننے کے لیے بے قرار نہیں ہو کہ جب میجر اپنے گھر بجار کلی پہنچے گا، پھر کیا ہو گا؟"

"بالکل ٹھیک بات ہے، لیکن. . ."

"پھر آؤ!"

وہ پیدل شہر کی طرف چل پڑے۔ راستے میں وہ متعدد اشخاص کے برابر سے گزرے، لیکن وہ لوگ یوں چلتے رہے جیسے سوفی اور البرٹو کوئی غیر مرئی مخلوق ہوں۔

ساری سڑک کی پٹی کے ساتھ ساتھ کاریں کھڑی تھیں۔ البرٹو ایک چھوٹی سرخ کنورٹیبل (convertable) کے سامنے کھڑا ہو گیا جس کی چھت نیچے گری ہوئی تھی۔

"اس سے کام چل جائے گا۔" اس نے کہا۔ "لیکن پہلے ہمیں یہ یقین کر لینا ہو گا کہ یہ ہماری ہی ہے۔"

"میری بالکل سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کا مطلب کیا ہے۔"

"پھر بہتر یہی ہو گا کہ میں تمہیں سمجھا دوں۔ ہم یہ تو کر نہیں سکتے کہ کہ کوئی عام سی کار، جس کا مالک یہیں کہیں شہر میں گھوم پھر رہا ہو، پکڑیں اور چلتے بنیں۔ جب لوگ کار کو ڈرائیور کے بغیر بھاگتے دیکھیں گے، تمہارے خیال میں وہ کیا سوچیں اور کہیں گے؟ اور پھر یہ بات بھی ہے کہ ہم غالباً اسے سٹارٹ ہی نہیں کر پائیں گے۔"

"پھر یہ کنورٹیبل ہی کیوں؟"

"میرا خیال ہے کہ میں اسے کسی پرانی فلم میں دیکھ چکا ہوں۔"

"دیکھیں ، میں جو کچھ کہہ رہی ہوں ، میں اس پر شرمندہ ضرور ہوں لیکن میں اس قسم کی ' بوجھ پہیلیوں ' سے تنگ آگئی ہوں۔"

"سوفی ، یہ اصلی کار نہیں ، بلکہ ہماری طرح کی جھوٹ موٹ کی کار ہے ۔ جہاں تک عام لوگوں کا تعلق ہے ، انہیں یہاں محض خالی جگہ نظر آرہی ہے ۔ روانہ ہونے سے پہلے میں بس یہی اطمینان کرلینا چاہتا ہوں۔"

وہ کار کے قریب کھڑے ہوگئے اور انتظار کرنے لگے ۔ کچھ ہی دیر میں کوئی لڑکا فٹ پاتھ پر بائیسکل چلاتا آیا ۔ وہ اچانک مڑا اور سیدھا سرخ کار میں سے گزرتا سڑک پر جا پہنچا۔

"دیکھا تم نے؟ یہ ہماری ہی ہے۔"

البرٹو نے پسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا۔

" آؤ ۔ آؤ ، اب تم میری مہمان ہو ! " اس نے کہا اور سوفی اندر داخل ہوگئی۔

البرٹو ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھ گیا ۔ چابی اگنیشن (ignit-ion) میں لٹک رہی تھی ۔ اس نے جونہی اسے گھمایا ، انجن چل پڑا۔

وہ جنوبی سمت میں شہر سے باہر نکل آئے ۔ وہ لائی سیکر (Lysaker) اور سینڈوائیکا (Sandvika) کے قصبوں اور ڈرامین (Drammen) کی بندرگاہ کے قریب لےسینڈ جانے والی سڑک پر پڑگئے ۔ جب وہ ان دیہاتی علاقوں میں سے گزر رہے تھے ، انہیں جگہ جگہ ، بالخصوص ڈرامین کے بعد ، وسط گرما کے الاؤ جلتے نظر آئے۔

"سوفی ، یہ وسط گرما ہے ۔ کتنا شاندار منظر ہے ، ہے نا؟"

"اور کھلی کار میں کتنی خوبصورت اور تازہ ہوا آرہی ہے ! کیا یہ سچ ہے کہ کوئی شخص بھی ہمیں دیکھ نہیں سکتا؟"

"صرف ہمارے جیسے لوگ ۔ شاید ان میں سے چند ایک کے ساتھ ہماری ملاقات ہوجائے ۔ اب کیا وقت ہے؟"

"ساڑھے آٹھ۔"

"ہمیں چند شارٹ کٹ مارنا ہوں گے۔ اتنا طے ہے کہ ہمارے آگے جو ٹریلر جارہا ہے، ہم سدا اس کے پیچھے پیچھے نہیں چل سکتے۔"

وہ گندم کے بہت بڑے کھیت میں مڑ گئے۔ سونی نے پیچھے نگاہ ڈالی۔ بے شمار پودے کچلے جاچکے تھے۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ کوئی چیز ادھر سے گزری ہے۔

"کل جب مالک یہاں آئیں گے، وہ یہی سمجھیں گے کہ کوئی غیر متوقع آندھی کھیت میں پھر گئی ہے۔" البرٹو نے کہا۔

میجر البرٹ کنیگ کا طیارہ ابھی ابھی کوپن ہیگن کے باہر کا سٹروپ ایرپورٹ پر اترا تھا۔ 23 جون اتوار کے چار بج چکے تھے۔ (لبنان اور مغربی یورپ کے اوقات کے فرق کے باعث) پہلے ہی دن خاصا طویل ہوچکا تھا۔ اپنے سفر کے آخری سے پہلے حصے کے لیے اس نے روم میں جہاز تبدیل کیا تھا۔

وہ اقوام متحدہ کی وردی میں، جسے پہننے میں وہ بڑا فخر محسوس کرتا تھا، پاسپورٹوں کی پڑتال کے کاؤنٹر پر پہنچا۔ البرٹ کنیگ محض اپنی یا اپنے ملک ہی کی نمائندگی نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ بین الاقوامی قانونی نظام کا بھی، جس کی لپیٹ میں اب سارا کرہ ارض آچکا تھا، نمائندہ تھا۔

اس کے ہاتھ میں صرف فلائٹ بیگ تھا۔ اس نے اپنے بقایا سامان کی پڑتال روم کے ہوائی اڈے پر ہی کرالی تھی۔ اب اسے محض اپنا سرخ پاسپورٹ دکھانا پڑا۔

"میرے پاس کوئی قابل محصول چیز نہیں۔"

میجر البرٹ کو کرسچین سینڈ کے جہاز کی روانگی سے پیشتر تین گھنٹے ہوائی اڈے پر انتظار کرنا تھا۔ یوں اس کے پاس اتنا وقت تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کے لیے چند تحائف خرید سکتا۔ وہ اپنی زندگی کا عظیم ترین تحفہ پہلے ہی ہلڈے کو بھیج چکا تھا۔ اس کی بیوی ماریٹ (Marit) (2) یہ تحفہ دو ہفتے پہلے ہی اس کے سرہانے کی میز پر رکھ چکی تھی تاکہ جب وہ بیدار ہو، اس کی نگاہ سب سے پہلے اسی پر پڑے۔ اس نے سالگرہ کے موقع پر تقریباً آدھی رات جو ٹیلی فون کیا تھا، اس کے بعد اس کی ہلڈے سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

البرٹ نے ناروے کے دو اخبار خریدے، ہوائی اڈے کے قہوے خانے میں خالی میز تلاش کی اور ایک کپ کافی کا آرڈر دے دیا۔ ابھی وہ اخباروں کی سرخیاں بھی ٹھیک طرح دیکھ نہیں پایا تھا کہ لاؤڈ سپیکروں پر اعلان گونجنے لگا: "میجر البرٹ کنیگ کے نام ذاتی پیغام موصول ہوا ہے۔ ان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ فوراً ایس اے ایس (3) کی انفرمیشن ڈیسک سے رابطہ قائم کریں۔"

"یہ کیا چکر ہے؟" اسے اپنا پسینا چھوٹتا محسوس ہوا۔ یقیناً اسے واپس لبنان پہنچنے کا حکم نہیں دیا گیا ہو گا؟ گھر میں تو کوئی گڑبڑ نہیں ہو گئی؟

وہ اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ایس اے ایس کی انفرمیشن ڈیسک پر پہنچ گیا۔

"میں البرٹ کنیگ ہوں۔"

"یہ رہا آپ کا پیغام۔ فوری توجہ طلب ہے۔"

اس نے جھٹ پٹ لفافہ کھولا۔ لفافے کے اندر ایک اور چھوٹا لفافہ تھا۔ اس پر پتا تحریر تھا: میجر البرٹ کنیگ بتوسط ایس اے ایس انفرمیشن، کاسٹروپ ایرپورٹ، کوپن ہیگن۔

اس نے ڈرتے گھبراتے چھوٹا لفافہ کھولا۔ اندر مختصر رقعہ تھا:

> ڈیر پاپا، میں آپ کو لبنان سے گھر واپس آنے پر خوش آمدید کہتی ہوں۔ جیسا کہ آپ خود تصور کر سکتے ہیں، مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ آپ کے گھر پہنچنے کا ہی انتظار کر لیتی۔ میں آپ سے دست بستہ معافی کی خواستگار ہوں کہ میں نے آپ کو لاؤڈ سپیکروں کے ذریعے زحمت دی۔
>
> پس نوشت: بدقسمتی سے مشیر مالیات کی طرف سے ایک چوری شدہ اور تباہ شدہ مرسیڈیز کار کے نقصان کی تلافی کا نوٹس موصول ہوا ہے۔
>
> پس پس نوشت: جب آپ گھر پہنچیں گے، میں شاید باغ میں بیٹھی ہوں گی۔ لیکن آپ کو شاید اس سے پہلے ہی میرے پیغام موصول ہوتے رہیں گے۔
>
> پس پس پس نوشت: اگر میں زیادہ دیر تک باغ میں

بیٹھی رہوں ، مجھ پر خوف غالب آنے لگتا ہے ۔ اس قسم کے مقامات پر زمین میں دھنس جانا بہت آسان ہوتا ہے ۔ ہلڈے کی طرف سے محبت بھرا سلام جس کے پاس آپ کے استقبال کی تیاریوں کا کافی وقت ہے ۔

میجر البرٹ کنیگ کا اولین اضطراری ردعمل تو یہی تھا کہ وہ مسکرا دے ۔ لیکن اسے جس طریقے سے انگلیوں پر نچایا جا رہا تھا ، وہ اسے بالکل پسند نہ آیا ۔ اسے ہمیشہ اپنی زندگی کی باگ ڈور اپنے ہی ہاتھ میں رکھنا پسند رہا تھا ۔ اب یہ ننھی منی لومڑی للے سینڈ میں بیٹھی کاسٹروپ ایرپورٹ پر اسے ہدایات دے رہی اور اس کی حرکات وسکنات کو کنٹرول کر رہی تھی ۔ اس نے یہ سب کچھ کیسے کیا؟

اس نے لفافہ اپنے کوٹ کی اوپر کی جیب میں رکھ لیا اور ادھر چل پڑا جدھر ایرپورٹ کے مختصر رقبے پر چند دکانیں واقع تھیں ۔ وہ ڈنمارک کی بنی ہوئی لذیذ اشیائے خوراک کی دکان میں داخل ہوا ہی چاہتا تھا کہ اس کی نظر ایک چھوٹے سے لفافے پر پڑی جو ٹیپ کے ساتھ دکان کی کھڑکی پر چسپاں تھا ۔ اس پر موٹے مارکر (marker) پین کے ساتھ جلی حروف میں میجر کنیگ تحریر تھا ۔ البرٹ نے اسے اتار لیا اور پھر کھول لیا:

> میجر البرٹ کنیگ بتوسط ڈیش فوڈ ، کاسٹروپ ایرپورٹ کے نام ذاتی پیغام ۔ ڈیر پاپا ، میرے لیے بڑا ڈنمارکی سالامی (4) ترجیحاً دو پاؤنڈ وزنی ضرور خرید لائیں ۔ امی غالباً کونیاک ساسج (5) پسند کریں گی ۔ پس نوشت : ڈنمارک میں مچھلیوں کے جو انڈے (6) ملتے ہیں ، وہ بھی برے نہیں ہوتے ۔ سلام ۔ ہلڈے ۔

البرٹ نے نظریں گھما کر چاروں طرف دیکھا ۔ کیا وہ یہیں کہیں تو نہیں ؟ کیا ماریٹ نے اسے کوپن ہیگن آنے جانے کا کرایہ دے دیا تاکہ وہ اسے یہاں مل سکے ؟ تحریر تو ہلڈے ہی کی ہے ۔ ۔ ۔

اچانک اقوام متحدہ کے مبصر کو محسوس ہوا کہ کوئی ہستی خود اس کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ کر رہی ہے ۔ کچھ یوں لگ رہا تھا کہ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے ، اس کے تار

کوئی اور ہلا رہا ہے ۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کسی بچونگڑی کے ہاتھ میں کھلونا بن گیا ہے ۔

وہ دکان کے اندر چلا گیا ۔ اس نے ایک عدد دو پاؤنڈ وزنی سالامی ' ایک عدد کونیاک سایج اور ڈنمارک کی مچھلیوں کے انڈوں کے تین مرتبان خرید لیے ۔ پھر وہ دکان کے آگے چلنے لگا ۔ اس نے ارادہ کرلیا کہ وہ ہلڈے کے لیے کوئی ڈھنگ کا تحفہ خریدے گا ۔ شاید کیلکولیٹر ٹھیک رہے گا ؛ یا چھوٹا ریڈیو ؟ ـــــ ہاں ' وہ ریڈیو ہی خریدے گا ۔

جب وہ اس دکان کے قریب پہنچا جہاں برقی اشیا فروخت ہوتی تھیں ' اسے وہاں بھی کھڑکی پر ٹیپ کے ساتھ چسپاں ایک اور لفافہ دکھائی دیا ۔ اس پر پتا درج تھا : میجر البرٹ کنیگ بتوسط کاسٹروپ کی دلچسپ ترین دکان ۔ اس کے اندر رقعے پر مندرجہ ذیل عبارت تحریر تھی :

> ڈیر پاپا ' سوفی سلام عرض کرتی ہے اور اس جڑواں چھوٹے ٹی وی (mini - TV) اور ایف ایم ریڈیو کا شکریہ ادا کرتی ہے جو اسے اپنی سالگرہ پر اپنے فراخ دل پاپا کی طرف سے موصول ہوا ہے ۔ بڑی زبردست چیز ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اسے آپ کے لیے بالکل معمولی قرار دیا جاسکتا ہے ۔ تاہم مجھے اعتراف ہے کہ جس طرح سوفی کے من کو اس قسم کی معمولی چیزیں بہت بھاتی ہیں ' مجھے بھی بہت پسند ہیں ۔ پس نوشت : اگر آپ ابھی تک ڈیتھ فوڈ اور ٹیکس فری شاپ پر ' جہاں تمباکو اور انگوری شرابیں بکتی ہیں ' نہیں گئے ' تو ضرور جائیں ۔ وہاں آپ کو مزید ہدایات مل جائیں گی ۔ پس پس نوشت : مجھے اپنی سالگرہ پر چند تحائف نقدی کی صورت میں ملے تھے ۔ چنانچہ جب آپ چھوٹا ٹی وی خریدیں گے ' آپ کو ساری قیمت اکیلے ہی ادا نہیں کرنا پڑے گی ' ساڑھے تین سو کراؤن میں دوں گی ۔ ہلڈے کی طرف سے محبت بھرا سلام جو امریکی مرغ (7) کے پیٹ میں پہلے ہی قیمہ اور سبزیاں بھر چکی ہے اور والڈورف سلاد (8) تیار کرچکی ہے ۔

چھوٹا ٹی وی 985 ڈینش کراؤن میں آیا ۔ اس کی بیٹی اپنی پرکر چالوں سے اسے جس طرح ادھرادھر بھگا پھرا رہی تھی ، اس کے مقابلے میں یہ قیمت واقعی معمولی تھی ۔ وہ یہیں کہیں تو نہیں ہے ؟

اس کے بعد وہ جدھر بھی گیا ، بڑا محتاط اور چوکس ہوکر گیا ۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی ذات میں کٹھ پتلی اور سیکرٹ ایجنٹ دونوں کی شخصیتیں مجتمع ہوگئی ہیں۔ کیا اسے اس کی بنیادی انسانی حقوق سے محروم نہیں کیا جارہا؟

اسے محسوس ہوا کہ ٹیکس فری دکان میں جانا بھی اس کی مجبوری بن گیا ہے ۔ وہاں ایک نیا لفافہ ، جس پر اس کا نام تحریر تھا ، لٹک رہا تھا ۔سارا ہوائی اڈہ کوئی کمپیوٹر گیم بنتا جارہا تھا اور وہ خود کو اس کا کرسر (9) (رسانندہ) محسوس کر رہا تھا ۔ پیغام کے الفاظ مندرجہ ذیل تھے :

میجر کننگ بتوسط ٹیکس فری شاپ ، کاسٹروپ ایرپورٹ ۔
اس دکان سے مجھے صرف ایک لفافہ گم ڈراپ (10) اور چند سلاخ مارزی پین (11) درکار ہیں ۔ یاد رکھیں کہ ناروے میں یہ اشیا بے حد گراں ہیں ۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے امی کو کیمپاری (12) بے حد پسند ہے ۔ پس نوشت : آپ کو گھر پہنچنے تک سارا راستہ اپنے تمام حواس چوکنا رکھنا ہوں گے کیونکہ میرا خیال ہے کہ آپ قطعاً نہیں چاہیں گے کہ کوئی پیغام آپ کی نظروں سے بچ جائے ۔ ٹھیک ؟
آپ کی انتہائی آموزش پذیر بیٹی کی طرف سے محبت بھرا سلام ۔
ہلڈ ے ۔

البرٹ نے بے بسی سے آہ بھری لیکن وہ دکان کے اندر چلا گیا اور اسے جن اشیا کے خریدنے کی ہدایت کی گئی تھی ، وہ اس نے خرید لیں ۔ اپنے تین پلاسٹک شاپنگ بیگ اور فلائٹ بیگ اٹھائے وہ اپنی پرواز کے انتظار میں گیٹ نمبر 28 کی طرف چل پڑا ۔ اگر ایرپورٹ پر مزید پیغام ہیں تو وہ جہاں ہیں ، وہیں لٹکے رہیں ،جہاں تک اس کا تعلق ہے وہ کچھ نہیں کر سکتا۔

تاہم گیٹ نمبر 28 کے قریب اس کی نظر ستون پر ٹیپ سے چسپاں ایک اور

لفافے پر پڑی : "برائے میجر کننگ بتوسط گیٹ نمبر 28 ، کاسٹروپ ایرپورٹ ، کوپن ہیگن ۔ " اس پر بھی تحریر تو ہلڈے ہی کی تھی لیکن معلوم ہوتا تھا کہ گیٹ کا نمبر کسی اور شخص کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ۔ یہ صحیح طور پر فیصلہ کرنا بہت مشکل تھا کیونکہ سب کچھ بڑے حروف اور جلی ہندسوں میں لکھا ہوا تھا اور اس کے پاس کوئی ایسی تحریر نہیں تھی جس سے وہ اس کا مقابلہ کرسکتا ۔ اس نے یہ لفافہ بھی اتار لیا ۔ اس پر صرف یہ پیغام تحریر تھا: "اب زیادہ دیر نہیں لگے گی ۔"

وہ دیوار کی طرف پشت کرکے کرسی پر بیٹھ گیا ۔ اس نے شاپنگ بیگ اپنے گھٹنوں پر رکھ لیے تھے ۔ میجر یوں اپنا جسم اکڑائے اور آنکھیں سیدھی رکھے بیٹھا تھا جیسے وہ کوئی بچہ ہو جسے زندگی میں پہلی مرتبہ تنہا سفر کرنے کا موقع ملا ہے ۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اگر ہلڈے ایرپورٹ پر موجود ہے ، وہ اسے پہلے دیکھ سکے اور اس پر بازی لے جاسکے ۔

جونہی کوئی مسافر اندر داخل ہوتا ، وہ اس پر بے چین نگاہیں ڈالتا ۔ کچھ دیر اسے یہی محسوس ہوتا رہا جیسے وہ کوئی ملک دشمن شخص ہو اور اس کی سخت نگرانی کی جارہی ہو ۔ جب آخر کار مسافروں کو جہاز پر سوار ہونے کی اجازت مل گئی ، اس نے اطمینان کی سانس لی ۔ جہاز میں سوار ہونے والا وہ آخری شخص تھا ۔ جب وہ اپنا بورڈنگ کارڈ تھما چکا ، اس نے دیکھا کہ پڑتال کنندہ کی ڈیسک کے ساتھ ایک اور لفافہ چسپاں ہے ۔ اس نے وہ بھی اتار لیا ۔

سونی اور البرنو بریوک (Brevik) کا قصبہ گزر چکے تھے اور کچھ دیر بعد وہ اس سڑک میں داخل ہوگئے جو کراگیرو (Kragero) کی طرف جاتی ہے ۔

"آپ خطرناک حد تک تیز رفتار سے گاڑی چلا رہے ہیں ۔" سونی نے کہا ۔

"تقریباً نو بج چکے ہیں ۔ کچھ ہی دیر میں اس کا جہاز کجیوک ایرپورٹ پر اتر جائے گا ۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہمیں تیز رفتاری کے الزام میں روکا نہیں جائے گا ۔"

"فرض کریں ہماری کار کسی اور کار سے ٹکرا جاتی ہے ۔"

"اگر یہ کوئی عام کار ہوتی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہاں، اگر یہ ہماری جیسی کار ہوتی۔ ۔ ۔"

"پھر؟"

"پھر ہمیں بہت محتاط ہونا پڑے گا۔ تم نے دیکھا نہیں تھا کہ ہم بیٹ موبائل (13) کے قریب سے گزرے تھے؟"

"نہیں۔"

"یہ ویسٹ فولڈ (قصبہ) میں کہیں کھڑی تھی۔"

"سامنے جو ٹورسٹ بس جارہی ہے، اس سے آگے نکلنا آسان نہیں ہوگا۔ سڑک کے دونوں کناروں کے ساتھ ساتھ گھنے جنگلات ہیں۔"

"سوفی، ہمارے لیے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تمہاری کھوپڑی میں یہ بات کیوں نہیں آرہی؟"

اس نے یہ کہا اور کار جنگل کی طرف موڑ دی اور سیدھا درختوں کے بیچ میں سے گزرنے لگا۔

سوفی نے اطمینان کی سانس لی۔

"آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔"

"اگر ہم اینٹوں کی دیوار میں گھس گئے، تب بھی تمہیں کچھ محسوس نہیں ہوگا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے ماحول کے مقابلے میں ہم صرف ہوائی (14) روحیں ہیں۔"

"نہیں۔ تم گاڑی کو گھوڑے کے آگے جوتنے کی کوشش کر رہی ہو۔ ہمارے اردگرد جو حقیقت ہے، دراصل ہمارے لیے وہ ہوائی مہم ہے۔"

"میں کچھ سمجھی نہیں۔"

"پھر غور سے سنو۔ یہ غلط فہمی عام ہے کہ روح (spirit) بخارے (vapour) کی نسبت کہیں زیادہ، ہوائی ('airy') ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ روح برف (ice) سے زیادہ ٹھوس ہوتی ہے۔"

"میرے ذہن میں یہ بات کبھی نہیں آئی تھی۔"

"اب میں تمہیں ایک کہانی سناتا ہوں۔ ایک دفعہ کا ذکر

ہے کہیں ایک آدمی رہتا تھا ۔ وہ فرشتوں کو نہیں مانتا تھا ۔ ایک روز وہ گھر سے باہر جنگل میں کہیں کام کر رہا تھا کہ ایک فرشتہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا ۔"

"پھر؟"

"دونوں میں کچھ گفتگو ہوئی اور وہ دونوں ایک دوسرے کی معیت میں چلنے لگے ۔ ابھی وہ زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ آدمی فرشتے سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا : ' چلیں ' میں نے مان لیا کہ فرشتے موجود ہیں ۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ تم حقیقت میں اس طرح موجود نہیں جس طرح کہ ہم موجود ہیں ' ' اس سے تمہارا مطلب کیا ہے ؟ ' فرشتے نے پوچھا ۔ چنانچہ آدمی نے جواب دیا : ' ہمارے راستے میں خاصی بڑی چٹان آئی تھی ۔ میں اس میں سے نہیں گزر سکتا تھا ' چنانچہ مجھے اس کے گرد چکر کاٹنا پڑا ۔ لیکن میں نے دیکھا کہ تم اس میں سے گزر گئے ہو ۔ پھر ہمارے راستے میں بہت بڑا شہتیر پڑا تھا ۔ تم اس کے بھی بیچ میں سے گزر آئے جب کہ مجھے اس کے اوپر چڑھنا پڑا ۔ ' فرشتہ اس کی بات سن کر بہت حیران ہوا اور کہنے لگا : ' ہمارے ساتھ ایک اور واقعہ بھی پیش آیا تھا ۔ تم نے دیکھا نہیں تھا ' ہمارے راستے میں دلدل بھی آئی تھی ؟ اس کے اوپر دھند چھائی ہوئی تھی اور ہم دونوں کو اس دھند کے بیچ میں سے گزرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی ۔ کیوں ؟ وجہ صاف ظاہر ہے ' ہم دونوں دھند سے زیادہ ٹھوس ہیں ۔ '"

"اخ!"

"سوفی ' ہمارا بھی یہی حال ہے ۔ روح فولادی دروازوں میں سے گزر سکتی ہے ۔ جو چیز روح سے بنی ہوئی ہو ' ٹینک اور بم بار طیارے بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ۔"

"اس سے کچھ ڈھارس بندھتی ہے ۔"

"عنقریب ہم رائی سور (Risor) قصبے میں سے گزریں گے ۔ کتنی عجیب بات ہے ! ہمیں میجر کی کٹیا سے روانہ ہوئے ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں ہوا اور ہم اتنی دور یہاں پہنچ گئے ہیں ۔ خیر ' چھوڑو اس قصے کو ۔ کہیں سے ایک کپ کافی مل جائے تو مجھے بہت خوشی ہو گی ۔"

جب وہ سونڈےلڈ (Sondeled) سے ذرا ادھر فیانے (Fiane) پہنچے ، انہیں سڑک کی بائیں جانب ایک کیفےٹیریا کا سائن بورڈ نظر آیا ۔ اس کا نام سنڈریلا (15) تھا ۔ البرٹو نے کار گھمائی اور کیفے ٹیریا کے سامنے گھاس پر کھڑی کردی۔

جب وہ اندر داخل ہوئے ، سوفی نے فریزر سے کوک کی بوتل نکالنے کی کوشش کی لیکن وہ اسے اٹھا نہ سکی ۔ کچھ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ وہاں جڑ چکی ہے ۔ کاؤنٹر پر ذرا آگے البرٹو نکی سے کاغذی کپ میں ، جو اسے کار میں مل گیا تھا ، کافی انڈیلنے کی سعی کر رہا تھا ۔ اسے محض بٹن دبانے کی ضرورت تھی لیکن پورا زور لگانے کے باوجود وہ کافی کا ایک قطرہ بھی نہ نکال سکا۔

اس پر وہ غصے سے تلملانے لگا اور کیفےٹیریا کے دوسرے مہمانوں سے استمداد کا طالب ہوا ، لیکن کسی شخص نے بھی اپنی نشست سے اٹھنے کی زحمت گوارا نہ کی ۔ اس پر وہ اتنے زور سے "مجھے کافی چاہیے ! مجھے کافی چاہیے !" چلانے لگا کہ سوفی کو اپنے کانوں کے پردے کے پھٹتے محسوس ہوئے اور اسے انہیں ہاتھوں سے ڈھانپنا پڑا۔

تاہم اس کا غصہ بہت جلد فرو ہوگیا اور وہ ہنستے ہنستے دوہرا ہوگیا ۔ وہ واپس مڑا ہی چاہتے تھے کہ ایک بڑھیا اپنی نشست سے اٹھی اور ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

وہ بھڑکیلے سرخ رنگ کی سکرٹ اور نیلے رنگ کے کارڈیگن میں ملبوس تھی ، اور اس نے اپنے سر کے گرد سفید رومال لپیٹ رکھا تھا ۔ اس چھوٹے سے کیفےٹیریا میں اس کے خدوخال باقی لوگوں کی نسبت کہیں زیادہ واضح انداز سے نظر آرہے تھے۔

وہ البرٹو سے مخاطب ہوئی اور کہنے لگی:

"اوں ، اوں ہوں ! صاحبزادے تم اتنا چلا کیوں رہے ہو؟"

"جی ، میں اپنی بدتمیزی پر معذرت خواہ ہوں۔"

"تم نے کہا تھا تمہیں کافی چاہیے؟"

"جی ہاں ، لیکن . . ."

"قریب ہی ہمارا چھوٹا سا ٹھکانا ہے۔"

وہ بڑھیا کے ساتھ کیفےٹیریا سے باہر آگئے اور اس کے عقب میں پگڈنڈی پر چلنے لگے۔

"تم اس علاقے میں نئے نئے آئے ہو؟" چلتے چلتے بڑھیا نے پوچھا۔

"جی ہاں، ہمیں اعتراف کرنا ہی ہوگا۔" البرنو نے جواب دیا۔

"پھر ٹھیک ہے۔ بچو، اب جب کہ تم ابد میں پہنچ گئے ہو، میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں۔"

"اور آپ؟"

"میں گرم برادران کی پری کہانیوں سے آئی ہوں۔ یہ کوئی دو سو سال (16) پہلے کا قصہ ہے۔ اور تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟"

"ہم دونوں فلسفے کی کتاب سے نکلے ہیں۔ میں فلسفے کا استاد ہوں اور یہ میری شاگرد سوفی ہے۔"

"ہی ہی ہی! یہ تو بالکل ہی نئی بات ہے!"

وہ درختوں کے بیچوں بیچ چلتے ایک خالی جگہ پہنچ گئے۔ یہاں بادامی رنگ کے متعدد چھوٹے چھوٹے مکان تھے جو دیکھنے میں خاصے آرام دہ معلوم ہوتے تھے۔ مکانوں کے درمیان صحن میں وسط گرما کا بہت بڑا الاؤ جل رہا تھا اور الاؤ کے اردگرد رنگارنگ ملبوسات پہنے مختلف شکلیں رقص کر رہی تھیں۔ سوفی نے ان میں سے بہت سوں کو پہچان لیا۔ وہاں سنووائٹ اور اس کے سات بونے تھے۔ میری پوپنز (17) تھی، شرلوک ہومز (18) تھا، پیٹر پین (19) تھا، پپی لونگ سٹوکنگ (20) تھا، سنڈریلا تھی اور لٹل ریڈ رائیڈنگ ہڈ تھی۔ الاؤ کے گرد ایسی بھی بے شمار جانی پہچانی شکلیں تھیں جن کے کوئی نام نہیں ——— بدشکل ٹیڑھے میڑھے بالشتیے اور پریاں، جنگل کے دیوتا اور دیویاں، چڑیلیں اور بھتنے، جادوگرنیاں اور فرشتے، دیو اور پری زاد بھی موجود تھے۔ بلکہ سوفی کو ایک جیتا جاگتا اصلی چھلیڈا (troll) بھی نظر آگیا۔

"اف، کتنا غل غپاڑا ہے!" البرنو کے منہ سے نکلا۔

"اس کی وجہ وسط گرما کی تقریب ہے۔" بڑھیا نے جواب

دیا - Valborg's Eve (21) کے بعد سے ہمارا اس قسم کا اجتماع کبھی نہیں ہوا - یہ تب کی بات ہے جب ہم جرمنی میں تھے - میں یہاں محض مختصر دورے پر آئی ہوں - تمہیں کافی چاہیے تھی نا؟"

"جی ہاں نوازش ہو گی۔"

سوفی نے اب غور سے دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ تمام عمارتیں جنجر بریڈ ' رنگا رنگ مٹھائیوں اور پسی ہوئی چینی کی ' جو کیکوں (cakes) پر تہہ جمانے میں استعمال ہوتی ہے ' بنی ہوئی ہیں - متعدد شکلیں ان مکانوں کے سامنے کے حصے چاٹ اور کھا رہی تھیں - ایک بیکر ادھرادھر بھاگا پھر رہا تھا ' جونہی اسے احساس ہوتا کہ مکان کا کوئی حصہ کچھ زیادہ ہی چاٹا یا کھایا جاچکا ہے ' وہ جھٹ پٹ اس کی مرمت کر دیتا - سوفی نے بھی دانتوں سے ایک کونا کاٹ لیا - اس نے اس سے زیادہ لذیذ اور شیریں چیز کبھی نہیں کھائی تھی۔

کچھ ہی دیر میں بڑھیا کافی کا کپ لے کر آ گئی۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

"اور ہمارے مہمان کافی کی قیمت کیا ادا کریں گے؟"

"قیمت؟"

"عام طور پر یہاں قیمت کہانی سنا کر ادا کی جاتی ہے - " کافی کے عوض بڑی بیبیوں کی کوئی کہانی (22) مناسب رہے گی۔"

" ہم سارے بنی نوع انسان کی ناقابل یقین کہانی سنا سکتے ہیں - " البرٹو نے کہا - " مگر بدقسمتی سے فی الحال ہم جلدی میں ہیں - اگر آپ اجازت دیں تو ہم کسی روز واپس آجائیں گے اور پھر یہ کہانی سنا دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر تمہیں جلدی کیا ہے؟"

البرٹو نے اپنے کام کی نوعیت بتا دی اور بڑھیا نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

" میں یہ کہوں گی کہ تم دونوں ابھی تک نابالغ اور نادان بچے ہو - تمہارے حق میں یہی بہتر ہوگا کہ تم اپنے اس فانی تخلیق کار سے جلد از جلد اپنا ناتا توڑ لو - ہمیں اب ان کی دنیا کی

کوئی ضرورت نہیں ۔ ہمارا تعلق ان لوگوں سے ہے جو خلائی انسانوں کو نظر نہیں آسکتے ۔"

البرنو اور سونی تیز تیز قدم اٹھاتے واپس سنڈریلا کیفے ٹیریا پہنچے ۔ ان کی کار وہیں کھڑی تھی لیکن اس کے قریب کوئی مصروفیت کی ماری ماں اپنے بچے کو پیشاب کرا رہی تھی ۔

برق رفتاری سے گاڑی چلاتے اور شارٹ کٹ مارتے وہ بہت جلد لے سینڈ پہنچ گئے ۔

فلائٹ نمبر 876 ، جو کوپن ہیگن سے آرہی تھی ، عین مقررہ وقت نو بج کر پینتیس منٹ پر کیبوک کے ہوائی اڈے پر اتر گئی ۔ روانگی سے پہلے جب جہاز کوپن ہیگن کے کاسٹروپ ایرپورٹ کے رن وے پر دوڑ رہا تھا ، میجر کننگ نے وہ لفافہ کھول لیا تھا جو اس نے پڑتال کنندہ کی ڈیسک سے اتارا تھا ۔ اس کے اندر رقعے پر یہ عبارت تحریر تھی :

میجر کننگ کے لیے جب وہ وسط گرما سے ایک روز پہلے اپنا بورڈنگ کارڈ چیک کرا رہے ہوں گے ۔ ڈیر پاپا ، شاید آپ سوچتے ہوں گے کہ میں کوپن ہیگن پہنچ چکی ہوں ۔ سچ پوچھیں تو ایسی کوئی بات نہیں تاہم آپ کی حرکات وسکنات پر مجھے جو اختیار حاصل ہوچکا ہے ، اس میں اس سے کہیں زیادہ مہارت شامل ہے ۔ پاپا ، آپ جہاں کہیں بھی ہوں ، میری نظروں سے روپوش نہیں ہوسکتے ۔ میں آپ کو بتاؤں کہ اصل بات کیا ہے ؟ میں درحقیقت ایک مشہور ومعروف جپسی خاندان سے ملنے چلی گئی تھی جس نے مدتوں پہلے پردادی اماں کے ہاتھ طلسمی آئینہ فروخت کیا تھا ۔ میں نے ایک عدد کرسٹل (crystal) بال بھی حاصل کرلیا ہے ۔ چنانچہ اب میں ان دونوں چیزوں کی مدد سے دیکھ سکتی ہوں کہ آپ ابھی ابھی اپنی نشست پر بیٹھے ہیں ۔ اگر آپ اسے گستاخی محمول نہ کریں ، میں آپ کو یاد دلا سکتی ہوں کہ آپ اپنا حفاظتی بند باندھ لیں اور اس وقت تک باندھے رکھیں جب تک جہاز کی سمت سے اس تختی کو ہٹا نہیں لیا جاتا جس پر حفاظتی بند باندھے

رکھنے کا انتباہ درج ہے ۔ اس عرصے کے دوران میں اپنی نشست کی
پشت بھی بالکل سیدھی رکھیں تاہم جب جہاز فضا میں بلند
ہوجائے، آپ اپنی کرسی کی پشت نیچی کرسکتے ہیں اور آرام سے
بیٹھ سکتے ہیں کیونکہ اب آپ کا حق بنتا ہے کہ آپ اپنے جسم کو
آرام دہ حالت میں لے آئیں ۔ ویسے بھی گھر پہنچنے سے پہلے آپ
کو آرام کی ضرورت ہے ۔ للے سینڈ کا موسم بے حد خوشگوار ہے
تاہم درجہ حرارت لبنان کی نسبت خاصا کم ہے ۔ میں دعا کرتی ہوں
کہ آپ کا سفر بخریت گزرے ۔ آپ کی اپنی جادوگر بیٹی ، آئینے
کی ملکہ اور طنز کی اعلیٰ ترین محافظ کی طرف سے محبت بھرا اسلام ۔

البرٹ کننگ کی بالکل سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے غصہ آرہا ہے ، محض
تھکاوٹ نے اس پر غلبہ پالیا ہے یا وہ راضی بہ رضا ہوگیا ہے ۔ پھر وہ ہنسنے لگا ۔ اس کے
قہقہے اتنے بلند آہنگ تھے کہ اس کے ساتھی مسافر حیرت سے اس کا منہ تکنے لگے ۔ پھر
جہاز اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوگیا ۔

اسے اپنی ہی دوا کی خوراک پلا دی گئی تھی ۔ تاہم ایک فرق یقیناً بہت نمایاں
اورمعنی خیز تھا ۔ اس کی دوا سوفی اور البرٹو کے لیے تھی اور وہ ـــــ حقیقی نہیں ، خیالی
مخلوق تھے ، جب کہ خود اس کے ساتھ یہ سب کچھ حقیقی زندگی میں پیش آرہا تھا ۔

اس نے ہلڈے کی ہدایات پر عمل کیا ۔ اس نے اپنی سیٹ کی پشت قدرے
نیچے گرا دی اور اس پر غنودگی طاری ہوگئی ۔ جب تک وہ اپنا پاسپورٹ چیک نہ کراچکا اور
کجیوگ ایرپورٹ کی انتظار گاہ میں کھڑا نہ ہوگیا ، وہ پوری طرح اپنے حواس میں نہ آسکا ۔
انتظار گاہ میں ایک نیا گل کھلا ۔ وہاں چند مظاہرین اس کے استقبال کے لیے موجود تھے ۔
مظاہرین کی ٹولی ہلڈے کے آٹھ دس ہم عمر نوجوان لڑکوں لڑکیوں پر مشتمل
تھی ۔ ان کے ہاتھوں میں پلے کارڈ تھے ۔ ان پر تحریر تھا: خوش آمدید ، پاپا ـــــ
ہلڈے باغ میں آپ کی منتظر ھے ـــــ طنز زندہ باد ۔

بدترین بات یہ تھی کہ وہ جھٹ پٹ کسی ٹیکسی میں بھی چھلانگ نہیں لگا سکتا
تھا ۔ اسے اپنے سامان کا انتظار کرنا تھا ۔ دریں اثنا ہلڈے کے ہم جماعت اس کے گرد گھیرا
بنا چکے تھے اور یوں انہوں نے اسے اپنے پلے کارڈ پڑھنے پر مجبور کردیا تھا ۔ پھر ایک لڑکی
آگے بڑھی اور اس نے اسے گلاب کے پھولوں کا گلدستہ پیش کیا ۔ اس پر وہ پگھل گیا ۔

اس نے اپنے ایک شاپنگ بیگ میں ہاتھ ڈالا ' مارزی پین کی سلائیں نکالیں اور ایک ایک سب مظاہرین میں بانٹ دی ۔ اب ہلڈے کے لیے صرف دو باقی بچی تھیں ۔ جب اس کا سامان پہنچ گیا ' ایک نوجوان آگے بڑھا اور اس نے بتایا کہ وہ آئینے کی مالکہ کے حکم کا پابند ہے ۔ اسے حکم ملا ہے کہ وہ اسے اپنی کار میں بجار کلی پہنچائے ۔ دوسرے مظاہرین ہجوم میں بکھر گئے ۔

وہ شاہراہ نمبر E 18 پر چل پڑے ۔ راستے میں جو بھی سرنگ یا پل آیا ' اس پر بینر لٹک رہے تھے : " خوش آمدید ! " ' " امریکی مرغ تیار ہے ! " ' " پاپا ' میں آپ کو دیکھ سکتی ہوں ! "

جب البرٹ کنیگ کو بجار کلی کے گیٹ کے باہر اتار دیا گیا ' اس نے اطمینان کی سانس لی ' ڈرائیور کا شکریہ ادا کیا اور اسے سو کراؤن کا نوٹ اور کارلزبرگ ایلی فنٹ بیئر کے تین ڈبے تھما دیے ۔

اس کی بیوی مکان کے باہر اس کی منتظر تھی ۔ طویل ہم آغوشی کے بعد البرٹ کنیگ نے پوچھا: " وہ کہاں ہے ؟ "

" البرٹ ' وہ گھاٹ پر بیٹھی ہے ۔ "

البرٹو اور سوفی نے للےسینڈ کے چوک میں ہوٹل نورگے کے سامنے اپنی کنورٹیبل روک لی ۔ سوا دس بج چکے تھے ۔ انہیں مجمع الجزائر میں آگ کا بہت بڑا الاؤ نظر آرہا تھا ۔

" ہم بجار کلی کیسے تلاش کریں گے ؟ " سوفی نے پوچھا ۔

" ہمیں ڈھونڈنا پڑے گا ۔ میجر کی کٹیا میں اس کی جو تصویر معلق تھی ' تمہیں وہ یاد ہے ؟ "

" ہمیں جلدی کرنا ہوگی ۔ میں اس کی آمد سے پہلے وہاں پہنچنا چاہتی ہوں ۔ "

پہلے وہ تنگ سڑکوں پر اپنی کار گھماتے رہے ۔ پھر وہ چٹانی ٹیلوں اور ڈھلانوں پر چڑھنے اترنے لگے ۔ ان کے پاس کار آمد نشانی یہ تھی کہ بجار کلی پانی کے قریب تھا ۔

اچانک سوفی چلانے لگی : " مل گیا ! مل گیا ! وہ رہا ! "

" مجھے یقین ہے کہ تم ٹھیک کہتی ہو لیکن اتنا شور مت

کرو۔"

"کیوں؟ یہاں کون ہے جو ہماری آواز سن لے گا۔"

"مائی ڈیر سوفی ـــــ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ فلسفے کا پورا نصاب پڑھنے کے بعد بھی تم نتائج اخذ کرنے میں جلدبازی کا مظاہرہ کر رہی ہو۔"

"جی ہاں، لیکن..."

"تم یقیناً یہ نہیں سمجھتی ہو گی کہ یہ جگہ چھلاووں، بھتنوں، پریوں اور بھوتوں سے خالی ہو گی؟"

"اخ۔ میں شرمندہ ہوں۔"

انہوں نے گیٹ عبور کیا اور مکان کی طرف جانے والے بجری دار راستے پر پڑ گئے۔ البرٹو نے اپنی کار لان میں گلائیڈر کے قریب روک لی۔ باغ میں ذرا ڈھلوان کی جانب ایک میز اور تین کرسیاں پڑی تھیں۔

"وہ مجھے نظر آ رہی ہے!" سوفی نے زیرلب کہا۔ "وہ بالکل میرے خواب کی طرح نیچے گھاٹ پر بیٹھی ہے۔"

"تم نے دیکھا کہ یہ باغ کلوورکلوز پر واقع تمہارے اپنے باغ سے کتنا مشابہ ہے؟"

"جی ہاں، بالکل ویسا ہی ہے۔ گلائیڈر اور ہر چیز ملتی جلتی ہے۔ میں اس کے پاس جا سکتی ہوں؟"

"بالکل۔ فطری بات ہے۔ میں یہیں انتظار کروں گا۔"

سوفی نے گھاٹ کی طرف دوڑ لگا دی۔ جب وہ بالکل قریب پہنچ گئی، اس نے تقریباً ٹھوکر کھائی اور ہلڈے کے اوپر گر پڑی۔ تاہم وہ اٹھی اور شائستگی سے اس کے نزدیک بیٹھ گئی۔

ہلڈے بیکار بیٹھی اس رسی سے کھیل رہی تھی جس کے ساتھ ناؤ بندھی ہوئی تھی۔ اس کے بائیں ہاتھ میں کاغذ کا پرزہ تھا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ کسی کا انتظار کر رہی ہے۔ وہ باربار اپنی گھڑی پر نظر ڈال رہی تھی۔

سوفی کا خیال تھا کہ وہ بہت خوبصورت ہے۔ اس کی ہلکی رنگت کے گھونگریالے بال اور روشن سبز آنکھیں تھیں۔ اس نے موسم گرما کا زرد ڈریس پہن رکھا تھا۔ وہ جو آتا سے کوئی خاص

مختلف نہیں تھی ۔ سوفی نے اس کے ساتھ بات کرنے کی کوشش کی حالانکہ وہ جانتی تھی کہ یہ اکارت جائے گی۔

"ہلڈے ـــــ میں سوفی ہوں!"

ہلڈے نے کوئی ایسی علامت ظاہر نہ کی جس سے معلوم ہو جاتا کہ اس نے کچھ سنا ہے۔

سوفی اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور اس کے کان میں چلانے کی کوشش کرنے لگی۔

"ہلڈے، تم میری آواز سن رہی ہو؟ یا تم اندھی بھی ہو اور بہری بھی؟"

کیا اس نے آنکھوں کی پتلیاں قدرے پھیلائی تھیں؟ اس بات کی معمولی سی علامت ظاہر نہیں ہوئی تھی کہ اسے کچھ ـــــ خواہ یہ بالکل ہی مدھم کیوں نہ ہو ـــــ سنائی دیا ہے؟

اس نے ادھر ادھر دیکھا ۔ تیزی سے اپنی گردن گھمائی اور سیدھی سوفی کی آنکھوں میں جھانکنے لگی ۔ تاہم اس کی نگاہ پوری طرح اس پر مرکوز نہیں ہو رہی تھی ۔ کچھ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کی نظر اس کے جسم میں سے گزر کر دوسری طرف باہر نکل رہی ہو۔

"سوفی، اتنی بلند آواز سے نہیں ۔" البرٹو کار میں بیٹھے بیٹھے پکارا ۔ "میں نہیں چاہتا کہ باغ میں مرمیڈ (23) کا مجمع لگ جائے۔"

سوفی اب بالکل ساکن بیٹھ گئی ۔ اسے ہلڈے کے اتنا قریب بیٹھنا اچھا لگ رہا تھا۔

پھر اسے کسی مرد کی بلند آواز سنائی دی۔ "ہلڈے!"

یہ میجر تھا ـــــ اس کے تن پر وردی اور سر پر اونی ٹوپی تھی۔ وہ باغ میں ڈھلوان کے اوپر کھڑا تھا۔

ہلڈے اچھل کر کھڑی ہوگئی اور پھر اس کی طرف بھاگنے لگی ۔ دونوں کی گلائیڈر اور سرخ کنورٹیبل کے بیچ ملاقات ہوگئی ۔ میجر نے اسے اوپر اٹھایا اور بار بار فضا میں اچھالنے لگا۔

ہلڈے گھاٹ پر بیٹھی اپنے پاپا کا انتظار کر رہی تھی ۔ جب سے اس کا جہاز

کاسٹروپ ایرپورٹ پر اترا تھا ' وہ ہر پندرہ منٹ بعد اس کے متعلق سوچنے لگتی اور یہ تصور باندھنے کی کوشش کرنے لگتی کہ وہ اب کہاں ہوں گے اور ان کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے ' اس پر ان کا ردعمل کیا ہو گا۔ اس نے تمام اوقات کاغذ پر لکھ لیے تھے اور یہ کاغذ سارا دن اس کے ہاتھ میں رہا تھا۔

باالفرض انہیں غصہ آگیا ' پھر کیا ہو گا ؟ لیکن وہ یقیناً یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ اس کے لیے پراسرار کتاب لکھیں ـــــ اور پھر ہر چیز یوں کی توں رہے ؟

اس نے ایک بار پھر اپنی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اب سوا دس بج چکے تھے۔ اب وہ کسی بھی لمحے پہنچا چاہتے ہیں۔

لیکن یہ کیا ؟ اس کا خیال تھا کہ اس نے کسی چیز کی مدھم سانس کی آواز سنی ہے۔ یہ آواز بالکل ویسی تھی جیسی اس نے سوفی کے متعلق اپنے خواب میں سنی تھی۔

اس نے تیزی سے اپنے چاروں طرف نظریں گھمائیں۔ اسے یقین تھا کہ کچھ نہ کچھ ہے ضرور۔ لیکن کیا؟ یہ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

ممکن ہے یہ گرمیوں کی رات کا کوئی کرشمہ ہو ؟

ایک دو سیکنڈ تو وہ اس خوف میں مبتلا رہی کہ شاید اس کے کان بج رہے ہیں۔

"ہلڈے !"

اب اس نے اپنے سامنے نظرین گھمائیں۔ یہ اس کے پاپا تھے اور وہی اسے پکار رہے تھے۔ وہ باغ میں ڈھلوان کے اوپر کھڑے تھے۔

ہلڈے نے جست لگائی اور اس کی طرف دوڑ پڑی۔ اس کی گلائیڈر کے قریب ملاقات ہو گئی۔ اس نے اسے اوپر اٹھایا اور بار بار فضا میں گھمانے لگا۔

ہلڈے کے آنسو تھے کہ تھم ہی نہیں رہے تھے اور ادھر اس کے پاپا کو اپنے آنسو روکنے میں بڑی دقت پیش آرہی تھی۔

"ہلڈے 'اب تم بالغ عورت ہو گئی ہو!"

"اور آپ اصلی مصنف بن گئے ہیں۔"

ہلڈے نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔

"ہمارا حساب برابر ہو گیا؟" اس نے پوچھا۔

"بالکل برابر!" اس کے پاپا نے جواب دیا۔

وہ میز کے سامنے بیٹھ گئے۔ سب سے پہلے ہلڈے کا اصرار تھا کہ ہوائی اڈے

پر اور راستے میں اس کے پاپا کے ساتھ جو جو واردات گزری تھی ' وہ اسے اس کی بلا کم و کاست ایک ایک تفصیل بتانے ۔ اس کا پاپا جب اپنی ہڈبیتی سنا رہا تھا ' دونوں کی بار بار ہنسی نکلتی رہی ۔

"آپ کو ایرپورٹ کے کیفے ٹیریا میں کوئی لفافہ نہیں ملا؟"

"بدمعاش لڑکی ' تم نے مجھے اتنا موقعہ ہی کب دیا کہ میں کچھ دیر وہاں آرام سے بیٹھ سکتا اور ایک آدھ بسکٹ ہی کھالیتا ۔ اب بھوک سے میرا برا حال ہو رہا ہے ۔"

"بے چارے پاپا!"

"اور تم نے امریکی مرغ کے متعلق جو کچھ لکھا تھا ' وہ خالی خولی دلاسا تھا؟"

"بالکل نہیں ! میں سب کچھ تیار کر چکی ہوں ۔ دستر خوان امی سجائیں گی ۔"

پھر ان کی باتوں کا رخ باکس فائل کی طرف مڑگیا اور وہ سوفی اور البرٹو کی کہانی بار بار دہراتے رہے ۔

امی امریکی مرغ 'والڈورف سلاد ' سرخ انگوروں کی گلابی شراب اور ہلڈے کی گھر پر تیار کردہ ڈبل روٹی لے آئی ۔ اس کا پاپا افلاطون کے متعلق کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ہلڈے نے اچانک اسے روک دیا: "ہش!"

"کیا ہے؟"

"آپ نے کچھ نہیں سنا؟ کوئی چیز چیں چیں کر رہی ہے؟"

"نہیں تو ۔"

"مجھے یقین ہے کہ میں نے کچھ نہ کچھ سنا ہے ۔ شاید کھیتوں کا چوہا تھا ۔"

جب اس کی امی انگوری شراب کی ایک اور بوتل لینے چلی گئی ' اس کے پاپا نے کہا: "لیکن فلسفے کا نصاب ابھی مکمل نہیں ہوا ۔"

"واقعی؟"

"آج رات میں تمہیں کائنات کے متعلق بتاؤں گا ۔"

کھانے سے پہلے میجر البرٹ کنیگ نے اپنی بیوی کو کمر سے پکڑا اور اپنی گود میں بٹھالیا ۔

"شرم کرو ۔ میں چالیس کو پہنچا چاہتی ہوں . . ."

جب ہلڈے جست لگا کر اٹھی اور اپنے باپ کی طرف بھاگی تھی '

سوفی کو محسوس ہوا کہ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو رہی ہیں۔ وہ کبھی اس کے قریب نہیں آسکے گی۔۔۔

سوفی ہلڈے کی قسمت پر رشک کھا رہی تھی کیونکہ اس کی اصلی گوشت پوست کے انسان کے طور پر تخلیق ہوئی تھی۔

جب ہلڈے اور میجر کھانے کی میز پر بیٹھ گئے، البرٹو نے کار کا ہارن بجادیا۔

سوفی نے نگاہیں اٹھا کر اوپر دیکھا۔ کیا ہلڈے نے بھی ایسا ہی نہیں کیا تھا؟

وہ البرٹو کی جانب بھاگ گئی، اس نے کار کے اندر چھلانگ لگائی اور وہ اس کے برابر بیٹھ گئی۔

"ہم کچھ دیر یہیں بیٹھیں گے اور دیکھیں گے کہ اب کیا ہوتا ہے۔" البرٹو نے کہا۔

سوفی نے اتفاق میں گردن ہلادی۔

"تم رو رہی ہو؟"

سوفی نے پھر گردن ہلادی۔

"کیابات ہے؟"

"وہ کتنی خوش قسمت ہے کہ وہ اصلی انسان ہے۔ وہ بڑی ہوجائے گی اور اصلی عورت بن جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے بچے بھی ہوں گے۔۔۔"

اور پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں بھی، سوفی۔ لیکن ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ میں نے فلسفے کے نصاب کے آغاز پر ہی تمہیں یہ بات سکھانے کی کوشش کی تھی۔"

"آپ کا مطلب کیا ہے؟"

"میں مانتا ہوں کہ وہ خوش قسمت ہے۔ لیکن جس شخص کے حصے میں زندگی آتی ہے، اس کے مقدر میں موت بھی لکھی ہوتی ہے کیونکہ زندگی کا انجام موت ہے۔"

"پھر بھی کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ زندہ نہ رہنے کی بجائے حقیقتاً کوئی زندگی مل جاتی؟"

"ہم ہلڈے جیسی —— اور سچ پوچھو تو میجر جیسی بھی نہیں —— زندگی بسر نہیں کرسکتے۔ اس کے برعکس ہماری

کبھی موت واقع نہیں ہو گی ۔ تمہیں یاد نہیں کہ راستے میں بڑھیا نے کیا کہا تھا ؟ ہم غیرمرئی لوگ ہیں ۔ وہ کہتی تھی کہ اس کی عمر دو سو سال ہے اور وسط گرما کی اس محفل میں مجھے ایسی مخلوق سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا جس کی عمر تین ہزار برس سے زیادہ تھی ..."

"مجھے شاید ہلڈے کی جس بات پر سب سے زیادہ رشک آرہا ہے، وہ... وہ اس کی خاندانی زندگی ہے ۔"

"لیکن تمہارا اپنا خاندان بھی تو ہے ۔ تمہارے پاس ایک بلی، ایک کچھوا اور دو پرندے ہیں ۔"

"مگر ان سب کو تو ہم پیچھے چھوڑ آئے ہیں ۔ نہیں؟"

"بالکل نہیں ۔ ان سب کو میجر نے پیچھے چھوڑا ہے، ہم نے نہیں ۔ مائی ڈیر، وہ اپنی کتاب کا آخری لفظ قلم بند کر چکا ہے اور وہ ہمیں کبھی دوبارہ ڈھونڈ نہیں سکے گا ۔"

"کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم واپس جا سکتے ہیں؟"

"جب ہمارا جی چاہے لیکن ہم سنڈریلا کیفےٹیریا کے عقب میں واقع جنگل میں نئے دوست بھی بنائیں گے ۔"

کنیگ خاندان کھانا کھانے میں مصروف ہو گیا ۔ ایک لمحے کے لیے سوفی کو اندیشہ لاحق ہونے لگا تھا کہ یہاں بھی وہی حال ہو گا جو کلوور کلوز میں فلسفیانہ گارڈن پارٹی کا ہوا تھا کیونکہ اپنی بیوی کے متعلق میجر کے ارادے نیک نظر نہیں آتے تھے ۔ لیکن خیریت گزری اور اس نے اسے اپنے گھٹنے پر بٹھانے پر ہی اکتفا کیا ۔

جہاں گھر والے بیٹھے کھانا کھا رہے تھے، کار وہاں سے خاصے فاصلے پر کھڑی تھی ۔ چنانچہ ان کی گفتگو کبھی کبھار ہی کانوں میں پڑتی تھی ۔ البرٹو اور سوفی گاڑی میں بیٹھے باغ کا نظارہ کرتے رہے ۔ گارڈن پارٹی میں جو کچھ ہوا تھا، اس کی ایک ایک تفصیل اور پارٹی کے الم ناک انجام کے متعلق سوچنے کے لیے ان کے پاس وافر وقت تھا ۔

جب گھر والے کھانے سے فارغ ہوئے، تقریباً نصف

شب بیت چکی تھی ۔ میجر اور ہلڈے ٹہلتے ٹہلتے گلائیڈر کی طرف چل پڑے ۔ انہوں نے ماریٹ کی طرف ہاتھ لہرائے جس کا رخ سفید رنگ کے مکان کی طرف تھا۔

"امی ، آپ سو جائیں ، ہمارا انتظار نہ کریں ۔ ہمیں بہت سی باتیں کرنا ہیں۔"

35 _ انفجار عظیم

* * *

... ہم بھی ستاروں کی دھول ہیں ...

ہلڈے آرام سے ٹانگیں پسار کر اپنے باپ کے پاس گلائیڈر میں بیٹھ گئی ۔ تقریباً نصف شب کا عالم تھا ۔ وہ بیٹھے کھاڑی کی طرف دیکھتے رہے ۔ روشن آسمان پر چند مدھم ستارے ٹمٹما رہے تھے ۔ گھاٹ کے نیچے نرم رو لہریں پتھروں پر اچھل رہی تھیں ۔

مہر سکوت اس کے باپ نے توڑی ۔

"کتنی عجیب بات ہے کہ ہم کائنات میں ایک بالکل چھوٹے سے سیارے پر رہتے ہیں ۔"

"جی..."

"سورج کے گرد جو متعدد سیارے گردش کر رہے ہیں ، زمین ان میں محض ایک ہے ۔ اس کے باوجود زمین واحد سیارہ ہے جس پر زندگی کے آثار پائے جاتے ہیں ۔"

"شاید پوری کائنات میں واحد سیارہ؟"

"ممکن ہے ۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کائنات زندگی سے معمور ہو ۔ کائنات اتنی وسیع و عریض ہے کہ اس کا تصور بھی محال ہے ۔ فاصلے اتنے طویل ہیں کہ ہم انہیں نوری منٹوں اور نوری سالوں میں ماپتے ہیں ۔"

"یہ درحقیقت ہیں کیا؟"

"ایک نوری منٹ وہ فاصلہ ہے جو روشنی ایک منٹ میں طے کرتی ہے ۔ اور یہ

بہت طویل فاصلہ ہے کیونکہ روشنی خلا میں تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کے حساب سے سفر کرتی ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک نوری منٹ ساٹھ ضرب تین لاکھ مساوی ایک کروڑ اسی لاکھ کلومیٹر ہوا ۔ ایک نوری سال تقریباً سو کھرب (ten trillion) کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے ۔"

"سورج کتنی دور ہے ؟"

"یہ آٹھ نوری منٹ سے ذرا زیادہ ہے ۔ سورج کی کرنیں ، جو جون کے کسی گرم دن کو ہمارے چہروں کو حرارت پہنچاتی ہیں ، انہیں ہم تک پہنچنے میں خلا میں آٹھ منٹ سفر کرنا پڑتا ہے ۔"

جی ، اپنی بات جاری رکھیں . . ."

ہمارے نظام شمسی کا بعید ترین سیارہ جم راج (پلوٹو) ہے اور یہ ہم سے تقریباً پانچ نوری گھنٹے کے فاصلے پر واقع ہے ۔ جب کوئی ماہر فلکیات اپنی دوربین میں سے پلوٹو کو دیکھتا ہے ، وہ دراصل وقت کے اعتبار سے پانچ گھنٹے قبل کی اشیا دیکھ رہا ہوتا ہے ۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سیارہ پلوٹو کی تصویر کو ہم تک پہنچنے میں پانچ گھنٹے صرف ہوتے ہیں ۔"

اس قسم کا ذہن میں نقشہ باندھنا قدرے مشکل کام ہے تاہم میرا خیال ہے کہ میں آپ کا مطلب سمجھ گئی ہوں ۔"

"ہلڈے ، یہ تو بڑی اچھی بات ہے ۔ لیکن یہاں زمین پر بیٹھ کر (کائناتی) ماحول میں اپنا مقام دریافت کرنے کا کام ہم نے اب شروع کیا ہے ۔ ہماری کہکشاں (یا نظام ستارگاں) ، جسے لاطینی میں Via lactea اور انگریزی میں ملکی وے (Milky Way) کہا جاتا ہے ، چار کھرب (400 billion) ستاروں پر مشتمل ہے ۔ ہمارا سورج ان میں محض ایک ستارہ ہے ۔ یہ کہکشاں بہت بڑی تھالی (discuss) سے ملتی جلتی ہے ۔ اس تھالی کے متعدد چکر دار (spiral) بازو ہیں ۔ ہمارا سورج انہی بازوؤں میں سے ایک پر واقع ہے ۔ جب ہم سردیوں کی کسی روشن رات کو نگاہیں اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھتے ہیں ، ہمیں ستاروں کی عریض پٹی نظر آتی ہے ۔ یہ پٹی اس لیے نظر آتی ہے کیونکہ ہم ملکی وے کے مرکز کی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں ۔"

"میرا خیال ہے کہ ملکی وے کو اسی لیے سویڈی زبان میں ' شاہراہ زمستاں ' ('Winter Street') کہا جاتا ہے ۔"

"ہماری کہکشاں یا ملکی وے میں جو ہمارا قریب ترین ہمسایہ ستارہ ہے، زمین سے اس کا فاصلہ چار نوری سال ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اس جزیرے کے، جو سامنے نظر آرہا ہے، بالکل اوپر واقع ہو۔ اگر تم یہ تصور کرسکو کہ اس ستارے پر عین اس وقت کوئی ستارہ بین اپنی طاقتور دوربین، جس کا رخ بجارکلی کی طرف ہے، لیے بیٹھا ہے، تو اسے بجارکلی کا جو منظر نظر آئے گا، وہ چار سال پرانا ہوگا۔ ممکن ہے کہ اسے کوئی گیارہ سالہ لڑکی نظر آجائے جو گلائیڈر میں بیٹھی اپنی ٹانگیں جھلارہی ہے۔"

"ناقابل یقین۔"

"لیکن یہ تو قریب ترین ستارے کا حال ہے۔ ہماری پوری کہکشاں ——— یا سحابیہ (nebula)، جیسا کہ اسے ہم اس نام سے بھی جانتے ہیں، ——— نوے ہزار نوری سال عریض ہے۔ کہکشاں کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچنے میں روشنی جو وقت لیتی ہے، اسے بیان کرنے کا یہ ایک اور انداز ہے۔ جب ہم اپنی کہکشاں میں کسی ستارے کا، جو ہمارے سورج سے پچاس ہزار نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے، مشاہدہ کرتے ہیں، ہم وقت کے اعتبار سے پچاس ہزار سال پیچھے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔"

"میرا سر اتنا چھوٹا ہے کہ اس میں اتنا بڑا خیال سماتا ہی نہیں۔"

"چنانچہ خلا کو جس واحد طریقے سے دیکھا جاسکتا ہے، وہ وقت کے اعتبار سے پیچھے مڑ کر دیکھنا ہوتا ہے۔ ہم یہ نہیں جان سکتے کہ کائنات اب کیسی ہے، ہمیں صرف یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ تب کیسی تھی۔ جب ہم خلا میں کسی ایسے ستارے کا مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں جو ہم سے ہزاروں نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے، ہم دراصل خلا کی تاریخ میں ہزاروں سال پیچھے مڑ کر دیکھ رہے ہوتے ہیں۔"

"یہ بات بالکل ناقابل فہم ہے۔"

"لیکن ہر چیز جو ہم دیکھتے ہیں، وہ ہماری آنکھ کو امواج نور (light waves) کی صورت میں نظر آتی ہے اور ان امواج نور کو خلا میں مسافت طے کرنے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔ ہم ان کا موازنہ رعد (Thunder) سے کرسکتے ہیں۔ ہمیں رعد کی آواز ہمیشہ بجلی کی چمک کے بعد سنائی دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صوتی لہروں کی رفتار نوری لہروں کی رفتار سے کم ہوتی ہے۔ جب مجھے زور کی کڑک سنائی دیتی ہے، میں ایک ایسی چیز کی آواز سن رہا ہوتا ہوں جو کچھ دیر پہلے وقوع پذیر ہوچکی ہوتی ہے۔ یہی حال ستاروں کا ہے۔ جب میں کسی ایسے ستارے کا مشاہدہ کرتا ہوں جو ہزاروں نوری سال کی مسافت

پر واقع ہے، میں ایک واقعے کی 'کڑک' دیکھ رہا ہوتا ہوں جسے پیش آئے ہزاروں سال بیت چکے ہوتے ہیں۔"

"جی، میں سمجھ گئی۔"

"لیکن اب تک ہم نے محض اپنی کہکشاں ہی کی بات کی ہے۔ ماہرین فلکیات کہتے ہیں کہ کائنات میں اس قسم کی ایک کھرب (ایک سو بلین) کہکشائیں ہیں اور ان میں سے ہر کہکشاں تقریباً ایک کھرب ستاروں پر مشتمل ہے۔ ہماری کہکشاں کے قریب ترین جو کہکشاں ہے، ہم اسے اینڈرومیڈا سحابیہ (Andromeda nebula) کہتے ہیں۔ یہ ہماری کہکشاں سے بیس لاکھ (دو ملین) نوری سال کی مسافت پر واقع ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کہکشاں سے روشنی کو ہم تک پہنچنے میں بیس لاکھ سال کی مدت درکار ہوتی ہے۔ چنانچہ جب ہم آسمان کی بلندیوں پر اینڈرومیڈا سحابیہ دیکھ رہے ہوتے ہیں، ہم دراصل بیس لاکھ سال پیچھے مڑ کر دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اگر اس سحابیے کے کسی ستارے پر کوئی ہوشیار ستارہ بین بیٹھا ہو ـــــ میں یہ تصور ہی کرسکتا ہوں کہ وہیں اس وقت اپنی دوربین کا رخ زمین کی طرف کئے بیٹھا ہوگا ـــــ وہ لاکھ کوشش کرے، ہمیں نہیں دیکھ سکے گا۔ اگر وہ بہت خوش قسمت ہوا تو شاید اسے قدیم ترین زمانے کے چپٹے چہروں والے وہ ابتدائی انسان، جنہیں ہم نینڈرتھال (1) (Neanderthal) کہتے ہیں، اکا دکا گھومتے پھرتے نظر آجائیں۔"

"انتہائی حیرت انگیز بات ہے۔"

"جن بعیدترین کہکشاؤں کا ہم اب تک کھوج لگا سکے ہیں، وہ ہم سے دس ارب (دس بلین) نوری سال کی مسافت پر واقع ہیں۔ جب ہمیں ان کہکشاؤں سے کوئی سگنل موصول ہوتا ہے، ہم کائنات کی تاریخ میں دس ارب سال پیچھے جا چکے ہوتے ہیں۔ ہمارے اپنے نظام شمسی کی عمر سے یہ دگنا وقت ہے۔"

"آپ نے تو میرا سر چکرا دیا ہے۔"

"وقت کے اعتبار سے اتنا پیچھے مڑ کر دیکھنے کا مطلب کیا ہے، اگرچہ اس کا سمجھنا دشوار ہے، تاہم فلکیات کے ماہرین نے ایک ایسی چیز دریافت کرلی ہے جو ہماری دنیا کی تصویر کے لیے کہیں زیادہ معنویت کی حامل ہے۔"

"کیا؟"

"کائنات میں بظاہر ایک بھی کہکشاں ایسی نہیں جو ہمیشہ ایک ہی مقام پر ٹکی

رہتی ہو ۔ یہ آج جہاں ہوگی ، کل وہاں نہیں ہوگی ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام کہکشائیں بے پناہ رفتار سے سفر کر رہی ہیں اور ایک دوسری سے دور ہٹتی جارہی ہیں ۔ کہکشاں ہم سے جتنے زیادہ فاصلے پر ہوگی ، اس کی حرکت کی رفتار اتنی ہی زیادہ تیز ہوگی ۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کہکشاؤں کے مابین فاصلہ ہر دم بڑھتا جارہا ہے ۔"

"میں اپنے ذہن میں اس کا نقشہ بنانے کی کوشش کر رہی ہوں ۔"

"فرض کرو کہ تمہارے پاس کوئی غبارہ ہے اور تم اس پر جگہ جگہ سیاہ دھبے پینٹ کردیتی ہو ۔ اب تم اس غبارے کو اٹھاتی ہو اور اس میں ہوا بھرنا شروع کردیتی ہو ۔ جوں جوں غبارے میں ہوا بھرتی جائے گی ، توں توں دھبوں کے مابین فاصلہ بڑھتا جائے گا ۔ یہی کچھ کائنات میں کہکشاؤں کے ساتھ ہو رہا ہے ۔ ہم کہتے ہیں کہ کائنات پھیلتی جارہی ہے ۔"

"ایسا کیوں ہوتا ہے ؟"

"اکثر ماہرین فلکیات اس بات پر متفق ہیں کہ کائنات کی روزافزوں توسیع کی صرف ایک ہی توضیح ممکن ہے اور وہ یہ ہے : کسی زمانے کی بات ہے اور یہ زمانہ پندرہ ارب سال پہلے کا ہے ، کائنات کا تمام مادا (substance) نسبتاً چھوٹے سے رقبے میں ایک ہی جگہ جمع تھا ۔ یہ مادا اتنا کثیف تھا کہ کشش ثقل نے اسے ناقابل تصور حد تک گرم کردیا ۔ لیکن حرارت تھی کہ اس میں ہر آن مزید اضافہ ہوتا جارہا تھا ۔ ادھر مادا اتنا جڑا ہوا (tightly packed) تھا کہ وہ اس حرارت کی تاب نہ لاسکا اور دھماکے سے پھٹ گیا ۔ ہم اس دھماکے کو 'انفجار عظیم' (big bang) کہتے ہیں ۔"

"مجھ پر تو اس کے تصور ہی سے کپکپی طاری ہونے لگی ہے ۔"

"اس انفجار عظیم کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ تمام مادا کائنات میں چاروں طرف بکھر گیا اور جب یہ آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہوگیا ، ستارے اور کہکشائیں ، چاند اور سیارے وجود میں آنے لگے ۔ . . "

"لیکن میرا خیال ہے آپ نے کہا تھا کہ کائنات ابھی تک پھیل رہی ہے ؟"

"ہاں ، میں نے کہا تھا ، اور یہ ٹھیک ٹھیک محض اسی دھماکے کے باعث پھیل رہی ہے جو آج سے اربوں سال پہلے ہوا تھا ۔ کائنات کا کوئی ابدی جغرافیہ نہیں ۔ کائنات وقوعہ ہے ۔ کائنات دھماکا ہے ۔ کائنات میں کہکشائیں ناقابل تصور تیز رفتاری سے ایک دوسری سے دور بھاگی جارہی ہیں ۔"

"کیا یہ ہمیشہ اسی طرح بھاگتی رہیں گی؟"

"ہاں ' ایک امکان یہی ہے ۔ لیکن ایک امکان اور بھی ہے ۔ تمہیں یاد ہو گا کہ البرٹو نے سوفی کو دو قوتوں کے متعلق بتایا تھا جو سیاروں کو سورج کے گرد مسلسل ایک ہی مدار میں رکھتی ہیں؟"

"یہ قوتیں کشش ثقل اور انرشیا (inertia) نہیں تھیں؟"

"بالکل ٹھیک ۔ اور کہکشاؤں پر بھی انہی کا اطلاق ہوتا ہے ۔ اگرچہ کائنات مسلسل پھیلتی جا رہی ہے ' لیکن دوسری طرف کشش ثقل اپنے کام میں مصروف ہے ۔ پھر شاید کوئی دو ارب سال بعد ' جب عظیم دھماکے کے اثرات کمزور ہو جائیں گے ' کسی روز کشش ثقل تمام اجرام فلکی کو ایک مقام پر مجتمع کر دے گی اور پھر معکوس دھماکا یا نام نہاد ' در انفجار '(2) یا ' در دھماکا ' implosion ہو گا ۔ لیکن فاصلے اتنے طویل ہیں کہ یہ سب کچھ اس فلم کی طرح ہو گا جو جان بوجھ کر سست رفتاری (slow motion) سے دکھائی جا رہی ہو ۔ تم اس کا موازنہ اس غبارے سے کر سکتی ہو جس میں سے ہوا خارج کی جا رہی ہو ۔"

"کیا تمام کہکشائیں دوبارہ سمٹ کر ایک ہی چیز بن جائیں گی؟"

"ہاں ' تم بات کی تہہ تک پہنچ گئی ہو ۔ لیکن اس کے بعد کیا ہو گا؟"

"ایک بار پھر زبردست دھماکا ہو گا اور کائنات دوبارہ پھیلنا شروع ہو جائے گی کیونکہ قوانین فطرت تبدیل نہیں ہوتے ' وہ ہر وقت روبہ عمل رہتے ہیں ۔ چنانچہ نئے ستارے اور نئی کہکشائیں وجود میں آ جائیں گی ۔"

"تم نے اچھا سوچا ہے ۔ فلکیات کے ماہرین کا خیال ہے کہ مستقبل میں کائنات کی دو صورتیں ممکن ہیں : یا تو کائنات ابدی طور پر پھیلتی چلی جائے گی اور کہکشائیں ایک دوسری سے دور سے دور تر ہوتی چلی جائیں گی یا پھر کائنات دوبارہ سکڑنے لگے گی ۔ لیکن آخر کار ہو گا کیا ' اس کا فیصلہ کائنات کی جسامت اور وزن کرے گا ۔ لیکن یہ ایک ایسی بات ہے جسے معلوم کرنے کا ماہرین فلکیات کے پاس کوئی ذریعہ اور طریقہ نہیں ۔"

"لیکن اگر کائنات اتنی وزنی ہے کہ یہ دوبارہ سکڑنے لگے گی ' پھر شاید یہ پہلے بھی متعدد بار پھیل اور سکڑ چکی ہے ۔"

"بظاہر تو یہی حل نظر آتا ہے ۔ لیکن اس نکتے پر رائے منقسم ہے ۔ ممکن ہے

کہ کائنات کا پھیلاؤ ایک ایسی چیز ہو جو صرف ایک ہی بار وقوع پذیر ہوئی ہو اور دوبارہ ایسا کبھی نہ ہو ۔ اگر یہ صورت ہے ' پھر یہ ہمیشہ پھیلتی ہی چلی جائے گی ۔ لیکن پھر فوراً سوال پیدا ہو گا کہ اس پھیلاؤ کا آغاز کب ہوا تھا ۔"

"جی ہاں ۔ اور یہ سوال بھی پیدا ہو گا کہ جو مواد اچانک دھماکے سے پھٹا ' وہ کہاں سے آیا تھا ۔"

"اگر آدمی عیسائی ہو ' پھر یہ مسئلہ کوئی مسئلہ نہیں رہتا ۔ وہ انفجار عظیم کو تخلیق کا اصلی لمحہ قرار دے گا ۔ بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ خدا نے کہا تھا : ' روشنی ہو جا !'(3) اور ' روشنی ہوگئی ' ۔ تمہیں شاید یہ بھی یاد ہو کہ البرٹو نے کہا تھا کہ تاریخ کے متعلق عیسائیوں کا نقطہ نظر ' خطی ' (linear) ہے ۔ اگر آدمی تخلیق کے عیسائی نقطہ نظر کو صحیح تسلیم کرتا ہو ' پھر اس کے حق میں مناسب بات یہ ہے کہ وہ یہی سمجھتا رہے کہ کائنات ہمیشہ پھیلتی چلی جائے گی ۔"

"واقعی ؟"

"لیکن تاریخ کے متعلق مشرق کا نقطہ نظر دائری (cyclic) ہے ۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ تاریخ ہمیشہ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے ۔ مثلاً ہنود کا قدیم نظریہ یہ ہے کہ دنیا مسلسل کھلتی اور بند ہوتی رہتی ہے ' یوں ان کے بقول وہ باری باری برہما کے دن اور رات میں تبدیل ہوتی رہتی ہے ۔ چنانچہ کائنات کے متعلق اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ یہ مسلسل ایک دائرے میں پھیلتی اور سمٹتی رہتی ہے ـــــ تاکہ وہ دوبارہ پھیل سکے ـــــ پھر یہ مفروضہ ہندوؤں کے نقطہ نظر کے عین مطابق ہوگا ۔ میں ایک ایسے عظیم کائناتی قلب کی ذہنی تصویر بنا سکتا ہوں جو دھڑکتا ہی چلا جارہا ہے ۔ . ."

میرا خیال ہے کہ دونوں نقطہ نظر مساوی طور ناقابل تصور اور ولولہ انگیز ہیں ۔"

"اور ان کا موازنہ ابدیت کے اس عظیم تناقض (paradox) سے کیا جاسکتا ہے جس پر ایک روز سوفی اپنے باغ میں بیٹھی غور کر رہی تھی : یا تو کائنات ہمیشہ سے موجود چلی آرہی ہے ـــــ یا پھر یہ اچانک عدم سے وجود میں آگئی ۔ . ."

"اخ !"

ہلڈے نے اپنی پیشانی پر چپت ماری ۔

"کیا ہوا ؟"

"میرا خیال ہے کہ عرگس نے مجھے ڈنک مار دیا ہے ۔"

"شاید سقراط ڈنک مار کر تمہیں زندگی کا احساس دلانا چاہتا ہے۔"

البرٹو اور سوفی ابھی تک کنورٹیبل کار میں بیٹھے تھے اور میجر کائنات کے متعلق جو کچھ ہلڈے کو بتا رہا تھا، اسے بغور سن رہے تھے۔

"کیا تمہیں احساس ہوا کہ ہمارے کردار بالکل الٹ ہو گئے ہیں؟" کچھ دیر بعد البرٹو نے پوچھا۔

"کن معنوں میں؟"

"پہلے وہ ہماری باتیں سنتے تھے اور ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اب ہم ان کی باتیں سن رہے ہیں اور وہ ہمیں نہیں دیکھ سکتے۔"

"معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا۔"

"تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟"

"جب ہم نے آغاز کیا تھا، ہمیں اس حقیقت کا علم نہیں تھا، جس میں میجر اور ہلڈے رہتے ہیں۔ اب انہیں ہماری حقیقت کا علم نہیں۔"

"انتقام لذیذ ہوتا ہے۔"

"لیکن میجر ہماری زندگی میں مداخلت کرسکتا تھا۔"

"ہماری زندگی اس کی مداخلتوں کے علاوہ اور تھی ہی کیا۔"

"میں نے ابھی تک پوری طرح یہ امید ترک نہیں کی کہ شاید ہم بھی ان کی دنیا میں مداخلت کرسکیں گے۔"

"لیکن تم اچھی طرح جانتی ہو کہ یہ ناممکن ہے۔ یاد ہے سنڈریلا کیفے ٹیریا میں کیا ہوا تھا؟ میں نے تمہیں کوک کی بوتل نکالنے کی کوشش کرتے دیکھا تھا۔"

سوفی چپ ہوگئی۔ جب میجر عظیم دھماکے کی تشریح کر رہا تھا، وہ باغ کو بہ نگاہ غور دیکھ رہی تھی۔ اس اصطلاح میں کوئی ایسی بات تھی جس نے اس کے اپنے دماغ میں خیالات کی رو چلا دی۔ وہ زور شور سے کار میں اشیا الٹنے پلٹنے لگی۔

"کیا کر رہی ہو؟" البرٹو نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔"

اس نے اپنے سامنے کا خانہ کھولا اور اسے ایک رینچ (wrench) مل گیا ۔ اس نے اس پر جھپٹا مارا اور کار سے باہر نکل گئی ۔ وہ گلائیڈر کے پاس پہنچی اور ہلڈے اور اس کے باپ کے عین بالمقابل جا کھڑی ہوئی ۔ اس نے پہلے ہلڈے کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس کا قطعاً کوئی فائدہ نہیں تھا ۔ آخرکار اس نے رینچ اپنے سر کے اوپر بلند کیا اور اسے ہلڈے کی پیشانی پر دے مارا۔

"اخ!" ہلڈے کے منہ سے نکلا۔

پھر سوفی نے میجر کی پیشانی کو اپنا نشانہ بنایا لیکن اس نے بالکل ہی کسی قسم کے ردعمل کا اظہار نہ کیا۔

"کیا ہوا؟" میجر نے ہلڈے سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ مجھے کسی خرمگس نے ڈنک مار دیا ہے۔"

"شاید سقراط ڈنک مار کر تمہیں زندگی کا احساس دلانا چاہتا ہو۔"

سوفی گھاس پر لیٹ گئی اور گلائیڈر کو دھکیلنے کی کوشش کرنے لگی ۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا ' یوں کا توں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ یا وہ اسے ایک آدھ ملی میٹر دھکیلنے میں کامیاب ہوگئی تھی؟

"ٹھنڈی ہوا چلنا شروع ہوگئی ہے۔" ہلڈے نے کہا۔

"نہیں۔ ٹھنڈی نہیں ،لطیف ہے۔"

"صرف ٹھنڈی ہوا ہی نہیں ' کچھ اور بھی ہے۔"

"اور کیا ہوگا؟ صرف ہم دونوں ہیں اور گرمیوں کی خنک رات۔"

"نہیں ،فضا میں کچھ ہے۔"

"یہ کیا چیز ہوسکتی ہے؟"

"آپ کو البرٹو اور اس کا خفیہ منصوبہ یاد ہے؟"

"میں کیسے بھول سکتا ہوں!"

"وہ گارڈن پارٹی سے غائب ہوگئے تھے ۔ کچھ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے فضا

میں تحلیل ہو گئے ہوں. . ."

"ہاں ۔ لیکن. . . "

". . .جیسے فضا میں تحلیل ہو گئے ہوں. . ."

"کہانی نے کہیں نہ کہیں تو ختم ہونا ہی تھا ۔ یہ سب کچھ میں نے ہی لکھا تھا ۔"

"جی ہاں ، آپ نے ہی لکھا تھا ۔ لیکن آپ نے یہ نہیں لکھا کہ اس کے بعد کیا ہوا ۔ فرض کریں وہ یہیں ہوں ۔"

"تمہیں اس کا یقین ہے ؟"

"پاپا ، میں ان کی موجودگی محسوس کر سکتی ہوں ۔"

سوفی واپس کار کی طرف بھاگ گئی ۔

"بہت اعلیٰ !" جب سوفی مضبوط سے رینچ ہاتھ میں پکڑے کار کے اندر داخل ہوئی ، البرٹو نے بادل ناخواستہ تعریف کرتے ہوئے کہا ۔ "سوفی ، تم غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہو ۔ بس انتظار کرو اور دیکھو کیا ہوتا ہے ۔"

میجر نے اپنا بازو ہلڈے کی کمر میں ڈال دیا ۔

"آپ موجوں کی پر اسرار اٹکھیلیاں دیکھ رہے ہیں ؟"

"ہاں ۔ کل ہم لازماً کشتی پانی میں ڈال دیں گے ۔"

"مگر آپ کو ہوا کی عجیب وغریب کانا پھوسی سنائی دے رہی ہے ؟ دیکھیں ، ایسپین (aspen) کے پتے کیسے لرز رہے ہیں ۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ ہمارا سیارہ ذی حیات ہے. . ."

"آپ نے لکھا تھا کہ بین السطور کچھ ہے ۔"

"واقعی میں نے لکھا تھا ؟"

"شاید اس باغ میں بھی بین السطور کچھ ہے ۔"

"فطرت معموں سے بھرپور ہے ۔ لیکن ہم آسمان کے ستاروں کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں ۔"

"کچھ دیر میں پانی پر بھی ستارے آجائیں گے ۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ جب تم چھوٹی تھیں، تم فسفریت (phosphorescence) کے متعلق یہی کہا کرتی تھیں۔ اور ایک لحاظ سے تم ٹھیک تھیں۔ فسفریت اور تمام دیگر نامیوں نے ان عناصر سے تشکیل پائی ہے جو کبھی آپس میں خلط ملط ہو کر ستارہ بنے تھے۔"

"ہم بھی؟"

"ہاں، ہم بھی ستاروں کی دھول (stardust) ہیں۔"

"یہ تو بڑی خوبصورت بات ہے۔"

"جب ایسی ریڈیو دوربینیں وجود میں آجائیں گی جو اربوں نوری سال کی مسافت پر واقع کہکشاؤں کا سراغ لگا سکیں، وہ ایک ایسی کائنات کا نقشہ بنانے میں مدد دے سکیں گے جو عظیم دھماکے کے بعد بالکل ابتدائی زمانے میں موجود تھی۔ آسمان پر ہمیں جو کچھ نظر آتا ہے یا آسکتا ہے، وہ ہزاروں اور لاکھوں سال پرانی کائناتی باقیات ہیں۔ ماہر فلکیات صرف ماضی کا حال بتا سکتا ہے، اور کچھ نہیں کر سکتا۔"

"کیونکہ مختلف ستاروں کی روشنی ہم تک پہنچنے سے پہلے ہی ان کے جھرمٹ ایک دوسرے سے دور جا چکے تھے۔ ٹھیک؟"

"جھرمٹ جس طرح آج ہمیں دکھائی دیتے ہیں، آج سے صرف دو ہزار سال قبل بھی وہ ان سے خاصے مختلف تھے۔"

"مجھے یہ بالکل معلوم نہیں تھا۔"

"اگر رات نتھری نتھری ہو، ہم مڑ کر کروڑوں بلکہ اربوں سال پرانی تاریخ میں جھانک سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک لحاظ سے ہم گھر جا رہے ہیں۔"

"پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"تم نے اور میں نے اپنی ابتدا عظیم دھماکے سے کی تھی کیونکہ کائنات کا تمام ماوا (substance) نامیاتی وحدت (organic unity) ہے۔ ایک مرتبہ کسی بے انتہا قدیم زمانے میں تمام مادہ (matter) تودے کی صورت میں ایک جگہ جمع ہو گیا جو اتنا بڑا تھا کہ اس کا سوئی کے سرے جتنا حصہ بھی اربوں ٹن وزنی تھا۔ یہ 'قدیمی ایٹم' زبردست کشش ثقل کے باعث پھٹ گیا۔ یہ بالکل ایسے ہی تھا جیسے کوئی چیز شکست و ریخت کا شکار ہو گئی ہو۔ جب ہم آسمان کی طرف دیکھتے ہیں ہم واپس اپنے آپ تک پہنچنے کا راستہ تلاش کر رہے ہوتے ہیں۔"

"کتنی غیر معمولی بات ہے۔"

"کائنات کے تمام ستاروں اور کہکشاؤں کی یکساں مادے سے تشکیل ہوئی ہے۔ اس کے اجزا یہاں وہاں انبار کی شکل میں اکٹھے ہو گئے ہیں۔ دو قریب ترین کہکشاؤں کے مابین اربوں نوری سال کا فاصلہ حائل ہو سکتا ہے۔ مگر ان سب کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ تمام ستاروں اور تمام سیاروں کا تعلق ایک ہی خاندان سے ہے۔"

"جی، میں سمجھ گئی۔"

"لیکن یہ زمینی مادا ہے کیا؟ اربوں سال پہلے دھماکا کس چیز کا ہوا تھا؟ یہ کہاں سے آئی تھی؟"

"اصل سوال یہی ہے۔"

اور یہ وہ سوال ہے جس کا ہم سب سے گہرا تعلق ہے کیونکہ ہم سب کا خمیر اسی مادے سے بنا ہے۔ ہم اس عظیم آگ کی چنگاری ہیں جو اربوں سال پہلے روشن ہوئی تھی۔"

"کتنی خوبصورت بات ہے۔"

"تاہم ہمیں ان اعداد و شمار کی اہمیت کے متعلق غلو سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اتنا ہی کافی ہے کہ آدمی ہاتھ میں صرف پتھر پکڑ سکے۔ اگر کائنات محض اس نارنگی برابر پتھر پر مشتمل ہوتی، تب بھی یہ اتنی ہی ناقابل تفہیم ہوتی۔ اس سوال کی کنہ تک پہنچنا پھر بھی ناممکن ہوتا: یہ پتھر کہاں سے آیا تھا؟"

اچانک سوفی کنورٹیبل کار میں کھڑی ہو گئی اور کھاڑی کی طرف انگلی لہرانے لگی۔

"میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میں اس ناؤ کو کھے سکتی ہوں یا نہیں؟"

"تو کوشش کریں؛ بہرحال یہ ویسے بھی وسط گرما کا اگلا دن ہے۔"

اور کچھ نہیں، ہم پانی تک تو بہرحال جا ہی سکتے ہیں۔"

انہوں نے کار سے چھلانگ لگائی اور باغ میں بھاگنے لگے۔

انہوں نے رسی ڈھیلی کرنے کی کوشش کی جو کس کر

آہنی چھلے میں بندھی ہوئی تھی ۔ لیکن وہ اس کا ایک سرا بھی نہ اٹھا سکے۔

"یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کسی نے لکڑی میں میخ ٹھونک دی ہو ۔" البرٹو نے کہا۔

"ہمارے پاس وقت کی کمی نہیں۔"

"سچے فلسفی کو کبھی ہمت نہیں ہارنا چاہیے ۔ اگر ہم اسے ... بس ذرا سا ڈھیلا کر سکیں۔"

"اب مزید ستارے نکل آئے ہیں۔"

"ہاں ،جب گرمیوں کی رات تاریک ترین ہوتی ہے۔"

"لیکن سردیوں میں ان کی چمک زیادہ ہوتی ہے ۔جس روز آپ لبنان روانہ ہوئے تھے ، آپ کو اس سے پہلے کی رات یاد ہے؟ یہ سال کا پہلا دن تھا۔"

"یہ وہی دن ہے جب میں نے تمہارے لیے فلسفے کی کتاب لکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ میں اس روز کرسچین سینڈ میں کتابوں کی سب سے بڑی دکان پر اور لائبریری میں بھی گیا تھا ۔لیکن ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے نوجوانوں کے لیے موزوں قرار دیا جاسکتا۔"

"یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ہم سفید خرگوش کی پوستین کے باریک بالوں کے سرے پر بیٹھے ہوں۔"

"میں سوچ رہا ہوں کہ نوری سالوں کی اس رات وہاں کوئی ہے؟"

"ناؤ کی رسی اپنے آپ ڈھیلی ہو گئی ہے!"

"واقعی ہو گئی ہے!"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ۔ آپ کے آنے سے ذرا پہلے میں خود وہاں گئی تھی اور سب کچھ اچھی طرح جانچا پرکھا تھا۔"

"تم نے واقعی یہ کام کیا تھا؟"

"اس سے مجھے وہ واقعہ یاد آگیا جب سوفی نے البرٹو کی کشتی استعمال کی تھی ۔ آپ کو یاد ہے یہ کیسے پانی میں ہلکورے کھاتی پھر رہی تھی؟"

"میں شرط لگانے کو تیار ہوں کہ یہ بھی اسی کا کام ہے۔"

"یہ بھی خوب رہی ۔ میرا مذاق اڑائیں ، اور اڑائیں ۔ ساری شام مجھے یہی محسوس ہوتا رہا کہ کوئی یہاں ہے ۔"

"ہم میں سے ایک کو تیر کر اس کے پاس پہنچنا ہو گا ۔"

"پاپا ، کیوں نہ ہم دونوں ہی چلیں ؟"

حواشی

1 ۔ باغِ عدن

1۔ کلوز (Close) : یہ لفظ ان سڑکوں یا گلیوں کے ناموں کے ساتھ لگایا جاتا ہے جو بند یا اندھی ہوں۔

2۔ کلاد ڈبوسی (Claude Debussy) : (1862 تا 1919) ۔فرانسیسی موسیقار ۔غنائی تاثریت (musical impressionism) کا استعمال سب سے پہلے اسی نے کیا تھا۔

3۔ gel : جیلی کی قسم کا مواد ۔ اسے بالوں کا کوئی خاص سٹائل برقرار رکھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

4۔ mousse : جھاگ دار سفید مواد ۔ اسے بالوں پر لگانے سے بالوں کا کوئی خاص سٹائل بنانا آسان ہو جاتا ہے۔

3 ۔ اساطیر

1۔ نورڈیائی (Nordic) : بشریات (anthropology) کے عالم سکنڈے نیویا (ناروے ، سویڈن ، ڈنمارک ، آئس لینڈ وغیرہ) کے باشندوں کو نسلی اعتبار سے نورڈیائی کہتے ہیں ۔ ان لوگوں کی نمایاں خصوصیت طویل قامت ، لمبے سر ، سرخ بال اور نیلی آنکھیں ہیں۔

2۔ تھور (Thor) : شمالی یورپ کے جن علاقوں کو آج کل جرمنی ، سکنڈے نیویا وغیرہ کہا جاتا ہے ، وہاں جرمن قبائل آباد تھے ۔ ان لوگوں کی اپنی صنمیات تھی جسے نورس صنمیات کہا جاتا ہے ۔ اس صنمیات میں چار بڑے دیوتا تھے ۔ یہ دیوتا محلوں کے شہر ایزگارڈ (Asgard) میں رہتے تھے ۔سب سے بڑے محل میں سب سے بڑا دیوتا (اوڈن) (Odin) رہتا تھا اور جنگوں میں ہلاک

ہونے والوں کی روحوں کا استقبال کرتا تھا۔

اوڈن کی بیوی کا نام فریگا (Freyja یا Freya یا Frigga) تھا۔ وہ حسن، محبت اور شادی بیاہ کی دیوی تھی۔ بعد میں زمین بھی اس کی تحویل میں آگئی اور یوں وہ ہر لحاظ سے زرخیزی کی دیوی بن گئی۔

تھور اوڈن اور فریگا کا بڑا بیٹا تھا۔وہ رعد کا دیوتا تھا اور جسمانی اعتبار سے طاقت ور ترین دیوتا تھا۔

3۔ وائی کنگ (Viking): وائی کنگ سکنڈے نیویا کے جہاز ران تھے۔ یہ زیادہ تر بحری قزاق تھے اور شمالی اور مغربی یورپ کے ساحلی علاقوں میں لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ کولمبس سے پہلے امریکہ پہنچ چکے تھے۔

نورس (Norse): سکنڈے نیویا کے قدیم باشندے یا ان کی زبان۔ Norse ولندیزی زبان کے لفظ noo(d)sch کی شکل ہے جو بذات خود (noord) (پرانی ولندیزی nort) سے، جس کے معنی شمال ہیں، نکلا ہے۔

4۔ فریگا۔ حاشیہ نمبر 2 دیکھیں۔

5۔ بوم رینگ: آسٹریلیا کے قدیمی باشندوں کا چوبی ہتھیار یا میزائل۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ پھینکنے والے کے پاس واپس آجاتا ہے۔

6۔ اوڈن (Odin)۔ نورس صنمیات میں سب سے بڑا دیوتا۔ کائنات اور انسانوں کا خالق۔ وہ دانائی، جنگ، آرٹ، کلچر اور مردہ روحوں کا بھی دیوتا تھا۔ نورس زبان میں لوگ اسے (Odhinn) کہتے تھے۔ اوپر حاشیہ نمبر 2 بھی دیکھیں۔

7۔ ایڈک نظم (Eddic poem): ایڈک نظمیں، جن کے مجموعوں کو عام طور پر ایڈا (Eddas) کہا جاتا ہے، زمین کی ابتدا اور سکنڈے نیویا کے قدیم باشندوں کے دیوتاؤں اور دیویوں کے قصے کہانیوں پر مشتمل ہوتی تھیں۔ انہیں زیادہ تر تیرھویں صدی کے دوران میں آئس لینڈ میں تحریر کیا گیا تھا۔ ایڈا دو قسم کے ہیں۔ منظوم (Poetic or Elder) ایڈا میں زیادہ تر دیوی دیوتاؤں کے قصے اور عام کہاوتیں بیان ہوئی ہیں۔ نثری (Prose or Younger) ایڈا میں ایسی کہانیاں بیان ہوئی ہیں جن کا تعلق زیادہ تر سکنڈے نیویا کے بادشاہوں اور ہیروؤں سے ہے۔ اس نظم کا بڑا خالق آئس لینڈ کا شاعر سنوری سٹرلوسن (Snorristurluson) تھا۔

8۔ لوکی (Loki): لوکی تھور کا دست راست ہی نہیں بلکہ خود بھی دیوتا تھا۔ وہ متلون مزاج تھا اور ہر وقت شرارت پر آمادہ رہتا تھا۔ اپنے ساتھی دیوتاؤں کے مابین اختلافات کے بیج بونا اور جھگڑے کرانا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔

9۔ بیٹ مین (Batman): امریکہ کی کارٹون کہانیوں اور کارٹون فلموں کا کردار۔ وہ چمگادڑ نما وردی پہن کر جرائم کے خلاف جنگ کرتا ہے۔

10۔ فریر (Freyr یا Frey) : فریر دیوتا فریجا کا بھائی تھا ۔ اس کے ذمے امن ' اچھے موسم ' خوشحالی اور بھرپور فصلوں کا اہتمام کرنے کے فرائض تھے ۔

11۔ بالڈر (Balder) ۔ بالڈر بھی اوڈن اور فریجا کا بیٹا تھا ۔ اس کا کام امن اور روشنی کا اہتمام کرنا تھا۔ وہ اپنی نیک سرشت اور حسن کے لیے مشہور تھا۔

12۔ ہیسیوڈ (Hesiod) ۔ تقریباً آٹھویں صدی قبل مسیح کا شاعر ۔ وہ وسطی یونان کا کسان تھا اور اس نے زراعت کے متعلق ایک طویل حقیقت پسندانہ نظم "Works and Days" ' جو اس کے اپنے تجربات پر مبنی تھی ' لکھی تھی ۔ اور کہا جاتا ہے کہ دیوتاؤں کے شجرہ نسب سے متعلق طویل نظم "Theogony" اور ایک اور نظم "The Shield of Heracles" بھی شاید اسی نے لکھی ہوں گی۔

13۔ زینوفانیس (Xenophanes) ۔ زینوفانیس تقریباً چھٹی صدی قبل مسیح میں یونانی جزیرے آئی اونیا (Ionia) میں پیدا ہوا تھا ۔ وہ بحیرہ روم کے ساحلوں پر واقع ممالک میں بہت گھوما پھرا تھا اور اس نے زندگی کا بیشتر حصہ سسلی اور جنوبی اٹلی میں گزارا تھا ۔ اس کے صرف چند نوحے اور فطرت کے متعلق طویل فلسفیانہ نظم کے صرف چند اجزا باقی بچے ہیں ۔ وہ موحد تھا اور اس نے ہومر کی صنمیات اور یونان کے روایتی مذہبی عقاید کو ٹھکرا دیا تھا۔

14۔ تھریس (Thrace) : جنوب مشرقی یورپ کا ایک خطہ ۔ آج کل اس کا کچھ حصہ یونان ' کچھ بلغاریہ اور کچھ ترکی میں شامل ہے ۔ اہل تھریس اپنے گھوڑوں اور گھوڑسواروں کے لیے مشہور تھے ۔ دیونوسوس (شراب و شباب کا دیوتا) کے ساتھ وابستہ مذہبی رسوم کا آغاز یہیں سے ہوا تھا۔

4 ۔ طبعی فلسفی

1۔ ماوا : انگریزی زبان میں دو لفظ matter اور substance ہیں ۔ matter ہر اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جو جگہ گھیرتی ہے ' حواس خمسہ سے دریافت کی جاسکتی ہے اور اس کی اپنی کوئی جسمانی شکل ہوتی ہے ۔ بحیثیت مجموعی کائنات کو بھی matter کہا جاتا ہے ۔ اس کے برعکس substance کی اپنی کوئی شکل نہیں ہوتی بلکہ یہ وہ مواد (material) ہوتا ہے جس سے باقی اشیا بنتی ہیں ۔ اردو میں matter اور substance میں کوئی تخصیص نہیں کی جاتی ' دونوں کے لیے ایک ہی لفظ "مادہ" استعمال کرلیا جاتا ہے ۔ کسی عام کتاب کے ترجمے میں شاید میں بھی پروا نہ کرتا اور دونوں کے لیے بلا تکلف "مادہ" لکھ دیتا ۔ لیکن یہ کتاب فلسفے کی کتاب ہے اور یہاں تخصیص ضروری ہے ۔ چنانچہ میں نے matter کے لیے لفظ "مادہ" اور substance کے لیے "ماوا" استعمال کیا ہے ۔ Platts نے بھی اپنی ڈکشنری میں "ماوا" کا ایک ترجمہ sustance اور دوسرا

origin یا source کیا ہے ۔ یوں میرا خیال ہے یہاں یہ مناسب رہے گا ۔ محترمہ عطیہ سید نے مجھے بتایا ہے کہ اب فلسفے کی کتابوں میں اس کا ترجمہ "جوہر" کیا جاتا ہے ۔

2۔ تھالیس تقریباً (624 ق م تا 547 ق م) ۔ جس سورج گرہن کا متن میں ذکر کیا گیا ہے، وہ اٹھائیس مئی 585 ق م میں ہوا تھا ۔ تھالیس نے اس کی پیش گوئی کے لیے بابل کے فلکیات کے ماہرین کی فراہم کردہ معلومات (data) استعمال کی تھیں ۔

3۔ ایفی سس (Ephesus) ۔ ایفی سس آج کل مغربی ترکی میں واقع ہے ۔ اس کی سب سے بڑی وجہ شہرت یہ تھی کہ یہاں یونانیوں کی دیوی آرتیمس (Artemis) (ماہتاب کی دیوی) کا مندر تھا جو دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتا تھا ۔ اس مندر کو گوتھوں نے 262ء میں تباہ کردیا تھا ۔ اس مندر اور دیوی کا ذکر انجیل (نیا عہد نامہ : رسولوں کے اعمال : 19 : 26-28) میں بھی آیا ہے ۔ رومی اس دیوی کو ڈیانا (Diana) کہتے تھے ۔

6 ۔ تقدیر

1۔ ڈیلفی : ڈیلفی کا معبد وسطی یونان میں خلیج کورنتھ سے دس کلومیٹر دور اندرون ملک ایک الگ تھلگ تنگ پہاڑی وادی میں واقع تھا، اور یہ اپالو دیوتا کا مشہورترین معبد تھا ۔ جب یونان میں عیسائیت کو فروغ حاصل ہوا لوگوں نے اس معبد میں جانا بند کردیا اور یوں یہ رفتہ رفتہ ناپید ہوگیا ۔ 1890 میں اسے دوبارہ دریافت کیا گیا اور یہاں اپالو کے معبد، جس میں غیبی آواز مستقبل کے حالات بتاتی تھی، اور ایک تھیئٹر کے علاوہ قیمتی اشیا کا خزانہ بھی ملا ۔

7 ۔ سقراط

1۔ لیبرے ڈور (labrador) کتا ۔ یہ کتا شروع میں کینیڈا کے جزیرے نیوفاؤنڈلینڈ میں پایا گیا تھا ۔ وہیں سے برطانیہ اور دوسرے ممالک میں لایا گیا ۔ اس کا جسم گھٹا ہوا اور بال بڑے گھنے ہوتے ہیں ۔ یوں اس پر پانی کا کوئی اثر نہیں ہوتا ۔

2۔ ہرمیز (Hermes) ۔ یونانی صنمیات میں ہرمیز دیوتاؤں کا پیام بر تھا اور وہ خود تجارت ایجادات، مکاری اور چوری چکاری کا دیوتا، اور مسافروں اور بدمعاشوں کا مربی تھا، اور مردہ روحوں کو Hades پہنچایا کرتا تھا ۔ رومی صنمیات میں اسے مرکری (Mercury) یا عطارد کہتے ہیں ۔

3۔ خططنز یا خفی طنز (irony) : جب کوئی شخص اپنی بات پر زور دینے، اس میں مزاح پیدا کرنے

یا دوسرے پر طنز کرنے کے لیے اس طرح ہیر پھیر سے کام لیتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے' اس کا مطلب اس کے بالکل الٹ ہوتا ہے' انگریزی زبان میں اسے irony کہا جاتا ہے۔ مثلاً آپ کسی بہت بدصورت عورت کو دیکھ کر کہیں : "What a beauty!"۔ سقراط اپنے مخالفین کے دلائل کا بوداپن ظاہر کرنے یا لوگوں کو سمجھانے کے لیے جان بوجھ کر جہل کا بادہ اوڑھ لیتا تھا۔ چنانچہ اس کے اس انداز کو Socratic irony کہا جاتا ہے۔

4. گھوڑ مکھی (gadfly) : ایک قسم کی مکھی جو گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کو ستاتی رہتی ہے۔

5. ایتھنز اس زمانے میں جمہوری شہری ریاست تھا۔ شہر کے تمام "آزاد" باشندے شہری پارلیمنٹ اور شہری عدالت کے ارکان ہوتے تھے۔ سقراط بھی آزاد شہری ہونے کی حیثیت سے ان دونوں اداروں کا رکن تھا۔

6. مصلوب : یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صرف عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہوئے تھے۔ قرآن مجید واضح الفاظ میں اس کی تردید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے تھے اور مصلوب ان کا وہ حواری ہوا تھا جس نے ان سے غداری کی تھی اور جس کی شکل اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عیسیٰ جیسی ہو گئی تھی۔

8۔ ایتھنز

1. اہل فارس کو شکست : یہ تاریخ ساز معرکہ' جس میں اہل فارس کو یونانیوں کے ہاتھوں شکست ہوئی' 480 ق م میں ایتھنز سے کچھ دور ایک جزیرے سالامیس (Salamis) کے قریب سمندر میں برپا ہوا تھا۔ مشہور یونانی ڈرامہ نگار ایسخائی لوس (Aeschylus) نے' جو خود بھی اس معرکے میں شریک تھا' یونانی نقطہ نظر سے اپنا ڈرامہ "فارسی" (Persians) تحریر کیا تھا۔ بھارت کے معروف کانگرسی رہنما جناب آصف علی مرحوم نے اس کا اردو ترجمہ کیا تھا اور بسیط دیباچہ بھی لکھا تھا۔ اردو میں انہوں نے ڈرامہ نگار کا نام ایسکلس لکھا ہے۔

2. سفید سنگ مرمر : سنگ مرمر کی یہ اینٹیں' جن پر خوبصورت نقش و نگار بنے ہوئے ہیں' 1816ء میں ایک انگریز لارڈ ایلگن لے اڑا اور اس نے پینتیس ہزار پاؤنڈ (اس زمانے میں یہ بہت بڑی رقم تھی) میں انہیں برٹش میوزیم کے پاس فروخت کردیا۔ اس کے نام کی رعایت سے انہیں Elgin marbles کہا جاتا ہے۔ یونانی حکومت کے بار بار کی درخواستوں کے باوجود برطانوی حکومت انہیں واپس کرنے سے انکاری ہے۔

3. کامیڈی : ارستو فانیس کے جس ڈرامے کا ذکر متن میں کیا گیا ہے' اس کا نام "بدلیاں"

(Clouds) ہے ۔ اس میں مسخرگی یہ کی گئی ہے کہ سقراط کو ایک مدرسے کا مالک دکھایا گیا ہے اور اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ استدلال کے زور سے جھوٹ کو بھی سچ ثابت کرسکتا ہے ۔ دونوں ہی باتیں غلط ہیں۔

4۔ یونانی لفظ : یہ یونانی لفظ Theasthai ہے ۔ اس سے یونانیوں نے Theatron بنایا ۔ رومیوں نے اسے Theatrum میں بدل دیا ۔ فرانسیسیوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے اسے Theatre کردیا اور انگریزوں نے ان سے یوں کاتوں اچک لیا ۔ امریکیوں کی باری آئی تو انہوں نے اسے Theater بنادیا۔

5۔ اگورا (agora) : پرانے یونانی شہروں کا چوک ۔ چوک کے اردگرد بلند وبالا عمارتیں ہوتی تھیں ۔ چوک میں عارضی منڈی لگا کرتی تھی ۔ عوامی اسمبلی کے اجلاس بھی یہیں منعقد ہوتے تھے ۔

9 ۔ افلاطون

1۔ بسکٹ : مغرب میں ادرک کی آمیزش سے انسانوں اور جانوروں کی شکلوں کے رنگ برنگے بسکٹ یا کیک بنائے جاتے ہیں ، انہیں انگریزی میں جنجر بریڈ (ginger bread) کہا جاتا ہے ۔

2 ۔ اکادے موس (Academus) : یونان کا ایک داستانی جنگجو ہیرو ۔ کنسائز آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق بعض لوگ اسے انسان اور بعض نیم دیوتا (demi-god) سمجھتے تھے ۔ (ویسے بعض لوگ خود افلاطون کو اپالو کا بیٹا قرار دیتے تھے ۔) کہا جاتا ہے کہ وہ اور دوسرے اتھلیٹ جس پارک میں دوڑوں وغیرہ کی ورزش کرتے تھے ، وہیں افلاطون نے اپنا مدرسہ قائم کیا اور اکادے موس کی یاد میں اس کا نام akademeia رکھا جو انگریزی میں academy بن گیا ۔ وہاں کوئی باقاعدہ عمارت نہیں تھی بلکہ افلاطون درختوں کے بیچ چلتا پھرتا اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتا تھا ۔ افلاطون کی اکادمی کافی عرصہ قائم رہی لیکن 529ء میں اسے کلیسا نے بند کردیا۔

3۔ سہ فریقی تقسیم : ہندوؤں کا ذات پات کا نظام سہ فریقی نہیں بلکہ چار فریقی ہے ۔ سب سے اوپر برہمن (یا پروہت) ، ان کے بعد کشتری (یا حکمران طبقہ) ، پھر ویش (کاروباری طبقہ) اور آخر میں رذیل کام کرنے والے (شودر) آتے ہیں۔

4۔ جمہوریت : افلاطون کی اس کتاب کا اردو ترجمہ ڈاکٹر عابد حسین نے کیا تھا اور انجمن ترقی اردو نے شائع کیا تھا۔

10 ۔ میجر کی چوبی کٹیا

10۔ سمائی برٹ (John Smibert) ۔ (1751 - 1688) ۔ سکاٹش نژاد امریکی مصور ۔

11 ۔ ارسطو

1۔ تنگ پتلونیں (tights) ۔ لڑکیوں اور عورتوں کی پتلونیں ۔ یہ پتلون گھٹنے سے پاؤں تک خاصی تنگ ہوتی ہے اور جراب کی طرح اس میں پاؤں بھی چھپ جاتے ہیں ۔ یہ لفظ برطانوی انگریزی میں استعمال ہوتا ہے ۔ امریکی اسے pantyhose کہتے ہیں ۔

12 ۔ یونانیت

1۔ logos : عقل ۔ قدیم یونانی فلسفے میں اسے ترتیب عالم (world order) کا ماخذ تصور کیا جاتا تھا ۔ کائنات کا نظام بھی اسی کی مدد سے سمجھا جاسکتا تھا ۔

2۔ احدیت (monism) ۔ فلسفے میں تین نظریے چلتے ہیں ۔ ثنویت (dualism) میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ کائنات دو ناقابل تحویل (irreducible) اور خود مختار مادوں (substances) پر مشتمل ہے یا یہ دو بنیادی اصولوں (مثلاً نیکی اور بدی) پر مبنی ہے ۔ یوں یہ احدیت (monism) سے مختلف ہوجاتی ہے جس میں صرف ایک مادے یا اصول کو تسلیم کیا جاتا ہے ۔ کثرتیت (pluralism) میں مادے یا اصول کثیرالتعداد ہیں ۔ فرانسیسی مفکر دیکارت (اس کا ذکر کتاب میں آگے آئے گا) کے بعد جس نظریے نے سب سے زیادہ فروغ حاصل کیا ، اس کے مطابق عالم (world) کی تشکیل ذہنی مادے (ذہن یا شعور) اور مادی مادے (جسم یا مادہ) سے ہوئی ہے ۔

3۔ وویکانند (Vive Kananda) : (1863 تا 1902) : اصل نام نریندر ناتھ دت تھا ۔ وہ کلکتے کے ایک کھاتے پیتے گھرانے میں میں پیدا ہوا تھا ۔ اوائل عمری میں ہی اس کی ملاقات ہندو سریت پسند رام کرشن سے ہوگئی اور وہ اس کا چیلا بن گیا ۔ 1886 میں رام کرشن کے انتقال کے بعد وہ جوگی بن کر سارے برصغیر میں گھومتا پھرتا رہا ۔ 1893 میں وہ امریکا گیا اور شکاگو میں مذاہب کی عالمی کانفرنس میں ہندو نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوا ۔ چار سال بعد وہ واپس برصغیر آگیا اور ہندومت کے احیا کے لیے کام کرتا رہا ۔ اس کی تحریروں اور تقریروں کا انگریزی ترجمہ سات جلدوں میں (1922 تا 1931) شائع ہوا ۔

13 ۔ پوسٹ کارڈ

1۔ پشتی تھیلا: پشتی تھیلے کو انگریز rucksack اور امریکی backsack کہتے ہیں۔

2۔ سفری بستر (bed roll) : یہ تھیلا نما بستر ہوتا ہے ۔جب لوگ کھلی فضا میں سوتے ہیں ، وہ اس کے اندر گھس جاتے ہیں اور یوں ہوا اس کے اندر نہیں آسکتی۔

3۔ گراؤس : (Grouse) : شمالی کرہ ارض کا پرندہ ۔جسامت میں چھوٹا لیکن خاصا موٹا ہوتا ہے۔ اسے خاص طور پر شکار کے لیے پالا جاتا ہے۔

4۔ "آئینے..." "Mirror, mirror on the wall, who is the fairest of them all?"

یہ مغرب کی ایک مشہور "پری کہانی (fairy tale) کی لائن ہے ۔ کہانی کا نام "سنووائٹ اور سات بونے" ("Snowwhite and Seven Dwarfs") ہے ۔سنووائٹ بے حد خوبصورت لڑکی ہے لیکن اس کی سوتیلی ماں اپنے آپ کو حسن کی دیوی سمجھتی ہے اور وہی طلسمی آئینے سے ہر روز یہ سوال پوچھتی ہے ۔جب ایک روز اسے جواب ملتا ہے کہ حسین ترین وہ نہیں بلکہ اس کی سوتیلی بیٹی سنووائٹ ہے تو وہ اس کی جان کی دشمن بن جاتی ہے اور سنووائٹ کو بھاگ کر سات بونوں کے پاس پناہ لینا پڑتی ہے ۔ یہ کہانی جرمنی کے گرم (Grimm) برادران نے لکھی تھی۔

5۔ وسط گرما (Midsummer): 24 جون کو وسط گرما یا یوم وسط گرما کہا جاتا ہے۔

14 ۔ دو ثقافتیں

1۔ لیپ لینڈ (Lappland) : شمالی یورپ کا وہ علاقہ جو بحر منجمد شمالی کے ساتھ ساتھ واقع ہے ۔ یہ ناروے ، سویڈن ، فن لینڈ اور روس کے شمالی علاقوں پر محیط ہے ۔یہاں کے باشندے زیادہ تر خانہ بدوش ہیں اور فنی اُہنگروی خاندان کی زبانیں بولتے ہیں۔

2۔ باسک (Basque) : ہسپانیہ اور فرانس کی سرحدی پہاڑیوں کے اندر جو لوگ آباد ہیں ، وہ اور ان کی زبان باسک کہلاتے ہیں ۔ آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ لوگ کہاں سے آئے ہیں اور نہ ان کی زبان کا تعلق کسی اور زبان کے ساتھ قائم کیا جاسکا ہے ۔ یہ لوگ اپنی آزادی کے لیے اکثر چھوٹی موٹی تحریکیں چلاتے اور بغاوتیں کرتے رہتے ہیں۔

3۔ idea : یونانی زبان میں اس لفظ کے معنی نمونہ ، مثال ، ہیئت یا تصور ہیں اور یہ ایک اور یونانی لفظ idein (دیکھنا) سے مشتق ہے ۔انگریزی میں یہ لفظ لاطینی کی وساطت سے آیا تھا۔

4۔ see : یہ لفظ انگریزی اور سکینڈے نیویا کی زبانوں کا مشترک لفظ ہے ۔ قدیم نورس زبان میں اس کی شکل sja تھی ۔ وائی کنگ اسے اپنے ساتھ انگلستان لانے اور قدیم انگریزی میں یہ seon بنا ۔ جب گوتھ سکینڈے نیویا سے مشرقی جرمنی پہنچے تو وہاں اس کی شکل saihwan ہو گئی۔ ان سبھی زبانوں میں اس لفظ کے معنی "دیکھنا" کے علاوہ "سمجھنا" بھی ہیں۔

5۔ wise : انگریزی زبان کے اس لفظ کا رشتہ قدیم نورس زبان کے لفظ Viss ، گوتھک زبان کے weis اور جرمن زبان کے weise سے بھی بنتا ہے۔

6۔ تیوتون (Teutons) : جٹ لینڈ (Jutland) (بحیرہ شمالی سے بحیرہ بالٹک تک کا علاقہ ۔ شمال میں ڈنمارک سے شروع ہوتا ہے اور جنوب میں مغربی جرمنی پر ختم ہوتا ہے ۔) کے باشندے نسلی اعتبار سے غالباً کیلٹک (Celtic) یا جرمن تھے ۔ دوسری صدی کے اواخر میں یہ جنوب کی طرف منتقل ہو گئے ۔ ویسے یہ لفظ ان تمام اقوام کے لیے استعمال ہوتا ہے جو جرمن زبان بولتی ہیں۔

7۔ تحریر ہوئیں : مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن مجید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا ، کسی انسان نے تحریر نہیں کیا تھا جیسا کہ متن میں تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

8۔ اللہ : غالباً یہ لفظ ' الوہیم ' ہے ۔ پرانے عہد نامے میں خدا کو بار بار الوہیم (Elohim) کہا گیا ہے ۔ الوہیم ایک اور عبرانی لفظ Eloah کی جمع ہے ۔ یہودی اور عیسائی علما کا دعویٰ ہے کہ اسم جمع استعمال کرنے سے Eloah کی یکتائی (uniqueness) کا اظہار ہوتا ہے۔

9۔ نیا عہد نامہ : بائبل دو حصوں ـــــ پرانا عہد نامہ اور نیا عہد نامہ ـــــ پر مشتمل ہے ۔ پرانے عہد نامے میں توریت اور یہودیوں کے بعض دیگر صحائف شامل ہیں اور یوں یہ یہودیوں اور عیسائیوں کی مشترک مذہبی کتاب ہے ۔ نیا عہد نامہ مختلف اشخاص نے تحریر کیا تھا ۔ ان میں متی (Mathew) اور یوحنا (John) تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے ۔ مرقس (Mark) حضرت عیسیٰ کے ایک اور حواری پطرس (Peter) کا دوست تھا اور غالباً اس نے جو کچھ پطرس سے سنا ، وہی لکھ دیا ۔ لوقس (Luke) کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ یونانی طبیب تھا اور سینٹ پال کا معتقد ۔ اس نے عیسائیت کی ابتدائی تاریخ قلم بند کی تھی ۔ پال حضرت عیسیٰ کے بعد عیسائی ہوا اور اس کے متعدد خطوط نئے عہد نامے میں شامل ہیں ۔ عیسائیت کی اصل شکل اسی شخص نے وضع کی تھی ۔ لوقس کے علاوہ سبھی اشخاص غیر یونانی تھے ۔ پھر انہوں نے نیا عہد نامہ کے مختلف ابواب یونانی میں کیوں تحریر کئے ؟ اس کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس زمانے میں مشرق وسطیٰ میں یونانی زبان اسی طرح حاوی تھی جس طرح مغلوں کے زمانے میں برصغیر میں فارسی یا انگریزوں کے زمانے سے آج تک انگریزی ہے ۔ بہر حال یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر نیا عہد نامہ عبرانی یا آرامی میں تحریر ہوتا ، پھر عیسائیت کی شکل شاید مختلف ہوتی۔

10۔ اتم آتما سمواد : self-communion کا یہ ترجمہ میری درخواست پر انتظار حسین دلی سے لائے

تھے - اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی بتایا کہ وہاں اسے "چدا کاش" بھی کہتے ہیں - مجھے اس کا اردو میں ڈھنگ کا کوئی ترجمہ نہیں ملا - اردو سائنس بورڈ کی "فرہنگ اصطلاحات" (جلد سوم) میں اسے "خود محاسبی" یا "محاسبہ نفس" کہا گیا ہے - بعض دوستوں کے خیال میں "شعور ذات" زیادہ موزوں ہے - عام انگلش ڈکشنریوں میں یہ لفظ موجود ہی نہیں - کولنز (Collins) نے درج ضرور کیا ہے لیکن معنی نہیں بتائے - البتہ اس نے لفظ communion کی جو تشریح کی ہے ' اس کے مطابق یہ "وہ روحانی یگانگت یا اتحاد (union) ہے جو عیسائیوں کے بقول ہر عیسائی اور یسوع ' اس کے مسلک (Church) یا اپنے دیگر عیسائی ساتھیوں کے مابین پایا جاتا ہے" - اس کا ایک اور مطلب "خیالات و جذبات کا تبادلہ" اور تیسرا "شراکت" ہوتا ہے - یوں self-communion کا مطلب "ادراک ذات" یا "روح شناسی" بھی ہوسکتا ہے - حمید نسیم نے اپنی تفسیر "تعارف الفرقان" میں اسے "اپنے آپ سے باتیں کرنا" لکھا ہے -

11 - ساؤل : قرآن مجید کی سورہ "البقرہ" کی آیات نمبر 247 تا 249 میں جس طالوت بادشاہ کا ذکر آیا ہے ' احمد علی نے اسے اپنے انگریزی ترجمے میں Saul لکھا ہے - بائبل کے اردو ترجمے میں اسے ساؤل لکھا گیا ہے -

12 - میثاق : خدا کے حضرت موسیٰ کے ساتھ اس میثاق کی وجہ سے بائبل کے پہلے حصے کو "پرانا عہد نامہ" کہا جاتا ہے - دوسرے حصے کو "نیا عہد نامہ" اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ خدا نے حضرت عیسیٰ کے ساتھ نیا میثاق کیا تھا -

13 - یسعیاہ (Isaiah) : آٹھویں صدی قبل از مسیح کا پیغمبر - اس کی پیشینگوئیوں پر مشتمل پرانے عہد نامے میں خاصا طویل باب ہے - پہلے خیال تھا کہ یہ سارے کا سارا یسعیاہ کا تحریر کردہ ہے لیکن اب اسے تین اشخاص کی تصنیف بتایا جاتا ہے -

14 - خدا کا بیٹا : قرآن مجید (سورہ "توبہ" ' آیت نمبر 30) کے مطابق یہودی عزیر (Ezra) کو "خدا کا بیٹا" کہتے تھے - یہ شخص پانچویں صدی قبل از مسیح میں یہودیوں کا مذہبی رہنما تھا - پرانا عہد نامہ (باب "عزرا") کے مطابق اسے فارس کے بادشاہ خورس (Artaxerxes) نے یہودیوں کی فقہ اور عبادات و رسوم کی تدوین نو کے لیے بابل سے "یروشلم" بھیجا تھا -

15 - "خدا کا بیٹا" : یہ دعویٰ نیا عہد نامہ کا ہے کہ حضرت عیسیٰ "خدا کا بیٹا" کے الفاظ استعمال کرتے تھے - اگر وہ کرتے ہوں گے تو لغوی نہیں بلکہ اصطلاحی معنوں میں کرتے ہوں گے - قرآن مجید تو اس کی واضح تردید کرتا ہے - پہلی تین چار صدیوں کے دوران میں بے شمار عیسائی موحد تھے اور تثلیث کے منکر - یہ تو صرف 325 ء میں عیسائی اساقفہ کے ایک اجلاس میں تثلیث کو عیسائیت کا بنیادی ستون قرار دیا گیا -

16 - ہم نام : یہ بھی بائبل ہی کا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنے آپ کو "خدا کا ہم نام" کہتے تھے اور لوگوں کے گناہ بخش دیتے تھے -

17۔ "خدا کی بادشاہی" : بائبل کے اردو ترجمے میں اسے "آسمان کی بادشاہی" لکھا گیا ہے۔ مصری مصنف عباس محمود العقاد نے اپنی کتاب "حیات مسیح" میں اس "آسمانی بادشاہت" کو "حیات اخروی" قرار دیا ہے۔

18۔ حضرت عیسیٰ کے زمانے میں یہودی مختلف فرقوں میں منقسم تھے۔ ان میں اہم ترین صدوقی، فریسی، آسی، غالی اور سامری تھے۔ فریسی فرقے کے لوگ اپنے آپ کو منتخب یا ممتاز سمجھتے تھے۔ ان کا اپنی برتری اور افضلیت کا احساس پندار و نخوت کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ ان کے مخالف اور حریف یہ لفظ ان کے لیے تحقیر کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ (آج بھی یورپی زبانوں میں یہ لفظ ان اشخاص کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ریاکار ہوں اور صرف اپنے آپ کو پارسا اور حقی سمجھتے ہوں۔) ۔ ویسے یہ لوگ اتنے برے نہیں تھے جتنا انہیں بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ تفصیل عباس محمود العقاد کی کتاب "حیات مسیح" کے اردو ترجمے (صفحات 48 تا 51) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

19۔ پہاڑ : متی کی انجیل (نیا عہد نامہ) کے مطابق یہ پہاڑ فلسطین (موجودہ اسرائیل کا شمالی علاقہ) کے علاقے الجلیل میں، جسے انگریزی Galilee کے تتبع میں گلیل لکھا گیا ہے، واقع تھا۔ حضرت عیسیٰ اکثر اس پہاڑ پر چڑھ جاتے اور لوگوں کی کثیر تعداد کے سامنے وعظ کہتے۔ ان وعظوں کی تفصیل متی کی انجیل میں باب پانچ سے سات تک دی گئی ہے۔

20۔ انجام صلیب پر : یہاں عیسائیوں اور مسلمانوں کے عقیدے میں بنیادی اختلاف ہے۔ عیسائیوں کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا تھا اور پھر انہیں دفنا دیا گیا تھا۔ اگلے روز قبر کھولی گئی مگر نعش عنقا تھی۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا۔ مصلوب وہ شخص (یہودہ) ہوا تھا جس نے ان کے ساتھ غداری کی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی شکل حضرت عیسیٰ جیسی ہو گئی تھی۔

21۔ ایسٹر (Easter) : ایسٹر کا تہوار عیسائیوں کے لیے مسرت و بہجت کا تہوار ہے کیونکہ اس روز ان کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ دوبارہ جی اٹھے تھے۔ اس تہوار کو منانے کا فیصلہ بھی 325ء میں عیسائی اساقفہ کے اجلاس منعقدہ نقایہ (موجودہ ترکی کا قصبہ) میں ہوا تھا۔ دراصل جرمنی میں بہار کی دیوی Eostre کا تہوار بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا تھا جو بعد میں دوسرے ملکوں میں بھی پھیل گیا۔ جب یورپ عیسائی ہوا، اسی تہوار کو مذہبی رنگ دے کر ایسٹر بنا دیا گیا۔

22۔ Christ : اصل یونانی لفظ Khristos ہے۔ یہی انگریزی میں Christ بنا۔ عبرانی لفظ، جس کا یہ ترجمہ ہے، mashiah ہے۔ یہ عربی میں "مسیح"، فرانسیسی میں Messie اور انگریزی میں Messiah بنا۔

23۔ پال (Paul) : جس شخص نے صحیح معنوں میں عیسائیت کے خدوخال سنوارے اور اس کی بھرپور طریقے سے تبلیغ کی، وہ پال تھا۔ پال ایشیائے کوچک کے ایک قصبے میں پیدا ہوا۔ اس کا

خاندان فریسی یہودی تھا ۔ اس کی پیدائش کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی ۔ اس کا اصل نام ساؤل (Saul) تھا اور شروع میں وہ عیسائیوں کو بہت تنگ کرتا تھا ۔ پھر ایک روز اسے خواب میں حضرت عیسیٰ نظر آئے اور وہ عیسائی بن گیا ۔ اس کی زندگی کی داستان "رسولوں کے اعمال" میں قلم بند کی گئی ہے ۔ اس کے متعدد خطوط بھی "نیا عہد نامہ" میں شامل ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ آخر عمر میں وہ روم پہنچ گیا تھا اور وہاں اسے "شہید" کر دیا گیا لیکن بائبل میں اس کا کوئی ذکر نہیں ۔ اس نے اپنا رومی نام پولوس (Paulus) عیسائی بننے کے بعد اختیار کیا ۔ پال اسی کی انگریزی شکل ہے ۔ فروری 1997 میں انگریزی ناول نگار اور سوانح نویس اے این ولسن کی کتاب شائع ہوئی تھی ۔ اس کا نام "Paul,The Mind of the Apostle" ہے ۔ اس میں مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ عیسائیت پال نے "ایجاد" (invent) کی تھی ، ورنہ خود حضرت عیسیٰ عیسائی نہیں تھے ، یہودی تھے اور ان کا نیا مذہب رائج کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا ۔ ولسن نے مزید دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے خاندان والے نہ تو انہیں الوی (divine) ہستی تصور کرتے تھے اور نہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ کسی کنواری ماں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے ۔ اس کتاب نے برطانیہ کے مذہبی حلقوں میں ہنگامہ کھڑا کر دیا ہے ۔

24۔ ایفی سس (Ephesus) : قدیم زمانے کا خاصا بڑا یونانی شہر ۔ آج کل مغربی ترکی میں ہے ۔ یہاں کی مشہور ترین عمارت یونانی دیوی آرتیمس (Artemis) کا ، جسے رومی ڈیانا کہتے ہیں ، خوبصورت معبد تھا اور دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتا تھا ۔ اس کی تعمیر میں سو سال صرف ہوئے لیکن گوتھوں نے 262ء میں اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ۔ نیا عہد نامہ میں شامل پال کا ایک خط اس شہر کے باشندوں کے نام بھی ہے ۔

25۔ کورنتھ (Corinth) : یونان کی قدیم بندرگاہ ۔ بہت خوشحال شہر تھا ۔ پال نے اس کے شہریوں کے نام بھی خطوط لکھے تھے ۔

15 ۔ قرون وسطیٰ

1۔ قسطنطین (Flavius Valerius Aurelius Constantinus) ۔ (تقریباً 274 تا 337ء) ۔

اسے قسطنطین عظیم بھی کہا جاتا ہے ۔ اس کے عہد حکومت کے شروع ہونے سے پہلے رومی سلطنت دو حصوں ــــ مشرقی اور مغربی ــــ میں منقسم ہو چکی تھی ۔ پھر حالت یہ ہوئی کہ دونوں سلطنتوں میں تین تین امپراطور بیک وقت حکومت کرنے لگے ۔ قسطنطین بڑا قابل جرنیل تھا اور متعدد عسکری فتوحات حاصل کر چکا تھا ۔ اس نے 308ء میں پہلے تو اپنے امپراطور باپ کو روم سے نکالا اور خود تخت پر قبضہ کر لیا ۔ پھر اس نے ایک ایک کرکے باقی امپراطوروں کو یا تو میدان

جنگ میں شکست دی یا پھر انہیں تخت سے دست بردار ہونے پر مجبور کردیا اور یوں اس نے 323ء میں رومی سلطنت کو ایک بار پھر متحد کردیا ۔ اس نے بازنطین (موجودہ استنبول) کو اپنا دارالحکومت قرار دیا اور اس کا نام قسطنطنیہ رکھا ۔ اس کے عہدحکومت میں عیسائیوں کی ایذارسانی کا سلسلہ ختم ہوگیا ۔ وہ خود بھی عیسائی ہوگیا ۔ پھر اسی کے عہدحکومت میں 323 میں پادریوں کا مشہور اجتماع نقایہ میں ہوا جس میں موحدوں کو شکست ہوئی اور تثلیث کو عیسائیت کا بنیادی ستون قرار دیا گیا ۔خود امپراطور اور اس کے عمال حکومت نے بھی تثلیث کے حامیوں کی حمایت کی۔

2۔ بینی دکتی جماعت : عیسائیت کے ابتدائی سالوں میں ہی متعدد لوگوں نے رہبانیت کی زندگی اختیار کرلی تھی ، تاہم رہبانیت کا منظم آغاز تقریباً 318ء میں ہوا جب ایک مصری راہب پاشومینس نے دریائے نیل کے کنارے پہلی خانقاہ قائم کی ۔ اطالیہ میں پہلی خانقاہ سینٹ بینی دکت نے قائم کی ۔بعدمیں اس نے ان کی تعداد بارہ تک پہنچا دی ۔ ہر خانقاہ میں بارہ راہب رہتے تھے ۔ ہر خانقاہ کا منظم منتخب صدر راہب ہوتا تھا ۔ باقی اس کی اطاعت کرتے تھے ،سب ایک جگہ رہتے تھے اور مقررہ اوقات پر عبادت کرتے تھے ۔ فارغ اوقات میں یہ لوگ مطالعہ کرتے ، کتابیں لکھتے اور دوسروں کو تعلیم دیتے تھے ۔بعدمیں ان خانقاہوں کا سلسلہ پھیل گیا ۔جو خانقاہیں اور راہب سینٹ بینی دکت کی پیروی کرتے ہیں ،انہیں بینی دکت جماعت (یا آرڈر) میں شامل سمجھا جاتا ہے ۔

3۔ سینٹ اولیف (Saint Olaf II Haraldsson) ۔ (1030-995)۔ ناروے کا بادشاہ اور مربی سینٹ ۔ 1015ء میں تخت نشین ہوا ۔ ناروے میں عیسائیت کو فروغ سب سے زیادہ اسی کی کوششوں سے ہوا ۔ 1028ء میں اسے مخالفوں نے بھاگنے پر مجبور کردیا اور وہ 1030ء میں ایک لڑائی میں مارا گیا۔ 1031ء میں اسے سینٹ قرار دیا گیا۔

4۔ شارلیمان (Charlemagne or Charles or Karl the Great) : (تقریباً 742 تا 814) : جرمنی کے شہر آخن (Aachen) میں پیدا ہوا ۔ اپنے باپ کے انتقال پر 768 میں فرنگی (Frank) سلطنت کا ، جو اس زمانے میں موجودہ جرمنی اور فرانس پر مشتمل تھی ، بادشاہ بنا ۔ اپنی فتوحات کے ذریعے اس نے اٹلی ، بویریا ، شمال مغربی جرمنی ، آسٹریا اور شمالی ہسپانیہ کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا اور یوں رومی سلطنت کے زوال کے بعد وہ یورپ کا عظیم ترین حکمران بن گیا ۔ وہ خلیفہ ہارون الرشید کا ہم عصر تھا اور دونوں میں سفارتی وفود کا تبادلہ بھی ہوا تھا ۔ اس کے انتقال کے بعد اس کی سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا۔

5۔ رومیو اور جولیٹ: ولیم شیکسپیئر کے عشقیہ ڈرامے کے اطالوی ہیرو اور ہیروئین ۔

6۔ جون آف آرک : (Jeanne D'Arc) (1412 تا 1431) : فرانس کی نوخیز ہیروئین ۔ اس نے سترہ سال کی عمر میں بارہ ہزار افراد کی سپاہ کے ساتھ انگریزوں کو ، جو اس زمانے میں فرانس کے خاصے بڑے حصے پر قابض تھے ،ناکوں چنے چبوا دیے اور انہیں ذلت آمیز شکست دی ۔ لیکن

اگلے ہی سال اس کے بعض ہم وطنوں نے غداری کی اور اسے پکڑ کر انگریزوں کے پاس بیچ دیا۔ انگریزوں نے اسے جادوگرنی قرار دے دیا اور اسے کھمبے کے ساتھ باندھ کر زندہ جلا ڈالا۔ رومن کیتھولک کلیسا نے اسے 1920 میں سینٹ کا درجہ دے دیا۔

7۔ آئی ون ہو (Ivanhoe) : برطانوی ناول نگار سر والٹر سکاٹ کے اسی نام کے ناول کا داستانی ہیرو۔

8۔ پائیڈ پائپر (Pied Piper of Hamelin) : جرمن لوک کہانیوں کا داستانی موسیقار ہیرو۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے بانسری نما آلہ موسیقی (پائپ) کی دھن پر ہیملن قصبے کے چوہوں کو اپنے پیچھے لگا لیا اور اہل قصبہ کو ان سے نجات دلا دی۔ لیکن جب معاوضے کی ادائیگی کا معاملہ آیا، قصبے والوں نے دمڑی دینے سے بھی انکار کر دیا۔ اس پر موسیقار کو جوطیش آیا اس پر وہ اپنے پائپ پر دھن بجاتا قصبے کے تمام بچوں کو ورغلا کر لے گیا۔ آج کل انگریزی میں یہ ترکیب اس شخص کے لیے استعمال ہوتی ہے جو لوگوں کو جھانسا دے کر یا ورغلا کر اپنے پیچھے لگا لیتا ہے۔

9۔ تین عقل مند آدمی : متی کی انجیل (باب دوم، آیات ایک تا بارہ) کے مطابق یہ تینوں اشخاص مجوسی تھے اور یسوع کی پیدائش پر مبارک باد دینے آئے تھے۔

10۔ کھرلی (manger): کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام نے کھرلی میں جنم لیا تھا۔

11۔ مانویت : فارسی "پیغمبر" مانی (216؛ تا 276؛) کا ایجاد کردہ مذہب۔ یہ مختلف مذاہب مثلاً مجوسیت، بدھ مت، عیسائیت، غناسطیت (Gnosticism) (اوائل عیسائی عہد کی مذہبی تحریک جس میں عیسائی عقاید کے علاوہ مشرکانہ عقاید وافکار اور جادو ٹونے کی روایات بھی شامل تھیں۔ پادریوں نے اسے بدعتی مذاہب قرار دے دیا تھا۔) وغیرہ سے اخذ کردہ عقاید کا معلغوبہ تھا۔ تاہم یہ مذہب سارے ایشیا اور رومی سلطنت میں پھیل گیا تھا اور چینی ترکستان میں تو تیرھویں صدی تک اس کے ماننے والے موجود تھے۔ خود مانی کو مجوسیوں نے ہلاک کر دیا تھا۔ اس مذہب کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ مادہ سراسر شر ہے لیکن ہر فرد کے اندر روح مقید ہے جو الوہی نور کی چنگاری ہے۔ انسان لذت پرستی ترک کر کے اور مختلف عبادتیں کر کے نور کا شعور دوبارہ حاصل کر سکتا ہے اور موت پر مادی بندھنوں سے آزاد ہو سکتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں زور اسی پرانے عقیدے پر ہے کہ دنیا میں نور وظلمت اور خیر و شر کی طاقتیں ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتی ہیں۔

12۔ عظیم کلیسا : یہ کلیسا کس طرح تعمیر کئے جاتے تھے، اس کی دلچسپ تفصیل برطانوی ناول نگار کین فولیٹ (Ken Follett) نے اپنے ناول "Pillars of the Earth" میں بیان کی ہے۔

13۔ مکاشفہ (revelation) : خدا اپنی قدرت اور مقصد کا اظہار جس طرح کرتا ہے، عیسائی دینیات میں اسے مکاشفہ کہا جاتا ہے۔ خدا یہ کام براہ راست نہیں کرتا بلکہ بعض بندوں کو اپنا وسیلہ بنا کر کرتا ہے۔ چنانچہ ہر وہ چیز بھی (مثلاً انجیل) جس میں خدا کی ذات اور مقصد کا انکشاف ہو، مکاشفہ کہلاتی ہے۔

14۔ جون سٹائین بیک (John Steinbeck) : (1902 تا 1968) ۔ نوبیل انعام یافتہ (1962) امریکی ناول نگار ۔ اپنے ناول 'Of Mice and Men' میں اس نے اپنے سیاسی اور سماجی فلسفے کا بیان کیا ہے ۔ اس کے خیال کے مطابق امریکیوں نے اپنے ملک کو جس طرح بنانے اور سنوارنے کا خواب دیکھا تھا ' اس میں وہ ناکام رہے ہیں کیونکہ نہ تو انسانوں کے مابین مساوات قائم کی جاسکی ہے اور نہ سب لوگوں کو پرمسرت زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کئے جاسکے ہیں ۔ اس کے دو دوسرے مشہور ترین ناول 'The Grapes of Wrath' اور 'East of Eden' ہیں۔

16 ۔ نشاۃ ثانیہ

1۔ ڈرگ سٹور (drugstore) : یہ لفظ زیادہ تر امریکی انگریزی میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد وہ دکان ہوتی ہے جہاں ڈاکٹری نسخے کے مطابق ادویات تیار کی جاتی اور بیچی جاتی ہیں ۔ لیکن دکان محض ادویات فروخت نہیں کرتی ' یہاں بناؤ سنگھار کا سامان ' گھریلو اشیا ' مشروبات ' کیک ' بسکٹ اور ان سے ملتی جلتی کھانے پینے کی اشیا بھی دستیاب ہوتی ہیں ۔ چاہیں تو آپ وہاں بیٹھ کر چائے یا کافی بھی پی سکتے ہیں ۔ امریکی مترجم نے یہی لفظ استعمال کیا ہے ۔ پتا نہیں مصنف نے اپنی زبان میں کیا لفظ استعمال کیا تھا۔

2۔ سوفی نے درحقیقت جو آنتا کی ماں کے لیے' جس کا نام (باربی) ہے ' overgrown Barbie doll کے الفاظ استعمال کئے ہیں ۔ باربی گڑیاں (Barbie dolls) دراصل ایک امریکی فرم کی پلاسٹک کی تیار کردہ گڑیائیں ہیں جو بچوں میں بے حد مقبول ہیں ۔ امریکی سلینگ (slang) میں Barbie doll کی ترکیب اس نوجوان عورت کے لیے استعمال ہوتی ہے جو عمر میں تو بڑھ چکی ہو لیکن اس کی عادتیں اور سوچ بچار بچگانہ ہوں ۔ اس قسم کی عورت عموماً خالی الذہن اور منفعل (passive) ہوتی ہے اور معاشرے کے بنائے ہوئے قواعد کی خلاف ورزی کا سوچ بھی نہیں سکتی۔

3۔ دوربین : بعض دیگر یورپی اہل علم کی طرح اس مصنف نے بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ قطب نما اور دوربین یورپی ایجادات ہیں حالانکہ مسلمان انہیں بہت پہلے سے استعمال کر رہے تھے ۔ یورپیوں نے البتہ انہیں پہلے سے بہتر ضرور بنا دیا۔

4۔ مارسیلیو فیچینو (Marsilio Ficino) : (1433 تا 1499) : فلورنس (اطالیہ) کا افلاطون پسند مذہبی مفکر ۔ وہ افلاطون کے نظریات کو عیسائیت کی اساس اور توثیق گردانتا تھا ۔ چیمبرز کی بائیوگرافیکل ڈکشنری کے ایڈیٹروں کے مطابق اس کا مذہبی فلسفہ بے جوڑ خیالات و نظریات کا عجیب و غریب ملغوبہ تھا۔

5۔ پیکو دیلا میران دولا (Pico della Merandolla) : (1463 تا 1494) : کاؤنٹ آف میران دولا کا بیٹا ۔ اس نے اطالوی اور فرانسیسی یونیورسٹیوں میں تعلیم پائی ۔ اس نے 1486 میں بعض مذہبی عقاید کے سلسلے میں کھلے عام مناظرے کی دعوت دی لیکن اس نے مناظرے کے جن نو سو موضوعات کو چنا تھا ، پوپ کی نظروں میں ان میں سے بعض بدعت کی ترغیب دیتے تھے اور یوں بدعت کے الزام میں اسے طرح طرح کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں ۔ اس کی جان تب چھوٹی جب 1493 میں نئے پوپ نے اسے بدعت کے الزام سے بری کردیا ۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی تصنیفات تبحر علمی اور سریت کا پریشان کن ملغوبہ ہیں ۔ وہ مذہبیات کا ماہر اور انسان دوست ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھا ۔ اس کے نوحے اور سانیٹ خاصے مشہور ہیں ۔

6۔ پطرس رسول یا سینٹ پیٹر : نیا عہد نامہ (رسولوں کے اعمال : باب اول) کے مطابق پطرس حضرت عیسیٰ کے بارہ رسولوں (یا حواریوں) میں شامل تھے ۔ (دوسرے گیارہ یوحنا ، یعقوب ، اندریاس ، فلپس ، توما برتمائی ، متی ، یعقوب ابن حلفئی ، شمعون زیلوتیس ، یہوداہ ابن یعقوب اور متیاہ تھے ۔ ان میں سے یہوداہ نے حضرت عیسیٰ سے غداری کی تھی ۔) وہ بحرالجلیل کے مچھیرے تھے ۔ وہ اگرچہ باقی گیارہ حواریوں کے لیڈر اور ترجمان تھے ، ان کا ایمان کئی مرتبہ ڈانواں ڈول ہوا اور تین مرتبہ تو وہ حضرت عیسیٰ کی بعثت سے ہی منکر ہوگئے ۔ وہ حضرت عیسیٰ کے بعد پندرہ سال تک عیسائی مسلک پر چھائے رہے ۔ کہا جاتا ہے کہ انہیں روم میں شہید کردیا گیا تھا ۔ وہ روم کے پہلے بشپ بھی مانے جاتے ہیں ۔

7۔ سینٹ پیٹر چرچ : آجکل یہ گرجا ویٹیکن میں شامل ہے ۔ اس کا عمومی ڈیزائن ماہر فن تعمیرات دوناتو براماتے (1444 تا 1514) نے بنایا تھا اور اس کے عظیم الجثہ گنبد کے ڈیزائن اور تعمیر کا سہرا مائیکل اینجلو کے سر بندھتا ہے ۔ ان دونوں کی وفات کے بعد تعمیر کی نگرانی ماہر فن تعمیرات جی وگنولا (Vignola) (1507 تا 1573) نے کی ۔ سامنے کا حصہ ایک اور ماہر فن تعمیرات کارلو مادرنا (Maderna) (1556 تا 1629) کی نگرانی میں تعمیر ہوا ۔ سارے کام کی تکمیل ماہر فن تعمیرات اور مجسمہ ساز جی ۔ ایل ۔ برنینی (Bernini) (1598 تا 1680) نے کرائی ۔ اس کی تعمیر کا کچھ حال لبنانی ناول نگار امین معلوف نے اپنے تاریخی ہیرو حسن بن محمد کی زبانی اپنے ناول Leo the African میں بیان کیا ہے ۔

8۔ برونو (Giordano Bruno) : (1548 تا 1600) : نیپلز کے قریب نولا (Nola) میں پیدا ہوا ۔ راہبوں کی ڈامنکانی (Dominican) جماعت سے تعلیم و تربیت حاصل کی لیکن ان کے عقاید پر شکوک کا اظہار کرنے لگا اور جان بچانے کی خاطر جنیوا بھاگ گیا ۔ یہاں کے کلوینیوں (Calvi-nists) کو بھی اس کی تشکیک پسندی ایک آنکھ نہ بھائی اور وہ پیرس فرار ہوگیا ۔ یہاں وہ کچھ عرصہ لیکچر دیتا رہا لیکن ارسطو کے قدامت پسند معتقدین کی نگاہوں میں معتوب ٹھہرا اور اسے لندن میں پناہ ڈھونڈنا پڑی ۔ یہاں بھی وہ لیکچر دیتا اور انگریز مفکرین سے ملتا رہا ۔ 1585 میں پیرس لوٹ آیا

اور فرینکفورٹ ، پراگ اور یورپ کے کئی دیگر شہروں میں قیام کرتا 1592 میں وینس لوٹ آیا۔ یہاں پہنچتے ہی اسے کلیسا کے عہدیداروں نے گرفتار کرلیا اور جب اس نے اپنے خیالات سے دست بردار ہونے سے انکار کردیا اسے 1600 میں روم میں کھمبے کے ساتھ باندھ کر زندہ جلا دیا گیا۔ کوپرنیکس کی فلکیات ، نو افلاطونیت ، رواقیت اور اپنی قوریت کے عناصر پر مشتمل اس کا فلسفہ کثرت پسندانہ ، شاعرانہ اور بعید از عقل سمجھا جاتا ہے۔ کلیسائی حکام نے اس پر غیر اخلاقی حرکتوں ، توہین مذہب اور بدعت کے الزام لگائے تھے۔

9۔ لوتھر : (Martin Luther) : مارٹن لوتھر (1438 تا 1546) (جرمن زبان میں اس کے نام کا تلفظ لوتر ہے) ایک جرمن راہب تھا۔ وہ 1510 اور 1511 میں روم میں مقیم رہا۔ وہاں پوپ اور رومن کیتھولک مسلک کے دوسرے رہنما جن بدعنوانیوں اور افعال شنیعہ کے مرتکب ہو رہے تھے ، انہیں دیکھ کر اسے سخت صدمہ پہنچا۔ وہ واپس جرمنی پہنچا ، اس نے یہ سب باتیں ایک کاغذ پر تحریر کیں اور یہ کاغذ ایک گرجے کے باہر لٹکا دیا۔ اس پر پوپ سخت ناراض ہوا اور اس نے لوتھر کو رومن کیتھولک مسلک سے خارج کردیا۔ یوں یورپ میں تحریک اصلاح مذہب چل نکلی۔ چونکہ لوتھر اور اس کے ہم نوا برائیوں کے خلاف احتجاج (پروٹسٹ) کرتے تھے ، اس لیے انہیں پروٹسٹنٹ کہا جانے لگا۔ رفتہ رفتہ یہ تحریک دوسرے ممالک میں بھی پھیل گئی اور لوگوں میں مذہبی فساد ہونے لگے۔ حکومتیں بھی ان کی زد میں آنے لگیں اور مختلف ممالک کے مابین جنگیں بھی ہوئیں۔ شمالی آئرلینڈ میں رومن کیتھولکوں اور پروٹسٹنٹوں میں آج بھی فساد ہو رہا ہے۔

10۔ ایراسمس (Desiderius E rasmus) (تقریباً 1466 تا 1536)۔ ولندیزی عالم اور انسان دوست۔ اس نے پرانے یونانی اور رومی علوم کو دوبارہ رواج دینے کے سلسلے میں بہت کام کیا۔ مذہب میں وہ بائبل اور دوسری مقدس کتب کے مطالعے پر زور دیتا تھا اور کہتا تھا کہ عیسائیت سیدھا سادھا مذہب ہے ، پادریوں نے خواہ مخواہ اسے گورکھ دھندا بنا دیا ہے۔ اس نے اپنی کتابوں "In Praise of Folly" اور "The Handbook of a Christian Knight" میں قرون وسطیٰ کے پادریوں کی دنیاداری اور طمع کا بھانڈا پھوڑا تھا۔

11۔ " گناہ کی مزدوری موت ہے۔" یہ جملہ نیا عہد نامہ کا ہے۔ "رومیوں کے نام خط" : باب 6 ، جملہ نمبر 23۔

17 ۔ بیروق

1۔ فرانسس بیکن (1561 تا 1626) : انگریز فلسفی ، سیاست دان اور لارڈ چانسلر (ہاؤس آف لارڈز کا سپیکر ، مملکت کی سب سے بڑی مہر کا محافظ ، عدلیہ کا سربراہ اور کابینہ کا سینئر وزیر)۔ اس کی جن

تحریروں نے دوررس اثرات مرتب کئے ' ان میں اس کی دو کتابیں The Advancement of Learning (1605) اور Novum Organum (1620) شامل ہیں ۔ ان کتابوں میں اس نے سائنسی علم کا نیا نظریہ پیش کیا جو مشاہدے اور تجربے (experiment) پر مبنی ہوتا ہے ۔ اس نظریے کو بعد ازاں استقرائی (inductive) طریق کار کا نام دیا گیا ۔ وہ سائنس دان ہی نہیں ' ادیب بھی تھا ۔ اس کے انشائیے (Essays) آج بھی دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں پڑھائے جاتے ہیں ۔ جرمن ڈرامہ نگار اور کہانی نویس برتولت برخت نے اس کے متعلق طنزیہ کہانی لکھی ہے ۔

2۔ لوئی چہار دہم (Louis Xiv) (1638 تا 1715) : فرانس کے بوربون (Bourbon) خاندان کا عظیم ترین حکمران ۔ وہ پانچ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا اور اپنی وفات تک حکومت کرتا رہا ۔ اس نے اپنے حریفوں کے خلاف ہسپانیہ ' ہالینڈ اور جرمنی میں تین جنگیں لڑیں ۔ پہلی دو جنگوں میں ' جو 1672 تا 1678 اور 1688 تا 1697 کے درمیان لڑی گئیں ' اسے زبردست کامیابیاں حاصل ہوئیں اور اس کی دھاک سارے یورپ میں بیٹھ گئی ۔ وہ پہلے ہی مستبدترین حکمران تھا اور ان فتوحات نے اسے بالکل ہی "ہم چوما دیگرے نیست" بنا دیا ۔ تیسری جنگ (1701 تا 1713) میں اسے ذلت آمیز شکست ہوئی ۔ رسی جل گئی پر بل نہ گیا ' اس کا رویہ پہلے سے بھی زیادہ استبدادی ہوگیا ۔ وہ عورتوں کا بھی زبردست شکاری تھا ۔ 1685 میں اس نے اپنی پہلی بیوی کی وفات پر ' جو شاہ ہسپانیہ کی دختر تھی ' اپنی ایک داشتہ سے شادی کرلی ۔ تاہم اس میں ایک خوبی تھی ۔ وہ فرانسیسی ادیبوں ' مصوروں اور موسیقاروں کی دل کھول کر سرپرستی کرتا تھا ۔ کارنیل ' راسین ' مولیئر اور بوئیو جیسے شہرہ آفاق ادیب اسی کے دربار سے وابستہ تھے ۔

3۔ پہلا ایڈیشن : مغرب میں مشہور کتابوں کے پہلے ایڈیشن جمع کرنے کا بڑا خبط ہے ۔ اور یہ ایڈیشن بہت گراں ہوتے ہیں ۔

4۔ بیروق : بیروق (baroque) اصل میں فن تعمیر اور آرائشی آرٹ کا مرصع انداز تھا ۔ مغرب میں اس آرٹ کا موجد ایک اطالوی مصور Federigo Barocci (1528 تا 1612) تھا ۔ غالباً اسی کے نام کی رعایت سے اطالوی زبان میں اس آرٹ کا نام barroco پڑ گیا ۔ ہسپانوی زبان میں اس کی شکل barrueco بن گئی ۔ فرانسیسیوں نے اسے baroque میں تبدیل کردیا اور انگریزوں نے اسے یوں کا توں اختیار کرلیا ۔ سولھویں سے اٹھارویں صدی تک یہ تمام مرصع فن پاروں کے لیے استعمال ہوتا رہا ۔

5۔ تیس سالہ جنگ : اس جنگ کا آغاز بوہیمیا (موجودہ چیک لینڈ کا ایک صوبہ) کے پروٹسٹنٹوں کی پراگ (ملک کا دارالسلطنت) کے شاہی حکمرانوں کی تحریک اصلاح مذہب دشمن پالیسیوں کے خلاف بغاوت سے ہوا ۔ یہ بغاوت پھیلتی گئی اور اس نے رفتہ رفتہ یورپ کے بہت سے دوسرے ممالک کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ۔ یوں یہ جنگ مذہبی سے سیاسی نوعیت اختیار کرگئی ۔ اس کا خاتمہ 1648 میں ایک معاہدے کے ذریعے ہوا لیکن یہ جرمنی کا خاص طور پر بیڑا غرق کرگئی ۔

6۔ ورسائی (Versailles) : پیرس کے جنوب مغربی نواح میں فرانسیسی شہر ۔ پہلے یہ چھوٹا سا گاؤں ہوا کرتا تھا ۔ پھر لوئی چہار دہم (اوپر نوٹ نمبر 2) کی اس پر نظر کرم پڑی ۔ اس نے یہاں بیروق عہد کا مشہور زمانہ محل بنوایا جس کی تعمیر 1676 سے 1708 تک جاری رہی اور اس زمانے کے بعض عظیم ماہرین تعمیرات اور فنکاروں نے اس میں حصہ لیا ۔ اس کے ساتھ دو چھوٹے محل بھی تعمیر ہوئے جن میں ایک انقلاب فرانس (1789) کے وقت کی ملکہ کا پسندیدہ تھا ۔ یہ وہی ملکہ ہے جس نے بڑی سادگی سے کہا تھا : "اگر عوام کو روٹی نہیں ملتی ، تو وہ کیک کیوں نہیں کھاتے ؟" ۔ ورسائی کے محلوں میں فرانسیسی بادشاہوں نے 1678 سے 1769 تک رہائش اختیار کئے رکھی ۔ جنگ عظیم اول کے خاتمے کے معاہدے (1919) پر بھی یہیں دستخط ہوئے تھے ۔

7۔ گستاف سوم (1746 تا 1792) ۔ سویڈش زبان میں اس کا نام Gustavus ہے ۔ وہ خاصا ترقی پسند بادشاہ تھا اور اس نے ملک کے امرا کے اختیارات پر خاصی ضرب لگائی لیکن فرانسیسی بادشاہوں کے جاہ و جلال کی نقالی میں اس کا دیوالہ پٹ گیا اور اس نے روپیہ اکٹھا کرنے کے لیے بے تحاشا ٹیکس لگا دیے ۔ عوام بلبلا اٹھے ۔ امرا کو موقع مل گیا اور انہوں نے اسے قتل کرا دیا ۔

8۔ پوری دنیا ایک سٹیج ہے
اور تمام مرد اور عورتیں محض اداکار
سٹیج سے کبھی رخصت ہو جاتے ہیں کبھی سٹیج پر قدم رکھتے ہیں ۔
اور ہر آدمی اپنے وقت میں کئی کئی پارٹ ادا کرتا ہے ۔

9۔ زندگی بس ایک چلتا پھرتا سایہ ہے ' ایک گھٹیا اداکار
جو گھنٹے بھر کے لیے سٹیج پر اینڈتا اور جھینکتا پھرتا ہے
اور اس کے بعد اس کی آواز بھی کبھی سننے میں نہیں آتی ۔ یہ ایک کہانی ہے
جو کسی باؤلے نے بیان کی ہے ' غوغے اور غیظ سے معمور '
جس کا مطلب کچھ بھی نہیں ۔

10۔ ہونا یا نہ ہونا ' یہی تو مسئلہ ہے ۔
غالب نے بھی تو کہا تھا : ع : ڈبویا مجھ کو ہونے نے ' نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا ؟
ویسے سچ پوچھیں تو شیکسپئر کی یہ لائن آج تک اردو میں کسی کے قابو نہیں آسکی ۔ ہادی حسین نے اس کا ترجمہ ' زندہ رہیے یا مر جائیے ' یہ سوال ہے درپیش ' کیا تھا ۔ بات بنی نہیں ۔

11۔ لڈوگ ہول برگ (Baron Ludvig Holberg) : (1684 تا 1754) ۔ ڈنمارک کے جدید ادب کا خالق (ویسے پیدا وہ ناروے کے شہر برگن میں ہوا تھا) ؛ ڈرامہ نگار ' انشائیہ نگار ' شاعر اور

مصنف ۔ وہ کوپن ہیگن میں مابعد الطبیعیات ، خطابت اور تاریخ پڑھاتا رہا ۔ شاعری میں اس کی مشہور ترین (طنزیہ) نظموں کا مجموعہ Peter Paars ہے ۔ اس کا ڈرامہ Jepp on the Mount بھی بہت مشہور ہوا ۔ اس نے "ڈنمارک کی تاریخ" اور اپنی "خود نوشت" بھی لکھی ۔

12۔ الف لیلہ: شاید یہاں اشارہ "قصہ سوتے جاگتے کا" کی طرف ہے ۔

13۔ چوانگ تسو (Chuang-tzu) : (تقریباً 369 ق م تا 286 ق م) ۔ چوانگ تسو Zhuangzi کے نام سے زیادہ معروف ہے ۔ اس کی ایک ہی کتاب باقی بچی ہے اور اس کا نام اس کے اپنے نام پر ہے ۔ اس میں زیادہ تر قصے کہانیاں شامل ہیں ۔ کچھ کہانیوں میں اس نے مشہور چینی مفکر کنفوشس کی بھد اڑائی ہے ۔ اس کی تحریروں پر چین کے تاؤمت (Taoism) اور بدھ مت کا اثر بہت نمایاں ہے ۔

14۔ غالب نے بھی تو کہا تھا:

نہ تھا کچھ تو خدا تھا ، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے ، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا؟

15۔ ہوبز (Thomas Hobbes) : (1588 تا 1679) ۔ انگریز سیاسی فلسفی ۔ اس کی کتاب Leviathan میں انسان کو بنیادی طور پر خود غرض ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔

16۔ لاپلاس (Marquis de Pierre Simon Laplace) : (1749 تا 1827) : فرانسیسی ریاضی دان اور ماہر فلکیات ۔ اس نے اپنی کتاب Mecaniqueceleste میں قیاس آرائی کی تھی کہ نظام شمسی گردشی سحابیہ (rotating nebula) سے وجود میں آیا ہے ۔ اسے عام طور پر درست سمجھا جاتا ہے ۔

17۔ لائب نٹس (Baron Gottfried Wilhelm Leibniz or Leibnitz) : (1646 تا 1716) جرمن فلسفی اور ریاضی دان ۔ اس نے نیوٹن کو پڑھے بغیر infinitesimal calculus ترتیب دی تھی ۔ فلسفے میں اس کا ایک نظریہ یہ ہے کہ کائنات ناقابل تقسیم اکائیوں پر مشتمل ہے ۔

18۔ دیکارت

۔ ملکہ کرسٹینا (Christina) : (1626 تا 1689) : تین سال کی عمر میں سویڈن کی ملکہ بنی لیکن تخت پوشی 1650 میں ہوئی ۔ تب اس نے 'بادشاہ' (King) کا لقب اختیار کرلیا ۔ بے حد چالاک اور خوبصورت تھی ، اور تعلیم بھی عورتوں کی نہیں ، مردوں کی پائی تھی ۔ گروٹیس (Grotius) (ولندیزی ماہر قانون) ، سالماسئیس (Salmaius) (فرانسیسی فلسفی ، عربی: عبرانی اور قبطی زبانوں کا ماہر) اور دیکارت جیسے عالم فاضل لوگوں کی قدردان اور مربی تھی ۔ 1654 میں شاہی جکڑبندیوں

سے بیزار ہوگئی، تخت و تاج اپنے چچا زاد بھائی چارلس گستاف کے حوالے کیا، خود رومن کیتھولک مذہب اختیار کیا اور 'امیزن' (Amazon) کے لباس میں گھوڑے پر سوار روم پہنچ گئی۔ اللہ اللہ کرنے سے بھی جی بھر گیا اور 1660 میں بادشاہ کے انتقال پر دوبارہ حکمران بننے کی کوشش کی لیکن منہ کی کھائی۔ 1666 میں پولینڈ کی حکمران بھی بننا چاہا۔ وفات روم میں ہی پائی۔

2۔ روح: اردو میں بھی روح کے ایک معنی 'سانس' یا 'تنفس' ہی ہیں۔ ایس۔ ڈبلیو فیلن اسے 'a gentle wind' یا 'breath' کہتا ہے جب کہ جون۔ ڈی۔ پلیٹس (Platts) نے اس کا ترجمہ 'breath of life' لکھا ہے۔ 'soul' اور 'spirit' دونوں کے لیے اردو میں 'روح' استعمال کیا جاتا ہے۔ دونوں میں فرق کیا ہے، انگریزی لغت بھی واضح الفاظ میں کچھ بیان نہیں کرتیں، بلکہ دونوں کو تقریباً ہم معنی قرار دیتی ہیں۔ بعض مواقع پر صرف استعمال ہی فرق نمایاں کرتا ہے: مثلاً جب روح جسم کا ساتھ چھوڑ دے گی، اسے soul کہا جاسکتا ہے لیکن یہی روح جب عالم بالا کی طرف پرواز کرے گی تو وہ spirit ہوگی۔ اسی طرح بعض عقاید کے مطابق کائنات میں جو روح جاری و ساری ہے، وہ spirit کہلاتی ہے اور 'عالم ارواح' کے لیے بھی 'the world ofspirits' استعمال ہوگا۔ اصطلاحی معنوں میں بھی دونوں الفاظ مختلف متون (contexts) میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً A struggle for the soul of the Republican Party اور Against the spirit of the law۔ اس کتاب میں یہ دونوں الفاظ متعدد بار استعمال ہوئے ہیں۔ الجھاؤ سے بچنے کے لیے میں نے انگریزی الفاظ ساتھ ساتھ لکھ دئیے ہیں۔

3۔ 'وسعت مکانی': اردو سائنس بورڈ کی شائع کردہ "فرہنگ اصطلاحات" میں 'extension' کا ترجمہ 'اشغال فضا' دیا گیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کولنز انگلش ڈکشنری (لندن) اور یونیورسل ڈکشنری (لندن) میں اس کے معانی "That property of something by which it occupies space;spatial magnitude;size" دئیے گئے ہیں۔ چنانچہ میرے خیال میں اس کا ترجمہ 'وسعت مکانی' یا 'جسامت' ہوسکتا ہے۔

4۔ ہارڈ ڈسک (hard disc): (disc کو disk بھی لکھا جاتا ہے): کمپیوٹر ڈسک دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک کو floppy disc اور دوسری کو hard disc کہا جاتا ہے۔ دونوں ڈسکیں مقناطیسی ہوتی ہیں اور دونوں کمپیوٹر میں ڈیٹا اور پروگرام سٹور کرنے کے کام آتی ہیں۔ فلوپی ڈسک نسبتاً چھوٹی ہوتی ہے اور پرسنل کمپیوٹر کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ ہارڈ ڈسک نسبتاً بڑی اور سخت (stiff) ہوتی ہے۔ اس پر فلوپی ڈسک کی نسبت کہیں زیادہ ڈیٹا سٹور کیا جاسکتا ہے اور اسے پیچیدہ تر پروگراموں کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

5۔ کرسٹل بال (crystal ball): گلوب نما بلوری گولا۔ مغرب میں کئی لوگ اس کی مدد سے پیشین گوئی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

6۔ وائرس (Virus): کمپیوٹر ٹیکنالوجی میں وائرس ایک ایسا پروگرام ہے جسے ان کمپیوٹروں

کے نظام میں داخل کر دیا جاتا ہے جو آپس میں منسلک ہوتے ہیں ۔ اس کے داخل کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پورے نظام میں جو معلومات محفوظ ہوتی ہیں وہ یا تو ضائع ہو جاتی ہیں یا پھر ان میں ضرر رساں ردوبدل ہو جاتا ہے ۔

20 ۔ لوک

1 ۔ جون سٹیوارٹ مل (John Stuart Mill) : (1806 تا 1873) : برطانوی فلسفی ۔ اس نے ایک اور برطانوی فلسفی جیرمی بینتھم (Benthem) کے نظریہ افادیت کی اپنی کتاب "Utilitaria- nism" (1861) میں توضیح و ترمیم کی ۔ اپنی دوسری کتاب "On Liberty" میں اس نے فرد کے حقوق اور آزادی کی پرزور وکالت کی ۔ اس کی دیگر کتابیں "A System of Logic" اور "Principles of Political Economy" ہیں ۔ وہ لبرل پارٹی کی طرف سے برطانوی پارلیمنٹ کا ممبر (1865 - 1868) بھی رہا ۔ اس کا باپ جیمز مل (1773 تا 1836) بھی فلسفی اور مورخ تھا ۔ اس کی "History of India" خاصی مشہور ہوئی تھی ۔

2 ۔ مونتس کیو (Charles Montesquieu) : (1689 تا 1757) : فرانسیسی بیرن ۔ اس نے اپنی عملی زندگی کا آغاز سیاست سے کیا لیکن آنکھیں خراب ہونے کی وجہ سے تحقیق و تصنیف کی طرف مائل ہو گیا ۔ اس نے اپنی کتاب "Lettres Persanes" (1721) میں دو ایرانی مسافروں کی زبانی فرانسیسی معاشرے پر لطیف طنزیں کیں ۔ تاہم (Causes de la Grandeur des Romainset de leur Decadence) اس کی بہترین تصنیف قرار دی جاتی ہے ۔ وہ برطانوی آئین کو بہترین قرار دیتا تھا ۔ اس کے افکار نے یورپی تہذیب پر دوررس اثرات مرتب کئے ۔

3 ۔ لوئی چہار دہم : باب نمبر 17 "بیروق" کا نوٹ نمبر 2 دیکھیں ۔

21 ۔ ہیوم

1۔ پگاسس (Pegasus) : پگاسس اصل میں شمالی کرے کے ایک ستاروں کے جھرمٹ کا نام ہے جس کی شکل گھوڑے سے مشابہ ہے ۔ یونانی دیومالا میں یہ ایک فرضی گھوڑے کا نام ہے جو اپنے مالک کے لیے محیر العقول کارنامے سرانجام دیتا ہے ۔ ان میں سے اس کا ایک کارنامہ یہ ہے کہ اس نے فنون لطیفہ کی دیویوں (Muses) کے کنوئیں کو ، جو مدتوں سے بند پڑا تھا ، ایک ہی ٹھوکر میں دوبارہ چالو کر دیا تھا۔

2۔ (Lady) Godiva : ' گوڈیوا ' دراصل گیارھویں صدی کے ارل آف مرسیا (Mercia) کی اہلیہ تھی۔ وہ متعدد خانقاہوں کی مربیہ اور محسن تھی ۔ اس کے متعلق لوگوں نے داستان گھڑ لی کہ جب اس کے شوہر نے (برمنگھم کے قریب) کوونٹری (Coventry) قصبے کے باشندوں پر بھاری ٹیکس لگا دئے تو اس نے اس شرط پر حالت برہنگی میں گھوڑے پر سواری کرنے کی ہامی بھرلی کہ اس کا شوہر ٹیکس معاف کردے گا ۔ جب لوگوں کو اس کی اس ' قربانی ' کا علم ہوا وہ سب اپنے اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے تاکہ اس کے برہنہ جسم پر کسی کی نظر نہ پڑے ۔ لیکن ایک درزی اپنے تجسس پر قابو نہ پاسکا ۔ اس نے چھپ کر اسے دیکھ ہی لیا ۔ لیکن اسے خمیازہ یہ بھگتنا پڑا کہ آنکھوں سے محروم ہوگیا ۔ (وہ شخص جو دوسروں کو برہنہ یا ان کے جنسی افعال کو چھپ کر دیکھتا اور لذت محسوس کرتا ہے ، انگریزی میں اسے 'Voyeur' یا 'Peeping Tom' کہا جاتا ہے ۔)۔(برطانوی سلینگ میں پانچ پاؤنڈ کے نوٹ کو بھی 'لیڈی گوڈیوا' کہا جاتا ہے ۔)

3۔ معیار بند (normative) : یہ لفظ اس چیز کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو زبان یا عام رویے کے وہ اصول ، ضوابط یا معیار مقرر یا بیان کرے جن پر عمل کیا جانا چاہیے ۔

4۔ ناروے کے معیار زندگی کا اندازہ اس خبر سے ہوسکتا ہے جو پاکستان کے 18 مارچ 1997 کے اخبارات میں شائع ہوئی ہے ۔ اس خبر کے مطابق وہاں دولت کے اتنے انبار لگ گئے ہیں کہ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس کا کریں کیا۔

22 ۔ بارکلی

1۔ object : انگریزی لفظ object ، جو لاطینی لفظ objectus (وہ چیز جو دماغ کے سامنے رکھی یا پھینکی جائے) سے مشتق ہے ، اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کا ادراک ہم اپنے حواس خمسہ سے کرتے ہیں ، خاص طور پر وہ چیز جسے ہم دیکھ سکیں اور محسوس کرسکیں ۔ یا دوسرے

الفاظ میں ہر مادی چیز object ہے ۔ (کنسائز آکسفورڈ انگلش ڈکشنری اور یونیورسل ڈکشنری) ۔ کولنز کوبلڈ ڈکشنری کے مطابق object بے جان ہوتا ہے ' اس کی معین شکل (shape) یا ہیئت (form) ہوتی ہے اور اسے چھوا یا دیکھا جاسکتا ہے ۔ مثلاً :

In the cosy consulting room the children are surrounded by familiar objects . . . objects on the horizon.

23 ۔ بجار کلی

1 ۔ باکس فائل : انگریزی میں اصل لفظ رنگ بائنڈر (ring binder) ہے ۔ لاہور کے سٹیشنری فروش اسے باکس فائل کہتے ہیں ۔

2 ۔ سانتا سوفیا چرچ : استنبول کا یہ گرجا رومی امپراطور جسٹینین اول (Justinian I) (483 تا 565) کے عہد حکومت میں تعمیر کیا گیا تھا ۔ جب سلاطین عثمانیہ نے اس شہر پر قبضہ کیا (1453) ' اسے مسجد میں تبدیل کردیا گیا ۔ بعض لوگ اسے مسجد صوفیہ کہتے ہیں ۔ اس کا ایک اور نام Hagia Sophia ہے ۔

3 ۔ گرون ٹوگ : Nikolai Frederik Severin Grundtvig : (1783 تا 1872) : ڈنمارک کا ماہر تعلیم ' پادری اور مصنف ۔ اس کی اہم ترین کتاب "Northern Mythology" ہے ۔ اس کی شاعری کے موضوعات مذہبی ' صنمیاتی اور تاریخی مضامین ہیں ۔

24 ۔ روشن خیالی

1 ۔ گرین ہاؤس ایفکٹ : جن ممالک میں بہت سردی پڑتی یا برف باری ہوتی ہے ' وہاں سردیوں میں کھیتوں میں کچھ نہیں اگایا جاسکتا ۔ لوگوں نے اس کا علاج یہ ڈھونڈا ہے کہ وہ ایک چھوٹی موٹی عمارت کھڑی کرلیتے ہیں جس کی چھت اور دیواریں زیادہ تر شیشے کی ہوتی ہیں ۔ اس عمارت کے اندر سورج کی حرارت مقید ہوجاتی ہے اور یوں درجہ حرارت معتدل کیا جاسکتا ہے اور اس عمارت کے اندر سبزیاں ' پھل دار اور دوسرے پودے اگائے جاسکتے ہیں ۔ اس عمارت کو گرین ہاؤس اور اس کی اندرونی کیفیت کو گرین ہاؤس ایفکٹ کہا جاتا ہے ۔

اب یہ لفظ ماحولیات میں بھی استعمال ہونے لگا ہے ۔ گاڑیوں اور کارخانوں سے جو دھواں نکلتا ہے ' اس میں کاربن ڈائی اکسائڈ کی کثیر مقدار ہوتی ہے ۔ اب یہ گیس اتنی زیادہ مقدار میں فضا میں معلق ہوچکی ہے کہ سورج کی اشعاع پذیر حرارت (radiated heat) کے باہر نکلنے کا

رستہ مسدود ہوتا جارہا ہے اوریوں زمین کے درجہ حرارت میں ہر آن اضافہ ہوتا جارہا ہے ۔ اس کیفیت کو بھی "گرین ہاؤس ایفکٹ" کہا جاتا ہے ۔

2۔ وجودی ہول (existential angst) : angst جرمن زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی تشویش یا پچھتاوے کی شدید یا غیرمعین کیفیت ہیں ۔ وجودی فلسفے میں یہ وہ ہول یا دہشت (dread) ہے جس کی علت انسان کی یہ آگہی ہوتی ہے کہ اس کا مستقبل پہلے سے طے شدہ نہیں بلکہ انسانوں کو اسے اپنی مرضی سے بنانا ہو گا ۔

3۔ انسائیکلوپیڈیا : جس انسائیکلوپیڈیا کا متن میں ذکر کیا گیا ہے ، وہ فرانسیسی مفکر اور مصنف ددرو (Denis Diderot) (1713 تا 1784) کی زیر ادارت اٹھائیس جلدوں میں شائع ہوا تھا ۔ اس کے ذریعے روشن خیالی کی تحریک کو آگے بڑھانے میں بڑی مدد ملی تھی ۔

4۔ (Deism) : اس عقیدے کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ خدا کا وجود عقل اور مظاہر فطرت سے ثابت کیا جاسکتا ہے ، اور اس ثبوت کے لیے وحی یا مکاشفے کی ضرورت نہیں ۔ اردو میں اس کا ترجمہ توحید ، خدا پرستی یا الہیت کیا جاتا ہے جو میرے خیال میں درست نہیں ۔

5۔ کوندورچے (Marie Jean Antoine Condorcet) ۔ (1743 تا 1794) ۔ (مارکوئیس) کوندورچے نے ریاضی اور سائنس کی تعلیم حاصل کی تھی اور فرانس کی مشہور انسائیکلوپیڈیا کی تدوین میں حصہ لیا تھا ۔ اس نے اپنے طبقے کے مزاج کے برعکس انقلاب فرانس کی تحریک میں زور شور سے شرکت کی تھی ۔ انقلاب کے بعد وہ قومی اسمبلی کا صدر منتخب ہوا ۔ وہ معزول بادشاہ کو سخت سزا دینے کے حق میں تھا لیکن اسے موت کی سزا دینے کے خلاف تھا ۔ اس کا یہی موقف اسے لے ڈوبا ۔ اسے گرفتار کرلیا گیا لیکن اگلے ہی روز 8 ۔ اپریل 1794 کو وہ جیل میں مردہ پایا گیا ۔ گرفتاری سے پیشتر وہ کچھ عرصہ روپوش رہا اور اس روپوشی کے دوران میں اس نے ایک کتاب لکھی جس میں اس نے افراد (بشمول خواتین) کے مابین مساوات کی پرزور وکالت کی تھی ۔

6۔ لوئی شانزدہم (1754 تا 1793) : انقلاب کے دوران میں فرانس کا بادشاہ ۔ 21 جنوری 1793 کو انقلابیوں نے اس کا سر قلم کردیا تھا ۔

7۔ روبس پیئر (Maximilien Robespierre) : (1758 تا 1794) : انقلاب فرانس کی تحریک کا رہنما ۔ انقلاب کے بعد وہ کچھ عرصہ حکمران رہا اور انقلاب دشمنوں کو چن چن کر موت کی سزائیں دلواتا رہا ۔ وہ 1794 میں جوابی انقلاب میں مارا گیا ۔

25 ۔ کانٹ

1 ۔ کونیگز برگ (Konigsberg) : بحیرہ بالٹک کے قریب دریائے پری گولیا پر بندرگاہ ۔ پہلے یہ

جرمنی میں شامل تھا لیکن جنگ عظیم دوم کے بعد اسے روس کی تحویل میں دے دیا گیا ۔ روسیوں نے اس کا نام کالی نن گرات (Kaliningrad) رکھ دیا ہے ۔

2۔ لٹل ریڈرانیڈنگ ہڈ : یورپ کی خاصی پرانی کہانی ۔ اسے سب سے پہلے تحریری شکل فرانسیسی مصنف شاغل پیغول (Charles Perrault) (1628 تا 1703) نے دی ۔ یہ اس کی سات دوسری کہانیوں (جن میں "سنڈریلا" اور "حسن خوابیدہ" بھی شامل ہیں) کے ساتھ اس کی کتاب "Tales of Mother Goose" میں شائع ہوئی تھی ۔ لٹل ریڈرانیڈنگ ہڈ ننھی منی لڑکی تھی ۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ جنگل کے کنارے رہتی تھی ۔ اس کی نانی جنگل کے دوسرے سرے پر رہتی تھی ۔ ایک روز وہ اس کا کھانا لے کر جارہی تھی کہ راستے میں اسے ایک بھیڑیا مل گیا ۔ بھیڑیا اسے کھانا چاہتا تھا ۔ جب اسے معلوم ہوا کہ لٹل ریڈرانیڈنگ ہڈ جنگل کے دوسرے سرے پر جارہی ہے ' وہ اس سے پہلے ہی اس کی نانی کے گھر پہنچ گیا ۔ لڑکی اور اس کی نانی کی جان ایک لکڑہارے نے بچائی جو اس کی چیخیں سن کر بروقت پہنچ گیا تھا ۔

3 ۔ 4 ونی ۔ دی ۔ پوہ اور ٹیڈی بیئر : ونی ۔ دی ۔ پوہ (Winnie the-Pooh) انگریز مصنف ایلین ملن (Milne) (1882 تا 1956) کی اسی نام کی بچوں کی کہانی کا ریچھ ہے اور ایک لڑکے روبن (Robin) کا دوست ہے ۔ اسے ہر صبح گیارہ بجے شہد کھانے کا چسکا تھا او جس برتن سے شہد کھاتا تھا ' اسے چاٹ کر آئینے کی طرح صاف کردیتا تھا ۔ شہد کی تلاش کے دوران میں وہ عجیب وغریب واقعات سے دوچار ہوتا ہے اور ہر جگہ روبن اس کی جان چھڑاتا ہے ۔ اس کے نام کی وجہ یہ تھی کہ جب کوئی مکھی اس کی ناک پر بیٹھ جاتی ' وہ اسے اڑانے کے لیے زور سے 'pooh' کہتا تھا ۔

ٹیڈی بیئر کھلونا نما چیز ہے ' اس سے کھیلا نہیں جاتا ' اسے بس دیکھا جاتا ہے ۔ اسے کپڑے کے اندر روئی وغیرہ بھر کر بنایا جاتا ہے ۔ والدین بچوں کو اسے بطور تحفہ دیتے رہتے ہیں ۔ بعض بالغ لوگ اسے خوش نصیبی کی علامت کے طور پر ہر وقت اپنے پاس رکھتے ہیں ۔ یہ سب سے پہلے ایک امریکی فرم نے بنایا تھا اور اس نے اس کا نام ایک امریکی صدر تھیوڈور روز ویلٹ کے ' جسے لوگ پیار سے "ٹیڈی روز ویلٹ" کہا کرتے تھے ' نام پر رکھ دیا تھا ۔

5۔ ایلس (Alice) : انگریزی مصنف لوئیس کیرول (Carroll) ' (1832 تا 1898) کی بچوں کے لیے کہانی "Alice in Wonderland" کی ہیروئین ۔ ایک دوپہر جب اس پر غنودگی طاری ہو رہی تھی ' وہ سفید خرگوش (White Rabbit) کے ' جو واسکٹ اور کوٹ میں ملبوس ہے ' تعاقب میں ایک غار کے اندر پہنچ جاتی ہے ۔ وہاں اس کی ملاقات عجیب وغریب کرداروں سے ہوتی ہے ۔ اس کا بلی کے ساتھ مکالمہ ہوتا ہے ' وہ چوہے کے ساتھ تیراکی کرتی ہے ' Mad Hatter کے ساتھ ساتھ چائے پیتی ہے اور ملکہ کے ساتھ croquet کھیلتی ہے ۔ گارڈنر نے اوپر کی دونوں کہانیوں کو خلط ملط کردیا ہے ۔

6۔ کرسٹوفر روبن (Robin) : کرسٹوفر روبن ونی ۔ دی ۔ پوہ کا دوست ہے اور اکثر مشکلات میں

وہی اس کے کام آتا ہے۔

7۔ چھوٹی، مزید چھوٹی : ایلس غار کے اندر ایک جگہ پہنچتی ہے۔ آگے ایک دروازہ ہے وہ اتنا چھوٹا ہے کہ وہ اس میں داخل نہیں ہوسکتی۔ قریب ہی میز پر ایک سرخ بوتل پڑی ہے۔ اس پر لکھا تھا: "مجھے پی جاؤ۔" وہ اس کا مشروب پی جاتی ہے اور اس کا قد سکڑ کر محض دس انچ رہ جاتا ہے۔ پھر اسے ایک نیلی بوتل دکھائی دیتی ہے۔ اس پر لکھا تھا: "مجھے بھی پی جاؤ۔" وہ اس کا مشروب بھی پی جاتی ہے اور اس کا قد ضرورت سے زیادہ لمبا ہوجاتا ہے۔

8۔ الو: الو کو دن میں کم ہی نظر آتا ہے۔ Owl بھی "ایلس ان ونڈرلینڈ" کا ایک کردار ہے۔

9۔ سور کا بچہ (Piglet) : ایلس کی زیر زمین دنیا میں ایک ڈچس سے ملاقات ہوتی ہے۔ ڈچس کے بازوؤں میں بچہ ہے۔ وہ اسے سہلاتے اور لوریاں سناتے زور زور سے جھٹکے دیتی ہے اور پھر اسے ایلس کی طرف اچھال دیتی ہے۔ جب ایلس اسے غور سے دیکھتی ہے، اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسان کا نہیں سور کا بچہ ہے۔

10۔ "Through the Looking-Glass" : یہ بھی لوئیس کیرول کی بچوں کے لیے کہانی ہے۔ بلکہ یہ "Alice in Wonderland" کا تتمہ ہے۔

26 ۔ رومانیت

1۔ جمپ سوٹ : (Jump suit) : عورتوں کا ایک لباس۔ اس میں پتلون اور قمیص اکٹھی سلی ہوتی ہیں اور یہ گردن سے ٹخنوں تک پہنچتا ہے۔

2۔ بیتھوون (Ludwig van Beethoven) : (1770 تا 1827) : پیدا وہ جرمنی کے شہر بون میں ہوا تھا لیکن آباد بائیس سال کی عمر میں ویانا میں ہوگیا تھا۔ خود وہ تیس سال کی عمر میں بہرا ہوگیا تھا، لیکن اس نے جو موسیقی ترتیب دی، اس نے اسے دنیا کے عظیم ترین موسیقاروں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ اس کی موسیقی میں حرارت اور جذبے کی فراوانی پائی جاتی ہے۔ خود وہ کوئی خوب رو شخص نہیں تھا۔ اس نے متعدد عورتوں سے محبت کی لیکن کسی نے اسے گھاس نہ ڈالی اور وہ ساری عمر کنوارا ہی رہا۔ مالی حالت بھی سقیم رہی۔ یہ ذہنی اور قلبی چوٹیں اس کی موسیقی پر اثرانداز ہوئیں اور اسے لازوال شہرت بخش گئیں۔ اس نے اپنے "مون لائٹ سوناٹا" (Moonl-ight Sonata) میں ایک عورت Giulielta Guicciardi کے ساتھ اپنے عشق کا اظہار کیا ہے۔ اس کی ففتھ سمفنی (Fifth Symphony) کے پہلے حصے میں حرف V کی تشکیل اسی طرح ہوتی ہے جس طرح کہ مورس کوڈ (Morse code) میں۔ چنانچہ یہی V دوسری جنگ عظیم کے دوران میں فتح کا نشان قرار پایا۔

3۔ باخ : (Johann Sebastian Bach) : (1685 تا 1750) : جرمنی کا ایک اور عظیم موسیقار۔ بیس بچوں کا باپ ہونے کے باوجود اس نے جو موسیقی ترتیب دی، وہ تقریباً کسی بھی دوسرے مغربی موسیقار کی موسیقی سے زیادہ ہے۔ اس کے چند بیٹوں نے بھی اس میدان میں بڑا نام کمایا۔

4۔ ہینڈل (George Frederick Handel) : (1685 تا 1759) : وہ پیدا جرمنی کے قصبے Halle میں ہوا تھا لیکن اس نے نام انگلستان میں کمایا اور اس کا انتقال بھی وہیں ہوا۔ یوں تو اس نے چالیس کے قریب اوپیرا (operas) تحریر کئے لیکن اس نے زیادہ شہرت اپنے orato-rios (مذہبی غنائیہ) سے حاصل کی۔ اس کا مذہبی غنائیہ Messiah (مسیح) اپنی قسم کی عظیم ترین تخلیق تصور کیا جاتا ہے۔

5۔ شلر (Johann von Schiller) : (1759 تا 1804) : جرمن شاعر، ڈرامہ نگار اور مورخ۔ گوئٹے کے بعد، جو اس کا معاصر اور دوست تھا، شلر کو اپنے عہد کا عظیم ترین ادیب تصور کیا جاتا ہے۔ وہ انسانوں کی آزادی اور ان کے مابین مساوات کا شدت سے قائل تھا۔ اس نے اپنی ایک مشہور نظم Ode to Joy میں انسانی اخوت کا اظہار اتنے خوبصورت انداز سے کیا کہ بیتھوون جیسا موسیقار متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا اور اس نے اسے موسیقی میں ڈھال دیا اور نویں سمفنی کے آخری حصے میں شامل کرلیا۔ انگریز شاعر سیموئل ٹیلر کولرج نے اس کے بعض ڈراموں کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔

6۔ نووالس (Friedrich Leopold Novalis) : (1772 - 1801) جرمن شاعر اور ناول نگار۔ تعلیم قانون کی پائی لیکن بن آڈیٹر (auditor) گیا۔ اس نے اپنی نوخیز منگیتر کے انتقال پر اپنی مشہور ترین نظم "Hymnen an die Nacht" لکھی۔ یہ اس کی محبت کا نوحہ ہے۔ کیٹس کی طرح وہ بھی عین عالم شباب میں تپ دق سے انتقال کرگیا۔ رومان پسندوں کا یہ جو عقیدہ تھا کہ آرٹ میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کی زندگیوں کے رخ بدل سکتا ہے، اس کا اظہار اس کے ادھورے ناول میں بہت خوبصورتی سے کیا گیا ہے۔

7۔ فلستی (Philistine) : کہا جاتا ہے کہ فلستی اصلاً یونان کے جزیرے کریٹ (Crete) کے جنگجو جہازران تھے۔ کسی وجہ سے انہیں وہاں سے نکلنا پڑا اور وہ مصر میں آباد ہوگئے۔ وہاں سے نکالے گئے تو یہودیوں سے کئی صدیاں پہلے اس علاقے میں آباد ہوگئے جسے اب فلسطین کہا جاتا ہے (ملک کا نام انہی کے نام پر ہے)۔ یہودیوں نے جب فلسطین پر چڑھائی کی، تو فلستیوں نے مزاحمت کی۔ بعض لڑائیوں میں حضرت داؤد اور سیمسن نے یہودی افواج کی قیادت کی لیکن یہودی انہیں پوری طرح تسخیر کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہوسکے۔ چونکہ فلستی یہودیوں کے کٹر دشمن تھے، یہودیوں نے انہیں یہ کہہ کر بدنام کرنا شروع کردیا کہ یہ اجڈ، وحشی اور بے تہذیب لوگ ہیں۔ چنانچہ آج کل ہر اس شخص کو جو آرٹ کا دشمن ہو یا آرٹ کی سمجھ نہ رکھتا ہو، اسے "فلستی"

کہہ دیا جاتا ہے۔

8۔ قوت گل (flower power) : 1960 کی دہائی کے نصف دوم کے نوجوانوں کا گروہ ۔ یہ نوجوان منشیات کا جی کھول کر استعمال کرتے تھے ' امن اور محبت کا درس دیتے تھے اور پھول کو بطور علامت استعمال کرتے تھے ۔ اس گروہ کے لوگوں کو "flower children" یا "flower people" کہا جاتا تھا۔

9۔ "نوجوان ورٹر کے آلام " (The Sorrows of Young Werther) : گوئٹے کے اس ناول کا ترجمہ ہادی حسین نے اردو میں "عاشق ناکام " کے نام سے کیا تھا اور کراچی سے شائع ہوا تھا۔ اے حمید (ندائے ملت 'لاہور) کے بقول تاجور نجیب آبادی نے اس پر نظر ثانی کی تھی۔

10۔ بوہمے (Jakob Bohme or Boehme) : (1575 تا 1624) ۔ لوتھر کا جرمن مقلد ۔ ساری عمر جفت سازی میں گزاری ۔ اس کی پہلی کتاب "Aurora" پر حکام نے پابندی لگا دی اور اسے مزید کچھ لکھنے کی ممانعت کردی گئی ۔ پھر بھی وہ کسی نہ کسی طرح اپنی اگلی دونوں کتابیں "Der Wegzu Christo" اور "Myslerium" (1623) چھپوانے میں کامیاب ہوگیا ۔ وہ الکیمیا اور نجوم میں دلچسپی لیتا تھا اور دعویٰ کرتا تھا کہ اس پر الہام طاری ہوتا ہے ۔ اس کا مرکزی عقیدہ تھا کہ خدا شر سمیت ہر چیز کا سرچشمہ ہے کیونکہ اس کے دو منشا ـــــ خیر اور شر ـــــ ہیں ۔ اس نے شیلنگ 'ہیگل اور کئی دوسرے مفکروں کو متاثر کیا تھا۔

11۔ ورگے لینڈ (Henrik Wergeland) : (1808 تا 1845) : ناروے کا شاعر ۔ اسے ناروے کا شلر کہا جاتا ہے۔

12۔ ناروے : ناروے پر پہلے وائی کنگ چھائے رہے ۔ آئس لینڈ اور گرین لینڈ بھی اس کا حصہ رہے ۔ چودھویں صدی میں اس کا سویڈن اور ڈنمارک سے الحاق ہوگیا ۔ سویڈن نے تو 1523 میں رسا تڑا لیا لیکن ناروے پر ڈنمارک کا تسلط برقرار رہا ۔ 1814 میں یہاں تحریک آزادی چلی لیکن ملک پر قبضہ سویڈن کا ہوگیا ۔ تاہم ناروے کو مقامی خود اختیاری مل گئی ۔ مکمل آزادی صرف 1907 میں مل سکی۔

13۔ ایسب جورن سین (Peter Christian Asbjornsen) : (1812 تا 1885) اور مونے (Jorgen Moe) : (1815 تا 1882) : ایسب جورن سین نے تعلیم تو سائنس اور طب کی حاصل کی تھی لیکن زیادہ عرصہ کام اس نے بطور انسپکٹر جنگلات کیا ۔ مونے شاعر تھا ۔ دونوں نے مل کر ناروے کے لوک گیت اور لوک کہانیاں جمع کیں ۔ ایک کتاب پر دونوں کا نام ہے لیکن دو پر صرف ایسب جورن سین کا ہے ۔ انگریزی میں ان تینوں کا ترجمہ سر جارج ڈیسنٹ (Dasent) نے 1859 '1874 اور 1881 میں کیا تھا۔

14۔ ہوف مین (Ernst Theodor Wilhelm Hoffman) : (1776 تا 1822) ۔ جرمن شاعر ' موسیقار ' نقاد اور کیری کیچر (caricature) بنانے والا ۔ وہ متشدد جرمن رومانیت کا مہا گرو اور روایت

پسندی کا شدید مخالف تھا ۔ بے حد ظریف آدمی تھا لیکن ظرافت کے پردے میں زہر بھرے طنز کے تیر چلاتا تھا ۔ اس کی ایک کہانی "Der Goldene Topt" کا ترجمہ 1827 میں ٹامس کارلائل نے کیا تھا۔ تاہم اس کی تمام تصانیف کے انگریزی تراجم 1908 میں شائع ہوئے ۔

15۔ فختے (Johann Gottlieb Fichte) : (1762 تا 1824) : جرمن فلسفی ۔ کانٹ کا بے رحم نقاد ۔ کہتا تھا کہ دنیا میں جو کچھ قابل قدر ہے وہ عملی عقل اور انسان کے خود مختارانہ نیک منشا کا مرہون منت ہے اور انہی دو چیزوں سے انسانی شخصیت کی بلند ترین قسم وجود میں آتی ہے ۔ خارجی دنیا منفعل جگہ ہے اور انسانی شعور کی آماجگاہ ۔ اس کے مقابلے میں انا یا ذات واحد بنیادی حقیقت ہے ۔ اس نے اپنے مقبول عام لیکچروں کے ذریعے نپولین کے خلاف جرمن قوم پرستی کو ہوا دینے کی کوشش کی تھی۔

27 ۔ ہیگل

1 ۔ بور (Niels Henrik David Bohr) : (1885 تا 1962) : ڈنمارک کا نوبیل انعام یافتہ ماہر طبیعیات ۔ اس نے ایٹم کے نکلیائی ماڈل کی نظری تشریح و توضیح کے سلسلے میں سب سے پہلے کام کیا تھا۔

2 ۔ دو جذبیت (ambivalence) : جب کسی شخص کے ذہن میں کسی چیز یا کسی شخص کے متعلق بیک وقت باہمی طور پر دو متضاد جذبات واحساسات یا خیالات آئیں ، تو اس کی اس کیفیت کو ambivalence اور اس شخص یا اس کے رویے کو ambivalent کہا جاتا ہے مثلاً She remained ambivalent about her marriage. اصل جرمن لفظ 'ambivalenz' سگمنڈ فرائیڈ نے اختراع کیا تھا ۔ پتا نہیں اردو والے اس کا ترجمہ ' دو جذبی ' اور ' دو جذبیت ' کیوں کرتے ہیں کیونکہ ان الفاظ سے کسی قسم کے تضاد یا کشمکش کا اظہار نہیں ہوتا۔

3 ۔ اقبال نے بھی تو کہا تھا: فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں ، اور بیرون دریا کچھ نہیں
("شمع اور شاعر" ۔ بانگ درا)

28 ۔ کیر کیگارڈ

1 ۔ تاریخیت (historicism) : historicism کیا ہے ، اس کی مختلف انگریزی لغات نے مختلف تصریحات دی ہیں ۔ کولنز (Collins) نے اس کی یوں تعریف کی ہے : (1) یہ عقیدہ کہ تاریخی

واقعات کا تعین قوانین فطرت کرتے ہیں اور اپنی باری پر تاریخی واقعات سماجی اور ثقافتی مظاہر کا تعین کرتے ہیں ۔ (2) یہ نظریہ کہ ہر تاریخی عہد کے اپنے عقاید ، نظریات اور اقدار ہوتی ہیں اور کسی دوسرے عہد کا ان پر اطلاق نہیں کیا جاسکتا چنانچہ تاریخی سیاق و سباق کے بغیر کسی چیز کی بھی تفہیم نہیں ہوسکتی ۔ (3) ان نظریات کے مطابق تحقیق و تفتیش (4) تاریخ ، تاریخیت ، ماضی کے اسالیب پر ضرورت سے زیادہ زور ۔ ریڈرز ڈائجسٹ کی یونیورسل ڈکشنری کے مطابق (1) یہ نظریہ کہ تاریخ پر ناگزیر عمل کاریاں (processes) اثرانداز ہوتی رہتی ہیں ۔ (2) یہ اضافیتی نظریہ (relativistic theory) کہ تمام سماجی اور ثقافتی مظاہر کا تعین تاریخی طور پر ہوتا ہے اور یہ کہ ماضی کے واقعات ، ثقافتوں وغیرہ کا محاکمہ ان کی اپنی اقدار کے تعلق سے نہیں بلکہ تاریخ کے دوسرے ادوار کے تعلق سے کیا جانا چاہیے ۔ (3) ماضی یا روایت کی تکریم ۔ کنسائز آکسفورڈ کے مطابق (1) یہ نظریہ کہ سماجی اور ثقافتی مظاہر کا تعین تاریخ کرتی ہے (2) یہ عقیدہ کہ تاریخی واقعات کا تعین قوانین کرتے ہیں ۔ (3) تاریخی نمو کو انسانی زندگی کا انتہائی بنیادی پہلو قرار دینے کا رجحان ۔ (4) ماضی کے اسالیب پر ضرورت سے زیادہ زور ۔

ان تعریفوں میں بعض باتیں مشترک ہونے کے باوجود لفظ کی کوئی جامع تعریف سامنے نہیں آتی ۔ چنانچہ قاری جو چاہے ، نتیجہ اخذ کرے ۔ البتہ ہیگل کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ ماضی کی تاریخ پر زیادہ زور دیتا تھا اور اسی بات پر کیرکیگارڈ کو اس سے اختلاف تھا ۔

2 ۔ ' عوام کا دشمن ' : ناروے نژاد ہنرک ابسن (1828 تا 1906) کا شمار دنیا کے عظیم ترین ڈرامہ نگاروں میں ہوتا ہے ۔ ' عوام کا دشمن ' ('An Enemy of the People') دراصل اس کے ایک ڈرامے کا عنوان ہے ۔ تاہم اس کے مشہور ترین ڈرامے "پیئرگنٹ " (Peer Gynt) ، " گڑیا کا گھر " (A Doll's House) "ہیڈا گیبلر " (Hedda Gabler) ، " جنگلی مرغابی " (The Wild Duck) اور "معمار اعظم (The Master Builder) ہیں ۔ (' معمار اعظم ' کا اردو ترجمہ عزیز احمد نے کیا تھا ۔) کیرکیگارڈ کی طرح ابسن فرد کی آزادی کا زبردست پرچارک تھا اور چاہتا تھا کہ انسان صحیح معنوں میں اپنے آپ کو پہچانیں ۔ تاہم اس کے ڈرامے " عوام کا دشمن " کا کیرکیگارڈ سے کوئی تعلق نہیں ۔ اس کا موضوع سرکاری اداروں کی بدعنوانیاں ہیں ۔ ابسن شاعر بھی تھا اور اسے جدید نثری ڈرامے کا بانی قرار دیا جاتا ہے ۔ (آگے نوٹ نمبر 6 بھی دیکھیں)

3 ۔ ' تصدیقی عیسائیت ' (Confirmation Christianity) : عیسائیت میں صرف ان لوگوں کو ہی نہیں جو نئے نئے عیسائی بنے ہوتے ہیں بلکہ عیسائی گھرانوں میں پیدا ہونے اور بپتسمہ لینے والوں کو بھی گرجے میں اپنے مذہب کی تصدیق (Confirmation) کرانا پڑتی ہے ۔ اس سلسلے میں گرجے میں باقاعدہ تقریب منعقد ہوتی ہے اور اس کے بعد ہی متعلقہ شخص کو گرجے کی رسوم میں حصہ لینے کی اجازت ملتی ہے ۔

4۔ باربی گڑیا : انگریزی ادب میں عورت کو اکثر گڑیا (doll) سے تشبیہ دی جاتی رہی ہے کیونکہ عورتیں، دیکھنے میں خوبصورت لیکن عقل سے عاری سمجھی جاتی رہی ہیں۔ اس کی بہترین مثال شیکسپیئر کے ڈرامے "ہنری چہارد ہم، حصہ دوم" کی Doll Tearsheet ہے۔ کیرول بیکر کی فلم "Baby Doll" (1956) میں بھی، جس کا سکرپٹ مشہور امریکی ڈرامہ نگار ٹینیسی ولیمز نے لکھا ہے، اس کی عمدہ مثال پیش کی گئی ہے۔ باربی (Barbie) گڑیا ایک کھلونا ہے۔ اسے پہلی مرتبہ ایک امریکی فرم نے 1959 میں بنایا۔ یہ بھی بس خوبصورتی کی علامت ہے، عقل کی نہیں۔ سوفی دراصل اپنی سہیلی جوآنا کی ماں باربی پر طنز کر رہی ہے جو خوبصورت ہے لیکن عقل اسے چھو کر نہیں گزری۔

5۔ حسن شناس : انگریزی لفظ aesthete ان لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو حسن و جمال (بالخصوص شاعری اور دوسرے فنون و لطیفہ) کی سمجھ رکھتے اور اس کی قدر کرنا جانتے ہو یا اس قسم کا دعویٰ کرتے ہو۔

6۔ پیئرگنٹ (Peer Gynt) : ابسن کے اسی نام کے ڈرامے کے اس ہیرو کو جدید ڈرامے کا اولین اینٹی ہیرو (anti-hero) قرار دیا جاتا ہے۔ وہ پہلے تو کسی بھاگتے رینڈیئر (reindeer) پر سواری کرنے کا دعویٰ کرتا ہے، پھر وہ اس لڑکی سے، جس سے اس کی ماں اس کی شادی کرانا چاہتی ہے، شادی کرنے سے انکار کردیتا ہے۔ جب اس لڑکی کی کسی اور سے شادی ہو رہی ہوتی ہے، وہ اسے زبردستی اٹھا لیتا ہے، اس کی عزت لوٹتا ہے، لڑکی کو بہت اونچی چھت پر پھینکتا ہے اور بھاگ جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ چھلیڈوں (trolls) کی سرزمین پر پہنچ جاتا ہے۔ وہاں وہ ایک "شہزادی" سے شادی رچاتا ہے لیکن جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی بڑھیا "دیونی" ہے، وہ وہاں سے بھی فرار ہوجاتا ہے۔ وہ امریکا میں حبشی غلام اور چین میں مورتیاں بیچتا ہے اور خوب مال بناتا ہے۔ لیکن کسی عیار تاجر کے ہاتھوں لٹ جاتا ہے۔ مراکش کے صحرائی علاقے میں اسے کسی بادشاہ کا گھوڑا، ملبوسات، تلوار اور جواہرات مل جاتے ہیں اور وہ کسی عرب کے حرم میں پہنچ جاتا ہے۔ وہاں ایک لڑکی اسے الو بناتی ہے اور اس کا سب کچھ لوٹ لیتی ہے۔ وہ براستہ مصر واپس ناروے چل پڑتا ہے۔ راستے میں اس کا جہاز ڈوب جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو جہاز کے باورچی کے ساتھ ایک تختے پر پاتا ہے، باورچی کو وہ سمندر میں دھکا دے دیتا ہے اور خود وطن پہنچ جاتا ہے۔ وہ اپنے گناہوں پر پچھتاتا ہے اور انسانیت کے "منصف" بٹن مولڈر (Button Molder) سے درخواست کرتا ہے کہ اسے "جہنم" بھیج دیا جائے۔ لیکن اس کی یہ درخواست بھی قبول نہیں کی جاتی۔ وہ بوڑھا ہوچکا ہے لیکن اسے وہ "لڑکی" مل جاتی ہے جس سے وہ کبھی محبت کرتا تھا اور جو ابھی تک اس کا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔ اب یہی "عورت" اس کے دکھوں کا مداوا بنتی ہے اور وہ اس سے شادی کرلیتا ہے۔ رومان پسندوں کی طرح پیئرگنٹ آغاز میں انتہا درجے کے تخیل کا مالک غیر ذمے دار نوجوان ہے لیکن بعد میں وہ خود غرض موقع پرست بن جاتا ہے۔ وہ اپنے اعمال کو صحیح

ثابت کرنے کے لیے مقدس صحائف اور ضرب الامثال کے غلط رنگ میں حوالے دینے سے بھی باز نہیں رہتا ۔ اور اس کی منافقت جدید زمانے کے انسان کی علامت کے طور پر سامنے آتی ہے ۔ ڈرامے میں جو سوال اٹھائے گئے ہیں، بنیادی طور پر ان کی نوعیت مذہبی ہے : انسان سے کیا توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں کیا کرے گا ؟ اسے کون سے افعال میں آزادی حاصل ہے ؟ وغیرہ ۔

7 ۔ angst : جرمن زبان میں اس کے اصل معانی "تشویش" یا "پریشانی" ہیں لیکن وجودی فلسفے میں اسے "دہشت" یا "ہول" (dread) کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے ۔ اس دہشت یا ہول کا سبب انسان کی یہ آگہی ہوتی ہے کہ اس کا مستقبل پہلے سے طے شدہ نہیں بلکہ انسان کو اسے آزادانہ طور پر منتخب کرنا ہو گا ۔

29 ۔ مارکس

1 ۔ ابے نے زر سکروج (Ebenezer Scrooge) : انگریز ناول نگار چارلس ڈکنز کی کہانی "A Christmas Carol" کا ایک کردار ۔ یہ شخص اتنا کمینہ، اوچھا، کم ظرف اور کنجوس بلکہ مکھی چوس تھا کہ آج کل انگریزی زبان میں یہ ہر اس شخص کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو ان "خوبیوں" سے متصف ہو ۔

2 ۔ جنگل کو آگ:

جس کھیت سے دہقان کو میسر نہیں روزی ۔ اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو ۔ (اقبال)

3 ۔ دیاسلائی والی لڑکی : ہانس کرسچین اینڈرسین کی کہانی "The Little Match Girl" کی مرکزی کردار ۔ بلا کی سردی پڑ رہی ہے ۔ لڑکی کے ہاتھ پاؤں اکڑ چکے ہیں لیکن کوئی شخص بھی اس سے ماچس خریدنے کو تیار نہیں ۔ رات آنکلی ہے ۔ مایوسی کے عالم میں وہ اپنے بوسیدہ لباس میں سمٹ سمٹا کر ایک جگہ بیٹھ جاتی ہے ۔ وہ ماچس کی تیلی جلاتی ہے ۔ اسے محسوس ہوتا ہے کہ تیلی ننھے منے سورج کی مانند جل رہی ہے اور اس نے اس کی ساری سردی کافور کردی ہے ۔ دوسری تیلی اسے سٹوو کی یاد دلاتی ہے اور اسے کھانے کے کمرے کا دلکش منظر دکھاتی ہے ۔ تیسری تیلی میں اسے تحفوں سے لدا پھندا کرسمس کا درخت نظر آتا ہے ۔ چوتھی تیلی پر اسے اپنی دادی اماں یاد آتی ہے جو اس سے بے پناہ پیار کرتی تھی ۔ وہ دھڑا دھڑ تیلیاں جلانے لگتی ہے تاکہ کسی طرح اپنی دادی اماں کے بازوؤں میں پہنچ جائے ۔ صبح کو لوگوں کو اس کی سردی سے اکڑی ہوئی لاش ملتی ہے ۔

4 ۔ رالز (John Rawls) : (1921 تا ــــــ) : امریکی فلسفی اور سیاسی نظریہ ساز ۔ وہ 1962 میں

ہارورڈ یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر ہونے سے پہلے اپنی ہی تعلیمی درس گاہ پرنسٹن یونیورسٹی (1950 تا 1952) ، کورنیل یونیورسٹی (1952 تا 1959) اور میسا چوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (MIT) میں پڑھاتے رہے ۔ ان کی اہم ترین کتاب "A Theory of Justice" (1971) ہے ۔ اس میں انہوں نے جون لوک ، ژاں ژاک روسو اور عمانویل کانٹ کی عمرانی معاہدے کی روایت کے اندر رہتے ہوئے متبادل افادی سیاسی فلسفہ (utilitarian political phil-osophy) پیش کرنے کی کوشش کی ہے ۔ انہوں نے اپنے سسٹم کو دو بنیادی باتوں پر استوار کیا ہے : ہر شخص کو تمام دوسرے لوگوں کی طرح بنیادی آزادی وافر ترین مقدار میں حاصل ہونا چاہیے ۔ معاشرے میں دولت اور اقتدار کی جو ناہمواریاں پائی جاتی ہیں انہیں صرف اسی صورت میں حق بجانب قرار دیا جاسکتا ہے جب ان سے معقول حد تک توقع وابستہ کی جاسکے کہ اس سے ان لوگوں کا بھلا ہوگا جنہیں بد ترین حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے ۔ والز کے نزدیک معاشرتی مقام میں مساوات یا برابری کی ضرورت نہیں ، بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام لوگ ایک دوسرے کے مقدر میں شریک ہوں ۔ رالز نے اپنی کتاب میں عمرانی معاہدے کی روایت کا جس طرح زبردست فلسفیانہ دفاع کیا ہے ، اس سے منظم سیاسی نظریے میں نئے سرے سے دلچسپی پیدا ہوگئی ہے ۔

5۔ معلوم ہوتا ہے کہ مارکس صرف یورپ کے مزدوروں کے حالات کار سے نالاں تھا ، جہاں تک اس زمانے کے ہندوستان کا تعلق ہے ، وہ برطانوی امپیریزم (imperialism) کا حامی تھا ۔ انہوں نے نیویارک ڈیلی ٹریبیون کے 25 جون 1852 کے شمارے میں ایک مضمون لکھا تھا ، جس کے مندرجہ ذیل اقتباس قابل غور ہیں :

اقتباس نمبر 1 :

Indian Society has no history at all, at least no known history. What we call its history is but the history of the sussessive intruders who foun-ded their empires on the passive basis of that unresisting and unchan-ging society. The question therefor is not whether the English had a right to conquer India but whether we are to prefer India conquered by the Turks, by the Persian or by the Russian, to India conquered by the Briton...

England has to fulfil a double mission in India, one destructive, the other regenerating----the annihilation of old Asiatic society and the laying of the material foundation of Western society.

بقول قرۃ العین حیدر مضمون نگار کوئی خرانٹ انگریز امپیریلسٹ نہیں تھا بلکہ سچا مارکس تھے ۔

اقتباس نمبر 2:

English interference having placed the spinner in Lancashire and the weaver in Bengal, or sweeping away both Hindu spinner and weaver, dissolved these small semi-barbarism semicivilised communities by blowing up their economical basis, and thus produced the greatest and to speak the truth the only social revolution ever heard of in Asia.

بحوالہ "مایابازار" از قرۃ العین حیدر
(جامعہ، دہلی جولائی ـــــ ستمبر 1995)

30 ـ ڈارون

1۔ دیہاتی علاقہ : ڈارون جس گاؤں میں آباد ہوا تھا، اس کا نام ڈاؤن (Down) ہے اور یہ کینٹ میں واقع ہے۔

2۔ ویسٹ منسٹر ایبے میں دفنایا گیا : اس کے برعکس مارکس کو لندن کی نواحی آبادی ہیمپ سٹیڈ کے قبرستان میں دفنایا گیا تھا۔

3۔ کوہ اینڈیز (Andes) : جنوبی امریکہ کا سات ہزار دو سو پچاس کلومیٹر (چار ہزار پانچ سو میل) طویل پہاڑی سلسلہ جو تقریباً سارے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ واقع ہے۔ اس کی اوسط بلندی تین ہزار نو سو میٹر (تیرہ ہزار فٹ) اور بلند ترین چوٹی Aconcagua کی اونچائی چھ ہزار نو سو ساٹھ میٹر (بائیس ہزار آٹھ سو پینتیس فٹ) ہے۔

4۔ Fauna : 'فاؤنا' دراصل چراگاہوں اور جنگلات کے لاطینی دیوتا فاؤنوس (Faunus) کی بہن ہے۔ (یونانی دیو مالا میں اس کا ہم پلہ دیوتا Pan ہے۔) یورپی زبانوں میں یہ لفظ کسی خاص خطے یا زمانے کی ہر قسم کی حیوانی زندگی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، خاص طور پر تب جب اس کی نباتات سے تمیز کرنا مقصود ہو۔ اس صورت میں نباتی زندگی کے لیے لفظ 'فلورا' (پھولوں کی لاطینی دیوی: Flora) استعمال ہوتا ہے۔

5۔ فرینکلن (Benjamin Franklin) : (1706 تا 1790) : فرینکلن محض سائنس دان ہی نہیں تھا، وہ صحافی، فلسفی اور سب سے بڑھ کر مدبر سیاست دان بھی تھا۔ اس نے امریکا کی جنگ آزادی کے لیے فرانس کی حمایت حاصل کی (وہ فرانس میں امریکی سفیر بھی رہا)، "اعلان آزادی" مرتب کیا اور "معاہدہ آزادی" پر دستخط کئے۔ امریکی آئین کا مسودہ بھی زیادہ تر اسی نے تیار کیا تھا اور یہ اس

کا سب سے بڑا کارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔

6۔ تیرادیل فوائیو (Tierradel Fuego) : براعظم جنوبی امریکا کے انتہائی جنوب میں مجمع الجزائر۔ ان کے مغرب میں چلی اور مشرق میں ارجنٹائن ہے۔ بعض جزائر کی ملکیت پر ابھی تک دونوں ممالک کے مابین تنازعہ چل رہا ہے۔

7۔ رسکن (John Ruskin) : (1819 تا 1900) : فنون لطیفہ کا نقاد۔ اس کے فلسفے میں آرٹ، اخلاقیات، اقتصادیات اور الہیات سب کے مابین باہمی تعلق قائم کیا گیا ہے۔ اس کی مشہور کتابیں "The Stones of Venice" اور "Sesame and Lilies" ہیں۔ وہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں شاعری کا پروفیسر بھی رہا۔

8۔ شگوفہ کاری (budding) : بعض ادنیٰ نباتات اور حیوانات جس طریقے سے اپنی "اولاد" پیدا کرتے ہیں، اس میں جنس کاری کا کوئی دخل نہیں ہوتا یعنی یہ سارا کام asexual (جنسی فعل کے بغیر) ہوتا ہے۔ انگریزی میں اس طریقے کو budding کہتے ہیں۔ کھمبی اور پھپھوندی اس کی مثال ہیں۔

9۔ سہ لختہ (trilobita) : آبی مخلوق کی انواع۔ یہ اب ناپید ہو چکی ہیں۔ ان کے دھڑ تین حصوں پر مشتمل ہوتے تھے۔

10۔ پیچیدہ کلاں سالمہ : ڈارون نے کہا تھا کہ 'آتشیں حوض' کے کیمیائی اجزا کے کیمیائی عمل سے ابتدائی خلیہ وجود میں آیا تھا جو تمام ارتقا کا ذمے دار تھا۔ کیا اس خلیے میں جان کیمیائی عمل سے پڑی تھی، ڈارون نے اس کا واضح جواب دینے سے گریز کیا تھا۔ اس صدی کے نامور سائنس دان سر جیمز جینز (Jeans) نے اپنی کتاب "The Universe Around Us" میں صرف اتنا کہا کہ مختلف ایٹم کسی طرح اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے خلیے کی شکل اختیار کر لی۔ پھر اس میں کسی طرح جان پڑ گئی۔ "کیسے؟ یہ ہمیں معلوم نہیں۔" اب سائنس دان دعویٰ کر رہے ہیں کہ خلا میں آکسیجن کی عدم موجودگی اور زمین پر کائناتی تابکاری ایک انتہائی پیچیدہ سالمے کی تشکیل کا موجب بنی۔ اس کائناتی تابکاری نے اس سالمے میں اپنے آپ کو دو بالکل ایک جیسے اجزا میں تقسیم کرنے کی حیرت انگیز صلاحیت پیدا کر دی۔ یہ اجزا مزید دو دو حصوں میں منقسم ہوتے رہے اور یوں ارتقا کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ لیکن اولین سالمے میں یہ صلاحیت تبھی آسکتی تھی اگر یہ جاندار ہوتا۔ یہ جان کس نے ڈالی؟ کائناتی تابکاری نے؟ ان سائنس دانوں کا جواب بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں، پھر آج تک وہ ٹسٹ ٹیوب میں زندگی پیدا کرنے میں کامیاب کیوں نہیں ہو سکے؟

ارتقا کے متعلق مولانا جلال الدین رومی (1207 تا 1273) بہت پہلے فرما گئے تھے:

آمده اول به اقلیم جماد	وز جمادی در نباتی اوفتاد
سال ہا اندر نباتی عمر کرد	وز نباتی یاد ناورد از نبرد
وز نباتی چوں بہ حیوانی فتاد	نامدش حال نباتی ہیچ یاد
جز ہماں میلے کہ دارد سوئے آں	خاصہ در وقت بہار ضمیران
ہم چو میل کود کاں با مادراں	سر میل خود نہ داند در لباں
باز از حیواں سو انسانیش	میکشد آں خلقے کہ دانیش
ہم چنیں اقلیم تا اقلیم رفت	تاشد اکنوں عاقل و دانا و زفت

انسان شروع میں جماد تھا' جماد سے نبات بنا۔
سالوں نبات رہا' لیکن نباتی زندگی اسے یاد نہیں ہے۔
نبات سے جب حیوان بنا' نباتی زندگی اس کو یاد نہیں ہے۔
ہاں سوائے اس میلان کے جو اس کا نباتات کی طرف ہے ' خصوصاً موسم بہار میں ضمیران کے کھلنے کے وقت۔

جس طرح بچوں کا ماؤں کی طرف میلان ہوتا ہے' لیکن شیرخوارگی کے زمانے میں وہ اپنے میلان کا راز نہیں جانتے۔

پھر حیوان سے انسان کی جانب' اس کو وہ خدا لے جاتا ہے جو اس کو جانتا ہے۔
اسی طرح وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف چلتا رہا' یہاں تک وہ عاقل و دانا اور فربہ بن گیا۔

(ترجمہ: سجاد حسین)

ان اشعار سے معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ مولانا روم کے خیال کے مطابق پہلے جماد ' پھر نبات اور آخر میں حیوان وجود میں آیا۔ اسی حیوان کی بعض صورتیں ترقی کرکے انسان بنیں۔ انہی اشعار کو بطور دلیل پیش کرکے مولانا شبلی نعمانی نے کہا تھا کہ مولانا روم ڈارون سے بہت پہلے ارتقا کے قائل تھے۔

11۔ ختم نہ ہونے والی تخلیقی مشقت کا کیا حاصل
جب' ایک ہی جھپٹے میں 'نسیان نے سارا جھنجھٹ ختم کردیا؟

12۔ میفسٹوفلیز (Mephistopheles) : جرمن شاعر ' ڈرامہ نگار اور ناول نگار جوہاں وان گوئٹے (1749 تا 1832) کے شعری ڈرامے فاؤسٹ " کا کردار۔ دراصل فاؤسٹ اور میفسٹوفلیز جرمنی کی

قرون وسطیٰ کی ایک داستان کے کردار تھے ۔ اس داستان کے مطابق فاؤسٹ جادوگر اور کیمیاگر تھا (ویسے اصلی فاؤسٹ ایک آوارہ منش عالم اور نیم حکیم تھا جو تقریباً 1480 سے 1539 تک بقیدحیات رہا اور یہ ساری داستان اسی کی زندگی کو سامنے رکھ کر تراشی گئی تھی) اور اس نے اپنی روح شیطان کے ' جسے داستان میں میفسٹوفلیز کا نام دیا گیا ہے ' پاس فروخت کردی تھی ۔ گوئٹے کا ڈرامہ اسی داستان پر مبنی ہے ۔ شیکسپیئر کے معاصر کرسٹوفر مارلو (Marlowe) (1564 تا 1593) نے بھی اس موضوع پر ایک ڈرامہ Dr Faustus کے نام سے لکھا تھا ۔ جن دوسرے لوگوں نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ان میں جرمن ڈرامہ نگار لیسنگ (Lessing) (1729 تا 1781) اور جرمن ناول نگار ٹامس مان (Mann) (1875 تا 1955) شامل ہیں ۔ مارلو کے ڈرامے میں اسے طاقت کے جویا جادوگر اور گوئٹے کے ڈرامے میں عقلیت پسند فلسفی کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے ۔ ٹامس مان کے ناول "Faustus" میں وہ جدید عبقری موسیقار کے طور پر جلوہ گر ہوتا ہے ۔

13۔ تو پھر میں گزرتے لمحے سے کہہ سکتا ہوں:
اب ٹھہر ارہ ' تو اتنا حسین ہے!
مری دنیوی زندگی کے وقائع کو
اب قرن ہا قرن کی کوئی اڑان بگاڑ نہیں سکتی ـــــــ
آئندہ کے واقعات کی آگہی حاصل ہوگئی ' اور اس نے مجھے ایسے انبساط سے معمور کردیا
کہ میں خوشی سے جھوم اٹھا ہوں ۔ میری زندگی کا ارفع لمحہ یہی ہے ۔

14۔ ایک احمقانہ لفظ "رفت گزشت" ۔
تو پھر یہ کیا ہوا ' "چلا گیا؟"
مکمل عدم سے جا ملا ' گزر گیا ' اور نیستی سے یک جان ہوا!!
ختم نہ ہونے والی تخلیقی مشقت کا کیا حاصل '
جب ایک ہی جھپٹے میں ' نسیان نے سارا جھنجھٹ ختم کردیا؟
"یہ رفت گزشت ہوا" ـــــــ یہ چیستان کیسے ادا کی جائے؟
یہ تو بالکل ایسا ہے جیسے اشیا کا کوئی آغاز نہ ہوا ہو '
لیکن اس کے باوجود وہ ہر پھر کر وجود حاصل کرنے کے لیے لوٹ آئی ہوں:
میں تو اس کے بجائے دائمی خالی پن کو ترجیح دوں گا ۔

15۔ یو کے اس درخت کے بعض اجزاء میں

وہ آدمی موجود ہے جس کے کسی زمانے میں
میرے دادا واقف تھے۔
اب وہ یہاں درخت کے تنے کے پائے سے ہم آغوش ہے۔
یہ ٹہنی شاید اس کی بیوی ہو۔
خون کی حرارت سے لالوں لال انسانی زندگی
جو اب ایک سبز کونپل میں تبدیل ہو گئی ہے۔

یہ گھاس ضرور اس کی بنی ہوئی ہو گی
جو پچھلی صدی میں اکثر یہ دعا مانگتی تھی
کہ اسے چین نصیب ہو
اور وہ مدتوں پہلے کی حسین گوری لڑکی
جس سے میں نے شناسائی پیدا کرنے کی بارہا کوشش کی
شاید اس گلاب میں پاؤں دھر رہی ہو۔

سو وہ زیر زمین نہیں ہیں
بلکہ عصبوں اور رگوں کی صورت' بالائی فضا میں
میں پائی جانے والی افزائشوں میں ہر طرف موجود ہیں'
اور دھوپ اور بارش کو اور اس توانائی کو بھی
دوبارہ محسوس کرتے ہیں
جس نے انہیں وہی کچھ بنا دیا تھا جو وہ تھے۔

31 ۔ فرائیڈ

1۔ وکٹوریت : برطانیہ کی ملکہ وکٹوریا (1819 تا 1901) سن 1837 سے 1901 تک حکمران رہی۔ اس طویل عہد حکومت کی ہر چیز اور رویے کو "وکٹورین" کہا جاتا ہے۔ اس زمانے کے عام لوگ جنس کے معاملے میں بے حد محتاط تھے اور اپنے بچوں کو کسی قسم کی ڈھیل دینے کے روادار نہیں تھے۔ تاہم جہاں تک اونچے طبقے کا تعلق ہے جس میں خود ولی عہد "پرنس آف ویلز" بھی' جو بعد میں ایڈورڈ ہفتم کے نام سے تخت نشین ہوا' شامل تھا' وہ اپنے لیے ہر قسم کی عیاشی جائز تصور کرتا تھا۔ چنانچہ یورپ کا موجودہ "اجازتی" (permissive) معاشرہ وکٹورین معاشرے کو

اکثر بے نقط سناتا رہتا ہے اور اس پر "مصنوعی شرم وحیا (prudery)"، منافقت اور دروغ گوئی کے الزام لگاتا رہتا ہے۔

2۔ نیوروسس (neurosis): پنجاب یونیورسٹی کے "ادارہ تالیف و ترجمہ" کی کتاب "اصطلاحات نفسیات" میں اس کا ترجمہ "عصابیت" اور اردو سائنس بورڈ کی کتاب "فرہنگ اصطلاحات" میں "فتور اعصاب" اور "نیورات" لکھا گیا ہے۔ ہمارے مشہور شاعر اور ماہر نفسیات شہزاد احمد نے اپنی کتاب "فرائیڈ کی نفسیات ــــ دو دور" میں صفحہ 144 پر اسے "نیوروسس" اور بعد کے صفحات پر بار بار "نیورس" لکھا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ اردو میں اب "یہی" اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ قارئین کیا پسند کرتے ہیں، یہ ان کی اپنی صوابدید ہے۔ ہمارے دماغ اور جذبات کو جسمانی جراحت (lesion) یا تبدیلی کے علاوہ جو مختلف عوارض متاثر کرتے ہیں، ان میں ایک یہی "نیوروسس" ہے۔ "نیوروسس" اس ذہنی کیفیت کا نام ہے جو زبردست پریشانیوں، خواہ مخواہ کے خوف (phobia)، غیرطبعی یا غیرمعقول رویے، کسی کام کو باربار کرنے کی خواہش یا ہسٹیریا کی وجہ سے طاری ہوتی ہے۔

یہاں یہ عرض کرنا نامناسب نہیں ہوگا کہ اردو میں سکے بند یا معیار بند (standard-ized) اصطلاحات کا فقدان ہے۔ ہر شخص اپنا ہی ترجمہ کرنے کو ترجیح دیتا ہے جس سے بڑی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ (زاہد ڈار نے مجھے بی بی سی کے عبید صدیقی کے حوالے سے بتایا ہے کہ بھارت میں مختلف اصطلاحات کے ہندی تراجم ایک مرکزی ادارہ کرتا ہے۔ جب کسی اصطلاح کا ترجمہ منظور ہوجاتا ہے اسے سرکلر کے ذریعے فوراً تمام تعلیمی اور دوسرے متعلقہ اداروں میں بھیج دیا جاتا ہے اور یوں یکسانیت قائم ہوجاتی ہے۔) مثلاً "drive" اور "impulse" ہی کو لیں۔ "اصطلاحات نفسیات" میں میں انہیں بالترتیب "انگیزش" اور "انگیخت"، "فرہنگ اصطلاحات" میں "انگیزہ" اور "ترنگ / من کی موج" اور مقتدرہ قومی زبان کی "انگریزی اردو لغت" میں "تحریک، محرک، رجحان، میلان" اور "قوت محرکہ، انگیزہ، تحریک، ہیجان، ترنگ، اضطرار" وغیرہ تحریر کیا گیا ہے۔ شہزاد احمد اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 127 پر "drive" کو "انگیخت" اور "impulse" کو "انگیزش" جب کہ صفحہ نمبر 165 پر "drive" کو "انگیزش" اور "impulse" کو "انگیخت" قرار دیتے ہیں۔ بعض لوگ "urge" کا ترجمہ بھی "انگیخت" کرتے ہیں۔ "انگیخت" اور "انگیزش" میں کیا فرق ہے، مجھ جیسے اناڑی کی سمجھ میں تو بالکل نہیں آتا۔

جن دنوں میں یہ ترجمہ کر رہا تھا، امریکا سے ڈاکٹر اعتراحسن تشریف لے آئے۔ میں نے اپنی مشکل بیان کی۔ انہوں نے بتایا کہ فرائیڈ کی نفسیات میں impulse کو instinct کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ سراسر داخلی چیز ہے، اس میں سوچ بچار کو کوئی دخل حاصل نہیں۔ drive میں سوچ بچار شامل ہوتا ہے۔ اگر میں سانپ کو دیکھ کر ڈر جاتا ہوں تو میرا یہ فعل impulse یا instinct کی ذیل میں آئے گا۔ اگر میں کوئی کام کرنے پر تل جاتا ہوں تو یہ drive

ہے جو مجھے اس پر اکساتی ہے ۔ (یہ لفظ driver سے لیا گیا ہے) ۔عطیہ سید اور خالد احمد بھی اختر احسن کے ہم نوا ہیں ۔ چنانچہ میں نے اس باب میں "impulse" کو "جبلت "اور "drive" کو انگیخت لکھا ہے ۔

3۔ parapraxis : یہ لفظ یونانی زبان سے لیا گیا ہے اور زبان ، قلم یا فعل کی چھوٹی موٹی لغزشوں کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔

4۔ آندرے برے توں (Andre Bryton) (1896 تا 1966) : فرانسیسی شاعر اور نقاد ۔ اسے سر ریئلزم کا بانی اور سب سے بڑا نظریہ ساز تصور کیا جاتا ہے ۔ برے توں کا تعلق پہلے آرٹ کی ایک یورپی تحریک دادائیت (dadaism) سے تھا ۔ پھر اس نے اس تحریک سے ناطہ توڑ لیا اور اپنی سر ریئلزم کی تحریک شروع کردی ۔ سر ریئلزم دادائیت کی طرح اینٹی آرٹ نہیں تھی بلکہ فرائیڈ کی تحریروں کے زیر اثر اس کی کوشش خوابوں اور تحت الشعور کی غیر عقلی قوتوں کو آرٹ اور شاعری میں سمونا ہوتی تھی ۔ اس میں تحت الشعور کو کسی سوچے سمجھے منصوبے کے بغیر تصویر یا نظم کے تخلیق کرنے کی اجازت ہوتی تھی ۔ اس تحریک کا سب سے بڑا شاعر اور ناول نگار فرانسیسی لوئی اراگوں (1897 تا 1982) اور سب سے بڑا مصور ہسپانوی سالوادو دالی (1902 تا 1992) تھا ۔

5۔ خارجی سرچشمہ : غالب بہت پہلے کہہ چکے تھے :

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں   غالب ، صریر خامہ ، نوائے سروش ہے

6۔ والٹ ڈزنی (1901 تا 1966) : کارٹون فلموں کا موجد ۔ اس کی کارٹون فلموں کا مشہور ترین ننھا منا کردار مکی ماؤس (Mickey Mouse) دنیا بھر میں مشہور ہے ۔ ڈونلڈ ڈک (Donald Duck) اور اس کا قبیلہ بھی انہی فلموں کے کردار تھے ۔ اس کی 'Snow White and the Seven Dwarfs' پہلی مکمل (Full-length) کارٹون فلم تھی ۔ اس کی دوسری قسم کی فلمیں " فنتازیہ " (Fantasia) کہلاتی ہیں ۔ تھیں یہ بھی کارٹون فلمیں ہی لیکن ان میں جو پس پردہ موسیقی ہوتی تھی ، وہ بیتھوون اور دوسرے موسیقاروں کی کلاسیکی دھنوں پر مبنی ہوتی تھی اور اس موسیقی کا ہدایت کار عام طور پر مشہور روسی موسیقار ستراونسکی (Igor Feodorovich Stravinsky) (1882 تا 1971) ہوتا تھا ۔ ڈزنی نے جانوروں کے متعلق بھی فلمیں بنائی تھیں ۔ ان میں ان کا رہن سہن دکھایا جاتا تھا ۔

مکی ماؤس آج کل "احمق ، کودن ، بے مغز ، رذیل ، بے مصرف ، سادہ لوح ، غیر ضروری یا غیر اہم " شخص یا چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔ مثلاً " نیویارک ٹائمز "(13/6/1984) کے مطابق ایک مرتبہ سابق صدر امریکہ رونلڈ ریگن نے روسیوں کے متعلق کہا تھا : "If they want to keep their Mickey Mouse system,that's OK" اور ٹونی تھورن (Thorne) کی ڈکشنری آف سلینگ " کے مطابق انگلش اور آسٹریلوی سلینگ میں "Donald Duck" کا مفہوم "a

"fuck" ہے۔

7۔ گوفی (Goofy) : یہ لفظ دراصل امریکی انگریزی میں "احمق، فضول یا مضحکہ خیز" شخص کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ goof (احمق شخص) کو کھینچ تان کر بنایا گیا ہے جو بذات خود غالباً متروک لفظ "goff" کی شکل ہے۔ آکسفورڈ انگلش ڈکشنری نے 1678 کا استعمال نقل کیا ہے:

"He calls the Bishop Goff,And makes his power a mere cofb."

گوفی ذزنی فلموں میں ایک بھدا سا کتا ہے جو مکی ماؤس کا ساتھی ہے۔

32۔ ہمارا اپنا زمانہ

1۔ نلس ہولگرن سون : سویڈن کی ناول نگار سیلما لا گرلوو (Selma Lagerlof) (1858 تا 1940) کی شہرہ آفاق بچوں کی کلاسیک "The wonderful Adventures of Nils" (1906-07) کا ہیرو۔ سیلما لا گرلوو پہلے گورنس رہی اور پھر کتابیں لکھنے لگی۔ اس کی اولین شہرت کا باعث اس کا ناول "Gosta Berling's Saga" (189) بنا تھا۔ وہ پہلی خاتون مصنف ہے جسے ادب کا نوبیل پرائز (1909) ملا تھا۔

2۔ وارم لینڈ : سویڈن کا قصبہ۔ سیلما لا گروو یہیں پیدا ہوئی تھی اور اس نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ یہیں گزارا تھا۔

3۔ بڑھیا : یہ بڑھیا خود سیلما لا گروو تھی اور اس نے نیلس کے کارناموں کے متعلق اپنی کتاب سویڈن کے پرائمری سکول بورڈ کی فرمائش پر لکھی تھی۔ اس کا مقصد جغرافیے کی تعلیم کو دلچسپ بنانا تھا۔

4۔ نیٹشے : جرمن اور انگلش دونوں ڈکشنریاں Neitzsche کا تلفظ "نیچے" (neeche) لکھتی ہیں۔ اردو میں عام طور پر لوگ نیٹشے لکھتے ہیں۔ علامہ اقبال نے "بال جبریل" میں "نطشہ" لکھا ہے اور اسے "گمراہ مجذوب فلسفی" کا خطاب دیا ہے۔ اس کی مشہور ترین کتاب کا نام Also Sprach "Zara Thustra" یا "Thus Spake Zara Thustra" (1883 تا 1891) ہے۔ دوسری اہم کتابیں "The Birth of Tragedy" (1872) اور "Beyond Good and Evil" (1886) ہیں۔ وہ شاعر اور نقاد بھی تھا۔ اس نے عیسائیت اور روایتی نصرانی اقدار کو مسترد کر دیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے "سپرمین" (superman) یا ubermensch کا جو تصور پیش کیا تھا، وہ جرمنی میں نازی ازم کے فروغ کا باعث بنا۔

5۔ مارٹن ہائیڈیگر (1889 تا 1976) : جرمن فلسفی۔ اس کی بڑی کتاب "Sein und Zeil" یا "Being and Time" (1927) تھی۔ اس میں وہ اپنے وجودیاتی سسٹم (ontological system)

یا 'احساس وجود ' ('sense of being') پر بحث کرتا ہے ۔ وہ ہٹلر کا حمایتی اور رفیق تھا اور اس کے اس رویے نے مغرب میں اس کی شہرت کو بہت نقصان پہنچایا ۔ وہ 'دہشت ' (angst) کو جس طرح انسانی شعور کے بنیادی جزو کے طور پر پیش کرتا ہے ' وہ وجودیت کا مخصوص طریق کار ہے ۔ تاہم وہ خود ہمیشہ یہی کہتا رہا کہ وہ وجودی نہیں ۔

6۔ سارتر (Jean Paul Sartre) : سارتر محض فلسفی ہی نہیں ' ناول نگار اور ڈرامہ نگار بھی تھا ۔ اس کی وجودی فلسفے پر مبنی کتاب "Being and Nothingness" کا اردو ترجمہ علی عباس جلال پوری نے کیا تھا ۔ سارتر واحد مصنف ہے جس نے (1964 میں) نوبیل پرائز وصول کرنے سے انکار کردیا تھا ۔

7۔ سائمن د بووار (Simon de Beauvoir) : (1908 تا 1986) : سارتر کی طرح بووار بھی مفکر اور ناول نگار تھی ۔ وہ تحریک حقوق نسواں کی پرزور حمایتی تھی ۔ اس سلسلے میں اس نے اپنی مشہور ترین کتاب 'Le deuxieme sexe' یا 'The Second Sex' (1950 - 1949) تحریر کی ۔ (اس کا اردو ترجمہ کشور ناہید نے کیا تھا ۔) اس کی خودنوشت سوانح حیات "The Coming of Age" (1970 میں شائع ہوئی تھی ۔

8۔ وجود (existenca) : انگریزی ' فرانسیسی اور دوسری یورپی زبانوں میں existence بے جان اور جاندار دونوں اشیا کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔ کسی چیز کی existence ظاہر کرتی ہے کہ وہ حقیقی چیز کی حیثیت سے اس دنیا میں موجود (present) ہے ۔ اردو میں بھی "وجود " دونوں چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔

9۔ "بجائے خود اور "برائے خود " : جب سارتر "بجائے خود " (in itself) کی ترکیب استعمال کرتا ہے ' تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز بذات خود کچھ نہیں کرسکتی بلکہ وہ وہی کرے گی جو اس کے لیے پہلے ہی مقدر کردیا گیا ہے ۔ دوسرے الفاظ میں یہاں جبریت (determinism) کا اصول کارفرما ہوگا ۔ اس کے برعکس انسان ' جوکہ "برائے خود " یا "for itself" ہوتا ہے ' اپنے افعال و اعمال میں خود مختار ہوتا ہے ۔

10۔ اولڈ ایڈم (Old Adam) : عیسائی عقیدے کے مطابق جنت میں حضرت آدم سے جو پہلا گناہ سرزد ہوا تھا (پرانا عہد نامہ : "پیدائش " : باب سوم) ' اس کی سزا انسان کو اب تک بھگتنا پڑ رہی ہے کیونکہ اس سے انسان ایک تو خدا کے فضل (grace) سے محروم ہوا ' دوسرے یہ کہ یہ گناہ والدین سے نسل بہ نسل منتقل ہوتا رہتا ہے ۔ اس کا بین السطور مطلب یہ ہے کہ نہ حضرت آدم گناہ کرتے ' نہ انسان بدی کے راستے پر چلتا ۔ چنانچہ وہ اپنے گناہوں کا بوجھ بھی حضرت آدم پر ڈال دیتے ہیں ۔ اس عقیدے کو سب سے زیادہ ہوا سینٹ آگسٹین نے دی تھی ۔ آج کل متعدد مذہبی رہنما اس عقیدے کا صرف علامتی مفہوم لیتے ہیں ۔ رہا سارتر ' وہ تو تھا ہی دہریہ اور ڈارون کے نظریے کے مطابق وہ کسی 'بابا آدم' کو نہیں مانتا تھا ۔ اس کا اصرار ہے کہ انسان اپنے اعمال میں

خود مختار ہے، چنانچہ اپنے گناہوں کا ذمے دار دوسروں کو ٹھہرانا غلط بات ہے۔

11۔ اہم مصنفین : (i) البیج کامیو (Albert Camus) : (1913 تا 1960) : فرانس کا وجودی ناول نگار ۔ اس کے مشہور ترین ناول (1942) "The Outsider" ، (1947) "The Plague" اور (1953)"The Rebel" ہیں اور ان سب کا اردو میں ترجمہ ہوچکا ہے ۔ "باغی " ("The Rebel") ژاں پال سارتر کے ساتھ زبردست بحث اور مناقشے کا باعث بنا تھا۔ کامیو کو 1957 میں ادب کا نوبیل انعام ملا تھا اور اس کا انتقال حادثے میں ہوا تھا ۔ اس کا ایک نامکمل ناول اب دریافت ہوا ہے۔

(ii) سیموئیل بیکٹ (Samuel Beckett) : (1906 تا 1989) : آئرلینڈ کا شاعر ، ناول نگار اور ڈرامہ نگار ۔ 1937 میں مستقلاً پیرس میں آباد ہوگیا ۔ پہلے مشہور ادیب جیمز جوائس کے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرتا رہا اور اس کے بعد خود انگریزی اور فرانسیسی میں لکھنے لگا ۔ اس کے ایک ڈرامے (1954) "Waiting for Godot" کا اردو میں ترجمہ ہی نہیں ہوا بلکہ سٹیج پر بھی دکھایا جاچکا ہے ۔ اس کی دوسری تصانیف میں (1956) "Malone Dies" ، (1964) "How It Is" ، "Breath" (1972) اور "Not I"(1973) شامل ہیں ۔ اسے 1969 میں ادب کا نوبیل پرائز ملا تھا۔

(iii) یوجین آئیونیسکو : (Engene Ionesco) (1912 تا 1994) : رومانیہ نژاد فرانسیسی ڈرامہ نگار۔ "اس کی ماں فرانسیسی اور باپ رومانیہ کا باشندہ تھا ۔ وہ 1938 میں مستقلاً فرانس میں آباد ہوگیا ۔ تھیٹر آف دی ابسرڈ " کی ابتدا اس کے پہلے ڈرامے "The Bald Prima Donna" (1959) سے ہوئی ۔ اس میں اس نے ابلاغ کے ذریعے کے طور پر زبان کے "افلاس" (poverty) کو اپنا موضوع بنایا تھا ۔ اس کے دوسرے ڈراموں میں "The Lesson" (1951) ، "The Chairs" (1951) ، "Rhinoceros" (1960) ، "Exit the King) (1962) "Man with Bags" شامل ہیں ۔ ان سب میں اس نے سرئیلزم کی مختلف تکنیک استعمال کی ہیں۔

(iv) وٹولڈ گومبرووچ (Witold Gombrowicz) : پولینڈ کا ڈرامہ نگار ۔ وہ 1904 میں پیدا ہوا اور 1969 میں فوت ہوا ۔ وہ 1938 سے 1962 تک ارجنٹائن کے صدر مقام بیونس آئرس میں مقیم رہا ۔ پھر پیرس اٹھ آیا اور اپنے انتقال تک وہیں رہا ۔ اس کے بڑے ناولوں میں Atlantyk (1953) ، Pornographia (1960) اور Cosmos (1965) شامل ہیں ۔ اس کے مشہور ترین ڈرامے Princess Ivona (1938) اور The Marriage (1947) ہیں ۔ اس نے چند افسانے بھی لکھے تھے ۔ گوبرووچ کو اصیل طنز نگار اور وجودی اختراع کار مانا جاتا ہے ۔ دنیا کا انتہائی ذاتی تصور پیش کرنے کے لیے وہ بڑی مہارت اور پرکاری سے حقیقت اور غیر حقیقت کی آمیزش کردیتا تھا۔

12۔ ایسپریسو (expresso یا espresso) کافی : اسے پسی ہوئی کافی کے اوپر بھاپ یا ابلتے پانی کی دھار چھوڑ کر تیار کیا جاتا ہے ۔ یہ لفظ اطالوی زبان سے آیا ہے اور اسے بنانے کا طریقہ بھی

اطالویوں نے ہی ایجاد کیا تھا۔

13۔ ماحول کی آلودگی کے یورپ پر کیا اثرات مرتب ہوں گے، اس کے متعلق روزنامہ " ڈان " (مورخہ 2۔ اپریل 1996) میں Jackson Institue of Climate Research, London کے ایک محقق مارٹن پیری (Parry) کی رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ اس کے مطابق اگلی صدی میں یورپ کی فضا بالکل تبدیل ہو جائے گی۔ جنوبی یورپ میں گرمی میں اور شمالی یورپ میں سردی میں اضافہ ہو جائے گا۔ ساحلی علاقے اکثر سمندری طوفانوں کی زد میں رہیں گے۔ خشک سالی عام ہو جائے گی اور فصلوں کو پانی فراہم کرنے کے لیے نہری نظام قائم کرنا یا ٹیوب ویل لگوانا پڑیں گے۔ کسانوں کو کاشتکاری کے طریقوں میں انقلابی تبدیلیاں کرنا پڑیں گی۔ نفسیاتی یا معاشرتی خرابیاں کیا ہوں گی، ان کا ابھی تک جائزہ نہیں لیا جاسکا۔ یہ تو ان ملکوں کا حال ہے جہاں ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کی ہر ممکن کوشش ہو رہی ہے۔ ادھر ہم جس طرح ماحول کو آلودہ کرنے میں مصروف ہیں، اس کے باعث ہمارا کیا حشر ہوگا؟ کہیں بھی اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں ہو رہی۔

14۔ پیراڈائم (paradigm) : اصل میں یہ لفظ گرامر میں استعمال ہوتا ہے اور اس کے ذریعے کسی لفظ کی مختلف صورتیں (مثلاً اسم واحد، اسم جمع، فعل حال، فعل ماضی، صفت وغیرہ) دکھائی جاتی ہیں۔ مثلاً جب inform کا پیراڈائم بنایا جائے گا تو اس میں inform، information، informaitional، informative، informed، informer، informercial، infotainment وغیرہ سبھی الفاظ شامل ہوں گے۔ سائنس میں یہ لفظ نظریات اور تصورات کے اس مروجہ ساختار (frame work) یا ماڈل کے متعلق استعمال ہوتا ہے جس کی حدود میں کوئی سائنس دان تحقیق و تفتیش کا کام کرتا ہے۔

15۔ متبادل تحریکیں : "دادائیت" (Dadaism)، "سرئیلزم"، "ابسرڈزم" (Absurdism) اور " وجودیت " سبھی متبادل تحریکوں میں شامل کئے جاسکتے ہیں۔ "beats" یا "beatnicks"، "rockers"، "teddy boys"، "rockers" "Vals" یا "Valley Girls" اور "mods" وغیرہ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔

16۔ کلیت : (فلسفہ) اس نظریے کے مطابق کل (Whole) اپنے اجزا کے مجموعے سے زیادہ ہوتا ہے یعنی کسی نظام یا سسٹم کے خواص اس کے اجزا یا ان کی تنظیم کے خواص سے زیادہ ہوتے ہیں۔

17۔ اختتام : اشارہ غالباً سابق صدر امریکا رونلڈ ریگن کے جاپان نژاد امریکی مشیر فوکویاما کے مشہور مضمون "The End of History" کی طرف ہے۔ بعد میں اس مضمون کو کتاب کی شکل دے دی گئی۔

18۔ تاروت (Tarot) : تاش کے خاص قسم کے پتوں کی گڈی۔ ہر گڈی میں 78 پتے ہوتے

ہیں اور ان پر قسمت کے پہیے یا اسی قسم کا کوئی اور ڈیزائن بنا ہوتا ہے - یہ پتے زیادہ تر قسمت کا حال معلوم کرنے کے لیے استعمال کئے جاتے ہیں -

19- "احیائے ارواح" : جن مجلسوں میں ارواح کو حاضر کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے، انگریزی میں اسے seance کہا جاتا ہے - جاسوسی ناولوں اور ڈراموں کی مصنفہ اگاتھا کرسٹی (Agatha Christie) (1891 تا 1976) نے بھی اپنے بعض ناولوں میں اس قسم کے واقعات کا تذکرہ کیا ہے لیکن وہاں بھی بین السطور یہی احساس ہوتا ہے کہ ان میں ڈھکوسلا بازی زیادہ ہے اور حقیقت کا عنصر کم -

33 - گارڈن پارٹی -

1- میجر آیا ہی چاہتا ہے -

2- وسط گرما کے مزے دار کھانے قبول ہیں -

3- اقوام متحدہ کو مزید اختیارات دو -

34- کاونٹر پوائنٹ

1- کاونٹر پوائنٹ (Counterpoint) : کاونٹر پوائنٹ مغربی موسیقی کی اصطلاح ہے - جس طرح راگ یا اس کی مختلف اقسام مثلاً ملہار ، دھرپد ، دادرا ، ٹھمری ، ٹوڈی وغیرہ کا مغربی زبانوں میں ترجمہ نہیں ہوسکتا ، کاونٹر پوائنٹ کا اردو میں ترجمہ نہیں ہوسکتا - مغربی موسیقی کی دھنوں کو سازوں پر بجانے یا گانے سے پہلے تحریری شکل دی جاتی ہے - ایسی ہی ایک دھن میلوڈی (melody) کہلاتی ہے - یہ سروں کا واضح سلسلہ ہوتا ہے - کاونٹر پوائنٹ دو یا دو سے زیادہ میلوڈی کی تحریری شکل ہوتی ہے - انہیں ایک دوسرے کی سنگت میں گایا بجایا جاتا ہے لیکن ہر میلوڈی کی آواز الگ الگ سنائی دیتی ہے - بعض اوقات بڑی میلوڈی صرف ایک ہوتی ہے اور باقی اس کے محض تتمے ہوتے ہیں - یہ لفظ لاطینی ترکیب 'punctus contra punctum' سے نکلا ہے اور اس کے معنی نقطے (point : موسیقی میں وہ مقام جہاں سر تبدیل ہوتا ہے) کے خلاف نقطہ ہیں - اس قسم کی موسیقی کا نامور ترین استاد باخ تھا - موجودہ صدی کے روسی موسیقار ستراونسکی نے اس میں بڑی شہرت حاصل کی تھی -

2- ماریت (Marit) : ناروی زبان میں میری (Mary : حضرت مریم) کو ماریت کہا جاتا ہے -

3- ایس اے ایس (S A A) : سکنڈے نیویا کے ممالک کی مشترکہ فضائی کمپنی -

4- سلامی (Salami) : ایک قسم کا ساسیج جس کے اندر قیمہ اور مختلف مصالحے بھرے جاتے

ہیں۔ اس کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیا جاتا ہے اور عموماً ٹھنڈا کھایا جاتا ہے۔ سایج (sausage) جانوروں کی آنتوں میں سبزیاں اور مصالحے بھر کر بنایا جاتا ہے۔ یہ جرمنوں کی ایجاد ہے۔ یوطالطائی کے مطابق روسی جرمنوں کو طنزیہ انداز سے سایج خور کہا کرتے تھے۔

5۔ کونیاک سایج (cognac sausage): کونیاک فرانسیسی برانڈی کا نام ہے۔

6۔ مچھلیوں کے انڈے : (caviar) : یہ انڈے ایک مچھلی سٹرجن (sturgeon) دیتی ہے۔ یورپ کے لوگ انہیں بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ بے مہنگی چیز ہے اور اس کا کھانا عیاشی تصور کیا جاتا ہے۔

7۔ امریکی مرغ : اصل لفظ turkey ہے۔ ٹرکی خاصا لحیم شحیم پرندہ ہوتا ہے۔ یہ سب سے پہلے میکسیکو اور وسطی امریکا میں ملا تھا۔ اب یورپ میں بھی عام پالا جاتا ہے۔ کرسمس کے موقع پر ٹرکی پکانا لازمی تصور کیا جاتا ہے۔

8۔ والڈورف سلاد (Waldorf salad) : ایک قسم کا سلاد جو کچے سیب کی پھانکوں، مختلف قسم کی گریوں اور انڈے کی زردی اور تیل پر مشتمل چٹنی (mayonnaise) کو ملا کر بنایا جاتا ہے۔ اس کی ابتدا نیویارک کے مشہور ہوٹل والڈورف ایسٹوریا (Astoria) ہوٹل نے کی تھی۔

9۔ کرسر (cursor) : کرسر کمپیوٹر کی سکرین پر چھوٹی سی حرکت پذیر شکل ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا رہتا ہے کہ کمپیوٹر استعمال کرنے والا جو کچھ ٹائپ کر رہا ہے، وہ کہاں نظر آئے گا۔

10۔ گم ڈراپ (gumdrop): چوسنے والی میٹھی گولی۔

11۔ مارزی پین (marzipan) : چینی، بادام اور انڈے کی لئی۔ اس کی سلاخیں (bars) بھی بنائی جاتی ہیں اور بعض اوقات اسے کیک کے اوپر بھی بچھایا جاتا ہے۔

12۔ کیمپاری (Campari): اطالوی انگوری شراب

13۔ بیٹ موبائل (Beat Mobile): گشتی پولیس کی کار۔

14۔ ہوائی روحیں (airy spirits) : جو چیز مادے (matter) سے نہ بنی ہو، انگریزی میں اسے "airy spirit" کہا جاتا ہے۔ تاہم "ہوا" مختلف گیسوں کا مجموعہ ہوتی ہے، اس کا اپنا کوئی خاص وزن نہیں ہوتا اور اس میں ہر مادی چیز آسانی سے گزر جاتی ہے۔ اس کے برعکس بخارات (vapours) کا وزن بھی ہوتا ہے اور وہ چیزوں کے گزرنے میں تھوڑی بہت رکاوٹ بھی ڈالتے ہیں۔ مجھے "airy" کے لیے "ہوائی" کے علاوہ اور کوئی موزوں لفظ نہیں مل سکا۔

15۔ سنڈریلا (Cinderella) : عالم گیر پری کہانی کی ہیروئین۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اسے نویں صدی میں چین میں تحریر کیا گیا تھا۔ 1697ء میں اسے فرانسیسی مصنف پیغول نے (اس پر پہلے ہی حاشیہ دیا جاچکا ہے) اپنی کتاب "Tales of Mother Goose" میں شامل کیا اور یوں یہ سارے یورپ میں پھیل گئی۔ کہانی کے مطابق سنڈریلا کی سوتیلی ماں اور دونوں سوتیلی بہنیں اسے بہت تنگ کرتی ہیں لیکن پریاں اس کی مدد کرتی رہتی ہیں اور آخر کار ایک شہزادہ اسے بیاہ کرلے جاتا ہے۔

16۔ دو سو سال : گرم (Grimm) برادران کی پری کہانیاں 1812 اور 1822 کے درمیان لکھی گئی تھیں ۔ بڑھیا غالباً ان کی کہانی " ڈاکو دلہا " (The Robber Groom) کی کردار ہے ۔ اس کہانی میں وہ ایک خوبصورت دوشیزہ کو ایک ڈاکو کے چنگل سے چھڑاتی ہے ۔

17۔ میری پوپن (Mary Poppin): پری کہانیوں کی جادوگرنی آیا۔

18۔ شرلوک ہومز (Sherlock Holmes): جاسوسی کہانیوں کا غالباً مشہور ترین جاسوس ہیرو۔

19۔ پیٹر پین (Peter Pan) : انگریز مصنف جے ایم بیری (Barrie) کے ڈرامے "پیٹر پین" کا بڑا کردار ۔ پیٹر پین ایک ایسا نوجوان ہے جو کبھی بالغ نہیں ہوتا لیکن لڑکپن میں ہی اسے ایک دور دراز جنگلاتی سرزمین پر ، جس کا نام "Neve Never Land" ہے ، عجیب وغریب مہمات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ آج کل پیٹر پین اس شخص کو کہا جاتا ہے جو ذہنی طور پر کبھی بالغ نہیں ہوتا بلکہ جذباتی اور نفسیاتی طور پر بچوں کا رویہ اپنائے رکھتا ہے ۔ جو آدمی اپنی عمر سے چھوٹا نظر آئے ، اس پر بھی " پیٹر پین " کی پھبتی کس دی جاتی ہے ۔ ویسے " پیٹر پین " بچوں کے مقبول ترین کرداروں میں شامل ہے ۔

20۔ پپی لونگ سٹوکنگ (Pippi Longstocking): سکنڈے نیویا کی پری کہانیوں کا کردار ۔

21_ Valborg's Eve : اشارہ غالباً گوئٹے کے ڈرامے "فاؤسٹ" کی طرف ہے ۔ وہاں فاؤسٹ جادوگرنیوں اور بدروحوں کے اجتماع میں شریک ہوتا ہے ۔

22۔ بڑی بیبیوں کی کہانی (The Old Wives'Tale) : انگریز مصنف آرنلڈ بینٹ (1867 تا 1931) کے ایک ناول کا عنوان ہے ۔ یہ ناول 1908 میں شائع ہوا تھا ۔ ویسے انگریزی میں old wives' tale ان توہمات اور بے بنیاد عقاید کو کہا جاتا ہے جنہیں روایتی حکمت ودانش کی باتیں بنا کر زبانی نسل بہ نسل منتقل کیا جاتا ہے ۔

23۔ مرمیڈ (mermaid) : پری کہانیوں کی سمندری مخلوق ۔ اس کا دھڑ عورت کا اور ٹانگیں مچھلی کی سمجھی جاتی تھیں ۔

35 ۔ انفجار عظیم

1 ۔ نینڈرتال : نینڈرتال عام طور پر ایشیا اور یورپ کے وسط حجری عہد کے لوگوں کو کہا جاتا ہے ۔ ان کا زمانہ آج سے تیس ہزار اور اڑھائی لاکھ سال قبل کے مابین تصور کیا جاتا ہے ۔ متن میں جو اعداد دئے گئے ہیں ان کے مطابق بیس لاکھ نوری سال کی مسافت سے انہیں دیکھنا ناممکن ہے ۔

2_ implosion : جب explosion (دھماکا) ہوتا ہے ، اجزا باہر کی طرف منتشر ہوتے ہیں ۔ implosion یا "درانفجار" میں یہ اندر کی طرف گرتے ہیں ۔

3 ۔ "روشنی ہو جا ۔" پرانا عہد نامہ : کتاب پیدائش ۔ باب نمبر 1 آیت نمبر 3 ۔